سکندرِ اعظم

الیاس سیتاپوری

سکندر اعظم

الیاس سیتاپوری

سکندر کی تکون

الیاس سیتاپوری

سکندرِ اعظم جیسی شہرت شاید ہی کسی کو حاصل ہوئی ہو۔ یہ اُسی سکندر کی داستان ہے۔ اُس کی ابتدا اور اُس کے ماں باپ کی ہنگامی زندگی کے واقعات۔ یہ اپنے وجود میں کچھ حیرت انگیز والدین کا خمیر رکھتا تھا۔ اُس کے خون میں جو شورش اور یہ چیز پائی جاتی تھی اور اس میں جو آگے بڑھتے رہنے کی خصوصیات تھیں، اُن کی نشاندھی کے لیے اولمپیاس، فیلقوس اور ارسطو کو سمجھنا ہوگا۔ یہ تین کردار سکندر کی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اولمپیاس کا جنون، فیلقوس کا فاتحانہ جذبہ، ناقابلِ شکست عزائم، سیاسی تدبّر اور ریاستی مزاجوں کا شعور اور ارسطو کا فلسفہ، نکتہ رسی اور تعمیرِ کردار میں اس کی سعی مسلسل ان تینوں کو سمجھنے کے لیے اس کہانی کو پڑھنا ضروری ہے۔ وہ ماحول جس میں سکندر پیدا ہوا۔ وہ معاشرہ جس میں اُس نے پرورش پائی، مقدونیہ کا محلاتی ماحول اور اس کے اہم کردار جو سکندر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ اُن میں کئی کردار وہ ہیں جو سکندر کے حوالے کے بغیر ہی شہرت پا گئے لیکن جب آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ وہ شخص ہے جو سکندر کے ساتھ ساتھ پلا بڑھا اور مصر کے ایک نامی گرامی خاندان کا بانی ہوگیا، تو آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ سکندر کی تکون جس نے اسے سکندرِ اعظم بنا دیا۔

یونانی مقدونیہ تاریخ میں امر ہوگیا۔ اگر آج اسے تلاش کیا جائے تو جستجو کرنے والے کو بڑی دشواریاں پیش آئیں گی مگر سکندرِ اعظم کے نام اور اس کے غیر معمولی کام نے مقدونیہ کو شہرتِ دوام بخش دی۔

سکندرِ اعظم کا باپ مقدونیہ کا بادشاہ تھا اور مقدونیہ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ یہاں کے لوگ تنلورہ نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ایک مخصوص روایتی نسل تھی جس کا اوپر کا نصف حصہ انسانوں کا تھا اور نیچے کا نصف گھوڑے کا۔

اگر مقدونیہ والوں کی فطرت اور شوق کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح اور صاف ہوتی چلی جاتی ہے کہ یہ بلا کے محنتی اور وحشیانہ فطرت کے لوگ تھے۔ انہیں گھوڑوں سے عشق تھا اور سکندر کا دادا تو گھوڑے ہی پالتا رہتا تھا۔ یہاں یا تو کاشتکار رہتے تھے یا سپاہی پیشہ۔

مقدونیہ کی چھوٹی سی حکومت اپنے اوائل میں آس پاس کے قبائل سے جنگ کرتی رہی لیکن بعد میں یہ قابلِ ذکر حکمران بن گئے۔

سکندر ابھی اس دنیا میں آیا بھی نہ تھا کہ اس کے باپ فیلقوس کے تعلقات ایک بازاری عورت سے ہوگئے۔ اس عورت کا نام اری نوئی تھا۔ اس عورت کا امرا میں بڑا چرچا تھا۔ پریشان حال اور فکر مند امیر اور رئیس اس کے پاس دل بہلانے کے لیے آتے جاتے رہتے تھے اور یہ ہر ایک سے نہایت ادب اور شائستگی سے پیش آتی تھی۔

اس نے اپنے عاشقوں کے لیے اوقات کی جو ترتیب قائم کر رکھی تھی ان میں ایک وقت میں ایک ہی آدمی آسکتا تھا۔ اسے دل بستگی کا خاص سلیقہ آتا تھا۔ جو امرا اس کے پاس آتے جاتے تھے ان میں سے بعض کا تعلق فیلقوس کے دربار سے تھا اور یہ لوگ اری نوئی کا ذکر اپنے بادشاہ سے بڑے والہانہ انداز میں کرتے رہتے تھے۔

آخر فیلقوس بھی اری نوئی سے ملنے کا خواہش مند ہوگیا لیکن ایک بازاری عورت کے پاس وہ مقدونیہ کے دوسرے لوگوں کی طرح آزادی سے نہیں آجا سکتا تھا۔ اس کام کے لیے اس نے ایک ایشیائی غلام قباد کا انتخاب کیا۔ اس کو تخلیے میں حکم دیا گیا کہ وہ اری نوئی کے پاس جائے اور اس سے کہے کہ فیلقوس اس سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ فیلقوس جو مقدونیہ کا بادشاہ ہے۔

فیلقوس نے اری نوئی کے لیے جن تحائف کا انتخاب کیا تھا ان میں مشرقی مزاج اور ذوق کا خاص خیال رکھا گیا تھا کیونکہ اس کی اطلاعات کے مطابق اری نوئی کا مزاج اور ذوق مشرقی تھا۔ اس کے بال سیاہ اور لمبے تھے جنہیں وہ ایک قیمتی رنگین رومال سے چھپائے رکھتی تھی۔ وہ جو کپڑے پہنتی تھی ان پر سونے اور چاندی کا کام بنا ہوتا تھا۔ جوتیاں بھی مشرقی تھیں اور بالائی لباس کے بٹن سونے یا چاندی کے ہوتے تھے۔

فیلقوس نے کئی چیزیں تحفے میں دینے کے لیے پسند کی تھیں اور خالص سونے اور چاندی کی بڑی مقدار بھی ان تحائف میں شامل کر دی گئی تھی اور جاتے وقت ہدایت کی گئی تھی کہ وہ یہ ساری

جیسی اری نوئی کو تنہائی میں پہنچائے۔ اگر کوئی شخص وہاں موجود ہو تو اس کے چلے جانے کا انتظار کیا جائے۔ اری نوئی کو بتایا جائے کہ شدونیہ کا بادشاہ اس سے ملنا چاہتا ہے اور رات کی تاریکی میں شاہی رتھ اس کی گلی کے نکڑ پر موجود ملے گی۔ وہ اس پر بیٹھ کر شاہی محل آجائے۔

قباد دن میں اری نوئی کا مکان دیکھ گیا۔ اس وقت اس نے اپنے چہرے کو ایک بڑے رومال سے چھپا رکھا تھا تاکہ اری نوئی کے گھر میں آنے جانے والے امراء اسے پہچان نہ سکیں۔ یہ بالکل اتفاق تھا کہ جب وہ اری نوئی کے گھر پہنچا تو وہ اپنے گھر میں تنہا تھی۔

ایک اجنبی کو منہ چھپائے دروازے پر دستک دیتے دروازے کی جھری سے دیکھا تو وہ پریشان ہوگئی۔ ایک آدھ بار پہلے بھی کچھ لوگ اس طرح آچکے تھے اور وہ شہر کے معزز لوگ نکلتے تھے جو یہاں آتے ہوئے شرماتے تھے۔

اس نے دروازہ کھولا تو قباد فوراً اندر داخل ہوگیا اور دروازے کو اندر سے بند کردیا۔

اری نوئی وحشت زدہ انداز میں پیچھے ہٹی اور گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا "تو ہے کون اور یہاں کیا لینے آیا ہے؟"

قباد نے جواب دیا "میں تیرے بادشاہ نیقوس کا غلام ہوں اور اسی نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے چہرے سے رومال ہٹادیا۔

اری نوئی نے ڈرے ہوئے لہجے میں پوچھا "مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی؟ میں نے کوئی جرم کیا ہے؟"

قباد نے آہستہ سے کہا "ہاں تو نے بادشاہ کو اپنی نادیدہ سیاہ زلفوں کا اسیر کرلیا ہے۔ وہ تجھ سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ مجھے کوئی ایسا وقت بتا جب تیرے پاس کوئی نہ ہو۔"

اری نوئی نے کہا "بادشاہ پرسوں شب کو آسکتا ہے۔ میں تخلیہ رکھوں گی اور اپنے آنے جانے والوں کو منع کروں گی کہ وہ ایک ہفتہ مجھے آرام کرنے دیں۔"

قباد نے کہا "بادشاہ کو تو لوگوں نے یہ بتایا تھا کہ تو بہت سمجھ دار ہے لیکن اس وقت نا سمجھی کی باتیں کررہی ہے۔"

اری نوئی اس کو کھینچ اور دالان سے گزار کے کمرے میں لے گئی۔ وہاں قباد کو عزت سے بٹھاتے ہوئے پوچھا "میں نے نا سمجھی کی کون سی بات کی ہے؟"

قباد نے جواب دیا "تو نے یہ کس طرح سمجھ لیا کہ بادشاہ ان بدنام زمانہ گلیوں میں چل کے خود آئے گا۔ اس نے تیرے لیے بہت سے تحائف دیے ہیں جو میں اس وقت اپنے ساتھ نہیں لایا لیکن جب میں تجھے محل میں جانے کی باقاعدہ دعوت دینے آؤں گا تو اپنے ساتھ بادشاہ کے تحائف بھی لاؤں گا۔"

اری نوئی نے کہا "بادشاہ کے تحائف تو تُو جب لائے گا تب لائے گا۔ اس وقت تو بس یہ بتادے کہ بادشاہ چاہتا کیا ہے؟"

قباد نے جواب دیا "بادشاہ تیرے مقرر کردہ وقت پر اپنی خالی رتھ گلی کے موڑ پر بھیج دے گا۔ تو اس میں بیٹھ کر شاہی محل میں بادشاہ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

اری نوئی کچھ دیر اس پیش کش پر غور کرتی رہی پھر جواب دیا۔ "نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں ایک دکان دار کی طرح ہوں جس کے پاس گاہک خود چل کے آتے ہیں۔ اگر بادشاہ میرا مشتاق ہے تو اسے یہاں آنا چاہیے۔"

قباد نے بڑی کوششیں کیں مگر اری نوئی اپنے موقف سے ذرا نہ ہلی۔ اس نے پھر کہا "تو محض پیغام رساں ہے۔ بادشاہ نے تجھ کو جو پیغام دیا تھا، وہ تو نے مجھے پہنچادیا۔ اب تو میرا جواب بھی بادشاہ تک پہنچادے۔"

قباد بے بس ہوگیا اور اس ضدی عورت کا جواب لے کر واپس چلا گیا لیکن وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ اب یہ بات بنے گی کس طرح؟

وہ شاہی محل میں پہنچا اور بادشاہ کو ڈرتے ڈرتے اری نوئی کا جواب پہنچادیا۔

بادشاہ اس جواب کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ چاہتا تو اسی وقت ایک فوجی دستہ بھیج کر اری نوئی کو زبردستی اٹھوا لیتا۔ اس نے اپنی پشت پر دونوں ہاتھ رکھ لیے اور بے چینی سے ٹہلنے لگا پھر کچھ دیر بعد ہدایت کی "آج رات تحائف اس کو پہنچا دے اور اس کو بتادے کہ میں وہاں نہیں آسکتا۔ دنیا کے سارے دکاندار اپنے بادشاہ کی رعایا ہوتے ہیں۔ کسی نے اپنے بادشاہ کو بازاروں میں خریداری کرتے دیکھا ہے؟ جوہری، صراف، کپڑوں اور دوسری قیمتی چیزوں کے تاجر اپنی چیزیں لے کر میرے دربار میں آجاتے ہیں یا پھر میرے غلام اور نوکر چاکر بازار سے جو چاہتے ہیں، لے آتے ہیں۔ بادشاہ خود کہیں نہیں جاتا۔ یہ ساری باتیں اری نوئی بھی جانتی ہے اس لیے فضول بحث و مباحثے میں اپنا وقت نہ ضائع کرے اور چپ چاپ میرے پاس چلی آئے۔"

رات کے اندھیرے میں قباد جب رتھ میں سوار ہوا تو پتا چلا کہ بادشاہ بھی رتھ میں موجود ہے۔

اس نے قباد کو سمجھایا "ہوسکتا ہے وہ ضدی عورت تیری کسی دلیل کو نہ مانے اور اپنی بات پر اڑی رہے۔ تب تو اسے بتائے گا کہ بادشاہ اس کے استقبال کے لیے رتھ میں موجود ہے۔"

رتھ گلی کے موڑ پر کھڑی ہوگئی اور قباد تحائف کی گٹھڑی سنبھال کر اری نوئی کے گھر پہنچ گیا۔

اس بار اری نوئی کے بجائے اس کی خادمہ کیلی نے دروازہ کھولا۔ وہ قباد کو لیے ہوئے اپنی مالکن کے پاس پہنچ گئی۔

موم بتیوں کی روشنی میں اری نوئی نے تحائف کی گٹھڑی کو ٹکٹکی لگا کر نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "تیرا بادشاہ کہاں ہے؟ وہ نہیں آیا؟"

بادشاہ نے اپنے نہ آنے کے سلسلے میں جو دلائل قباد کو ازبر کروائے تھے یہاں وہ سب بیکار ثابت ہوئے۔ اری نوئی اس کی کوئی دلیل ماننے کو تیار نہ تھی۔ اس نے قباد سے کہا "جب تو پہلی بار یہاں آیا تھا تو تو نے مجھے یہ بتایا تھا کہ تیرا بادشاہ میری زلفوں کا اسیر ہوگیا ہے، پھر ایک عاشق کو اپنے محبوب کے پاس جانے میں تامل کیوں؟"

قباد کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ کہنے لگا "تجھ کو بادشاہ کی عزت و ناموس کا خیال کرنا چاہیے۔"

اری نوئی نے جواب دیا "عاشق صرف عاشق ہوتا ہے، نہ تو وہ بادشاہ ہوتا ہے نہ وزیر نہ فقیر۔ اس کا کوئی نسب بھی نہیں ہوتا اور اگر نسب ہوتا بھی ہے تو عاشقی کے بعد اس نسب کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ یہاں باپ دادا کا نام بھی نہیں چلتا۔ عاشق کے لیے یہ کہنا کہ اس کا باپ کون تھا اور وہ کس کا بیٹا ہے، یہ ساری فضول باتیں ہیں۔"

قباد دیر تک اری نوئی کو قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر وہ قائل نہ ہوئی۔ لاجواب ہونے کے بعد اس نے اری نوئی سے کہا۔ "تو میرا انتظار کر۔ میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا، دروازہ کھلا رکھنا۔"

وہ گلی سے نکل کر رتھ میں پہنچ گیا اور بادشاہ کو ساری باتیں بتائیں۔

نیقوس بذاتِ خود ضدی اور اجڈ تھا مگر اری نوئی کی لاجواب کردینے والی دلیلوں نے بادشاہ کی آتشِ شوق کو اور بھڑکا دیا۔

اس بار وہ قباد کے ساتھ خود اری نوئی کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس خاص وقت کے لیے لباس بھی معمولی پہنا تھا اور حلیہ ایسا بنالیا تھا کہ اسے بادشاہ کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دونوں اچانک اری نوئی کے سامنے پہنچ گئے۔

نیقوس نے تحائف کی گٹھڑی کی طرف دیکھا جو ابھی تک بند ہی رکھی تھی۔ اس نے حیرت سے کہا "تو نے ابھی تک میرے تحائف بھی نہیں دیکھے۔"

اری نوئی نے کہا "جب تک مجھے یہ نہیں معلوم ہوجائے کہ مجھے تحائف پیش کرنے والے کو اپنی محبت سے نوازنا بھی ہے یا نہیں، میں انہیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔"

نیقوس نے کہا "میں نے آج پہلی بار تجھے دیکھا ہے جب کہ تو

کے میرے دل و دماغ پر ایک عرصے سے قبضہ جما رکھا ہے۔ میں تیرا بلا وجہ عاشق ہو چکا ہوں۔ وہ فیلقوس جس نے وحشیوں کو زیر کیا اور پورے یونان پر اپنی ایسی دھاک بٹھا دی کہ آج ایتھنز اس سے خوفزدہ ہے۔ تو اس شخص کے پاس جانے سے انکار کر رہی ہو جو تجھے زمانے بھر کی عورتوں پر فوقیت دے رہا ہے۔"

اری نوئی نے تحائف کی گٹھڑی کی طرف حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا "بادشاہ سلامت! خود غور فرمائیں۔ ایک طرف تو آپ مجھے زمانے بھر کی لڑکیوں اور عورتوں پر فوقیت دے رہے ہیں اور دوسری طرف مجھے یوں ذلیل و خوار کر رہے ہیں کہ رات کے اندھیرے میں میرے پاس ایک غلام کو بھیج دیا اور محل میں طلب کر لیا۔"

فیلقوس نے اس مجلسی شائستہ زیرک اور موقع شناس حسینہ سے ہار مان لی اور کہا "اچھا اب باتوں میں وقت ضائع نہ کر اور میرے ساتھ چل۔"

اری نوئی نے اپنا گھر اپنی خادمہ کے حوالے کیا اور کہا "میری عدم موجودگی میں تو اس گھر کی دیکھ بھال کرنا۔ بادشاہ تلون مزاج ہوتے ہیں پتا نہیں مجھے کب واپس آنا پڑ جائے۔"

فیلقوس نے کہا "تو اب یہاں کبھی واپس نہیں آئے گی۔ تو اپنی اس خادمہ کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتی ہے۔" پھر کچھ سوچتے ہوئے آہستہ سے کہا "لیکن ابھی نہیں۔ تو اسے بعد میں بلوا سکتی ہے۔"

فیلقوس اری نوئی کو اپنے محل میں لے گیا۔

اس کا یہ محل بھی کچھ عجیب وضع قطع کا تھا۔ ناہموار پہاڑی کو کاٹ کے اور نہایت لائق معماروں کی مدد سے یہ محل تعمیر کیا گیا تھا۔ اس میں زینوں کی کثرت تھی۔ زینوں کا ایک سلسلہ جہاں ختم ہوتا تھا وہیں سے دوسرا شروع ہو جاتا تھا۔

اری نوئی کو زینوں کے کئی سلسلوں سے گزار کر اوپر لے جایا گیا۔ جب وہ فیلقوس کی خواب گاہ میں داخل ہوئی تو یہاں سے دالان اور خواب گاہ کی کھڑکیوں سے باہر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ یہ خواب گاہ محل کے شرقی حصے میں تھی اور جب اری نوئی نے ایک کھڑکی سے باہر دیکھنے کی کوشش کی تو اسے دور دور تک اندھیرے کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ اس محل کے آس پاس کوئی آبادی نہ تھی۔ آبادی کا بیشتر حصہ یا تو شمال میں تھا یا جنوب میں۔ مشرق اور مغرب میں سمندر تھا۔ ایک ہی سمندر خشکی کو جزیرہ نما بنائے ہوئے تھا۔

شمال مشرق میں تھسلی تھا اور یہیں قریب ہی تھسلی کے جنوب میں وہ حصہ تھا جو بعد میں تعقلیہ کہلایا مگر ان دنوں یہ بالائی زنطہ کہلاتا تھا۔

اری نوئی اس جغرافیائی حیثیت اور کیفیت سے نابلد تھی۔ وہ جھلملاتی مشعلوں کی روشنیاں دیکھ رہی تھی جو کافی فاصلے پر ہونے کی وجہ سے ستاروں کی طرح جھلملا رہی تھیں۔

اچانک چند خادمائیں اندر داخل ہوئیں اور کہا "ملکہ عالیہ! غسل فرما کر شاہی لباس زیب تن فرمائیے۔"

خواب گاہ خوشبو سے معطر ہو رہی تھی اور اس سحرزدہ ماحول میں اری نوئی خود کو فراموش کر چکی تھی۔

اس نے ایک کنیز کو قریب بلایا اور دور نظر آنے والی متحرک مشعلوں کی روشنی کے بارے میں دریافت کیا "زیوس تجھ پر مہربان ہو اور ایفروڈائٹ تجھ سے ہمیشہ خوش رہے۔ ان روشنیوں کے بارے میں مجھے یہ تو بتا کہ یہ ستارے ہیں جو زمین پر اتر کر حرکت کر رہے ہیں یا کچھ اور؟"

کنیز نے جواب دیا "ملکہ عالیہ! یہ کوئی تاجروں کا قافلہ معلوم ہوتا ہے جو مشعلوں کی روشنی میں ایران کے بادشاہ زرکسیز کی بنوائی ہوئی سڑک پر سفر کر رہا ہے۔"

اری نوئی کو اس جواب نے گہری سوچ میں مبتلا کر دیا۔ کہاں ایران کا بادشاہ کہاں یونان کا یہ شمالی بعید علاقہ۔

اس نے پوچھا "یونان سے ایران کے بادشاہ کا کیا تعلق ہے۔ وہ یہاں سڑکیں بنوانے کہاں سے آگیا؟"

کنیز نے جواب دیا "میں زیادہ تفصیل تو نہیں جانتی۔ اس شاہی محل میں جو کچھ سنا ہے وہ یہ ہے کہ ایرانی بادشاہ یونان کا دشمن ہے۔ اس نے اپنی فوجوں کو اندرونی یونان تک لے جانے کے لیے یہ سڑک تعمیر کروائی تھی۔"

کنیزوں نے نہلا دھلا کر اری نوئی کو دلہن بنا دیا اور جب خوشبوؤں میں بسی ہوئی اس دلہن کے پاس فیلقوس آیا تو نشے میں دھت ہونے کے باوجود اری نوئی کے حسن کی بے ساختہ تعریفیں شروع کر دیں۔ یہ ایک یادگار رات تھی۔ اس نے بادشاہ کے دل کو جیت لیا تھا اور بادشاہ اس سے ایک فدوی انسان کی طرح پیش آ رہا تھا۔

اس چالاک اور ہوشمند حسینہ نے وفور جذبات اور بے پایاں خوشی میں یہ بھی نہ سوچا کہ بادشاہ عام مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہرجائی ہوتے ہیں اور ان کے جذبات اتنے عارضی اور وقتی ہوتے ہیں کہ پلوں اور ساعتوں میں ان کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔

رات کو بادشاہ اس کے پاس سے کس وقت چلا گیا' اسے کچھ پتا نہ تھا اور پھر کئی راتیں ویران گزر گئیں۔ اس دوران فیلقوس کا یہ حال تھا کہ وہ نشے میں دھت جدھر سے بھی گزرتا اور محل کی جس کنیز پر نظر پڑ جاتی وہ اس کو کھینچ کر اپنے ساتھ لے جاتا اور رات اس کے ساتھ گزار دیتا۔

نویں دن اسے پھر اری نوئی یاد آگئی اور وہ اس کے پاس پہنچ گیا۔

اری نوئی نے گلے شکوے شروع کر دیے تو بادشاہ نے جواب میں کہا "میں بادشاہ ہوں' ایک مصروف ترین انسان۔ تو اپنی خادمہ

کو بھی یہیں بلوا لے تاکہ تیرا دل بہلا رہے۔"

اری نوئی نے ہچکچاتے ہوئے کہا "میری خادمہ تو آ ہی جائے گی لیکن میں اس روز ایک خاص بات کرنا تو بھول ہی گئی تھی۔"

فیلقوس نے کہا "ایک تو تو باتیں بہت کرتی ہے۔ شہر کے امرا تیری کمی محسوس کر رہے ہیں لیکن اب تو یہاں سے کہیں اور نہیں جا سکتی۔"

اری نوئی نے کہا "اب میں کہیں اور جانا بھی نہیں چاہتی لیکن آپ مجھ سے یہ وعدہ کریں کہ آپ سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ اس سلطنت کی وارث اور حقدار ہوگی۔"

فیلقوس کچھ سوچنے لگا پھر ہنستے ہوئے کہا "یہ کیا ضروری ہے کہ تجھ سے کوئی لڑکا پیدا ہو۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو؟"

اری نوئی نے جواب دیا "اگر لڑکی پیدا ہوئی تو میں کچھ نہیں کہوں گی لیکن اگر لڑکا پیدا ہوا تو وہ مقدونیہ کا حکمران بنے گا۔"

فیلقوس نے خاموشی اختیار کی اور کوئی وعدہ نہیں کیا۔

بات یونہی چلتی رہی۔ دن گزرتے رہے۔ فیلقوس کی مصروفیات میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اسے فتوحات کا شوق تھا اور پورے یونان پر اس کی نظریں تھیں۔ ایتھنز اپنی جمہوریت پسندی' اپنے علم و فضل اور دانائی پر بہت نازاں تھا۔ لیکن وہ بھی فیلقوس کی جارحانہ پیش قدمیوں سے خوف زدہ تھا۔

ان دنوں ایتھنز کی باگ ڈور ڈیماس تھینیز کے ہاتھ میں تھی۔ یہ شخص فیلقوس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کی فیلقوس کے خلاف تقریریں' باتیں اور اقوال فیلقوس تک پہنچتے رہتے تھے لیکن فیلقوس انہیں اس لیے نظرانداز کر رہا تھا کہ ابھی وہ دو قوتوں سے نبرد آزما تھا۔ ادھر سے فرصت پائے بغیر وہ ایتھنز پر توجہ نہیں دے سکتا تھا۔

پیلا مقدونیہ کا دارالسلطنت تھا اور اس کے شمال مشرق اور مغرب میں جو وحشی قبائل آباد تھے' فیلقوس نے ان پر مکمل فتح حاصل کر لی تھی۔ وہ ان وحشیوں کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آیا تھا' انہیں فوج میں ملازمتیں دی تھیں اور ان کے ذریعے جو علاقے فتح کیے گئے ان کے خزانوں سے ان وحشیوں کا حلیہ بدل دیا گیا۔ پہلے وہ سمور پہنتے تھے لیکن فیلقوس نے ان کے لیے لباس مہیا کیا۔ پہلے وہ پہاڑیوں اور جنگلوں میں جانوروں کی طرح رہتے تھے لیکن اب ان کے لیے مکانات بنوا دیے گئے تھے اور وہ ان مکانوں میں انسانوں کی طرح رہنے لگے تھے۔ وہ اپنے محسن کی بڑی عزت کرتے تھے اور اس کے لیے اپنی جانیں قربان کر دینے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ انہیں بھی شراب مہیا کر دی گئی تھی اور مفتوحہ ملکوں کی عورتیں اور لڑکیاں ان میں تقسیم کر دی جاتی تھیں اس لیے انہیں اپنے بادشاہ میں کوئی عیب نظر نہیں آتا تھا۔ بادشاہ جن چیزوں سے خود لطف اندوز ہو رہا تھا انہی چیزوں سے اپنے جاں نثاروں کو فیض یاب کر رہا تھا۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ ان کا بادشاہ ایک پیشہ ور عورت اری نوئی کو اپنے محل میں لے آیا تھا اور اسے بڑی عزت بخشی تھی لیکن جن امرا کے اری نوئی سے تعلقات تھے انہیں یہ بات بہت گراں گزری تھی۔

فیلقوس جو کچھ تخلیے میں کرتا تھا وہی سب کچھ اپنے سرداروں اور فوجیوں کے ساتھ اجتماعی شکل میں کر گزرتا تھا۔ اجتماعی شراب نوشی اور عیاشی عام تھی۔ ان حالات اور عادات میں فیلقوس کے کارناموں کو ماند پڑ جانا چاہیے تھا لیکن قدرت نے فیلقوس کو نہ تھکنے والی صفت سے نوازا تھا۔ جس طرح وہ عیش و عشرت کی محفلوں میں وقت گزارتا تھا اسی طرح ملکی' سیاسی اور جنگی معاملات میں دلچسپی لیتا تھا۔ اس کا مقابلہ جن ملکوں یا یونان کی جن حکومتوں سے تھا وہ نہایت تجربہ کار مدبروں کے ہاتھ میں تھیں اور انہیں سیاست اور سیادت کی نظری اور عملی تعلیم دی گئی تھی جب کہ فیلقوس کو یہ ساری چیزیں عطیۂ خداوندی کے طور پر ملی تھیں۔

ایک طرف تھیبز تھا' تھریس تھا اور بائی زنطہ تھا۔ یہ تینوں حکومتیں قریب واقع تھیں اور تینوں فیلقوس سے خوف زدہ تھیں۔ جنوب مشرق میں ایتھنز تھا۔ اگر یہ چاروں حکومتیں آپس میں کوئی معاہدہ کر لیتیں تو فیلقوس کے لیے دشواریاں پیدا ہو جاتیں لیکن فیلقوس ان چاروں میں کسی نہ کسی طرح حسد و عناد پیدا کر دیتا تھا جس سے ان کا اتحاد ناممکن ہو گیا تھا۔

یہ الجھنیں تھیں اور مے نوشی اور عیاشی کی مجلسیں تھیں جو فیلقوس کو اپنے محل کی طرف سے غافل کر دیتی تھیں اور اری نوئی کو بادشاہ سے شکایتیں کرنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

رفتہ رفتہ یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی چلی گئی کہ محل میں اس کی طرح بہت سی عورتیں موجود ہیں اور یہ عورتیں اری نوئی سے پہلے محل میں داخل ہوئی تھیں۔ جب اس نے محل میں گھومنا پھرنا شروع کیا تو اس کی ان عورتوں سے ملاقاتیں ہونے لگیں۔ اب اسے آہستہ آہستہ مایوسی ہونے لگی کہ شاید ہی اس کی اولاد وارث تخت و تاج قرار پائے لیکن بہت جلد اس میں یہ غرور پیدا ہو گیا کہ وہ شاہی محل میں بہت باعزت طریقے سے لائی گئی ہے۔ بادشاہ خود خوشامد در آمد کر کے اسے محل لایا تھا۔ اس لحاظ سے اسے دوسری عورتوں پر فوقیت اور برتری حاصل تھی۔

اچانک بادشاہ پیلا سے غائب ہو گیا۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ بادشاہ کہاں ہے۔ وہ کسی جزیرے کے ایک بڑے مندر کے جشن میں شرکت کے لیے گیا تھا۔ مندر میں حاضری دینے کی غرض و غایت یہ تھی کہ وہ مندر میں خوشبو اور سونے چاندی کے نذرانے چڑھائے اور اپنے لیے پورے یونان پر حکومت کرنے کی دعائیں مانگے۔

جب وہ جزیرے میں مندر کے سامنے پہنچا تو ایسا لگا جیسے پورا جزیرہ جشن منانے اور چڑھاوے چڑھانے حاضر ہو گیا ہو۔ جزیرے کا حکمران بھی فیلقوس کے ساتھ ساتھ تھا۔

مندر میں داخل ہونے کے بعد فیلقوس نے وہاں کے مو

راتوں میں لوبان مٹھی بھر بھر کے ڈالنا شروع کردیا۔

فیلقوس نے جزیرے کے حکمران اور پجاری کو بطور خاص بتایا کہ یہ خوشبویات اس مندر کے لیے بطور خاص ملک عرب سے منگوائی گئی ہیں جہاں یہ چیزیں وہاں کے جنوبی اور مشرقی ملکوں سے بھی لائی جاتی ہیں اور خود وہاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

پجاری کو ان خوشبویات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کی نظریں مندر میں چڑھائے جانے والے نذرانوں پر لگی ہوئی تھیں۔ یہ سونے کے کنگن، چاندی کے برتن اور دوسرے کئی قسم کے زیورات کی شکل میں تھے۔ خالص سونا چاندی بھی چڑھایا گیا کیونکہ ان دنوں مقدونیہ میں کوئی نظام زر نہیں تھا اور سکوں کا کوئی رواج نہ تھا۔

چڑھاووں کے بعد فیلقوس کو بیٹھنے کے لیے کرسی پیش کی گئی اور دیوی کے مجسمے کے سامنے لڑکیوں کا رقص شروع ہوا۔ یہ لڑکیاں از خود رفتہ ہو رہی تھیں۔ ان کے جنونی رقص میں ہوش وحواس کا نام ونشان تک نہ تھا۔ وہ اپنے لباس تک سے بے نیاز ہوجاتی تھیں۔ کئی نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بالوں میں خاک ڈالنا شروع کردی۔

فیلقوس نے ایسا رقص پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

مندر کے پجاری نے بادشاہ کو حیرت زدہ دیکھ کر بتایا "آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ اس وقت دیوی کی روح ان سب میں حلول کرگئی ہے اور یہ جو کچھ کررہی ہیں اس میں ان کے ارادے اور کوشش کا کوئی دخل نہیں۔"

کچھ دیر بعد ان ناچنے والی لڑکیوں میں ایک نئی لڑکی شامل ہوگئی۔ اس کا رقص دوسری لڑکیوں سے مختلف تھا۔ زیادہ پُرجوش اور زیادہ ہیجان انگیز۔ یہ لڑکی ان سب سے زیادہ حسین بھی تھی۔ اس نے بھی اپنے بال کھول دیے اور تیزی سے رقص کرتی ہوئی دیوی کے قدموں تک گئی۔ وہاں دیوی کے قدموں میں سر رکھ دیا پھر سیدھی ہوئی اور رقص کرتی ہوئی جزیرے کے حکمران کے قریب پہنچی۔ اپنا سر اس طرح حکمران کے سینے پر رکھ دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ حکمران کی گدی پر تھے اور اس کا چہرہ جزیرے کے حکمران کے چہرے کے روبرو تھا۔ سینہ، کمر اور ٹانگیں کمان کی طرح مڑ گئیں۔ آنکھیں ہلکی سرخی مائل تھیں جیسے وہ شراب کے نشے میں ہو۔

پھر اچانک وہ فیلقوس کے پاس پہنچی۔ اس نے وارفتگی اور جنون میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اسی طرح کمان کی شکل میں فیلقوس کے روبرو جھک گئی۔ اس کی پشت زمین کی طرف تھی۔ دونوں ہاتھ بادشاہ کی گردن پر تھے اور وہ اپنی نشیلی آنکھوں سے فیلقوس کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس میں کچھ تلاش کررہی ہو۔

فیلقوس کو اس کی یہ ادا بھا گئی۔ وہ اپنے دل میں اعتراف کررہا تھا کہ اس نے اتنی حسین لڑکی کبھی نہیں دیکھی۔ اس کے اعضائے جسمانی اتنے متناسب اور موزوں تھے جیسے دست قدرت نے اسے نہایت توجہ سے بطور خاص بنایا ہو۔ پورے جسم کی کوئی چیز غیر متناسب نہیں تھی۔ کیا آنکھ، کیا ناک، کیا دہانہ، کیا کان۔ ان تمام خصوصیات پر اس کا جنون آمیز رقص جنون خیز ہوگیا تھا۔ بادشاہ اس لڑکی پر والہ وشیدا ہوچکا تھا اور جب تک یہ لڑکی بادشاہ کی گردن میں ہاتھ حمائل کیے ہوئے دیکھتی رہی بادشاہ بھی پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتا رہا۔

لڑکی اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی۔ اس نے ارادتاً بادشاہ کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر کرلیا تھا۔

بادشاہ نے اس کی پیشانی چوم لی اور پوچھا "لڑکی! تو اپنے ہوش وحواس میں تو ہے؟"

لڑکی نے بادشاہ کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور اسے چھوڑ کر دوبارہ رقص میں مصروف ہوگئی۔ اس کی حرکتیں وحشی ہرنوں جیسی تھیں۔ وہ ایک بار پھر کپکپاتی، تھرتھراتی اور بھاگتی ہوئی دیوی کے قدموں میں گئی اور اس کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ وہ دیوی سے کچھ مانگ رہی تھی۔ آواز اتنی پست اور کمزور تھی کہ اس کی یہ التجا دیوی کے سوا کوئی سن بھی نہیں سکتا تھا۔

بادشاہ اس لڑکی کے تعارف کے لیے بے چین ہورہا تھا۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے جزیرے کے حکمران سے پوچھا "کیا تو جانتا ہے کہ یہ لڑکی کون ہے؟"

جزیرے کا حکمران اپنی جگہ سے اٹھا اور پجاری کی طرف جاتے ہوئے کہا "آپ کے اس سوال کا جواب پجاری بہتر دے سکتا ہے۔"

کچھ دیر بعد جزیرے کے حکمران کا بھیجا ہوا پجاری بادشاہ کے پاس پہنچا "آپ اس لڑکی کے متعلق کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

بادشاہ نے نہایت اشتیاق آمیز نظروں سے لڑکی کو دیکھتے ہوئے سوال کیا "یہ وحشی ہرنوں جیسی چال رکھنے والی مست وبے خود لڑکی کون ہے؟"

پجاری نے جواب دیا "جزیرے کے حکمران کی بیٹی شہزادی اولمپیاس۔"

بادشاہ کو جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے پجاری سے کہا "اگر یہ شہزادی اولمپیاس ہے تو یہ اپنے باپ کا بھی ادب وخیال کیے بغیر مجنونانہ حرکتیں کررہی ہے، ایسا کیوں ہے؟"

پجاری نے جواب دیا "جناب! جب یہ لڑکی اس مندر میں آتی ہے تو اس دیوی کی روح اس میں حلول کرجاتی ہے اور یہ پاگلوں کی طرح رقص میں مشغول ہوجاتی ہے۔ کیا آپ نے اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے نہیں محسوس کیے۔"

جزیرے کا حکمران دوبارہ بادشاہ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہا "کئی سال سے یہ دیوی اولمپیاس میں حلول کرجاتی ہے اور اسے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کررہی ہے۔"

اولمپیاس دیوی کے قدموں سے اٹھی اور اپنے سارے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ وہ تقریباً عریاں ہوچکی تھی۔ اس حال میں رقص کرتی ہوئی ایک بار پھر بادشاہ کے پاس آئی اور بادشاہ کی آغوش میں چلی گئی۔ اس نے اپنا سیدھا ہاتھ بادشاہ کی گردن میں ڈال دیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "میں تجھے خوش خبری سنانے آئی ہوں کہ تو پورے یونان کو زیر کرے گا۔ اس کے بعد ماورائے یونان میں تیری ہی حکومت ہوگی۔"

اولمپیاس کے باپ نے بادشاہ سے کہا "اس وقت اس کی زبان سے جو الفاظ نکل رہے ہیں وہ اس کے اپنے نہیں بلکہ دیوی کے ہیں۔ مبارک ہو کہ آپ عنقریب بڑے بادشاہ بن جائیں گے۔"

اولمپیاس کافی دیر تک بادشاہ کی آغوش میں رہی اور پھر جیسے اسے ہوش آگیا۔ وہ اچانک چونک کر بادشاہ سے الگ ہوگئی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے عریاں جسم کو چھپاتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی۔ وہ سمٹ سکڑ کر بالکل گٹھڑی بن گئی تھی۔

یکایک سبھی نے سنا اولمپیاس تھکی ہاری آواز میں کہہ رہی تھی "میرے لیے دوسرا لباس لایا جائے۔"

اولمپیاس کے باپ نے بادشاہ سے درخواست کی "جناب! اس وقت اسے کوئی غیر مرد ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اس لیے اسے گود میں اٹھا کر مندر کے حجرے میں پہنچادیں۔ اولمپیاس کا نیا لباس بھی وہیں پہنچادیا جائے گا۔"

بادشاہ نے اس ہلکی پھلکی لڑکی کو گود میں اٹھا کر مندر کے عقبی حجرے میں پہنچادیا۔

جب بادشاہ واپس آنے لگا تو اولمپیاس نے پوچھا "بادشاہ سلامت! میرے کپڑے کس نے پھاڑے ہیں؟"

بادشاہ نے جواب دیا "کچھ دیر پہلے تو اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ تجھ میں دیوی حلول کرگئی تھی۔ اگر یہ سچ ہے تو تیرا لباس دیوی نے تار تار کردیا ہوگا۔"

بادشاہ اٹھ کر آنے لگا تو اولمپیاس رونے لگی "آپ مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر نہ جائیں۔ مجھے اس قسم کے حجروں سے وحشت ہونے لگتی ہے۔"

بادشاہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا "ٹھیک ہے۔ میں یہاں کچھ دیر اور ٹھہر سکتا ہوں۔"

بادشاہ کن انکھیوں سے اولمپیاس کو لباس بدلتے دیکھتا رہا اور اولمپیاس بھی یہ سب کچھ جانتے بوجھتے کمال ڈھٹائی سے لباس بدلتی رہی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوچکی ہے۔ اس نے فیلقوس کا دل جیت لیا تھا۔

کچھ دیر بعد اولمپیاس فیلقوس کے ساتھ حجرے سے باہر نکلی اور سب کے سامنے آکر اعلان کیا "دیوی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس لیے بادشاہ کے ساتھ رہوں کہ بادشاہ دیوی کی مدد سے بہت بڑا حکمران بننے والا ہے۔ میری موجودگی دیوی کی موجودگی سمجھی جائے گی۔"

فیلقوس نے بھی اولمپیاس کے باپ سے رشتہ مانگا جو منظور کرلیا گیا۔ جب فیلقوس اولمپیاس کو لے کر پیلا پہنچا اور لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ اپنے ساتھ جزیرے کے حکمران کی بیٹی کو دلہن بنا کے لایا ہے تو انہیں بڑی خوشی ہوئی۔ یہ لڑکی بادشاہ کے شایان شان تھی۔ امرا نے مبارکبادیں دیں۔ اولمپیاس نے بھی امرا سے ملاقاتیں کیں اور انہیں یہ بتایا "میں اس محل میں بادشاہ کو یونان اور ماورائے یونان کا بادشاہ بنانے آئی ہوں۔"

امرا نے نذرانے پیش کیے جنہیں اولمپیاس نے اپنے قبضے میں کیا۔ اس وقت وہ محل کی سب سے زیادہ مضبوط، خود پسند اور پُروقار شخصیت تھی۔ وہ جزیرے کے حکمران کی بیٹی تھی اور اس پر جزیرے کی سب سے بڑی دیوی کا سایہ تھا۔

بادشاہ کی خواب گاہوں میں ایک نئی خواب گاہ کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اولمپیاس کی موجودگی میں اری نوئی خود کو کمزور، کمتر اور بے بس محسوس کرنے لگی۔ اب بادشاہ بھی اری نوئی کے پاس بہت کم جاتا تھا۔

لیکن اری نوئی بادشاہ سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتی تھی اور اس کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔ ایک ایسا وقت جب وہ بادشاہ کے ساتھ کچھ دیر بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کرسکے۔

بچے کی ولادت کا زمانہ بھی قریب تھا اور ولی عہد کا مسئلہ معرض التوا میں پڑا ہوا تھا۔

شہزادی اولمپیاس نے سب سے زیادہ اری نوئی کو فکرمند کردیا تھا اور اب مشکل یہ پیش آگئی تھی کہ شہزادی بادشاہ کے محل میں بیوی بن کر داخل ہوئی تھی۔

اری نوئی نے بادشاہ کو پیغام بھیجا "بادشاہ سلامت! اپنی اولین فرصت میں مجھ سے ملاقات کریں ورنہ میں محل کو چھوڑ کے اپنے پرانے ٹھکانے پر واپس چلی جاؤں گی۔"

بادشاہ کو یہ پیغام جیسے ہی ملا وہ وقت نکال کر اری نوئی کے پاس پہنچا اور اس پر گرم ہوگیا "تو اس باعزت اور سب سے زیادہ معزز مقام کو چھوڑ کے پھر اسی گندے کوچے میں واپس جانا چاہتی ہے۔"

اری نوئی نے غصے میں جواب دیا "جناب! وہاں میں تنہا نہیں تھی۔ رتبے میں آپ سے کمتر گردوپیش سے بہتر تھی۔ مقتدر امرا اور روسا ہر وقت میری ناز برداریاں کرنے کو تیار رہتے تھے۔"

بادشاہ نے کہا "لیکن تجھے شاہی محل میسر نہیں تھا۔"

اری نوئی نے غصے میں کہا "مجھے ایسا شاہی محل نہیں چاہیے جہاں دنیا بھر کی عورتیں جمع کردی جائیں۔ میں تو یہ خواب دیکھ کر یہاں آئی تھی کہ میرا بیٹا ولی عہد سلطنت بنے گا مگر اب اس محل میں اولمپیاس آگئی ہے۔ یقیناً اس کی اولاد کو ترجیح دی جائے گی اور مجھے یکسر نظرانداز کردیا جائے گا۔"

بادشاہ نے اس کو تسلی دلایا "تو پریشان مت ہو۔ بچے کو اس

دنیا میں آنے تو دے۔ اگر تجھ سے لڑکا پیدا ہوا تو اس کی پرورش شہزادوں کی طرح ہو گی۔"

اری نوئی نے کہا "اس محل کی ہر عورت کے بطن سے پیدا ہونے والے ہر بچے کو شاہی انداز میں پالا پوسا جائے گا جبکہ میں اپنے بچے کو ولی عہد سلطنت دیکھنا چاہتی ہوں۔"

بادشاہ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے کہا "تجھ جیسی تو شہزادی اولیپیاس کی ہم پلہ نہیں قرار دی جا سکتی۔ میں تو اسے بھی ملکہ کی حیثیت نہیں دینا چاہتا لیکن اس کی اولاد ولی عہد سلطنت ضرور قرار پائے گی۔"

بادشاہ کے اس فقرے سے اری نوئی کو سخت تکلیف پہنچی اور وہ بادشاہ کے پاس سے اٹھ کر جانے لگی مگر بادشاہ نے اسے روک لیا اور تحکمانہ انداز میں کہا "اب تو اس محل سے کہیں نہیں جا سکتی کیونکہ تیری مرضی اور اپنی ذات پر تیرے اختیارات کا اسی دن خاتمہ ہو گیا تھا جب تو میرے ساتھ اس محل میں داخل ہوئی تھی۔"

اری نوئی جاتے جاتے رک گئی اور کہنے لگی "اے کاش! میں بھی کسی ملک کی شہزادی ہوتی اور مجھ پر بھی کسی دیوی کا سایہ ہوتا۔"

فیلقوس کو ہنسی آ گئی۔ اس نے کہا "کیا تو مجھے اتنا بے وقوف سمجھتی ہے۔ وہ صرف شہزادی اولیپیاس ہے اور باقی سب کچھ غلط ہے۔"

اری نوئی سوالیہ نظروں سے بادشاہ کو دیکھتی رہی پھر اس نے کہا "یہ جو کچھ اولیپیاس کی پراسرار شخصیت کے بارے میں مشہور ہے کیا غلط ہے؟"

بادشاہ نے جواب دیا "میں دیوی دیوتاؤں کو مانتا ہوں مگر ایک حد تک اور وہ لوگ غلطی پر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے دیوی دیوتا انسانی جسموں میں حلول کر جاتے ہیں۔"

اری نوئی نے درخواست کی "مجھے شہزادی سے ملوایا جائے۔"

بادشاہ بولا "وہ بڑی بددماغ لڑکی ہے۔ میں نے اس کی بددماغی کا بہت جلد اندازہ کر لیا تھا۔ تو بھی اس سے دور رہ اور اگر اس سے فائدے کی توقع رکھتی ہے تو اسے بھی بھول جا کیونکہ بقول اس کے اس پر دیوی آتی ہے اس لیے وہ بہت معزز اور مقدس ہے۔"

اری نوئی شہزادی اولیپیاس کے بارے میں یہ ساری باتیں جان کر کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی مگر ایک بار پھر اس امید نے دل کے کسی گوشے سے سر اٹھایا اور اسے اپنا بیٹا ولی عہد سلطنت کی حیثیت سے نظر آنے لگا۔

فیلقوس دیر تک اس کے پاس رہا اور باتوں ہی باتوں میں ایک بار پھر یہ بات واضح کر دی کہ شہزادی اولیپیاس بیوی بن کر تو محل میں رہ سکتی ہے لیکن ملکہ بن کے نہیں "میں تو ابھی اس کاہنہ شہزادی کی اپنے بارے میں بتائی ہوئی باتوں کے پورا ہونے کا انتظار کروں گا اور دیکھوں گا کہ اس نے میرے بارے میں جو پیش گوئیاں کی ہیں وہ

قارئین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی ﷺ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیے۔

کس حد تک درست نکلتی ہیں۔"

فیلقوس جس طرح اری نوئی سے پیش آیا تھا اور دلجوئی کی تھی اس کے پیش نظر اس نے سوچا کہ اگر یہ التفات قائم و برقرار رہا تو پھر اس کی اولاد کو سلطنت بھی مل سکتی ہے۔

بادشاہ کے چلے جانے کے بعد اری نوئی نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ چاہے یا نہ چاہے وہ شہزادی اولیپیاس سے ضرور ملے گی۔

اب اری نوئی نے محل کی کنیزوں سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ جس طرح بھی بن پڑے شہزادی اولیپیاس کو اس سے ملوایا جائے۔

ایتھنز میں فیلقوس کے خلاف اشتعال پھیلا ہوا تھا کیونکہ یہ لوگ اپنے مخبروں کے ذریعے آگاہ ہو چکے تھے کہ شہزادی اولیپیاس نے اپنی دیوی کے حوالے سے فیلقوس کو بشارت دی تھی کہ مقدونیہ کا بادشاہ بہت جلد یونان پر فتح حاصل کرے گا۔ اس کے بعد ماورائے یونان بھی فیلقوس کے تصرف اور اختیار میں چلا جائے گا۔

ایتھنز میں جمہوریت تھی اور یہاں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ اگر کوئی بادشاہ اس جمہوریت کو تباہ کر دیتا تو یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ وہ فیلقوس کے خلاف دوسری حکومتوں سے اتحاد قائم کریں گے۔ ان سے معاہدے کریں گے اور اگر بس چلا تو مقدونیہ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ نہ ہو گی بادشاہت اور نہ ختم ہو گی جمہوریت۔ اپنے عہد کا سب سے زیادہ لائق خطیب اور مقرر دیماس تھینز عمائدین شہر اور کابینہ سلطنت کے سامنے تقریریں کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے مقدونیہ کے خلاف ایک آگ سی لگا دی تھی اور یہ خبریں فیلقوس کو پہنچ رہی تھیں۔ وہ ذرا بھی مشتعل نہ ہوا کیونکہ وہ بھی مقرر اور خطیب ہی نہیں ایک عملی انسان بھی تھا۔ ایک بار جس بات کا فیصلہ کر لیتا تھا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہیں لیتا تھا۔ اس کی پوری کوشش یہ تھی کہ تھیبز، بائی زنطہ، تھسلی اور تھریسا کو ایتھنز کے اتحاد میں شامل نہ ہونے دے۔ اس نے شہنشاہ ایران کی بنوائی ہوئی اس شرقی شاہراہ پر پہرے بٹھا دیے جو بائی زنطہ سے شروع ہو کر تھریسا اور تھیبز سے ہوتی ہوئی تھسلی اور ایتھنز تک جاتی تھی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ایتھنز مذکورہ حکومتوں سے بحری راستوں سے رابطے قائم کر سکتا تھا اور اس کے لیے اس نے ایک یہ طریقہ اختیار کیا کہ مذکورہ چاروں حکومتوں کو جتا دیا کہ وہ ایتھنز سے مقدونیہ کے خلاف کوئی معاہدہ نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو مقدونیہ اسے اپنے خلاف خطرناک

اقدام سمجھے گا اور فیلقوس اپنے مفاد میں کسی بھی طاقت کے خلاف قدم اٹھانے سے گریز نہیں کرے گا۔

یونان اور قرب و جوار کی ساری حکومتیں مقدونیہ کی طاقت سے خوفزدہ تھیں۔

اب فیلقوس جنگی تیاریوں میں مشغول ہو چکا تھا لیکن وہ ایتھنز کے خلاف کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے ایتھنز اپنے لائق و فائق مدبروں سے محروم ہو جائے۔

بادشاہ کو جنگی انتظامات میں مشغول دیکھ کر اولیپیاس نے اپنے جزیرے کے لوگوں کو بلوانا شروع کر دیا۔ وہ محل کے کسی آدمی پر بھروسا کرنے کو تیار نہ تھی۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ جب وہ صاحب اولاد ہو جائے گی تو اس کی اولاد کی پرورش اور نگہداشت بھی اپنے عزیزوں اور اپنے رشتے داروں کے درمیان ہونی چاہیے۔

اری نوئی بھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اے کاش! اس کا بھی کوئی خاندان ہوتا! اس کے بھی عزیز و اقارب ہوتے اور اس کے ہونے والے بچوں کی نگہداشت اور تربیت وہ کرتے لیکن یہ ایک فضول سی خواہش تھی جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی۔

لیکن اری نوئی اب جو کچھ چاہتی تھی اس میں اسے اولیپیاس کا تعاون درکار تھا دوسری طرف اس نے فیلقوس کے اس رویے پر غور کیا جو اس نے اولیپیاس کے سلسلے میں اچانک اختیار کیا تھا۔ جب وہ شہزادی کو دلہن بنا کر محل میں لایا تھا تو شہزادی کے بارے میں اس کے احساسات کچھ اور تھے اور کچھ ہی عرصے میں اس کے احساسات میں حیرت انگیز تبدیلی آئی تھی۔ پہلے وہ اس پر کچھ یقین رکھتا تھا کہ شہزادی اولیپیاس میں دیوی کی روح حلول کر جاتی ہے لیکن اب وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ وہ شہزادی اولیپیاس کے حسن کا بھی بے حد مداح اور قائل تھا لیکن اب اسے شہزادی اولیپیاس کی عادتوں سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اسے سرکش، تند خو، خود سر، خود آرا، خود بیں، خود نگر اور خود غرض سمجھنے لگا تھا۔ یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ شہزادی اولیپیاس بادشاہ کو ایک نالائق، نااہل، نافہم اور ناکارہ انسان سمجھتی تھی۔ بادشاہ نے جو فتوحات حاصل کی تھیں شہزادی انہیں بادشاہ کی فوج کا حاصل سمجھتی تھی۔

ایسی خود سر اور خود غرض شہزادی سے اری نوئی کی ملاقات اور تعلقات کسی حد تک اری نوئی کے لیے مفید ہو سکتے تھے۔

اسی کشمکش میں کئی دن گزر گئے اور وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔ محل میں وہ کسی سے اپنے معاملات میں مشورہ بھی نہیں کر سکتی تھی اور پھر اس نتیجے پر پہنچی کہ اسے شہزادی اولیپیاس سے کچھ حاصل ہو یا نہ ہو مگر اس سے پوری طرح واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر اس محل میں سازشوں کا جال بچھتا تھا تو اس جال سے بچنے اور اس کا تدارک کرنے کے لیے شہزادی اولیپیاس سے اچھی طرح واقف ہونا بہت ضروری تھا۔

آخر کار اس نے اپنی ایک کنیز کے ذریعے شہزادی اولیپیاس کو پیغام بھیجا "میں بادشاہ فیلقوس کی بیوی اری نوئی آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس ملاقات سے ہم دونوں ہی فائدہ اٹھائیں گے۔ آپ کا تعلق ایک حکمران خاندان سے ہے اور میں گمنام خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ بظاہر مرتبے میں آپ زیادہ بلند ہیں لیکن اس محل میں آنے کی اولیت کا شرف مجھے حاصل ہے اسی لیے میں پہل کر رہی ہوں۔ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ آپ چاہیں تو خود تشریف لے آئیں۔ میں جواب کا انتظار کروں گی۔"

کچھ دیر بعد اس کا یہ جواب آیا کہ شہزادی اولیپیاس محل میں کسی سے بھی نہیں ملنا چاہتی۔

اس خشک اور مختصر جواب نے کچھ دیر کے لیے اری نوئی میں بحالی کیفیت پیدا کر دی لیکن سرد و گرم چشیدہ عورت نے ہمت نہیں ہاری اور یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اولیپیاس سے ضرور مل لے گی۔

فیلقوس کو یہ خبریں محل کی کنیزوں کے ذریعے مل رہی تھیں اور جب اسے یہ بتایا گیا کہ اری نوئی کی درخواست ملاقات شہزادی اولیپیاس نے مسترد کر دی ہے تو اسے ہنسی کے ساتھ اری نوئی پر رحم بھی آیا۔

بادشاہ مقدونیہ کے شمالی اور شمال مشرقی علاقوں میں باغیوں کو تلاش کرتا ہوا پہنچا۔ یہاں سے اسے جنگجو مل جایا کرتے تھے۔

بادشاہ کی عدم موجودگی میں اری نوئی شہزادی اولیپیاس کے پاس پہنچ گئی۔ ان دونوں کی خواب گاہیں متضاد سمتوں میں تھیں۔ اری نوئی کی خواب گاہ محل کے شرقی حصے میں تھی اور شہزادی اولیپیاس کی خواب گاہ مغربی حصے میں۔

جب اری نوئی وہاں پہنچی تو شہزادی اولیپیاس محل کے بالائی حصے سے مغربی میدان کا نظارہ کر رہی تھی۔ یہاں سے صبح و شام چرواہوں کے ریوڑ گزرا کرتے تھے۔ اس وقت وہ اسی نظارے میں مشغول تھی۔

اولیپیاس نے اری نوئی کو بھی اوپر ہی بلوا لیا اور پہلی ملاقات میں اس نے نہایت رکھائی سے پوچھا "جب ایک بار میں نے تجھ کو ملاقات کے سلسلے میں منع کر دیا تھا تو تو ملنے کیوں آئی ہے؟"

اری نوئی نے جواب دیا "ہم دونوں اپنی اپنی خواہشات کے غلام ہیں۔ تیری خواہش تھی کہ تجھ سے کوئی نہ ملے اور میری خواہش تھی کہ مجھے تجھ سے ضرور ملنا چاہیے۔ تو اپنی خواہشات کی تابع رہ اور میں اپنی خواہشات کی پیروی کروں گی۔"

اس سیدھے سادے چونکا دینے والے جواب نے شہزادی اولیپیاس کو چکرا دیا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے۔ اس نے اپنی طبیعت کے خلاف مویشیوں کے ریوڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں یہ منظر بہت شوق سے دیکھتی ہوں۔ تو بھی دیکھ اور اپنا راستہ لے۔"

اری نوئی نے جواب دیا "میری خواب گاہ کے سامنے سے اکثر و بیشتر انسانی قافلے گزرتے رہتے ہیں اور میں انہیں نہایت ذوق و شوق سے دیکھتی رہتی ہوں۔ اگر میں تیرے کہنے سے مویشیوں

کے روپ دیکھ لوں گی تو تجھ کو میرے کہنے سے انسانی ناقے دیکھنے پڑیں گے۔"

ایک بار پھر اری نوئی نے شہزادی اولیپیاس کو لاجواب کر دیا تھا۔ اس نے نہایت تلخ لہجے میں پوچھا "تو یہاں کیوں آئی ہے اور مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"

اری نوئی نے جواب دیا "جس طرح تو بات کر رہی ہے اس طرح تو بات ہو ہی نہیں سکتی۔ مجھے سکون، طمانیت اور کچھ وقت چاہیے تب کہیں کوئی بات ہو گی۔"

اولیپیاس نے منہ پھیر لیا اور کہنے لگی "یہ ساری چیزیں تجھے کبھی نہیں ملیں گی۔"

اری نوئی نے اس دوران مشاہدے سے جو بات معلوم کی تھی وہ یہ تھی کہ اولیپیاس کے سارے خدمت گار جزیرے سے لائے گئے تھے۔ یہاں مقدونیہ کا کوئی شخص نظر نہ آیا۔

شہزادی اولیپیاس نے کہا "تجھے جو بات کرنی ہے کر اور بلاوجہ میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کر۔"

اری نوئی نے کہا "تو یہاں بادشاہ کی دلہن بن کر آئی ہے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ تو نے جزیرے کے لوگوں سے محل کو بھر دیا ہے۔ آخر یہ کون سی حکمتِ عملی ہے اور اس سے تجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔"

اولیپیاس نے جواب دیا "تو مجھ سے پہلے اس محل میں داخل ہوئی ہے اور تو نے بادشاہ کے ساتھ مجھ سے زیادہ وقت گزارا ہے لیکن تو فیلقوس کو نہیں سمجھ سکی۔ میں نے یہاں آ کے اور کچھ دن بادشاہ کے ساتھ گزار کے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہے کہ میں فیلقوس پر بھروسا نہیں کر سکتی۔ میں نے اتنا لاابالی، نااہل اور تلون مزاج انسان نہیں دیکھا۔ جو شخص عورت سے محبت کرے اور شادی کر کے اسے محل میں لے آئے اور پھر اسے بھول جائے کیا اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟"

اری نوئی حیران تھی کہ اولیپیاس بادشاہ کے بارے میں کیسی پست اور کیسی غیر ذمے دارانہ رائے دے رہی ہے۔

اولیپیاس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "میری اولاد کی تربیت مقدونیہ اور بادشاہ کے لوگ نہیں کر سکتے۔ ان کی تربیت میرے اپنے جزیرے کے لوگ کریں گے اسی لیے جزیرے کے لائق لوگ اس محل میں جمع ہو گئے ہیں۔"

اری نوئی ان انکشافات کے بعد بالکل تنہا ہو گئی اور یہ سوچنے لگی کہ اس کی اولاد کی تربیت کون کرے گا؟

اولیپیاس نے چڑچڑے لہجے میں کہا "بادشاہ میرا عاشق ہے اور اس کے عشق کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی راتیں ہر اس عورت کے ساتھ گزار دیتا ہے جو رات کو نشے کی حالت میں اسے آسانی سے میسر آ جاتی ہے اور میرے لیے باعثِ طمانیت یہ بات ہے کہ میں بادشاہ سے عشق نہیں کرتی۔ میں شاہی محل تک آنا چاہتی تھی، آ گئی اب مجھے اختیارات کس طرح حاصل کرنا ہیں اس پر بعد میں غور کروں گی۔"

اری نوئی پریشان تھی کہ اولیپیاس اس کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی اور وہ اولیپیاس کی بے سروپا باتوں سے اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ جزیرے کے حکمران کی بیٹی دنیا کا کوئی خاص تجربہ نہیں رکھتی اور اس سے کام لینے کا بہترین طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ہاں میں ہاں ملائی جائے اور دوست بنا کے اس سے کام نکالا جائے۔

اری نوئی نے اندر کے ماحول کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اولیپیاس کی پسندیدہ چیزیں، اس کے زیورات، اس کے لباس، اس کا آرائشی سامان، کمرے کی سجاوٹ وہ ایک ایک چیز دیکھ رہی تھی اور تعریف کرتی جا رہی تھی۔

اولیپیاس نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا "یہ تو کیا دیکھتی پھر رہی ہے؟"

اری نوئی نے جواب دیا "میں شہزادی کے حسنِ مذاق کا اندازہ لگا رہی ہوں۔ جو خود اعتمادی، صاف گوئی اور بڑا پن تیری باتوں میں پایا جاتا ہے ویسی ہی شاہی نفاست پسند اور خوش مذاقی تیری چیزوں سے جھلکتی ہے۔ میں تجھے ایک ناتجربے کار لڑکی سمجھ رہی تھی لیکن یہاں آ کر معلوم ہوا کہ شہزادی کیا ہوتی ہے؟"

اولیپیاس اپنی تعریفیں سن کر بے حد خوش ہوئی۔

اری نوئی نے اس کے چہرے سے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہے۔

شہزادی اس کی خوشامدانہ گفتگو سے متاثر ہوئی، کہنے لگی۔ "اصل سکون و اطمینان مجھے اس دن حاصل ہو گا جب فیلقوس کے بعد میری اولاد تاج و تخت سنبھالے گی۔"

اری نوئی نے درخواست کی "شہزادی! میں اس محل میں ایک لاوارث اور بے اختیار عورت ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ میری اولاد حکومت کرے مگر یہ ضرور چاہتی ہوں کہ میری اولاد کی تربیت بہت اچھی ہو اور اس کے لیے مجھے تیری مدد درکار ہے۔"

اولیپیاس نے اس استدعا پر پہلے تو غور کیا اور پھر مدد دینے پر فوراً آمادہ ہو گئی "ٹھیک ہے۔ جو لوگ میری اولاد کی تربیت کریں گے وہی تیری اولاد کو بھی اپنی سرپرستی میں لے لیں گے۔"

اری نوئی نے اولیپیاس کو خوش کرنے کے لیے بادشاہ کی شکایت کی "میں نے بادشاہ سے زیادہ خود غرض انسان نہیں دیکھا۔ وہ مجھے اس محل میں ایک عاشق کی طرح محبوبہ بنا کر لایا تھا اور اب میں نہ تو بادشاہ کی محبوبہ ہوں اور نہ بیوی۔ محض داشتہ بن کر رہ گئی ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آنسوؤں کو انگلیوں سے پونچھتے ہوئے اس نے کہا "افسوس کہ داشتہ کی اولاد ولی عہد نہیں ہو سکتی۔"

اولیپیاس نے ہنستے ہوئے کہا "یہ تو کن چکروں میں پڑ گئی ہے۔ مجھ کو دیکھ، بادشاہ نے مجھ سے بھی عشق کیا تھا اور میں جزیرے کے حکمران کی بیٹی ہوں۔ جب وہ مجھے یہاں لایا تھا تو میرا خیال تھا کہ بادشاہ مجھے ملکہ بنا کر رکھے گا لیکن محل میں داخل ہونے کے بعد مجھے بادشاہ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ میں محض اس کی بیوی ہوں، ابھی ملکہ کی جگہ خالی ہے اور معلوم نہیں کون یہ جگہ پُر کرے گی۔ اس کے فوراً بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اپنی اولاد کی تربیت اپنی نگرانی میں کرواؤں گی اور دیکھوں گی کہ میری اولاد کی ولی عہدی کون چھینتا ہے؟"

دونوں میں دوستی ہو گئی اور اس دوستی کی بنیاد یہ تھی کہ اری نوئی نے اولیپیاس کی برتری کو تسلیم کر لیا تھا۔ اب اولیپیاس بادشاہ کی جائز بیوی تھی اور اری نوئی بقول خود بادشاہ کی داشتہ۔

پھر بھی اس پہلی ملاقات میں دونوں زیادہ بے تکلف نہیں ہوئیں لیکن دوستی کی بنیاد ضرور پڑ گئی تھی۔

فیلقوس محلاتی ماحول سے بالکل باخبر رہتا تھا۔ محل کی کنیزیں بادشاہ کو ایک ایک بات پہنچا دیتی تھیں لیکن اولیپیاس سے متعلق محلاتی حصہ پُراسرار بنا ہوا تھا اور بادشاہ کو یہاں کی خبریں نہیں پہنچتی تھیں۔ محل کے ایک حصے میں اولیپیاس کی حکومت تھی جہاں اس کے اپنے آدمی تعینات تھے، اس کی اپنی کنیزیں تھیں اور ان سب کا تعلق اولیپیاس کے آبائی جزیرے سے تھا۔ یہاں بادشاہ بے بس تھا۔

بادشاہ کی اپنی مصروفیات بہت زیادہ تھیں۔ اس نے اولیپیاس اور اری نوئی کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اس کے خیال میں اولیپیاس ایک خود سر اور ناتجربے کار لڑکی تھی جسے زمانے کی اونچ نیچ کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ اس کا باپ حکمران تھا مگر فیلقوس کی نظر میں اس حکمران کی گردن اس کے پاؤں کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اولیپیاس محدود محلاتی ماحول اور فضا میں ہاتھ پاؤں تو مار سکتی تھی مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اولیپیاس ایک پرندے کی طرح تھی جس کے پر کاٹ دیے گئے ہوں۔

رہ گئی اری نوئی تو وہ ایک بازاری عورت تھی۔ بادشاہ نے اسے بازار سے اٹھا کر شاہی محل میں پہنچا دیا تھا۔ اس کا رابطہ اور تعلق جن امرا اور رؤسا سے تھا وہ اری نوئی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا کر دیے گئے تھے۔

لیکن جب اسے کئی کنیزوں نے یہ بتایا کہ اری نوئی اولیپیاس سے ملنے گئی تھی اور کافی دیر تک اس کے ساتھ رہی پھر جب واپس آئی تو بے حد خوش تھی بس اس خوشی نے بادشاہ کو بڑا فکرمند کر دیا تھا اور وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اندر تخلیے میں دونوں میں کیا باتیں ہوئیں۔

جب اس بارے میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی تو اس نے اری نوئی سے ملاقات کا منصوبہ بنایا۔

وہ بادشاہ جسے محل معاملات اور حکومتوں کی تسخیر سے فرصت نہ مل رہی ہو وہ ایک عرصے کے بعد اچانک اری نوئی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ اچانک اپنے سامنے بادشاہ کو دیکھ کر احتراماً کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ کچھ دیر اس سے پیار و محبت کی باتیں کرتا رہا مگر اری نوئی نے ان باتوں میں کوئی خاص دلچسپی نہ لی۔ بے دلی سے سب کچھ سننے کے بعد اس نے بادشاہ سے کہا "بادشاہ سلامت! مجھے اکیلے رہنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو میرے پاس آنے کی غرض و غایت بھی بیان کر دیں۔"

اچانک بادشاہ کا لہجہ بھی بدل گیا "تیرا اولیپیاس سے کیا رشتہ ہے؟ تو اس خود سر اور کم عقل شہزادی کے پاس کیوں گئی تھی؟"

اری نوئی مسکرانے لگی۔ اس نے کہا "بادشاہ سلامت! ہو سکتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجے کے مردم شناس ہوں لیکن آپ نے شہزادی اولیپیاس کے بارے میں جو رائے دی تھی وہ بالکل غلط تھی۔ یہ درست ہے کہ اولیپیاس خود سر ہے مگر وہ بے وقوف نہیں بہت عقلمند ہے۔ میں اس کی عقلمندی سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔"

بادشاہ نے کہا "میرا خیال ہے کہ اس نے تجھے کوئی خاص اہمیت نہیں دی ہو گی۔"

اری نوئی نے جواب دیا "آپ کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس نے مجھے بڑی عزت بخشی اور مشورہ دیا ہے کہ میں اس سے ملتی جلتی رہوں۔"

بادشاہ نے کہا "حیرت ہے کہ اس خود سر لڑکی نے تجھے اتنی اہمیت کیوں دی؟"

اری نوئی نے جواب دیا "وہ بالطبع بہت اچھی ہے۔ میں نے اس کی اعلیٰ حیثیت کو تسلیم کر لیا اور اپنی کمتر حیثیت کا اقرار کر لیا ہے چنانچہ اب ہم دونوں بہت قریب ہو گئے ہیں۔"

موقع شناس اور چالاک بادشاہ کو اولیپیاس کی خلوتوں کی مصروفیات تک رسائی حاصل کرنا تھی اور اب اسے اری نوئی کے ذریعے یہ رسائی حاصل ہو سکتی تھی۔ اس نے اس کام کے لیے اری نوئی کا انتخاب کر لیا۔ وہ کہنے لگا "اری نوئی! تو معاملات سمجھنے کی کوشش کر۔ تو نے خود کو بیوی کی حیثیت سے متعارف کرایا ہوتا کیوں کہ میں تجھے محل میں محبوبہ بنا کر لایا تھا اور اب تو میری بیوی ہے بالکل اسی طرح جس طرح اولیپیاس میری بیوی ہے۔"

اری نوئی نے اداس مسکراہٹ سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا "محل میں مجھے کوئی بھی بادشاہ کی بیوی نہیں سمجھتا۔ میں یہاں ایک داشتہ کی حیثیت سے رہ رہی ہوں۔ بادشاہ کے زبانی دلاسے مجھے خوش نہیں کر سکتے۔"

فیلقوس نے کہا "میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تیری اولاد بھی حکومت کرے گی لیکن اس سے پہلے تجھے محل میں میرے مفادات

کی نگرانی کرتی ہوگی۔ خود سر اولیپاس اپنے پر اسرار محلاتی حصے میں کیا کرتی ہے' کیا کرنا چاہتی ہے کیا سوچتی ہے اور اس کے کیا منصوبے ہیں' اس کے دل میں اتر جا اور یہ ساری باتیں مجھے بتاتی رہ۔"

اری نوئی نے کہا "تو گویا اس مخبری اور جاسوسی کے صلے میں میری اولاد حکمران بنائی جائے گی پھر بادشاہ جب چاہے گا اپنے اس وعدے سے پھر جائے گا۔"

بادشاہ نے جواب دیا "معاہدہ شکنی اور وعدہ خلافی دوسروں کے مقابلے میں کسی بادشاہ کے لیے بہت بڑا عیب ہوتی ہے اور میں اس عیب کو اپنے کردار کے دامن پر دھبے کی طرح لگا ہوا نہیں برداشت کر سکتا۔"

اری نوئی بادشاہ کی پیشکش پر سوچ میں پڑ گئی۔ بادشاہ اسے دھوکا بھی دے سکتا تھا جب کہ اولیپاس کی ذات سے اسے فائدہ پہنچ سکتا تھا کہ اس کی اولاد اولیپاس کی اولاد کے ساتھ اعلیٰ تربیت حاصل کر سکتی تھی۔

بادشاہ نے اسے فکر مند دیکھا تو سمجھ گیا کہ لوہا گرم ہے اور اس پر چوٹ لگائی جا سکتی ہے۔ وہ کہنے لگا "اب زیادہ سوچ بچار سے کام نہ لے اور یہ سمجھ لے کہ اگر تو یہ کام نہیں کرے گی تو میں یہ کام کسی اور سے بھی لے سکتا ہوں۔ میرے وسائل لامحدود ہیں۔"

اری نوئی نے کہا "اگر بادشاہ مجھ سے وعدہ کرے کہ میری اولاد کی تربیت بھی انہی اساتذہ کے سپرد ہوگی جو اولیپاس کی اولاد کے استاد ہوں گے تو میں بادشاہ کے لیے کام کروں گی۔"

بادشاہ نے وعدہ کر لیا "ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا۔"

اری نوئی نے کہا "آپ کو میرے ذریعے مخصوص محلاتی فضا کی خاص خاص خبریں ملیں گی مگر انہیں انتہائی خفیہ رکھا جائے۔"

بادشاہ نے کہا "رازداری شاہوں کا خاص وصف ہوتا ہے اور جن باتوں سے ایک بادشاہ کو نقصان پہنچ سکتا ہے ان کا اظہار اور انکشاف بادشاہ کس طرح کر سکتا ہے؟"

سارے معاملات طے پا گئے اور دونوں طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بادشاہ نے جام پر جام لنڈھانے شروع کر دیے اور اپنی اس خوشی میں اری نوئی کو بھی شریک کر لیا۔

کنیزیں حیران تھیں کہ یہ اچانک بادشاہ کو اری نوئی کا خیال کیسے آگیا اور اس التفات ناگہانی کے پیچھے کیا راز پنہاں ہے۔

بادشاہ اری نوئی کو مدہوش چھوڑ کر چلا گیا۔

یہ خبریں اولیپاس تک بھی پہنچ گئیں اور جب اس نے اری نوئی کو بلوایا تو اسے بتایا گیا کہ وہ مدہوش پڑی ہے۔

شہزادی نے کنیزوں کو پابند کر دیا کہ اری نوئی جیسے ہی ہوش میں آئے اسے اولیپاس کے پاس لایا جائے۔

اسی شام اولیپاس میں اچانک جزیرے کی دیوی کی روح حلول کر گئی۔ اس نے اپنے بال کھول دیے' دونوں ہاتھوں میں چلی چلی چھریاں لیں۔ مشعلیں روشن کی گئیں۔ اولیپاس کی کنیزوں اور خدمت گزار لڑکیوں نے بھی اولیپاس جیسا طریقہ اور حلیہ اختیار کیا۔ ان سب کے ہاتھوں میں چلی چلی چھریاں تھیں اور ان سب نے اپنے اپنے بال شانوں پر بکھیر رکھے تھے۔ مشعل برداروں کو حکم دیا گیا کہ کچھ آگے آگے چلیں' کچھ ساتھ ہو جائیں اور کچھ پیچھے روشنی کریں۔

مست الست لڑکیوں اور عورتوں کا یہ قافلہ محل سے نکلا اور گھومتا ہوا پیدل ہی شمالی پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاہی خدام ان مستوں کے ساتھ دوڑ رہے تھے اور راستہ صاف کرتے جا رہے تھے۔

بادشاہ کو اس کی خبر کی گئی تو وہ بھی محل کی چھت سے نظارہ کرنے لگا۔ بادشاہ کے پاس اس کی دوسری بیویاں بھی پہنچ گئیں ان میں اری نوئی بھی شامل تھی۔ وہ بھی یہ تماشا نہایت انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے بادشاہ سے پوچھا "یہ کیا تماشا ہے؟"

بادشاہ نے کہا "میری اس سے پہلی ملاقات بھی اسی طرح ہوئی تھی' بالکل اسی حال میں۔"

اری نوئی نے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ جزیرے کی دیوی اس کے جسم میں حلول کر گئی ہے؟"

بادشاہ نے جواب دیا "اولیپاس تو یہی کہتی ہے لیکن میں اس کی یہ بات نہیں مان سکتا۔"

کچھ دیر بعد بادشاہ محل کی چھت سے اترا اور چند گھڑ سواروں کے ساتھ پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے راستے میں ایسے راہ گیر دیکھے جن کی ان مست عورتوں نے پٹائی کر دی تھی اور ان کے کپڑے تار تار کر دیے تھے۔ جب بادشاہ اس ہجوم میں داخل ہوا تو لڑکیوں اور عورتوں نے بادشاہ کے ساتھیوں پر بھی حملہ کر دیا اور انہیں گھوڑے سے کھینچ کر نیچے گرا دیا۔ اولیپاس بادشاہ کی طرف بڑھی تو بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر اولیپاس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور حکم دیا "اولیپاس ہوش میں آ جا ورنہ تیری دیوی کا بھرم یہاں کھل جائے گا۔"

اولیپاس نے دونوں ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی اور بادشاہ کے پیٹ پر ایک لات رسید کی۔ بادشاہ لڑکھڑا کر سنبھل گیا اور اپنے دونوں پاؤں اس کے پاؤں پر رکھ دیے۔

جب اولیپاس بالکل بے بس ہو گئی تو بادشاہ نے اس کے دونوں ہاتھوں سے چھریاں بھی چھین لیں اور لعن طعن کرتے ہوئے کہا "اولیپاس! شاہی محل کو پاگل خانے میں بدلنے کی کوشش نہ کر۔"

اولیپاس ایک خاص لب و لہجے میں کہنے لگی "تو میرے راستے سے ہٹ جا ورنہ میں جلا کے خاک کر دوں گی۔"

بادشاہ سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا "میں موت سے نہیں ڈرتا۔ تو اپنی یہ حسرت بھی پوری کر لے۔"

اولیپاس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر پھونکنا شروع کر دیا اور دو تھپڑ بادشاہ کے سینے پر رسید کر دیے اور حکم دیا "میرے پاس سے دفع ہو جا۔"

بادشاہ نے پوچھا "آخر اس طرح تو چاہتی کیا ہے؟"

پھر اچانک ساز بجنے شروع ہو گئے۔ ڈھول تاشے اور دوسرے کئی ساز بجانے والے بہت پہلے سے پہاڑی پر بھیج دیے گئے تھے۔

ان آوازوں پر اولیپاس اور اس کی ساتھی عورتوں اور لڑکیوں نے رقص شروع کر دیا۔ اس رقص میں کچھ دیر بعد اتنی شدت پیدا ہو گئی کہ بادشاہ اور اس کے سپاہی ان کے سامنے بے بس نظر آنے لگے۔ انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔

اب بادشاہ اور اس کے ساتھی محض تماشائی بن کے رہ گئے تھے۔ بادشاہ اس میں اپنی بڑی ہتک محسوس کر رہا تھا۔ جتنی دیر رقص جاری رہا اور ساز موجود رہے پہاڑی کی فضا بڑی دہشت ناک رہی۔

اب اولیپاس اور اس کی ساتھی عورتوں اور لڑکیوں کے جسم پر جو لباس تھے وہ تار تار ہو چکے تھے اور بادشاہ کے سپاہی للچائی ہوئی نظروں سے نیم عریاں عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے۔

گھنٹوں بعد اولیپاس کو کچھ ہوش آیا تو اس نے اپنے پھٹے ہوئے لباس کو دیکھ کر دونوں ہاتھوں سے اپنے جسم کو چھپانے کی کوشش کی۔ بادشاہ نے اس سے غصے میں کہا "یہ دیوی تیرا کب پیچھا چھوڑے گی؟"

اولیپاس نے جواب دیا "کچھ پتا نہیں اور پھر جب اس دیوی سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تو پھر بادشاہ کا یہ سوال بے معنی ہے کہ میرا اس بلا سے کب پیچھا چھوٹے گا۔ اگر دیوی نے واقعی بلا کی صورت اختیار کر لی تو بادشاہ کی بادشاہی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

بادشاہ نے اولیپاس کو اٹھا کر اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا اور واپس مڑتے ہوئے دوسروں کو حکم دیا "اولیپاس تو میرے ساتھ جا رہی ہے تم لوگ میرے ساتھیوں کے ساتھ آ جانا۔"

ہجوم میں ہلکی سی ہلچل پیدا ہو گئی لیکن بادشاہ کا رعب سب پر غالب تھا۔ یہ لوگ جس شان سے پہاڑی پر گئے تھے اسی قدر ابتری اور بدنظمی سے محل میں داخل ہوئے۔

بادشاہ نے اولیپاس کو سمجھایا "اب یہاں یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ شاہی محل ہے' دیوی کا مندر نہیں۔"

اولیپاس نے کہا "اے بادشاہ! تو نے میرے ہاتھوں سے چھریاں چھین لیں اور میرے دونوں پاؤں دبا کے کھڑا ہو گیا۔ اب تجھے دیوی کوئی نہ کوئی سزا ضرور دے گی۔"

بادشاہ نے کہا "میں جو کچھ کہہ رہا ہوں میری بات غور سے سن۔ یہ محل ہے' مندر نہیں۔ تیری مجنونانہ حرکات و سکنات میرے لیے اب ناقابلِ برداشت ہیں۔ آئندہ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔"

اولیپاس سینہ تان کر کھڑی ہو گئی "تجھ سے میری ملاقات اسی کیفیت میں ہوئی تھی اور یہ کیفیت' میری شخصیت اور میری ذات سے مستقلاً وابستہ ہے۔ آئندہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔"

بادشاہ نے کہا "میں کچھ نہیں جانتا۔ تیری یہی حرکات تجھ کو ملکہ نہیں بنا سکیں گی۔ میں ایک مخبوط الحواس اور خود سر لڑکی کو ملکہ نہیں بنا سکتا۔"

اولیپاس بھی چیخنے لگی "میں خود بھی محل سرا نما پاگل خانے میں ملکہ بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ تو خود بھی احمق' جنونی' مطلبی اور ابن الوقت ہے اور یہ سارے حتمی اوصاف میرے لیے باعث فخر نہیں ہو سکتے۔ جا تجھے تیرے حال پہ چھوڑ دیا' تو مجھے میرے حال پہ چھوڑ دے۔"

بادشاہ اور اولیپاس کے علی الاعلان اور برملا جھگڑے کا دوسروں پر یہ اثر پڑا کہ وہ سب اولیپاس سے خوفزدہ ہو گئے کہ جو لڑکی بادشاہ کو خاطر میں نہ لا رہی تھی وہ دوسروں کا کیا حشر کرے گی۔

لیکن بادشاہ نے کوئی پروا کیے بغیر صاف صاف اعلان کر دیا۔ "محل کے کسی اور شخص کو پاگل بننے یا کسی پاگل کی مدد کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

اس حکم کا کیا منشا تھا' بادشاہ کسے پاگل کہہ رہا تھا اور کسے پاگل کی مدد کرنے سے روک رہا تھا' ہر کوئی اس امتناع کا مفہوم سمجھ رہا تھا لیکن کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ بادشاہ کا حکم ٹھکرا دے یا اولیپاس کی بات نہ مانے۔ اولیپاس ایک حکمران کی بیٹی تھی اور اب ایک حکمران کی بیوی تھی۔ محل کے لوگ ایک کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔

بادشاہ نے اولیپاس سے بک بک جھک جھک کرنے کے بعد اری نوئی سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا "کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اولیپاس کو بالکل تنہا کر دیا ہے؟"

اری نوئی نے جواب دیا "وہ کبھی تنہا نہیں ہو سکتی کیونکہ اس نے اپنے آس پاس اپنے جزیرے کے لوگوں کو جمع کر لیا ہے۔"

بادشاہ نے غصے میں کہا "وہ تو ٹھیک ہے لیکن تو وہاں نہیں جائے گی۔"

اری نوئی نے کسی قدر بلند آواز میں کہا "ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اولیپاس کے سوا کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اور بادشاہ اس پر بھی پابندی لگا رہا ہے پھر اس کے راز کس طرح معلوم ہوں گے۔"

بادشاہ نے کہا "مگر وہ پاگل ہے اور نشے میں بدمست ہو کر محل سے باہر نکل جاتی ہے پھر اپنے آس پاس عام انسانوں کو جمع کر کے اپنا لباس تار تار کر دیتی ہے۔ لوگ اس پر ہنستے ہیں اور جب تو اس کا

ساتھ رہے گی تو وہ مجھ پر بھی ہنسیں گے اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میری بیویوں پر ہمارے عام لوگ ہنسیں اور ان کا مذاق اڑائیں۔"

اری ٹوئی نے بے بسی سے اپنے سابقہ احوال کا ذکر کیا "جب ریجنگ میں آپ کی بیوی نہیں بنی تھی اپنے معاملات میں آزاد تھی۔ شہر کے امرا اور رؤسا ارکان اور اشراف میرے عاشق اور قدر دان تھے۔ میری خواہش اور فرمائش کا احترام کرتے تھے لیکن اب اس محل میں آنے کے بعد میں صرف بادشاہ کی داشتہ بن کر رہ گئی ہوں۔ براہ کرم بادشاہ مجھ پر پابندی نہ لگائے اور مجھے اجازت دے کہ میری اولاد کی تربیت اور نگہداشت شہزادی اولمپیاس کے آدمی کریں۔"

بادشاہ کو اچانک احساس ہوا کہ اس کی لاعلمی میں دیکھتے ہی دیکھتے اولمپیاس نے لوگوں کے دل جیت لیے ہیں اور اری ٹوئی تو بالکل اولمپیاس کے اختیار میں چلی گئی ہے۔ بادشاہ نے جاتے جاتے تلخی سے کہا "ٹھیک ہے۔ تیری اولاد کی تربیت اور نگہداشت اولمپیاس کے لوگ کریں گے لیکن تو خود اولمپیاس سے واسطہ نہیں رکھے گی۔"

اری ٹوئی نے پوچھا "اگر اولمپیاس مجھے بلائے یا خود میرے پاس چل کر آئے تو اس وقت مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

بادشاہ نے جواب دیا "بہر حال تجھے محلاتی سازشوں سے الگ تھلگ رہنا چاہیے کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوگا کہ میں تم لوگوں کے فضول معاملات میں اپنا وقت ضائع کروں۔"

اری ٹوئی نے وعدہ کر لیا "اگر بادشاہ مجھ سے یہ وعدہ کرے کہ وہ میری اولاد کو اس کا جائز مقام دے گا تو میں بھی بادشاہ کی تابع دار بن کر رہوں گی۔"

بادشاہ نے محل میں اپنا جاسوسی نظام قائم کر لیا۔ اسے ان عورتوں سے کوئی ڈر نہ تھا لیکن وہ ایتھنز، اسپارٹا، تھسلی اور تھیبز سے خوفزدہ تھا۔ یہ ساری طاقتیں مقدونیہ کو رشک و حسد کی نظروں سے دیکھ رہی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی طرف سے یہ خدشہ پایا جاتا تھا کہ وہ محلاتی سازشیں کر کے فیلقوس کو ٹھکانے لگا دیں۔ وہ تو بچپن میں تھیبز کی قید میں بھی رہ چکا تھا۔ شاید اسی لیے تھیبز کے اعلیٰ نسل کے لوگ اپنے قیدی کو بادشاہ کی حیثیت سے دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مقدونیہ اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے ان دشمنوں میں گھرا ہوا تھا جب کہ فیلقوس اپنے قرب و جوار کی ان ساری قوتوں کو زیر کر کے پورے یونان کا حکمران بن جانا چاہتا تھا۔

خوش قسمتی سے مقدونیہ کے لوگ یا تو کاشتکار تھے یا سپاہی اور شمال کے جن قبائل نے مقدونیہ کا ساتھ دیا تھا وہ جنگجو تھے۔ مقدونیہ کے کاشتکاروں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے معاشرے میں سپاہی کی عزت زیادہ ہے تو وہ بھی فنون سپہ گری سیکھنے لگے۔

اپنی زمینوں سے کاشتکاروں کو جو کچھ ملتا تھا سپاہی ان سے زیادہ شہروں اور ملکوں کی فتوحات اور لوٹ مار سے حاصل کر لیتے تھے۔

ایتھنز کو اپنے مدبروں، مقرروں اور جمہوری نظام پر ناز تھا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے اپنی بحری قوت بھی بہت زیادہ عروج کو پہنچا دی تھی۔

اسپارٹا مقدونیہ کے جنوب مغرب میں واقع تھا۔ یہ ایسے جیالے اور بہادر لوگ تھے کہ کئی بار ایران سے ٹکرا چکے تھے اور ان پر اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی تھی۔ مقدونیہ کے علاوہ وہ اپنے مشرقی حریف ایتھنز اور شمال مشرقی دشمن تھیبز اور تھسلی کی بھی کوئی پروا نہ کرتے تھے۔ ان کی بری قوت بے مثال تھی اور یہ بھی پورے یونان پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے تھے۔

مقدونیہ کے مشرق میں جو سمندر ایتھنز سے تھیبز تک چلا گیا تھا اس کے ساحل کی طویل پٹی کئی حکومتوں میں نزاع کا سبب بنی ہوئی تھی۔ خصوصاً تھیبز کا یہ دعویٰ تھا کہ اس طویل ساحل کا مالک وہ ہے اور مقدونیہ کو اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کرنا چاہیے جب کہ فیلقوس تھیبز کی یہ بات ماننے کو تیار نہ تھا۔

یہی وہ منافرتیں تھیں اور یہی وہ خصومات تھیں جو چنگاری کی شکل اختیار کر چکی تھیں اور ان کی راکھ میں سے دھوئیں کا اخراج شروع ہو چکا تھا۔ فیلقوس کی دوررس نظریں اس دھوئیں میں مخفی شعلوں کو دیکھ چکی تھیں اسی لیے وہ بیرونی دنیا پر نظریں رکھنے کے ساتھ ساتھ محلاتی فضا پر بھی گہری نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جو کام بڑے بڑے سورما انجام نہیں دے پاتے اور فوجیں جہاں ناکام رہتی ہیں وہ کام محلاتی عورتیں چشم زدن میں کر گزرتی ہیں۔

بادشاہ کے ساحلی شہروں کی طرف جاتے ہی اولمپیاس آزاد اور خود سر ہو گئی۔ وہ اس امر کو چیخ چیخ کر جتلا رہی تھی کہ بادشاہ نے اسے کسی وجہ سے ملکہ نہیں بنایا تو اس سے اس کی حیثیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑے گا اور وہ محل میں ملکہ بن کر آنے والی عورت کو دیکھ لے گی۔

اولمپیاس کے نزدیک صرف اس کی اپنی اولاد ولی عہد بن سکتی تھی۔ وہی شاہ مقدونیہ کی جگہ اس کا تاج و تخت سنبھال سکتی تھی۔ اس کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ جو بھی دیوی یا دیوتا اس میں حلول کرتے تھے ان کی حلولیت کا سلسلہ جاری رہا۔ شام سے پہلے پہلے وہ بے تحاشا نشہ کرتی اور پھر اپنے ہی جیسی عورتوں کو نشے میں دھت کر کے شمالی پہاڑی پر لے جاتی اور وہاں مشعلوں کی روشنی میں اولمپیاس کے ساتھ یہ ساری عورتیں اپنے ہوش و حواس میں نہ رہتیں اور اپنے کپڑے تار تار کر دیتیں۔ یہ مشغلہ گھنٹوں جاری رہتا۔

جب یہ ساری خبریں اری ٹوئی تک پہنچیں تو وہ اس نڈر اور بہادر شہزادی سے خود بھی خوفزدہ ہو گئی اور اس سے ملنا جلنا کم کر دیا۔

اولمپیاس بھی اری ٹوئی کو کھچا کھچا محسوس کر کے ایک دن اس کے پاس خود پہنچ گئی اور طنزیہ لہجے میں سوال کیا "تجھ کو اپنی اولاد کی پرورش، نگہداشت اور تربیت خود کرنی ہے یا میرے آدمیوں کو یہ کام انجام دینا ہوگا؟"

اری ٹوئی نے کہا "بادشاہ ہم دونوں کے ملنے جلنے سے خوش نہیں ہوتا لیکن میری اولاد کی تربیت، پرورش اور نگہداشت وہی لوگ کریں گے جو تیری اولاد کو ولی عہدی کے لیے تیار کریں گے۔"

○☆○

ان دنوں ایتھنز میں مقرروں اور خطیبوں کا بڑا چرچا تھا۔ انہیں معاشرے میں بہت نمایاں مقام حاصل تھا اور یہی لوگ آہستہ آہستہ اقتدار پر قابض ہو جاتے تھے۔ افلاطون نے تعلیم و تدریس کے لیے ایتھنز میں ایک اکیڈمی قائم کر رکھی تھی۔ اس اکیڈمی میں لوگوں کو جو تعلیم و تربیت دی جاتی تھی ان میں خطابت اور مقرری کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہاں کے فارغ التحصیل اگر ایتھنز میں کسی قسم کا مقام حاصل کرنے میں ناکام رہتے تھے تو یہ دوسرے شہروں کا رخ کرتے تھے اور وہاں اپنے اس فن سے لوگوں کو مسحور کر دیتے تھے۔ یہی لوگ مقدمات کے لیے تقریریں لکھتے تھے۔ مرافعے تیار کرتے تھے۔ مقدمات لڑتے تھے اور ان مقدمات سے مدعی کو جو کچھ حاصل ہوتا تھا اس میں سے بیس فیصد کے یہ لوگ حقدار ہو جاتے تھے۔ اس طرح ان کے سرمائے میں دن دوگنا رات چوگنا اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

یہ مقرر مقدونیہ میں بھی داخل ہو گئے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ ان لوگوں نے اولمپیاس کو بہت متاثر کیا۔ وہ انہیں اپنے دربار میں رکھنا چاہتی تھی لیکن مقدونیہ میں جمہوریت نہ ہونے کی وجہ سے ان مقرروں کا مرتبہ و مقام نہیں تھا۔ یہاں بادشاہ کی خدمت میں مقدمے پیش ہوتے تھے اور اس کے لیے کسی خطیب یا مقرر کی ضرورت نہ ہوتی تھی لیکن اس نے اپنے کئی آدمی ایسے اساتذہ اور خطبا کی تلاش میں لگا دیے جو اولمپیاس کو متاثر کر سکتے اور ان کا کوئی خاص شہرہ بھی ہوتا۔

وہ افلاطون کو بھی مقدونیہ میں دیکھنا چاہتی تھی مگر افلاطون اپنی اکیڈمی کو چھوڑ کر مقدونیہ نہیں جا سکتا تھا۔ افلاطون کی اکیڈمی میں ارسطو بھی تھا۔ اس کا بھی بڑا شہرہ تھا اور اولمپیاس کا خیال تھا کہ یہ شخص مقدونیہ آ سکتا ہے۔

اس ہوشیار اور ذہین عورت نے اسکرائنیس کا نام بھی سن رکھا تھا۔ یہ عدیم المثال مقرر اسے بہت پسند آیا کیونکہ یونان کی جمہوری مجلس کے ارکان اور اشراف اسکرائنیس کے زیر اثر تھے۔ اس کی تقریر کے سحر سے کوئی بھی نہیں نکل سکتا تھا۔ اس کی عقل مندی، تدبر اور خطابت کی مثالیں دی جاتی تھیں اور اس کی جو ادا اولمپیاس کو سب سے زیادہ پسند آئی وہ تھی مقدونیہ کی طرف اسکرائنیس کا جھکاؤ۔

اسکرائنیس کو فیلقوس میں معلوم نہیں کون سی خوبیاں نظر آئی تھیں کہ وہ ایتھنز کی جمہوری حکومت کو یہ مشورہ دیتا تھا کہ ایتھنز کو فیلقوس کی برتری اور حکومت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ اسی طرح یونان کی دوسری حکومتوں کو بھی فیلقوس کی سربراہی میں متحد ہو جانا چاہیے پھر یہ سب مل کر ایران کے خلاف صف آرا ہو جائیں کیونکہ صدیوں سے ایران ان سب کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔ اسکرائنیس کے خیال میں فیلقوس ہی ایران کو عبرتناک سبق دے سکتا تھا لیکن ایتھنز کا کوئی شخص بھی مقدونیہ اور فیلقوس کی حمایت میں ایک لفظ بھی نکالنے کا روادار نہ تھا۔

ان حالات میں افلاطون کی اکیڈمی میں ایک ایسا طالب علم بھی تعلیم حاصل کر رہا تھا جو اسکرائنیس سے تو بہت متاثر تھا مگر اس کی تجویز سے سخت اختلاف رکھتا تھا۔ اسے خطابت کا شوق تھا مگر افلاطون کے طریقہ خطابت "لب و لہجے اور استدلال" سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ لفظوں کے انتخاب اور ان کے موقع محل پر استعمال کا قائل تھا۔

افلاطون نے کئی بار اپنے اس شاگرد کو خبردار کیا تھا کہ وہ طریقہ تدریس میں افلاطون کے اصولوں کی پابندی کرے اور اپنی طرف سے کوئی چیز داخل نہ کرے لیکن اس ضدی اور جھکی شاگرد کو افلاطون کی باتیں متاثر نہ کر سکیں اور وہ اپنی روش پر قائم رہا۔ آخر کار افلاطون نے اس کو اپنی اکیڈمی سے نکال دیا۔

یہ اکیڈمی ایک باغ میں قائم تھی اور اکیڈمی تک پہنچنے کا راستہ باغ سے الگ تھلگ تھا۔ خارج شدہ شاگرد نے اکیڈمی تک چوری چھپے پہنچنے اور افلاطون کے لیکچر سننے کے لیے ایک چور دروازہ دریافت کر لیا۔ دروازہ باغ کا تھا اور وہ اس دروازے سے اندر پہنچ جاتا، افلاطون کا لیکچر سنتا اور پھر اسی دروازے سے واپس چلا جاتا۔

اس طرح اس نے اپنی تعلیم مکمل کر لی۔ جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں یہ کہاوت مشہور ہو گئی کہ اگر علم حاصل کرنا ہے تو باغ کے دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

اس شخص کا نام تھا دیماس تھینیز اور ایتھنز والوں کو بعد میں پتا چلا کہ یہ شخص مقدونیہ اور فیلقوس کے خلاف تھا۔ اس کا شہرہ مقدونیہ تک پہنچا تو اولمپیاس اور فیلقوس کو اس شخص سے نفرت ہو گئی اور اس وقت انہیں بڑی حیرت ہوئی جب دیماس تھینیز ایتھنز کی جمہوری مجلس پر قابض ہو گیا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں فیلقوس مقدونیہ کی حکومت اور اپنے اثر و اقتدار کو وسعت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اولمپیاس کو بھی بہت جلد یہ اندازہ ہو گیا کہ اگر اس کے ہاں ولی عہد پیدا ابھی ہوتا ہے تو آس پاس کی حکومتیں اسے سریر آرائے سلطنت ہونے نہیں دیں گی۔ یہی سب کچھ سوچ کر اولمپیاس فکر مند تو ضرور ہو گئی تھی مگر مایوس نہیں ہوئی۔ وہ ان سب کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھی۔

شاہی محل میں اری نوئی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام بطلیموس رکھا گیا۔ اسی طرح ایک سال بعد اولمپیاس کے ہاں بھی لڑکے کی ولادت ہوئی۔ اس کا نام نومولود کے چچا کے نام پر سکندر رکھ دیا گیا۔

محل میں چراغاں کیا گیا۔ فیلقوس بہت خوش تھا مگر اب اس کے تعلقات اولمپیاس سے کشیدہ رہنے لگے تھے۔ اولمپیاس کو بھی اس کی کوئی فکر نہ تھی۔ فیلقوس حکومت کر رہا تھا مگر مستقبل اس کے بیٹے کا تھا۔ جب بیٹا حکمران ہو جائے گا تو اولمپیاس اپنے اقتدار کی خواہش بہ آسانی پوری کر سکے گی۔

ان دونوں کی ولادت کے وقت بادشاہ مقدونیہ میں نہیں تھا۔ تھیبز کو بہت پریشان کر رہا تھا۔ تھیبز نے تھسلی اور بازنطہ کو بھی اپنا حلیف بنا لیا تھا اور تینوں قوتیں مقدونیہ پر دباؤ ڈال رہی تھیں کہ وہ اپنے ساحلوں سے دستبردار ہو جائیں۔

ان حالات میں اس نے بطلیموس کو بھی دیکھا اور سکندر کو بھی اور اسی موقع پر اری نوئی نے بادشاہ سے کہا "اب اصولی طور پر میرے بیٹے کو ولی عہد ہونا چاہیے کیونکہ یہ سکندر سے ایک سال بڑا ہے۔ اگر اولمپیاس ملکہ ہوتی تو میں اپنے بیٹے کی ولی عہدی پر اصرار نہ کرتی۔"

لیکن بادشاہ اپنی داشتہ کے بیٹے کو ولی عہد بنانے پر تیار نہ تھا۔ اس نے اری نوئی کو سمجھایا "دیکھو اری نوئی! تو میری داشتہ ہے اور اولمپیاس میری بیوی۔ وہ جزیرے کی شہزادی ہے اور حکمران خاندان سے تعلق رکھتی ہے اس لیے نومولود سکندر ہر طرح ولی عہدی کا مستحق ہے۔ وہ عمر میں تیرے بیٹے سے ایک سال چھوٹا ہے لیکن باقی تمام معاملات میں وہ بطلیموس سے بڑا ہے۔"

اری نوئی نے تھکے ہارے لہجے میں کہا "ٹھیک ہے مگر حسب معاہدہ بطلیموس کی پرورش، تربیت اور نگہداشت انہی لوگوں کے ذمے ہوگی جو سکندر کے لیے مقرر کیے جائیں گے۔"

فیلقوس نے کہا "میں اپنے اس وعدے پر قائم ہوں۔"

محل میں جو کچھ بھی ہو رہا تھا اولمپیاس اس سے باخبر تھی۔ اس نے بطلیموس کو اس وقت تک دیکھنا بھی گوارا نہ کیا جب تک وہ سکندر کی ماں نہیں بن گئی۔ اولمپیاس کو یہ بتایا گیا کہ اری نوئی اپنے بیٹے کی ولی عہدی پر زور دے رہی ہے مگر فیلقوس ایک داشتہ کے بیٹے کو ولی عہد بنانے کو تیار نہیں ہے اور بطلیموس کے مقابلے میں سکندر کو ترجیح دے رہا ہے کیونکہ سکندر اگر ملکہ کا نہیں تو فیلقوس کی بیوی کا بیٹا ضرور ہے۔ اس کے لیے یہ بڑی اچھی خبر تھی۔

ان خبروں کے بعد اولمپیاس نے فیلقوس کی تعریف کی اور کہا۔ "یہ نااہل اور دہقانی بادشاہ ہمیشہ غلط سلط فیصلے کرتا رہا مگر بطلیموس اور سکندر کے معاملے میں اس نے بالکل صحیح فیصلہ کیا۔"

اس کے بعد وہ بطلیموس کو دیکھنے پہنچ گئی۔

جس وقت وہ اری نوئی کے پاس پہنچی اور بطلیموس کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تو اری نوئی شک و شبہے میں پڑ گئی کہ کہیں کسی ٹونے یا جادو ٹونے کے ذریعے بطلیموس کا کام تمام تو نہیں کیا جا رہا ہے لیکن اولمپیاس نے اس کو تسلی دی اور کہا "میں نے تم سے جو وعدہ کر رکھا ہے اس پر قائم ہوں اور اسے پورا کروں گی۔ تیرا بیٹا بطلیموس زندہ رہے گا مگر تو نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔"

اری نوئی گھبرا گئی اور پوچھا "میں نے کیا زیادتی کی ہے؟"

اولمپیاس نے کہا "تو اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی اور تو یہ بھول گئی تھی کہ میں فیلقوس کی بیوی ہوں اور تو داشتہ۔ اس کے علاوہ میں ایک حکمران کی بیٹی ہوں اور مجھ میں دیوی اور دیوتا حلول کر جاتے ہیں۔ تو میرے بیٹے سکندر کو کس طرح ولی عہدی سے باز رکھ سکتی ہے۔ میرا بیٹا تو دیوتا ہے۔ بظاہر وہ فیلقوس کا بیٹا ہے مگر حقیقت میں وہ زیوس دیوتا کا بیٹا ہے۔"

اری نوئی نے جواب دیا "اگر وہ فیلقوس کا نہیں زیوس دیوتا کا بیٹا ہے تو اسے مقدونیہ کی حکومت کا ولی عہد کیوں بنایا گیا؟"

اولمپیاس نے جواب دیا "سکندر کو تو زیوس نے اس حکومت کا ولی عہد مقرر کیا ہے۔ وہی اس کی آئندہ زندگی کے غیر معمولی کارناموں میں اس کی مدد کرے گا۔"

اری نوئی نے کہا "لیکن مجھے تو دونوں ہی بیٹے ایک جیسے لگتے ہیں اور دونوں میں یکساں خصوصیات اور اوصاف ہونا چاہئیں کیونکہ میں کسی دیوی یا دیوتا کے حلول کی قائل نہیں ہوں۔"

اولمپیاس لہجے سے اکھڑ گئی اور کہا "بس تو خاموش رہ۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ بطلیموس کی پیدائش نے تیرا دماغ خراب کر دیا ہے۔"

اری نوئی نے اولمپیاس سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اب اسے اپنے قدم محل میں جمے ہوئے لگ رہے تھے کیونکہ اب وہ اس محل میں اکیلی نہیں تھی لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اولمپیاس ناراض ہو گئی تو سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ جب تک بطلیموس بالغ نہ ہو جائے اور وہ سارے علوم و فنون حاصل نہ کر لے جو کسی شہزادے کے لیے ضروری ہوتے ہیں وہ محض ایک معمولی شہزادہ ہے۔

اولمپیاس جتنی دیر وہاں موجود رہی اری نوئی کو یہی سمجھاتی رہی کہ اس کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ اس کی مخالفت مول نہ لے۔

اولمپیاس نے اپنے جزیرے کے لوگوں کو طلب کیا۔ یہ لوگ بھی کچھ تھے مگر فلسفی، مدبر، مقرر اور خطیب نہیں تھے۔ ابھی سکندر اور بطلیموس کو اس وقت تک فلسفے اور خطابت کی تعلیم نہیں دی جا سکتی تھی جب تک وہ کسی قدر باشعور نہ ہو جائیں اور باشعوری کے لیے دس سال کی عمر کافی تھی لیکن اس سے پہلے اولمپیاس سکندر کو بہت پٹھا اور مضبوط کرنا چاہتی تھی۔ اس کام کے لیے اس کی اپنی ذات بہت کافی تھی۔ وہ بیٹے کو اس کی ناسمجھی کے زمانے میں ہی یہ بتانے لگی تھی کہ وہ زیوس کی اولاد ہے اور زیوس بہت بڑا

دیوتا ہے۔ اسی طرح زیوس کے بیٹے کو بھی بہت بڑا ہونا چاہیے۔ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں سے بھی بڑا۔ دوسری طرف جو کام اولمپیاس سکندر کے لیے کر رہی تھی وہی کام اری نوئی اپنے بیٹے بطلیموس کے لیے انجام دے رہی تھی۔ وہ بطلیموس کو زیوس کا بیٹا تو نہیں کہہ رہی تھی لیکن یہ بتا رہی تھی کہ وہ فیلقوس کا بیٹا ہے جو خطۂ یونان کا سب سے طاقتور بادشاہ ہے۔ اگر بطلیموس کو کچھ بننا ہے تو اپنے باپ کی پیروی کرنا چاہیے۔

جب دونوں بچوں کو کسی قدر ہوش آیا اور وہ شعور کی دنیا میں داخل ہونے لگے تو اری نوئی نے سکندر کے مقابلے میں اپنے بیٹے کو ترجیح دینا شروع کر دی اور یہ باور کرانا شروع کر دیا کہ بطلیموس نام کے کئی نامی گرامی سردار اور بادشاہ گزر چکے ہیں۔ شہزادے کو بھی انہی جیسا بننے کی کوشش کرنا چاہیے۔

لیکن بطلیموس کو مختلف سمتوں سے سکندر کے بارے میں جو باتیں معلوم ہوئی تھیں وہ اسے بہت پریشان کرتی رہتی تھیں۔ سکندر زیوس دیوتا کا بیٹا تھا اور دیوتا کے بیٹے سے اس کا مقابلہ ناممکن تھا۔

ان دونوں پر جو ملازم رکھے گئے تھے ان میں لیونی دس کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ اس سخت مزاج شخص کی اولمپیاس سے رشتے داری تھی اسی لیے شہزادوں کے تمام خدمتگار لیونی دس کی نگرانی میں دے دیے گئے تھے۔ یہ رزم و بزم کا آدمی تھا۔ اسے بہت سے قصے یاد تھے جو وہ ان دونوں کو موقع محل کے اعتبار سے سناتا رہتا تھا۔ اسی شخص نے سکندر کو مشہور نابینا سیاح اور شاعر ہومر کی مشہور تصنیف ایلیڈ پڑھنے کے لیے دی تھی لیکن ابھی سکندر اسے پڑھنے کے قابل نہیں ہوا تھا۔

ایلیڈ جو دنیا کی دوسری زبانوں میں جہاں گردی واپسی کے نام سے شائع ہوئی اس کا ہیرو اکلیز بچپن ہی سے سکندر کے ذہن پر چھا گیا تھا۔ لیونی دس کے بقول سکندر کو اسی کی پیروی کرنی چاہیے تھی۔ جب وہ اکلیز کی کامیابیاں بیان کرتا تو یہ کردار سکندر کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیتا اور لیونی دس بھی وفور جوش میں کہتا "سکندر! انسان کو اکلیز ہونا چاہیے۔ سیر و سیاحت کا شوقین، مہم جو اور خطر پسند۔"

لیونی دس کو بھولے بھالے سکندر کا یہ فقرہ مدتوں یاد رہا "میں اکلیز بن کے دکھاؤں گا۔"

یہ کتاب کسی جانور کی کھال پر لکھی گئی تھی۔

لیونی دس اپنی مرضی سے یا اولمپیاس کی ہدایات پر بطلیموس پر زیادہ توجہ نہیں دیتا تھا۔ یہ ظالم اور سخت مزاج شخص دونوں شہزادوں کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا کیونکہ دونوں شہزادوں کا سونا جاگنا، کھانا پینا، تفریحات میں حصہ لینا لیونی دس کے اختیار میں تھا۔ یہ ہر وقت دونوں کے ساتھ سائے کی طرح لگا رہتا اور اسی نے ان دونوں کے لیے صبح طلوع آفتاب کے قبل سے رات کو سونے کے وقت تک تمام پروگرام بنا رکھے تھے اور ان پر سختی سے عمل کرواتا تھا۔

بطلیموس سکندر سے زیادہ چالاک تھا۔ کبھی کبھی صبح ہوا خوری اور فنون سپہ گری کی مشق سے پہلے ہی وہ ناشتا چٹ کر جاتا تھا۔ حالانکہ لیونی دس کہتا تھا کہ ناشتے سے پہلے جو شخص دوڑ لگاتا ہے اور فنون سپہ گری کی مشق کرتا ہے اس کو ناشتا بہت لذیذ لگتا ہے۔

وہ بطلیموس کو نظر انداز کر رہا تھا لیکن بطلیموس میں سیکھنے کی صلاحیت دوسروں سے بہت زیادہ تھی۔ وہ لیونی دس کی عدم موجودگی میں اس کا مذاق اڑاتا اور اس کی جانب داری کو برا بھلا کہتا۔ وہ سکندر سے فخریہ کہتا تھا "میرا باپ میری ماں کا بہت بڑا عاشق ہے اور میری ماں اس شاہی محل میں اس وقت داخل ہوئی تھی جب خود بادشاہ میری ماں کی خوشامد کر کے اس کو محل میں لایا تھا۔ تیری ماں کا داخلہ بہت دن بعد ہوا اور وہ اس شان سے محل میں نہیں داخل ہوئی جس شان سے میری ماں داخل ہوئی تھی۔"

ان باتوں کی خبر لیونی دس کو ہوئی تو اس نے بطلیموس کو سمجھایا۔ "صاحبزادے! تمہیں اپنے مقام کا صحیح اندازہ نہیں، تم طفیلی ہو جب کہ سکندر طفیلی نہیں ہے۔ اگر آج سکندر کی ماں مجھے منع کر دے کہ لیونی دس اب تو بطلیموس کو تعلیم نہیں دے گا تو میں اسی دم تجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لوں گا۔"

کئی سال تک سکندر کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس کی ماں میں وہ کون سی اعلیٰ خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے وہ پورے محل پر قابض ہو گئی اور اری نوئی میں کیا خامی تھی کہ وہ اولمپیاس سے کم تر درجے کی عورت قرار پائی۔

بطلیموس بھی ایسے ہی سوالات سے خود کو تنگ کرتا رہتا تھا۔

ایک دن صبح یہ دونوں لیونی دس کی سرپرستی میں صبح کی دوڑ میں حصہ لے رہے تھے۔ یہ دوڑ شاہی محل سے شروع ہو کر قبرستان کے نکڑ پر پہنچ کے ختم ہو جاتی تھی۔ دوڑ کا درمیانی فاصلہ ایک ہزار قدم تھا اور دوڑ کا قاعدہ یہ تھا کہ دونوں قبرستان کے نکڑ پر پہنچ کر فوراً واپس ہو جاتے تھے یہاں ناشتا ان کے انتظار میں رہتا تھا۔

اس روز بطلیموس نے سکندر کو قبرستان کے نکڑ پر روک لیا اور کہا "آج میں کچھ دیر آرام کر کے واپس جاؤں گا۔"

سکندر نے دور کھڑے ہوئے لیونی دس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور جب ہم دونوں کچھ دیر رک کر واپس جائیں گے تو وہ ہم سے باز پرس ضرور کرے گا کہ ہم دونوں یہاں کیوں رک گئے تھے۔"

بطلیموس نے کہا "آج ہم اس سے صاف صاف کہہ دیں گے کہ وہ ہمیں خالی پیٹ نہ دوڑایا کرے۔ مجھے چکر آ جاتے ہیں اور آنکھوں کے سامنے ترمرے آتے ہیں۔"

بطلیموس کے اصرار پر سکندر رک گیا اور دونوں ایک قبر کے کنارے بیٹھ گئے۔

بطلیوس کچھ دیر لیونی دس کی مذمت کرتا رہا پھر تکلیف دہ لہجے میں پوچھا "میں بھی تو بادشاہ کا بیٹا ہوں لیکن مجھے تیرا طفیلی بنا کر رکھا گیا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "شاید اس لیے کہ میں بادشاہ سے زیادہ زیوس کا بیٹا ہوں اور میری ماں ایک حکمران کی بیٹی ہے۔"

بطلیوس نے کہا "لیکن میری ماں کو بادشاہ منت سماجت کر کے اپنے محل میں لایا تھا۔ ہو سکتا ہے میں بھی اسی دیوتا کا بیٹا ہوں۔"

لیونی دس دونوں کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ان کی طرف چل دیا اور ان دونوں نے جیسے ہی لیونی دس کو اپنی طرف آتے دیکھا فوراً اٹھ کر دوڑ میں مشغول ہو گئے لیکن اس بار ان کی دوڑ قبرستان سے بھی آگے سمندر کے ساحل کی طرف تھی۔

لیونی دس پیچھے پیچھے قبرستان تک پہنچا اور ایک قبر پر بیٹھ گیا۔ کافی دیر بعد دونوں واپس آئے پھر لیونی دس کے پاس ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔

لیونی دس نے حیرت سے پوچھا "کیا بات ہے آج تم دونوں نے لمبی دوڑ لگا ڈالی؟"

سکندر نے جواب دیا "اب ہر روز کی دوڑ ہوا کرے گی۔"

بطلیوس نے کہا "بھوک سے میری آنتیں باہر نکل آ رہی ہیں۔"

لیونی دس نے کہا "تم دونوں کا ناشتا تیار رکھا ہے۔ واپس چلو اور اپنے پیٹ کی آگ بجھاؤ۔"

بطلیوس نے غصے میں کہا "جب میں تھک جاتا ہوں تب تو ناشتا ملتا ہے۔"

سکندر نے بھی شکایت کی "اب ہمیں ناشتا پہلے ملنا چاہیے دوڑ بعد میں ہوا کرے گی۔"

لیونی دس اس وقت تو خاموش رہا مگر شاہی محل میں جا کر اس واقعے کی خبر اولیپیاس کو دی اور کہا "اگر میں کچھ دن اور ان دونوں کا اتالیق رہا تو اس حسد اور علیحدہ تعلیم و تربیت کا جو خوفناک نتیجہ برآمد ہوگا آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔"

اولیپیاس لیونی دس کو تخلیے میں لے گئی اور پوچھا "آخر ہوا کیا؟ کچھ مجھے بھی تو معلوم ہو؟"

لیونی دس نے جواب دیا "آج سکندر نے بطلیوس کے کہنے پر اپنے لائحہ عمل میں ذرا تبدیلی پیدا کر لی اور مجھے کچھ ایسا لگا جیسے بطلیوس بادشاہ ہو اور سکندر اس کا وزیر یا مشیر۔"

اولیپیاس کو پورا واقعہ بتایا گیا تو اسے بھی تشویش لاحق ہو گئی۔

کچھ تامل کے بعد اولیپیاس نے لیونی دس کو حکم دیا "کل سے میرا بیٹا سکندر بطلیوس کے ساتھ نہیں بیٹھے گا۔ تو اور تیرے ساتھی بطلیوس پر پہلی جیسی توجہ نہیں دیں گے۔"

اب لیونی دس کی مصروفیات میں کچھ زیادہ ہی اضافہ ہو گیا تھا۔

اب اسے رات کو سکندر کی خواب گاہ کے آس پاس رہنا پڑتا تھا۔ خواب گاہ میں روشنی کا ایک خاص وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔

لیونی دس نصف شب سے پہلے ہی روشنی گل کروا دیتا تھا اور سکندر کو زبردستی سونا پڑ جاتا تھا جس سے لیڈا کی داستانیں نامکمل رہ جاتیں۔

نئے انتظامات اور لائحہ عمل کے مطابق اب بطلیوس کو ہر کام تنہا کرنا پڑتا تھا۔ وہ سکندر کے بارے میں پوچھتا تو لیونی دس جواب دیتا "اب تم دونوں علیحدہ علیحدہ تربیت حاصل کرو گے۔ بعد میں تم دونوں کا مقابلہ ہوگا۔"

لیکن بطلیوس اس انتظام اور علیحدگی کا سبب جانتا تھا۔ سکندر زیوس دیوتا کا بیٹا تھا اور بطلیوس ایک عام انسان کا بیٹا تھا۔ دونوں میں فرق اور تمیز کا ہونا لازمی تھا۔ اس کا چھوٹا سا دماغ یہ ماننے کو تیار نہ تھا کہ کوئی انسان کسی دیوتا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنی ماں سے بھی اس کا ذکر کیا اور کہا "اصولاً اپنے والد فیلقوس کے بعد مجھے مقدونیہ کا بادشاہ ہونا چاہیے۔ اپنے چھوٹے بیٹے کو بادشاہ بنا دینے کا خواب کسی حال میں بھی پورا نہیں ہونے دیا جائے گا۔"

ارسی نوئی اپنے بیٹے بطلیوس کو سمجھاتی رہی "تو سکندر کا مقابلہ مت کر۔ تو یہ سب کچھ نہیں جانتا کہ وہ ایک شہزادی کا بیٹا ہے اور اسے فیلقوس کے دل و دماغ پر قابو حاصل ہے۔ شہزادی اولیپیاس کی حمایت میں جزیرے کا پورا لشکر ہے لیکن میرے پاس اپنا ایک سپاہی بھی نہیں۔"

بطلیوس نے کہا "تب پھر اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ میں لاوارثوں کی طرح جو کچھ حاصل کروں گا وہ بھیک کے ایک ٹکڑے کے سوا کچھ نہ ہوگا اور مجھے زندگی بھر سکندر کی ماتحتی میں رہنا پڑے گا۔"

ارسی نوئی نے سمجھایا "بیٹے! حکومت اور اقتدار کئی طریقوں سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ ایک اقتدار تو موروثی ہوا کرتا ہے دوسرا زبردستی چھینا جاتا ہے اور تیسرا نصیبوں سے مل جاتا ہے۔ تو جو تعلیم و تربیت حاصل کر رہا ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ بادشاہ کی موروثی حکومت تجھے بھی مل سکتی ہے مگر تجھے اس کے لیے خود کو زیادہ سے زیادہ اہل ثابت کرنا ہوگا کہ تو ہر معاملے میں سکندر سے زیادہ اہل ہے۔"

بطلیوس نے کہا "اگر لیونی دس ہم دونوں کا اتالیق رہا تو میں کبھی بھی سکندر کا مدمقابل نہیں بن سکوں گا کیونکہ اس کی ساری توجہ سکندر کی طرف رہتی ہے اور وہ میرے معاملے میں بخل سے کام لے رہا ہے۔"

ارسی نوئی نے کہا "کچھ بھی سہی' تیرا یہ عذر زمانہ نہیں تسلیم کرے گا اسی لیے میں یہ کہتی ہوں کہ تو سب کچھ اپنی کوششوں سے بننے کی فکر کر۔"

بطلیوس اپنی ماں کے اس مشورے پر کئی دن غور کرتا رہا اور

بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے لیونی دس کی اتالیقی میں زیادہ جوش و خروش اور سمجھداری سے اپنا کام شروع کر دیا۔ ارسی نوئی اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ بیٹے کو مشورے دیتی کہ نامی گرامی سرداروں کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے۔ ان پر غیر محسوس طریقے سے اپنی لیاقت' صلاحیت اور قابلیت کو ثابت کرتا رہے۔ ان سے کس طرح پیش آیا جاتا ہے اور ان کے دل کس طرح مٹھی میں لے جاتے ہیں یہ ساری باتیں اسے اپنے طور پر سمجھنی ہیں۔ اسے سکندر کے مقابلے میں نمایاں حیثیت اختیار کرنی ہے اور فیلقوس کی نظر میں بھی اہم بننے کی کوشش کرنی ہے۔"

بطلیوس نے اسے بتایا "میں جتنی محنت کر رہا ہوں سکندر اتنی محنت نہیں کر سکتا۔ میں اس کے ساتھ دوڑ میں حصہ لیتا ہوں اور وہ دوڑ کے نقطۂ اختتام سے کچھ پہلے تک مجھ سے پیچھے رہتا ہے لیکن پھر معلوم نہیں کس طرح آگے نکل جاتا ہے اور دوڑ کا مقابلہ جیت لیتا ہے۔ اسی طرح فنِ شمشیرزنی میں وہ اپنی ہلکی تلوار سے کچھ زیادہ ہی ماہر ہونا ثابت کرتا رہتا ہے لیکن وہ میری بھاری شمشیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں جب چاہوں اسے قتل کر دوں لیکن لیونی دس ہمارے آڑے آ جاتا ہے۔ اسی طرح نیزہ بازی میں وہ مجھ سے بہت پیچھے ہے۔ میرا نیزہ کسی دن اس کے سینے میں بھی اتر سکتا ہے۔"

ارسی نوئی نے سمجھایا "ایسا غضب نہ کرنا ورنہ ہم سب برباد ہو جائیں گے اور اولیپیاس ہم سب کو ٹھکانے لگوا دے گی۔"

اسی ماحول میں یہ دونوں بھائی پرورش پاتے رہے۔ بطلیوس نے اپنے عزائم چھپا کر رکھے جب کہ سکندر بطلیوس کے بارے میں ایسے خیالات نہیں رکھتا تھا۔ اگر مقابلوں میں سکندر جیت جاتا تھا تو وہ بطلیوس کے آزردہ دل کو اپنی فتح کی خوشی ظاہر کر کے دکھ نہیں پہنچاتا تھا اور اس کے خیال میں یہ کوئی قابلِ ذکر بات بھی نہیں ہوتی تھی۔

سکندر اپنے جرنیلوں کو اس لائق نہیں سمجھتا تھا کہ ان کو منہ لگایا جائے۔ اولیپیاس کی بھی یہی ہدایات تھیں کہ سرکاری عہدیداروں اور درباریوں کو زیادہ اہمیت نہ دی جائے کیونکہ یہ ٹھوکر میں رکھے جائیں تو زیادہ خوش رہتے ہیں اور انہیں پاس بٹھا لیا جائے تو سر چڑھ جاتے ہیں۔

○☆○

فیلقوس کو تھیبز بہت زیادہ پریشان کر رہا تھا۔ وہ مقدونیہ سے مشرقی بندرگاہوں کو چھین لینے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے ایتھنز کی دوستی حاصل کر لی اور اسپارٹا سے سازباز ہو رہی تھی۔ فیلقوس کو تھیبز کی یہ حرکتیں گراں گزر رہی تھیں۔ وہ تھیبز کے حوالے سے اپنے قید و بند کے زمانے کو نہیں بھولا تھا۔ اس کے بھائی نے اسے لڑکپن میں چند برسوں کے لیے یرغمالی کے طور پر تھیبز کو دے دیا تھا۔ ان دنوں تھیبز کے لوگوں فیلقوس سے طعن آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔ تھیبز والوں کے خیال میں مقدونیہ کے لوگ کاشتکار تھے' ان سے سپاہ گری کا کام لینا فضول تھا جب کہ تھیبز کے لوگ خود کو اشراف اور پیدائشی سپاہی سمجھتے تھے۔

ماضی میں ان لوگوں نے بڑی شکستیں دی تھیں اور اس کا رعب ابھی تک طاری تھا۔ یہ ساری باتیں سکندر کی سمجھ میں بھی آ رہی تھیں اور بطلیوس کی بھی عقل و دانش بڑھتی جا رہی تھی۔

فیلقوس یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھا کہ مزدور یا کاشتکار سپاہی نہیں بن سکتے اور تھیبز کو جو برتری حاصل ہے وہ ہمیشہ اسے حاصل رہے گی۔

فیلقوس تھیبز کے اثر و اقتدار کو پارہ پارہ کر دینے کی فکر میں تھا لیکن جب بھی اس نے ایسا کرنا چاہا تو قرب و جوار کی دوسری حکومتیں تھیبز کی حلیف بن گئیں اور یہ متحدہ قوتیں فیلقوس کو اس کے جارحانہ عزائم سے باز رکھتی تھیں۔

اب مقدونیہ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے یونان کی قیادت کرنی ہے۔ مشرقی بندرگاہ اس کی ہے اور تھیبز کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خواہ مخواہ اس علاقے میں بڑے بدمعاش کا کردار ادا کرے۔ اس نے ایک خفیہ وفد ایتھنز روانہ کیا۔ فیلقوس نے اس وفد کے ذریعے ایتھنز کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اس نے ایتھنز کو خبردار کیا "دیکھو! میں نے ایتھنز کی محبت اور دوستی میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایمفی پولس نامی شہر ایتھنز کے حوالے کر دیا جائے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایمفی پولس کبھی بھی اس پر تیار نہیں ہوگا۔ وہ جنگ کرے گا اور اس جنگ میں وہ تھیبز اور ایتھنز سے مدد بھی طلب کرے گا۔ ایتھنز کو چاہیے کہ وہ ایمفی پولس کا ساتھ نہ دے کیونکہ ...... میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایمفی پولس فتح کے بعد ایتھنز کے حوالے کر دیا جائے اور اسی طرح ...... میں تھسلی کی خلیج پر بھی قابض ہونا چاہتا ہوں وہاں بھی لڑائی چھڑ جائے گی۔ تھیبز مزاحمت کرے گا اور ایتھنز سے مدد کی درخواست کرے گا اور اپنی طاقتور فوج خلیج تھسلی میں اتار دے گا۔"

ایتھنز کے لیے ایمفی پولس بہت اہم تھا۔ وہ مدتوں سے ایمفی پولس پر اپنا حق جتا رہا تھا لیکن دو چار بڑی سیاسی قوتوں نے ہمیشہ مداخلت کر کے ایمفی پولس کو بچایا تھا۔

اب ایتھنز کی نظر میں فیلقوس یہ کام کر سکتا تھا۔

فیلقوس کی خواہش پر ایتھنز نے اس معاہدے کو صیغۂ راز میں رکھا اور مقدونیہ نے ایمفی پولس پر چڑھائی کر دی۔

تھیبز نے اس کی مدد کرنی چاہی تو فیلقوس نے خلیج تھسلی میں بھی جنگ شروع کر دی اور تھیبز ایمفی پولس کی کوئی مدد نہ کر سکا۔

ایمفی پولس نے تھیبز اور ایتھنز سے مدد مانگی تو ایتھنز نے جواب میں کہلوایا کہ تم لوگ کچھ دن مقابلہ کرو اس کے بعد تمہاری مدد کو آ جائیں گے لیکن وہ دن کبھی نہ آیا۔ ایمفی پولس پر بھی فیلقوس کا قبضہ ہو گیا اور خلیج تھسلی پر بھی۔

ایتھنز کچھ دن انتظار کرتا رہا کہ فیلقوس ایک خفیہ معاہدے

کے پیشِ نظر ایمفی پولس ایتھنز کے حوالے کر دے۔

لیکن جلد ہی ایتھنز کے بڑوں کو یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ ایمفی پولس کے معاملے میں فیلقوس کی نیت درست نہیں ہے چنانچہ اپنے وفد کے ذریعے ایتھنز کے بڑوں نے فیلقوس کو پھسلانا چاہا اور وعدہ کیا کہ اگر ایمفی پولس ایتھنز کے حوالے کر دیا جائے تو وہ اس ایک شہر کے عوض کئی دوسرے شہر فیلقوس کے حوالے کر دیں گے ان میں پڈنا نامی شہر کی فیلقوس کی نظر میں بڑی اہمیت تھی اور ایتھنزیوں کا خیال تھا کہ فیلقوس اس لالچ میں ایمفی پولس ان کے حوالے کر دے گا۔

لیکن فیلقوس نے ایتھنزی وفد سے بات چیت جاری رکھی اور اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر پڈنا پر بھی قبضہ کر لیا۔ ایتھنزی وفد سے بعد میں اس نے پوچھا "جو شہر میرے قبضے میں ہے اسے تم بطور تحفہ مجھے دینے کا کیا اختیار رکھتے ہو؟"

اب ایتھنز کو احساس ہوا کہ فیلقوس کس قسم کا آدمی ہے۔ ان کا واسطہ ایک دھوکے باز، فریبی اور مکار سے پڑا تھا جس کے قول و فعل پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یونان کی کسی بھی ریاست کو ایک عرصے تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ فیلقوس کیا چاہتا ہے اور اس کی سوچ کس قسم کی ہے۔ جب کہ فیلقوس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ یونان کی ٹکڑے ٹکڑے حکومتوں کو متحد اور منظم کرے گا۔ وہ متحدہ یونان کا خواب دیکھ رہا تھا۔ اسے بعض یونانی ریاستوں کی یہ بات گراں گزرتی تھی کہ وہ اپنے معاملات میں ایران کو مداخلت کا موقع دیتے تھے بلکہ ایران کی مدد سے اپنے حریف اور پڑوسی ریاستوں پر اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

فیلقوس کو یہ باتیں بہت بری لگتی تھیں لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یونان کی بیشتر ریاستوں میں جمہوریت ہے اور وہ سب بادشاہت سے نفرت کرتی ہیں۔

ان جمہوری ریاستوں کی موجودگی میں فیلقوس کی بادشاہت خطرات میں گھری نظر آتی تھی مگر فیلقوس کو یقین تھا کہ وہ ان جمہوری ریاستوں کے خاتمے عام یونانیوں پر واضح اور ظاہر کر کے رہے گا۔ فیلقوس کی اپنی فوج اس سے بہت خوش تھی۔ اسے فیلقوس کی وجہ سے خاصی آسودگی حاصل ہوئی تھی اور فیلقوس نے اسے کئی فکروں سے آزاد کر دیا تھا۔ جنگی تراکیب سوچنا اور ان پر عمل کرنا، فیلقوس کا کام تھا۔ دوسروں کو اس سے مبرا کر دیا گیا تھا۔ کسی شہر پر قابض ہونے کے بعد وہاں کے بڑے لوگوں سے کس طرح بات کی جائے، کیا بات کی جائے اور مفتوحہ شہر میں کس قسم کا نظم و نسق رائج کیا جائے، یہ ساری ذمے داری فیلقوس نے سنبھال رکھی تھی۔ اس کی فوج اور رعایا کو ان جھمیلوں سے نجات حاصل ہو گئی تھی اور وہ اپنے لیے بادشاہ کو بہت ضروری سمجھتے تھے جب کہ یونان کی دوسری ریاستیں بادشاہت کو ناپسند کرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے شہر کا نظام یا اختیار کسی ایک شخص کے ہاتھ میں دے دینے کو بہت خطرناک سمجھتی تھیں۔

فیلقوس نے ایمفی پولس اور پڈنا کے ساتھ جو سلوک کیا تھا جمہوریت پسندوں کا یہ خیال تھا کہ اگر مقدونیہ میں جمہوری حکومت ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔ معاہدہ شکنی اور بے وفائی ایک بادشاہ کے لیے تو بہت آسان ہے لیکن جمہوری ادارے کسی حال میں بھی ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

فیلقوس نہایت ہوشیاری سے اپنی طاقت بڑھاتا رہا۔ اس نے جمہوریت کی بعض خامیوں کو خوب سمجھ رکھا تھا۔ یعنی کسی اہم معاملے میں جمہوری ادارے اتفاقِ رائے پیدا کرنے کے لیے مشکلات میں پھنس جاتے ہیں جب کہ فیلقوس جو فیصلہ کرتا تھا وہ سب کے لیے قابلِ قبول ہوتا تھا۔ اقدامات بھی نہایت تیزی سے کیے جاتے تھے اور وفادار فوجی اور دوسرے سرداروں کو اپنی ٹانگ اڑانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔

مقدونیہ والوں کے لیے بادشاہت غیر مفید تھی۔ چنانچہ فیلقوس شمال اور شمال مغربی جنگجو قبائل کو اپنی فوج میں شامل کرتا رہا۔ اس سلسلے میں اسے زر پاشی سے بھی کام لینا پڑا اور یونانیوں کو کافی عرصے بعد یہ معلوم ہوا کہ فیلقوس جاہ پسندی کے معاملے میں بہت زیادہ خود پسند بلکہ خود غرض تھا۔ وہ فوج کے ذریعے شہروں کو فتح کرتا تھا تو اسے کم خوشی حاصل ہوتی تھی کیونکہ اس فتح میں بڑی حد تک فوج کا بھی ہاتھ ہوتا تھا لیکن جب وہ کسی شہر کو چالاکی، عیاری اور فریب کاری سے فتح کر لیتا تھا تو اسے زیادہ خوشی حاصل ہوتی تھی۔ کیونکہ اس فتح میں کسی اور کا ہاتھ نہیں ہوتا تھا۔

بادشاہ کی اس خود غرضانہ سوچ کا اندازہ اولمپیاس نے بہت پہلے لگا لیا تھا۔ اولمپیاس نے دیکھا تھا کہ ارسی نوئی اور خود اس کی جو وقعت بادشاہ کی نظر میں تھی وہ ان عورتوں اور لڑکیوں کو حاصل نہیں تھی جو اسے تحفے میں دی گئی تھیں۔

اولمپیاس کو اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ فیلقوس اپنی بادشاہت کے لیے کیا سوچ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے مگر وہ بادشاہ کے اقتدار میں اپنی شمولیت ضروری سمجھتی تھی جب کہ فیلقوس اولمپیاس کو اس حد تک آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

خود پسندی کے اس مقابلے میں بظاہر اولمپیاس ہار گئی تھی کیونکہ فیلقوس نے اپنے ملکی معاملات میں اولمپیاس کو کہیں بھی شریک نہیں کیا تھا لیکن اولمپیاس نے فیلقوس کو اس طرح شکست دے دی کہ وہ محل کی اندرونی فضا میں فیلقوس کو مسترد کرتی چلی گئی۔ محل کے باہر فیلقوس کو جو حیثیت حاصل تھی، اولمپیاس کو اس سے کوئی غرض نہ تھی۔ لیکن خاص شاہی محل کے اندر صرف اولمپیاس کی حکومت تھی اور بہت جلد بادشاہ کو بھی محلاتی فضا سازشی محسوس ہونے لگی۔ اس سازشی فضا میں فیلقوس کے لیے

خوف تھا، ڈر تھا اور خطرہ تھا۔

اولمپیاس نے محلاتی ماحول اور فضا کو قابو میں رکھنے کے لیے ارسی نوئی سے دوستی کر لی تھی لیکن اس قیمت پر کہ ارسی نوئی اس کی تابعدار رہے اور اس کی برائی میں کوئی دخل نہ دے۔

ارسی نوئی کو اگر ذرا سی بھی فیلقوس کی نمایاں رفاقت حاصل ہوتی اور فیلقوس اس کو داشتہ کے بجائے بیوی سمجھتا تو اولمپیاس کی ایک مدِمقابل قوت محل کے اندر ہی نمودار ہو سکتی تھی لیکن پورے یونان پر اقتدار کا خواب دیکھنے والا فیلقوس اپنے محل کے اقتدار سے محروم ہو گیا۔

دونوں عورتیں اپنے اپنے بیٹوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول تھیں۔ دونوں کے استاد ایک تھے لیکن ارسی نوئی کو اس کا بڑا احساس تھا کہ اس کے بیٹے بطلیموس کا استادی عملہ علیحدہ ہونا چاہیے تھا۔

ارسی نوئی اپنے بیٹے کو تنہائی میں سمجھاتی رہتی "دیکھ بیٹے! تو نے جس ماحول میں آنکھ کھولی ہے اس میں دماغی اور جسمانی برتری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ بھول جا کہ تو بادشاہ کی داشتہ کا بیٹا ہے بس تجھے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مقدونیہ کا بادشاہ فیلقوس تیرا باپ ہے اور تو اپنے باپ کا جانشین ہو سکتا ہے۔"

ارسی نوئی کے برعکس اولمپیاس اپنے بیٹے سکندر کو یہ باور کراتی تھی "تو اپنی ماں اور باپ دونوں ہی طرف سے حکمرانوں کا فرزند ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تو یونان کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کا بیٹا ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ تیری ہمسری کا دعویٰ کرے۔"

سکندر ماں سے کہتا "لیکن بطلیموس بھی کم نہیں ہے۔ وہ دوڑ میں مجھ سے آگے نکل جاتا ہے اور تھکتا بھی کم ہے جب کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے مجھ سے کہیں کم تر ہے۔"

اولمپیاس نے پوچھا "یہ دوڑ کتنی لمبی ہوتی ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "شاہی محل سے قبرستان کے مجرے تک کہتے ہیں یہ ایک ہزار قدم کی دوڑ ہوتی ہے مگر بطلیموس نے اس میں اضافہ کر دیا ہے اور وہ اتنی دور تک دوڑتا چلا جاتا ہے جیسے وہ ساحلِ سمندر تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

اولمپیاس نے فکرمند لہجے میں پوچھا "اس غیر معمولی دوڑ میں تو کیا کرتا ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "بطلیموس کے ساتھ مجھے بھی دوڑنا پڑتا ہے اور مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب اسی تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے محل تک واپس آنا پڑتا ہے۔ اونچا نیچا ناہموار راستہ بہت زیادہ پریشان کرتا ہے۔"

اولمپیاس کو فکر لاحق ہو گئی کہ اس طرح تو بطلیموس آگے نکل جائے گا اور اس کا بیٹا سکندر احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس نے تخلیے میں لیونی دس کو بلوایا اور اس سے پوچھا "یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ میں نے تجھے اس لیے اتالیق مقرر کیا تھا کہ تو میرا عزیز بھی ہے مگر تیری اتالیقی میں بطلیموس میرے بیٹے سکندر پر فوقیت لے جا رہا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

لیونی دس نے اولمپیاس کو مشورہ دیا "اب تک مجھے اس قسم کی شکایتوں کا موقع نہیں ملا تھا مگر اب تم کو بھی سکندر کی تعلیم و تربیت کے لیے ایتھنز سے لائق استاد بلوانے چاہئیں۔"

اولمپیاس بھی ایتھنز کی شہرت سے واقف تھی۔ اس نے لیونی دس کو اختیار دیا کہ سکندر کی غیر معمولی تعلیم و تربیت کے لیے جو مناسب سمجھے کرے۔

لیونی دس نے ایتھنز سے ماہر استاد بلوا لیے۔

لیکن دونوں شہزادوں میں نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے امتیاز برتنا شروع کر دیا۔ اب لیونی دس نے دونوں شہزادوں کو الگ الگ غلاموں کے ساتھ دوڑانا شروع کر دیا تھا۔ مقدونیہ کے مانے ہوئے ماہر دوڑنے والے سکندر کے ساتھ دوڑائے جاتے اور کمتر رفتار کے دوڑنے والے بطلیموس کے ساتھ دوڑ میں شریک کیے جاتے۔ بطلیموس نے ان دوڑنے والوں کو شکست دے دی لیکن جب سکندر کو لیونی دس کی چالاکی کا علم ہوا تو اس نے غلاموں کے ساتھ دوڑنے سے انکار کر دیا۔

لیونی دس نے پوچھا "سکندر! کیا تو غلاموں کو دوڑ کے معاملے میں حقیر سمجھتا ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "بالکل نہیں لیکن بطلیموس کے ساتھ جو غلام دوڑتے ہیں ان کا دوڑ میں کوئی مقام نہیں جب کہ میرے ساتھ دوڑنے والے غلام خاص مقام رکھتے ہیں۔ یہ امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ سکندر کے اصرار پر بے بس ہو گیا۔ اگلی بار جب سکندر کو بطلیموس اور ان تیز رفتار دوڑنے والوں کے ساتھ دوڑایا گیا تو لیونی دس نے ان غلاموں کو ہدایت کر دی کہ وہ دوڑ میں سکندر سے پیچھے رہیں اور اسے جیت جانے کا موقع دیں۔

کئی بار جیت کے بعد سکندر کو اپنی جھوٹی جیت کا احساس ہو گیا تو اس نے اس دوڑ میں بھی حصہ لینے سے انکار کر دیا اور اپنی ماں سے لیونی دس کی شکایت کی۔

لیونی دس نے اس عرصے میں ایتھنز سے ماہرین بلوا لیے تھے۔ ان لوگوں نے بڑی تن دہی سے شہزادوں کو مختلف فنون کی تعلیم و تربیت دینی شروع کر دی۔

بطلیموس محسوس کر رہا تھا کہ ہر معاملے میں سکندر پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے اور اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ وہ اس عدم توجہی کی شکایت اپنی ماں سے کرتا تو ماں اسے تسلی دیتی اور کہتی۔ "تجھے جو کچھ حاصل کرنا ہے وہ اپنی ذاتی کوششوں اور توجہ سے حاصل کر۔ اولمپیاس کے آدمی تجھے آگے بڑھنے سے روکیں گے مگر تجھے ہر حال میں ان کا مقابلہ کرنا ہے۔"

جب سکندر کو پڑھنا لکھنا آگیا تو لیونی دس نے اسے ہدایت کی کہ وہ ہومر کا لیڈیا ضرور پڑھے اور بار بار پڑھے۔ اس کے ہیرو اکلیز کو اپنے ذہن اور تصور میں بٹھالے اور اس کے مثل بننے کی کوشش کرے۔ یہ کتاب جانوری کی کھال پر لکھی گئی تھی۔ سکندر نے اسے پڑھنا تو شروع میں اسے مزہ نہیں آیا مگر آہستہ آہستہ اس کتاب نے اس کے دل و دماغ پر ایسا قبضہ کیا کہ پھر وہ اس سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔

بطلیوس کو ہومر کی اس کتاب سے محروم رکھا گیا لیکن ارسی نوئی نے اپنے بیٹے کو ہمیشہ یہ سبق دیا کہ وہ کتابوں سے زیادہ جیتے جاگتے فاتحین کے کارناموں پر نظر رکھے اور ان کی تقلید میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

چنانچہ فیلقوس بطلیوس کا مثالی انسان تھا۔ یہ انسان مدبر بھی تھا جنگجو بھی تھا حکمران بھی تھا۔ شوہر بھی تھا اور باپ بھی تھا اور اسی انسان سے بطلیوس نے سب کچھ سیکھا۔ اس کی ماں ارسی نوئی اپنے بیٹے کی طرف سے بالکل مطمئن تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ اولمپیاس سے فیلقوس کی کئی اولادیں پیدا ہوگئیں۔ ان میں بیٹی کلوپیٹرا بھی تھی۔ فیلقوس کی دولتی مصروفیات میں غیر معمولی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

اولمپیاس نے ایتھنز کے اساتذہ کا غیر معمولی اثر قبول کیا۔ اس نے ایتھنز کے ماہرین خطابت کو سنا تھا مگر دیکھا نہیں تھا۔ ان کے بارے میں دوسروں سے معلومات بھی حاصل کی تھیں۔ اسے افلاطون کی اکیڈمی کا بھی علم تھا۔ وہاں سے جو مقررین فارغ ہو کر نکل رہے تھے ان سے بھی واقف تھی۔

ایتھنز پر ان کا اثر و اقتدار تھا۔ ان میں سے کئی افلاطون کی اکیڈمی سے تعلق رکھتے تھے۔ ڈیماس تھینز بھی اسی اکیڈمی کا نکلا ہوا تھا جس کی سیاست "تدبر اور خطابت کا ایک زمانہ معتقد تھا۔ یہ شخص فیلقوس کا مخالف تھا۔ اولمپیاس کی خواہش تھی کہ سکندر کی تعلیم و تربیت ڈیماس تھینز کرے مگر جب وہ ایتھنز کا کرتا دھرتا قرار پایا تو اولمپیاس کی نظریں ارسطو پر گئیں۔ ارسطو کا بھی بے حد شہرہ تھا اور اس کے لیے یہ بھی مشہور تھا کہ افلاطون ارسطو کا استاد ہونے کے باوجود اپنے شاگرد کے اعتراضات کا ہدف بن جاتا تھا اور کئی علمی امور پر یہ دونوں استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے تھے۔

ڈیماس تھینز بھی افلاطون کے ایسے ہی شاگردوں میں شمار کیا جاتا تھا جن سے افلاطون خوش نہیں تھا۔ چنانچہ جب ارسطو کو مقدونیہ کی طرف سے سکندر کے لیے پیشکش کی گئی تو ارسطو نے یہ پیشکش قبول کرلی اور ایتھنز کو چھوڑ کر مقدونیہ چلا گیا۔ ایتھنز میں لائق لوگوں کی کمی نہ تھی۔ یہاں ارسطو کو خاطر میں نہ لانے والے کئی لوگ موجود تھے جب کہ مقدونیہ میں ارسطو کا ایک بھی حریف نہ تھا۔ شاید اسی وجہ سے ارسطو نے ایتھنز پر مقدونیہ کو ترجیح دی۔

فیلقوس کو ان علمی اور خیالی لوگوں سے زیادہ عملی اور فکری صلاحیتوں پر بھروسا تھا۔

ارسطو کو فیلقوس کی بھی تائید اور حمایت حاصل تھی۔ بادشاہ بھی ارسطو سے خوش تھا۔

جب سکندر کو ارسطو کے سپرد کیا گیا تو اس وقت سکندر کی عمر چودہ سال تھی اور وہ شمشیرزنی میں خاص مہارت حاصل کر چکا تھا۔ وہ مقابلوں میں بہت عجلت سے کام لیتا تھا اور اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے دشمن پر فوراً قابو پالے جب کہ بطلیوس ایسے موقعوں پر چالاکی سے کام لیتا تھا۔ ایک ایسے ہی مقابلے میں فیلقوس نے سکندر کی جلدبازی اور جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے یہ رائے دی "سکندر کو یہ خامیاں اپنی ماں سے ورثے میں ملی ہیں۔"

اور بطلیوس کی چالاکی اور تحمل کو دیکھتے ہوئے یہ رائے دی۔

"یہ خصوصیات بطلیوس کو اپنی ماں سے ملی ہیں۔"

لیونی دس نے فیلقوس سے پوچھا "ان دونوں میں آپ کی کون سی خصوصیات پائی جاتی ہیں؟"

فیلقوس نے جواب دیا "فی الحال کچھ پتا نہیں۔ جب یہ دونوں عملی زندگی میں قدم رکھیں گے تب تیرے اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا۔"

لیونی دس نے ارسطو سے سکندر کی شکایت کرتے ہوئے کہا۔ "ہم لوگ اسے جو کچھ دے سکتے تھے دے چکے۔ میں نے اسے ہومر کی کتاب لیڈیا پڑھنے کے لیے دی تھی تاکہ یہ لیڈیا کے ہیرو اکلیز کی طرح بڑا آدمی بن جائے مگر سکندر کتابی کیڑا بن کر رہ گیا۔ اب یہ کتابیں پڑھتا رہتا ہے۔"

ارسطو نے کہا "کتابیں پڑھنا اور کتابی کیڑا بننا الگ الگ باتیں ہیں۔ کتابی کیڑا کتابوں سے کچھ حاصل نہیں کرسکتا جب کہ کتابیں پڑھنے والا اگر کتابوں سے کچھ حاصل کرتا ہے تو کتابی کیڑا نہیں کہلائے گا۔ دیکھنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سکندر ان کتابوں سے کچھ حاصل بھی کرتا ہے یا نہیں؟"

لیونی دس نے کہا "اگر میں رات کو چراغ نہ بجھاؤں تو سکندر پوری رات کتاب پڑھتا رہے۔ ایک حکمران کے لیے مطالعے میں اتنا وقت ضائع کردینا ایک فضول سی بات ہے۔"

ارسطو نے جواب دیا "کتابوں کو برا مت کہہ۔ اس سے علوم کی بے عزتی ہوتی ہے۔ بات اعتدال پسندی کی ہے۔ ایک استاد کو اپنے شاگرد کی ایسی تربیت کرنی چاہیے کہ شاگرد ایک خاص وقت پر خود ہی چراغ بجھا دے۔"

فیلقوس نے ایتھنز کے ارسطو کو سکندر کے پاس دیکھا تو وہ بے حد خوش ہوا۔ ایتھنز کے علوم و حکمت سبھی کے لیے لائق تعظیم تھے لیکن لیونی دس کو ارسطو بھی کتابی کیڑا نظر آرہا تھا کیونکہ یہ سکندر سے بڑی بڑی باتیں کرتا رہتا تھا اور اسے پڑھنے کے لیے کئی کتابیں بھی فراہم کردی تھیں۔

ابھی تک لیونی دس نے جس طرح شہزادوں کو تربیت دی تھی اس میں سختی اور تشدد کو بڑا دخل تھا۔ وہ لذیذ غذاؤں سے شہزادوں کو محروم رکھتا تھا اور انہیں آرام طلبی سے بچاتا تھا۔ لیونی دس شہزادوں کو بتاتا تھا کہ جن قبائلی افراد سے اس کا لشکر تیار کیا گیا ہے وہ پہاڑ اور پہاڑیوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی روزمرہ زندگی میں اتار چڑھاؤ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جب وہ اوپر چڑھتے ہیں تو انہیں خاصی محنت کرنی پڑتی ہے اور جب وہ نیچے اترتے ہیں تو انہیں خود کو بہت سنبھالنا پڑتا ہے۔ لیونی دس کے خیال میں شہزادوں کی زندگی میں قرار کا کوئی لمحہ نہیں ہوتا۔

جب کہ ارسطو کو ان تعلیمات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ کہتا تھا "اس طرح تو لیونی دس شہزادوں کو غاروں میں رہنے والے انسانوں کا سردار بنا دے گا جو ہر وقت روزی کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہتے تھے اور سکون کا ایک لمحہ بھی انہیں میسر نہ آتا تھا۔"

اس نے سکندر کو بتایا "لیونی دس کو خود تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ تیری ماں کی طرف سے تیرا رشتے دار نہ ہوتا تو شاید اسے تیری محبت بھی میسر نہ آتی۔ حکمت و علوم سے محروم یہ شخص تیری ذہنی تربیت کس طرح کرے گا؟"

اب سکندر کو یہ معلوم ہوا کہ استاد کیا ہوتا ہے اور ذہنی برتری کسے کہتے ہیں۔

ارسطو یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ لیونی دس کی وقعت اس حد تک گرادی جائے کہ استاد کے مرتبے میں فرق آجائے۔ اس نے سکندر کو سمجھایا "لیونی دس نے چودہ سال تک تیری تربیت کی اور آج جو تو نظر آرہا ہے وہ لیونی دس کی کوششوں کا ثمر ہے اس لیے تو زندگی بھر لیونی دس کا احسان مند رہے گا۔ سیکھنے والا سکھانے والے کا ہمیشہ احسان مند رہتا ہے گویا سیکھنے والا احسان مند اور سکھانے والا محسن۔ لیونی دس اور تجھ میں یہی دونوں رشتے پائے جاتے ہیں۔"

بطلیوس یہ ساری باتیں سکندر کے طفیل حاصل کر رہا تھا کیونکہ ان دونوں کا بیشتر وقت ساتھ گزرتا تھا۔

اسی ماحول میں سکندر اپنے باپ کو اس حال میں دیکھ رہا تھا کہ جب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول ہوتا تو اسے کسی بات کا ہوش نہ رہتا۔ اگر اس کے دوستوں میں کوئی چھپا ہوا دشمن ہوتا تو وہ نشے میں بدمست فیلقوس کو بہ آسانی قتل کرسکتا تھا۔

اسی شراب نوشی کی محفل میں سکندر لیونی دس کو اپنے ساتھ لے گیا اور اپنے باپ کے نشے میں غرق ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "لیونی دس تو ہمارا استاد ہے کیا تو یہ بتا سکتا ہے کہ میرے باپ کے دوست کتنے ہیں؟"

لیونی دس نے جواب دیا "یوں تو تیرے باپ کے مصاحبین میں کچھ سوائلی نسل کے شہسوار شامل ہیں۔ ان کے علاوہ جوان سے بھی بہتر شہسوار ہیں جنہیں تو اپنے باپ کا دوست کہہ سکتا ہے۔"

سکندر لیونی دس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا اور شراب کے نشے میں چور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "ان میں میرے باپ کے کتنے دوست ہیں؟"

لیونی دس نے جواب دیا "یہ سارے ہی تیرے باپ کے دوست ہیں اگر یہ تیرے باپ کے دوست نہ ہوتے تو انہیں اس محفل خاص میں جگہ نہ ملتی۔"

سکندر نے بدمزگی سے کہا "اگر میں اپنے باپ کی جگہ ہوتا تو ان پر کبھی بھروسا نہ کرتا۔ ان میں کا کوئی غدار نشے میں دھت میرے باپ کو قتل کرسکتا ہے۔"

لیونی دس نے آہستہ سے کہا "ایسی باتیں مت کر۔ اگر ان میں کوئی غدار موجود ہے تو تیری ان باتوں سے اسے حوصلہ ملے گا۔"

سکندر باپ کی محفل بے نوشی کو اس لیے ناپسند کرتا تھا کہ ان میں حفظ مراتب کا خیال مٹ جاتا تھا جب کہ سکندر کے خیال میں بادشاہ کو اپنے خاص مصاحبین کے درمیان بھی فاصلہ رکھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ سکندر کو یہ بات بھی گراں گزرتی تھی کہ جو مصاحب جہاں سے بھی کسی عورت یا لڑکی کو پاتا تھا اسے زبردستی اپنے ساتھ خیمے میں لے جاتا تھا۔ فیلقوس خود بھی یہی کرتا تھا۔

سکندر اپنے اس کرب کو چھپائے رکھتا تھا اور اگر کبھی اپنی ماں کے سامنے اس کا اظہار کرتا تھا تو وہ غصے میں فیلقوس کو برا بھلا کہنے لگتی تھی۔

اولمپیاس کی بھی فیلقوس کے خلاف نفرت بڑھتی جارہی تھی۔ وہ بیٹے سے کہتی تھی کہ "تیرے باپ کو یونانی ریاستوں کے لوگ معلوم نہیں کیوں بڑا ہوش مند بادشاہ کہتے ہیں۔ میں سالہا سال سے تیرے باپ کی برائیوں کو تلاش کررہی ہوں اور ان سے ابھی تک لاعلم ہوں" ماں نے مشورہ دیا "اب تجھے اپنے باپ کے ساتھ جنگوں میں حصہ لینا ہوگا کیونکہ میں تیری بادشاہت کا انتظار کررہی ہوں۔ پورے یونان پر تیری حکومت ہونی چاہیے۔"

سکندر نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا "لیکن میں مقدونی ہوں۔ یونانی مجھے یونانی نہیں سمجھتے اس لیے وہ مجھے یونان کے بادشاہ کی حیثیت سے کبھی قبول نہیں کریں گے۔"

اولمپیاس نے اسے تسلی دی "تو مقدونی بھی ہے اور یونانی بھی۔ جب مقدونیہ کا دارالخلافہ اوریسہ ہوا کرتا تھا تو تیرے آباؤ اجداد وہیں رہا کرتے تھے۔ ہومر کے ہیرو کا تعلق تیری نسل سے تھا اور وہ یونانی تھا۔ ایشیائے کوچک کے شہزادے کی مشہور و معروف جنگ میں جس شخص نے ٹرائے کے حکمران کو شکست دی تھی اس کا تعلق بھی تیرے خاندان سے تھا اس طرح تیری رگوں میں بھی یونانی خون دوڑ رہا ہے۔"

ماں کی ساری باتیں سکندر کے دل و دماغ میں جمع ہورہی تھیں

اور اس کے حوصلے اور عزائم میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کل تک وہ جنہیں اپنا دوست، ساتھی اور بھائی سمجھتا تھا آج وہ اسے دشمن نظر آرہے تھے۔ بطلیموس اس کا بھائی بھی تھا اور زبردست حریف بھی لیکن دونوں اپنے سچے جذبات کا معقولیت سے اظہار نہیں کرسکتے تھے لہٰذا دونوں ہی اپنی اپنی جگہ چوکس اور ہوشیار تھے۔

اب ارسطو نے بھی اپنی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی باتیں ذرا گمبھیر اور دشوار ہوتی تھیں۔ یہ ارسطو کی بدقسمتی تھی کہ اسے بذاتِ خود بادشاہی سے نفرت تھی اور مقدونیہ کے بادشاہ نے اسے اپنے شہزادے کی تعلیم و تربیت کے لیے ملازم رکھ لیا تھا۔ چنانچہ ارسطو نے پیلا میں آتے ہی یہ کہنا شروع کر دیا کہ دنیا میں نیکی اور علم کی حکومت ہونی چاہیے۔ اس نے نیکی کو بڑی اہمیت دی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر نیکی کسی انسان میں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہو تو اسی کو حکومت کرنی چاہیے۔ وہ اس معاملے میں یہاں تک آگے بڑھ گیا تھا کہ غیر معمولی نیک شخص کو دیوتا کا درجہ دینے کو تیار تھا۔ نیکی سے اس کی مراد کیا تھی؟ شاید علم و حلم، انصاف اور دوسروں پر حکومت کرنے کی صلاحیت۔ جس شخص یا جس قوم میں یہ خوبیاں موجود ہوں اسے حکومت کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اسے یہ ساری خوبیاں یونانیوں میں نظر آتی تھیں اور وہ ایشیائیوں کو ان سے محروم سمجھتا تھا اس لیے اس کا یہ عقیدہ تھا کہ یونانیوں کو حاکم اور ایشیائیوں کو محکوم ہونا چاہیے۔

سکندر اس سے پوچھتا تھا "کیا میں یونانی ہوں؟"

ارسطو جواب دیتا "یوں تو تو یونانی ہے لیکن مقدونیوں کی وحشت زدہ معاشرت نے تیرے خاندان پر وحشت کو مسلط کر دیا ہے۔ میں تجھے انسان بناؤں گا اور تو اس لائق ہو جائے گا کہ پورے ایشیا پر حکومت کرے۔"

سکندر نے جذبات سے مغلوب ہو کر عرض کیا "میں اکیلیز بننا چاہتا ہوں اور اکیلیز یونانی تھا۔ میرا ہم وطن، ہم خاندان۔"

مقدونیہ کے چاروں طرف جو جمہوری ریاستیں تھیں وہ مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس سے خوفزدہ تھیں۔ اسپارٹا اور تھیبز کے لوگ اپنی بہادری پر بے حد ناز کرتے تھے۔ ان دونوں کا محلِ وقوع مقدونیہ کے لیے خطرناک تھا اور اگر ایتھنز بھی ان دونوں قوتوں کا حلیف بن جاتا تو مقدونیہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس جاتا۔

فیلقوس ان میں اتحاد نہیں پیدا ہونے دے رہا تھا۔ اگر کبھی اس کی نوبت بھی آتی تو وہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا کروا دیتا اور اس غلط فہمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی ایک پر حملہ آور ہو جاتا۔ وہ خاص طور پر تھیبز سے بہت نالاں تھا کیونکہ تھیبز کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا اور یہی وہ تھیبز تھا جہاں فیلقوس پندرہ سال کی عمر میں یرغمالی بن کر ایک قیدی کی زندگی گزار چکا تھا۔ تھیبز والے فیلقوس سے مرعوب ہونے کے لیے تیار نہ تھے حالانکہ فیلقوس جس طرح پورے یونان پر قابض ہونے کی کوشش کر رہا تھا اس سے کسی قدر تھیبز بھی خوفزدہ تھا اور وہ در پردہ آہستہ آہستہ مقدونیہ کی تباہی کے لیے فوجی تیاری میں مشغول تھا۔ فیلقوس کے مخبر اور جاسوس یہ خبریں پہنچا رہے تھے کہ تھیبز مقدونیہ کو ہر حال میں اپنے سے کمتر سمجھتا ہے اور فیلقوس تھیبز کی برتری کے پاگل پن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتا تھا۔

سکندر کی نظریں اس کشمکش کا غائرانہ جائزہ لے رہی تھیں۔

سکندر کو باپ کے ساتھ ایسی کئی جنگوں میں حصہ لینا پڑا اور ایک ایسی ہی جنگ میں فیلقوس اپنی ایک آنکھ سے محروم ہو گیا۔ یک چشم فیلقوس کو اپنے اس نقصان کا دکھ تو بڑا ہوا مگر اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ تھیبز کو بالکل تباہ و برباد کر دے گا۔

ایک اور جنگ میں اس کا ایک بازو بھی زخمی ہو گیا اور صحیح طرح حرکت کے لائق نہ رہا۔

اس کے علاوہ اس کا ایک ہاتھ بھی زخمی ہوا اور ایک پاؤں بھی جس سے فیلقوس کو چلنے پھرنے میں دشواری پیش آنے لگی۔

لیکن یہ سارے نقصان فیلقوس کی جارحانہ کارروائیوں میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ ایسا لگتا تھا جیسے فیلقوس کی نظر میں اپنے مقاصد زیادہ اہم تھے اور اس کے اعضا کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔

چونکہ ایتھنز خطرات محسوس کر رہا تھا اس لیے ڈیماس تھینز نے فیلقوس کی شدید مذمت شروع کر دی۔ ایمفی پولس اور تھسلی کے معاملے میں فیلقوس نے ایتھنز کو دھوکا دیا تھا اور اس سے ڈیماس تھینز سخت غیظ و غضب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی قوم کو فیلقوس کو برا بھلا کہتے ہوئے متنبہ کیا۔

"ذرا غور تو کرو کہ اس وقت تم کو کس آدمی سے لڑنا ہے۔ یہ وہ آدمی ہے جس نے شوقِ حکومت میں اپنی ایک آنکھ کھو دی، ایک شانہ تڑوا لیا، ایک ہاتھ اور پاؤں زخمی کرا لیا۔ یعنی جسم کے اعضا میں سے جس حصے کو تقدیر نے حکومت کے معاوضے میں طلب کیا فوراً نذر کر دیا۔ تاکہ باقی جسم عزت و آبرو سے زندہ رہے۔"

تقریر کا یہ ٹکڑا مقدونیہ پہنچا تو سکندر نے ارسطو سے پوچھا۔ "استادِ محترم! یہ ڈیماس تھینز اسی اکیڈمی کا نکلا ہوا تھا جہاں سے آپ نے تعلیم پائی۔ آپ نے میری اتالیقی قبول فرمائی اور بادشاہ کے زیرِ سایہ رہنا گوارا کر لیا جب کہ ڈیماس تھینز ہماری مذمت کر رہا ہے۔"

ارسطو نے جواب دیا "ڈیماس تھینز بادشاہت سے نفرت کرتا ہے اس لیے تیرے باپ کو برا کہتا ہے۔ میں خود بھی بادشاہت کو پسند نہیں کرتا لیکن میں یونان کی ایشیا پر برتری کا خواہاں ہوں۔ اگر یہ خواب تم لوگوں نے پورا کر دیا تو مجھے تم لوگوں کی بادشاہت اچھی لگے گی۔"

ارسطو ٹہل ٹہل کر سکندر کو درس دیا کرتا تھا اور اری ٹولی کے حکم سے بطلیموس بھی ارسطو کے حوالے کر دیا گیا۔

دورانِ تدریس سکندر نے دیکھا کہ ارسطو کو پرندوں سے بے حد دلچسپی ہے۔ اس نے مقامی پرندوں کو جمع کیا اور ان پر کام کرتا رہتا۔

سکندر نے اس سے وعدہ کیا "استاد! جب میں ایشیا فتح کروں گا تو وہاں کے دوسرے سامان کے ساتھ آپ کو بہت سے ایشیائی پرندے بھی بھیجوں گا۔"

شمال سے اچانک یہ خبریں آنی شروع ہو گئیں کہ تھیبز بندرگاہوں کے معاملے میں فیلقوس پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اور اس میں ایتھنز بھی شریک ہو گیا ہے۔

سکندر نے ارسطو سے رائے لی۔ "استاد! ایتھنز تھیبز کا ساتھ دے رہا ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

ارسطو نے جواب دیا "جب کسی پر جنگ مسلط کی جاتی ہے تو وہ لڑائی پڑتی ہے اور اب تو وہ تجھے موقع دے رہے ہیں کہ تو اپنے باپ کے ساتھ مل کے چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو ختم کر دے اور ایک مضبوط، متحد اور منظم حکومت کو وجود میں لائے اسی میں یونان کا فائدہ ہے۔"

سکندر نے بے دلی سے کہا "یہ جنگیں تو میرا باپ لڑ رہا ہے۔ میں تو اس میں شامل ہو جاتا ہوں۔ اگر میرے باپ کی فتوحات کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو میرے لیے کیا باقی بچے گا؟ آپ بادشاہ سے کہیں کہ وہ کچھ ریاستیں میرے لیے چھوڑ دیں۔"

ارسطو نے سکندر کو سمجھایا "دنیا بہت بڑی ہے اور تجھے یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ یونانی ریاستوں کی جنگیں جنگیں نہیں ہیں، ان کے اتحاد کی ایک کوشش ہے۔ میرے لیے تیرے باپ فیلقوس کو یہ سمجھانا مشکل ہے کہ وہ فوجی طاقت کے بل بوتے پر جن ریاستوں کو فتح کرے گا کیا وہ خوش دلی سے یونانی ریاستوں کے اتحاد میں شامل رہنا پسند کریں گی۔"

سکندر استاد کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور جب نہیں سمجھ سکا تو دریافت کیا "آپ کھل کر بتائیں کہ آپ نے جو کچھ کہا اس کا اصل مقصد کیا ہے؟"

ارسطو نے سکندر کو بتایا "آج میں تیرا استاد ہوں۔ میرا باپ کماکوس تیرے دادا کا شاہی طبیب تھا لیکن تیرے باپ نے میرے باپ کی خدمات کا لحاظ کیے بغیر ایک جنگ میں میرے وطن استاجیرا کو تباہ و برباد کر دیا۔ میرا وطن کھنڈرات کا ڈھیر بن گیا اور میں اپنے دشمن کے بیٹے کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوں۔ تیرا کیا خیال ہے کہ میں کام خوشی سے انجام دے رہا ہوں؟"

سکندر نے جواب دیا "مجھے نہیں معلوم کہ میرے باپ نے آپ کے وطن کو تباہ و برباد کر دیا۔ جس کا کسی نے گھر اجاڑ دیا ہو وہ اپنے دشمن سے کس طرح خوش رہ سکتا ہے۔ بہرحال اس زیادتی کی تلافی ممکن ہے۔ آپ کے شہر کی دوبارہ تعمیر ہو جائے گی مگر میں آپ کی باتوں سے جس مفہوم کو سمجھنا چاہتا تھا وہ ہنوز تشنہ ہے۔"

ارسطو نے اسے سمجھایا "تیرے باپ کا خیال ہے کہ وہ جملہ مخالف ریاستوں کو فتح کر کے اتحاد کی ایک لڑی میں پرو دے گا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ طاقت اور جبر سے قائم کیا ہوا یہ اتحاد کتنے دن قائم رہے گا۔ ایک لاانتہائی سلسلہ ہے جو پتا نہیں کب تک چلتا رہے۔ کبھی مقدونیہ تھیبز اور اسپارٹا پر قابض ہو جائے گا۔ کبھی ایتھنز مقدونیہ کو فتح کرے گا۔ ریاستی اتحاد کبھی بھی قائم نہیں رہے گا جب کہ ریاستی اتحاد یونان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔"

سکندر پریشان تھا کہ اس کا استاد ارسطو جس ریاستی اتحاد کی ضرورت پر زور دے رہا تھا اگر وہ طاقت سے نہیں تو پھر کس طرح قائم کیا جا سکتا تھا؟

خود ارسطو بھی سکندر کی ذہنی الجھنوں سے آگاہ تھا۔ وہ سکندر کے اندرونی خلفشار تک رسائی حاصل کر چکا تھا۔ اس نے سکندر کو سمجھایا "فتوحات یہ نہیں ہیں کہ اپنے ہی علاقے کو علاقے والوں کی مرضی کے خلاف اپنے قبضے میں لے لیا جائے۔ تیرا باپ اپنا کام نامکمل چھوڑ جائے گا پھر تو پورے یونان کا اس طرح تسلط حاصل کرے گا کہ یہاں کی ہر ریاست کا ہر شہری تجھ کو اپنا سمجھے گا۔ تو ان کا ہیرو بن جائے گا اور پھر ان کی متحدہ افواج سے یونانی ریاستوں کے دشمنوں پر یلغار کرے گا۔ تیری فتوحات کا آغاز ایشیائے کوچک سے ہوگا اور بحر و خشکی تو معلوم دنیا کو فتح کرتا چلا جائے گا۔"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "یہ کام میرا باپ کیوں نہیں انجام دے سکتا؟"

ارسطو نے جواب دیا "تیرے باپ کو میرا جیسا استاد بھی تو نہیں ملا۔ جب اسے مقدونیہ کا تخت ملا اور اس نے حکومت کا تاج اپنے سر پر رکھا اس وقت اس کی عمر تئیس سال تھی۔ اس سے پہلے پندرہ سال کی عمر تک وہ شہزادگی کی آزادانہ زندگی گزارتا رہا پھر پندرہ سال کی عمر میں ہی اسے بطور یرغمال تھیبز کے حوالے کر دیا گیا اور سات سال تک وہ ایک قیدی کی طرح تھیبز میں رہا۔ جب مقدونیہ کا حکمران جو تیرا چچا تھا، قتل ہوا تو اس کی جگہ اس کے کمسن بیٹے کو مقدونیہ کا حکمران بنا دیا گیا اور تیرے باپ کو اس کا مربی اور ولی بنایا گیا پھر ایک سال کے ناقص تجربے کے بعد مقدونیہ والوں نے تیرے باپ کی خوشامد کی کہ وہ اپنے بھتیجے کی جگہ مقدونیہ کا حکمران بن جائے۔ اس طرح تیرا باپ مقدونیہ کا بادشاہ بن گیا اور اس نے کسی استاد یا لائق مشیر کے بغیر مقدونیہ پر حکومت شروع کر دی۔ وہ ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ یونانی ریاستوں کی تسخیر کس طرح ہونی چاہیے اور اس کو اپنی فتوحات کے لیے کن ملکوں کا انتخاب کرنا چاہیے۔"

ارسطو سکندر کو جو کچھ سمجھا رہا تھا وہ فی الحال کچھ کچھ سمجھ میں آتا جا رہا تھا۔ اس نے اپنے اس سبق کو یہیں تک رہنے دیا اور جو کچھ فی الحال سمجھ میں نہیں آیا تھا اسے مستقبل پر چھوڑ دیا۔

سکندر نے اپنے استاد ارسطو کے وطن کی تباہی اور بربادی کا

گرا اڑا دیا تھا۔ وہ اس کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ سب سے پہلے اس کا ذکر اولمپیاس کے سامنے ہوا۔ سکندر نے اپنی ماں سے کہا "اگر استاد ارسطو کے شہر کو دوبارہ تعمیر اور آباد نہ کیا گیا تو وہ خلوص اور دیانت داری سے مجھے تعلیم و تربیت بھی نہیں دے سکے گا۔"

اولمپیاس نے فیلقوس کو برا بھلا کہا "جب تیرے استاد ارسطو کے شہر کو برباد کیا گیا تو تیرے باپ کو یہ ضرور سوچنا چاہیے تھا کہ اسی شہر میں اس کے باپ کا طبیب خاص بھی رہتا تھا لیکن تیرا باپ تو جنگلی ہے۔ بالکل دیہاتی اور اجڈ۔"

اس خاص مسئلے پر بحث کے لیے اولمپیاس نے فیلقوس کو اندر بلوایا تو وہ نہیں آیا اور جواب میں کہلوا دیا کہ اولمپیاس کو جو بات کرنی ہے اس کے پاس آ کر کرے۔

مشتعل اور غصے میں بے قابو اولمپیاس سکندر کے ساتھ فیلقوس کے پاس پہنچ گئی۔

گفتگو سے پہلے سکندر نے ماں کو سمجھایا "ماں! ایک سنجیدہ مسئلے پر بات کرنے کے لیے غصے اور اشتعال کو ترک کر دینا چاہیے۔"

اولمپیاس نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ دیا "تو خاموش رہ کیونکہ میں اس شخص کو چودہ سولہ سال سے بھگت رہی ہوں۔ یہ سخت گیر اور تشدد پسند انسان وہی بات سمجھتا ہے جو تشدد اور سختی سے کی جائے۔"

فیلقوس نے سکندر سے کہا "تو بھی اپنی ماں کو چودہ پندرہ سال سے جانتا ہے۔ اس کے سر پر ہمیشہ کوئی دیوی یا دیوتا سوار رہتا ہے جس سے یہ بددماغ اور سمجھ سے محروم ہو گئی ہے۔ تو بتا کہ مسئلہ کیا ہے؟"

سکندر نے مسئلہ سمجھانا چاہا تو اولمپیاس نے اسے حکم دیا "تو خاموش رہ۔ بات میں کروں گی۔"

فیلقوس نے دونوں کو سمجھایا "میرے پاس بہت کام ہوتے ہیں اس لیے تم دونوں بلاوجہ میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

اولمپیاس نے غصے میں کہا "ارسطو کا باپ تیرے باپ کا معالج تھا اور اس معالج کا بیٹا تیرے بیٹے کا استاد ہے۔ تو نے ان احسانات کا خیال کیے بغیر اپنے محسنوں کے شہر استاجیرا کو تباہ و برباد کر دیا۔"

فیلقوس نے کہا "او بے وقوف عورت! اگر میں پورے استاجیرا کو برباد کر کے صرف ایک مکان کو باقی رہنے دیتا تو کیا اس ویرانے میں اس مکان کے مکین رہ سکتے تھے۔ جب کسی دشمن شہر کے ساتھ بدترین سلوک کیا جاتا ہے تو یہ سلوک عام ہوتا ہے۔ چھوٹوں کو دیکھنے اور پہچاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔"

سکندر نے کہا "لیکن میرے استاد کو اس کا بڑا دکھ ہے۔ اس نے کوئی شکایت تو نہیں کی لیکن پورے یونان کے حوالے سے اپنے دکھ کا اظہار کر دیا کہ تیرا باپ جن یونانی ریاستوں کو فوجی قوت اور جبر سے فتح کر کے انہیں ایک اتحاد کی لڑی میں پرونا چاہتا ہے تو یہ اتحاد ناقابل اعتبار رہے گا۔ اشارتاً اس نے کہا کہ جس شہر کو تیرے باپ نے کھنڈر کا ڈھیر بنا دیا ہو اس کا کوئی شہری شاہی خاندان کے کسی فرد کی کس طرح خدمت کر سکتا ہے۔"

فیلقوس نے بیٹے کو حکم دیا "تو اپنی ماں کو لے کر واپس جا۔ میں اس سلسلے میں ارسطو سے خود بات کر لوں گا۔"

اولمپیاس غصے میں کھڑی ہو گئی اور سکندر سے کہا "میں نے تجھ کو پہلے ہی یہ بتا دیا تھا کہ تیرا باپ اجڈ دیہاتی ہے۔ پورا مقدونیہ ایتھنز، اسپارٹا اور تھیبز کی نظر میں غیر مہذب، ناشائستہ اور اجڈ ہے۔ تیرا باپ ان سب کا بادشاہ ہے۔"

فیلقوس نے سکندر سے کہا "اولمپیاس کی یہی باتیں اسے آج تک ملکہ نہیں بنا سکیں جب کہ تو میرا ولی عہد ہے اور تیری تعلیم و تربیت پر ارسطو جیسے یگانہ روزگار عالم کو مقرر کیا گیا ہے۔"

اولمپیاس نے سکندر کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتی ہوئی ساتھ لے گئی پھر بیٹے کو سمجھایا "اس محل کے افراد تیرے باپ سے خوش نہیں ہیں پھر پوری حکومت کے لوگ اور یونانی ریاستیں اس سے کس طرح خوش رہیں گی۔"

سکندر ماں کو بڑبڑاتا ہوا چھوڑ کر اپنے استاد ارسطو کے پاس گیا لیکن وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ارسطو اپنے پرندوں والے حصے میں پرندوں سے مصروف گفتگو ہے۔ سکندر بھی وہیں پہنچ گیا اور اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہاں اس کا باپ فیلقوس بھی موجود تھا۔

سکندر کو دیکھتے ہی فیلقوس نے کہا "لو سکندر بھی یہیں آ گیا میں تو اسے بلوانے ہی والا تھا۔"

فیلقوس نے ارسطو سے کہا "مجھے افسوس ہے کہ استاجیرا کی بربادی میں تیرے آبائی مکان کو توڑ پھوڑ دیا گیا۔ اول تو یہ کوئی شکایتی مسئلہ نہیں تھا۔ اپنے گھر کی چھت اگر اچانک گرتی ہے تو وہ بھی اپنے مکینوں کا خیال نہیں کرتی پھر ایک دشمن اپنے دشمن شہر کے کسی اپنے کا کیا خیال رکھے گا پھر بھی میں اس کی تلافی کے لیے تیار ہوں۔"

ارسطو نے سکندر سے پوچھا "کیا میں نے تجھ سے اس قسم کی کوئی شکایت کی تھی؟"

سکندر نے جواب دیا "آپ نے کوئی شکایت تو نہیں کی تھی لیکن اپنے شہر کی بربادی کی مثال دیتے ہوئے یہ ضرور کہا تھا کہ کسی شہر کو برباد کر کے یا فوجی جبر سے فتح کر کے اسے اپنے اتحاد کی لڑی میں نہیں پرویا جا سکتا۔"

فیلقوس ارسطو کی اس بات کو سمجھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "استاد ارسطو! میں یونان کی فلاح اور بھلائی اس کے اتحاد میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر میں نے تمام یونانی ریاستوں کو فتح کر لیا اور مقدونیہ کے شمالی اور مغربی وحشی اور نیم وحشی قبائل کو زیر کر لیا تو یہ بہت

بڑا اتحاد ہو گا۔"

ارسطو نے فیلقوس کے خیال کی تردید کر دی "یہ یونانی ریاستوں اور وحشی اور نیم وحشی قبائل سے اتحاد نہیں بلکہ مختلف طبائع، مختلف سوچ اور مختلف مقاصد رکھنے والوں کی ایک بھیڑ بھاڑ ہو گی جو آپس ہی میں لڑتی جھگڑتی رہے گی اور اس اتحاد سے تو بہت سی دشمنیاں تو ضرور مول لے لے گا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

فیلقوس نے ارسطو سے پوچھا "اگر یونانی اتحاد کے بارے میں تیری یہ رائے ہے تو پھر مجھے بتا کہ یونانیوں کو کس طرح متحد کیا جائے؟"

ارسطو نے جواب دیا "جس اتحاد کی بات تو کر رہا ہے اس کے لیے یہی سوچ دوسری ریاستوں کی بھی ہونی چاہیے۔ تمہیں پہلے یونانی ریاستوں کے اعیان اور ارکان کے دلوں سے احساس برتری اور احساس کمتری کو نکالنا پڑے گا اور ان کے دل و دماغ میں یونانی ریاستوں کے اتحاد و اتفاق کی افادیت بٹھانا ہو گی تب کہیں یہ اتحاد ممکن ہو سکے گا اور یہ کام دو چار مہینوں یا دو چار برس کا نہیں ہے۔"

فیلقوس کی سمجھ میں ارسطو کی ساری باتیں آ رہی تھیں مگر وہ ارسطو کے اس مشورے پر اس لیے عمل نہیں کر سکتا تھا کہ مہذب اور ترقی یافتہ یونانی ریاستیں مقدونیہ کو مہذب اور شائستہ نہیں سمجھتی تھیں۔ مقدونیہ والے یا تو کاشتکار تھے یا سپاہی۔ یہاں کوئی علمی درسگاہ نہیں تھی اسی لیے یہاں کے لوگ بھی مہذب اور شائستہ نہیں تھے۔ مقدونیہ کے لوگ چونکہ تجارت میں بھی دلچسپی نہیں رکھتے تھے اسی لیے انہیں بندرگاہوں سے بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔

ان اسباب کی بنا پر فیلقوس کس طرح یہ یقین کر سکتا تھا کہ یونانی ریاستیں اس کے نرم اور شریفانہ طریقے اور لہجے کو سمجھیں گی؟ علم و شائستگی کے حامل برتر لوگ ناشائستہ، بے علم اور کمتر لوگوں کی باتیں کس طرح مان لیں گے۔

اس نے ارسطو سے کہا "تو ہماری جن کوتاہیوں کا ذکر کر رہا ہے اور ہماری ناکامی کے جو اسباب و عوامل بیان کر رہا ہے ان کے پیش نظر تو میں کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتا اور مجھے اپنی ساری جدوجہد ترک کر دینی چاہیے۔"

ارسطو نے اس کو دلاسا دیا اور کہا "تو جو کام کر رہا ہے کرتا رہ۔ تیرے حصے کا بقیہ کام تیرا بیٹا سکندر انجام دے گا کیونکہ اسے میں تربیت دے رہا ہوں اور میں اسے اتنا لائق اور مہذب کر دوں گا کہ دوسری یونانی ریاستیں اس کے سامنے سر نہیں اٹھا سکیں گی۔"

فیلقوس کو ارسطو کی علم و دانش پر بھروسا تھا لیکن جنگی اور ملکی تسخیرات کے معاملے میں وہ خود کو زیادہ اہل اور لائق سمجھتا تھا۔

فیلقوس نے ارسطو کو ہدایت کی "تو سکندر کی اس طرح تعلیم و تربیت کر کہ مجھے اس میں وہ تمام خوبیاں نظر آئیں جن کا تو ابھی ذکر کر رہا تھا۔"

سکندر نے دونوں کی گفتگو نہایت توجہ سے سنی اور آخر میں باپ کو یاد دلایا "استاجیرا کی تعمیر اور آبادی کا کام شروع ہو جانا چاہیے۔"

فیلقوس نے بے پروائی سے جواب دیا "میں تیرے استاد ارسطو کے آبائی مکان کی جگہ محل تعمیر کروا دوں گا لیکن پورے استاجیرا کی تعمیر اور آبادی کو میں فضول سمجھتا ہوں۔"

ارسطو نے افسوس کرتے ہوئے کہا "اس ویرانے میں اگر میرا مکان محل بن گیا تو اس سے مجھے کوئی خوشی حاصل نہ ہو گی۔ میرے مکان کی رونق تو ان مکانات اور بازاروں سے تھی جن کے درمیان میں وہ موجود تھا۔ کسی تنہا مکان کی کوئی حیثیت نہیں۔ میں آبادی کے درمیان میں اپنے مکان کو پہچان سکتا تھا لیکن کسی ویرانے میں کھڑے محل کو دیکھ کر میں کیا کوئی شخص بھی یہ نہیں کہے گا کہ یہ ارسطو کا محل ہے۔ آبادیوں میں ہم سب ایک دوسرے کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ ایک مکان کے لیے دوسرے مکانوں کے حوالے بہت ضروری ہوتے ہیں اس لیے اگر استاجیرا آباد نہیں ہو سکتا تو وہاں میرا مکان بھی نہیں تعمیر ہونا چاہیے۔"

سکندر نے اپنے باپ سے کہا "استاد جو کچھ فرما رہے ہیں وہ سب درست ہے اس لیے آپ استاجیرا کو دوبارہ آباد کرائیں اسے دوبارہ تعمیر کروا دیں۔"

فیلقوس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "تیرا استاد کہتا ہے تو استاجیرا کو دوبارہ تعمیر کروا دیا جائے گا۔"

فیلقوس چلا گیا تو ارسطو نے ہنستے ہوئے سکندر سے پوچھا "کیا تو نے کبھی کسی اندھے کو آنکھوں والے کی رہنمائی کرتے دیکھا ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "نہیں، کبھی نہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے؟"

ارسطو نے کہا "تیرا باپ یہی چاہتا ہے اور اس میں وہ ہمیشہ ناکام رہے گا۔ جمہوری، تعلیم یافتہ، مہذب اور شائستہ یونانی ریاستیں کس طرح تیرے اجڈ باپ کی رہنمائی میں اپنی منزل تلاش کریں گی؟"

سکندر، ارسطو کی ایک ایک بات نہایت غور سے سنتا رہا اور دل و دماغ میں بٹھاتا رہا۔

○☆○

اولمپیاس کو فیلقوس کی باتیں اتنی بری لگیں کہ وہ شام تک غیظ و غضب کی آگ میں جلتی بھنتی رہی۔ اسی عالم میں اس نے حکم دیا کہ وہ ساری عورتیں اس کے آس پاس جمع ہو جائیں جو اس کی حالت دیوانگی میں اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہیں۔

یہ عورتیں اولمپیاس نے اپنے جزیرے سے بلوائی تھیں اور ان سب کا تعلق مندروں اور ان کے دیوی دیوتاؤں سے تھا۔ ان

کا دیوتا ڈائیونیسوس انہیں حالت دیوانگی میں بدکاری اور فحاشی میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس شام یہ اعلان کروایا گیا کہ دیوتا نے اولیپیاس کے دل و دماغ اور جسم پر قبضہ کر لیا ہے۔

اولیپیاس جیسی دوسری مستانی عورتوں نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ان سب کے ہاتھوں میں چھڑیاں تھیں۔ اولیپیاس کے ہاتھ میں سانپ جیسی چھڑی تھی جس کو وہ سانپ کی طرح لہراتی ہوئی محل کے باہر نکلی۔ دوسری عورتوں نے بھی اپنی اپنی چھڑیوں کو سانپوں کی طرح لہرانا شروع کر دیا۔ اگر کوئی شخص غلطی سے ان میں پھنس جاتا تھا تو وہ زخمی ہو جاتا تھا۔

بدمست عورتوں کا یہ قافلہ شمالی پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ مشعل بردار قافلے کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ان عورتوں نے پہاڑی تک پہنچتے پہنچتے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور نیم برہنہ ہو گئیں۔ ان کے منہ سے ناقابل فہم کلمات نکل رہے تھے۔ سکندر نے جب یہ منظر دیکھا تو اسے شرم سی محسوس ہونے لگی۔

ارسطو اولیپیاس کے معاملے میں دخل تو نہیں دے سکتا تھا لیکن اس نے اپنے ہونہار شاگرد کو احساس دلایا "یونانی ریاستیں اگر مقدونیہ کو اپنے برابر کی حیثیت نہیں دیتیں تو اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔"

سکندر نے پوچھا "ماں نے مجھے بتایا تھا کہ اس بار اس پر دیوتا ڈائیونیسوس نے قبضہ جمایا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

ارسطو نے جواب دیا "اگر کوئی انسان بہت زیادہ نیک ہو جائے اور اس کی نیکی میں علم شامل ہو تو ہم اسے دیوتا مان لیں گے لیکن جس قسم کا دیوتا تمہاری ماں کے دل و دماغ اور جسم پر قبضہ جما لیتا ہے اس سے انسانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اس لیے میں ان دیوتاؤں کا مخالف ہوں۔ انہیں شریر دیوتا ماننے کو تیار ہوں۔"

سکندر نے اس معاملے پر بھی بہت غور کیا کیونکہ اس کو بھی زیوس دیوتا کا بیٹا کہا گیا تھا اور وہ اسی نسبت سے خود کو دوسروں سے مختلف اور ممتاز سمجھتا تھا چنانچہ اسے اپنی ماں اولیپیاس کے دیوتا پر بھی یقین کرنا پڑا۔ اولیپیاس فیلقوس سمیت کسی سے بھی نہیں ڈرتی تھی۔ وہ اپنی ماں کی اس دلیری کو کسی دیوتا کی دلیری سمجھتا تھا اور ارسطو یہ سمجھتا تھا کہ دیوی دیوتاؤں کے تصور کو سکندر کے دل و دماغ سے نکالنا بہت مشکل کام ہے۔ وہ خاموش ہو گیا۔

اولیپیاس بہت دیر تک ہنگامے کرتی رہی جس سے پہاڑی آبادی لطف اندوز بھی ہوئی اور پریشان بھی۔ قبائلی اور پہاڑی مرد اس ہنگامے میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ وہ ان بدمست نیم عریاں عورتوں میں شامل ہو جاتے اور بے ہودہ حرکات میں عورتوں کے ساتھ شامل ہو جاتے لیکن اولیپیاس کے پاس جانے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی۔

اب فیلقوس کے لیے اولیپیاس کی یہ حرکتیں ناقابل برداشت تھیں۔ وہ اس پاگل عورت سے الجھنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس پاگل عورت کا بیٹا سکندر اس کا ولی عہد تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اولیپیاس اور سکندر میں بدمزگی ہو جائے اور بیٹا اپنی ماں کو بے ہودہ حرکات سے روکے لیکن اس کو یہ بات نہیں معلوم تھی کہ سکندر خود بھی اپنی ماں کے کہنے سے زیوس دیوتا کا بیٹا بن چکا ہے۔

یہ عورتیں پہاڑی علاقوں میں خاصی دیر ہنگامے کرتی رہیں اور پھر شاہی محل میں واپس آ گئیں۔ اب بھی انہیں ہوش نہیں آیا تھا اور یہ اپنے شور و غل سے محل کی فضا کو مکدر کر رہی تھیں۔

یہاں فیلقوس نے اولیپیاس کو منع کیا اور کہا "میں یہ بے ہودگیاں ہرگز برداشت کرنے کو تیار نہیں۔"

اولیپیاس نے نشے کی حالت میں ہوشمندانہ جواب دیا "تم نے ایک حکمران کی بیٹی کو بیوی بنایا مگر اسے اپنی ملکہ نہیں بنایا۔ اب ایک بیوی محل میں کیا سب کچھ کر سکتی ہے۔"

سکندر نے اسی حالت میں اپنی ماں سے پوچھا "ماں میں جو کچھ بننا چاہتا ہوں دیوتا سے پوچھ کر بتا کہ میں اس میں کس حد تک کامیاب ہو جاؤں گا۔"

اولیپیاس نے جواب دیا "میں پوچھوں گی لیکن پتا نہیں کہ وہ تیرے اس سوال کا جواب دیں گے بھی یا نہیں۔"

سکندر نے اصرار کیا "میرا باپ جدھر جاتا ہے فتح سے ہمکنار ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ چند برسوں میں سبھی کچھ فتح کر ڈالے گا۔ برسر اقتدار آنے کے بعد میں کیا فتح کروں گا۔ آپ اپنے دیوتا سے پوچھیں کہ دنیا کے فاتحین میں میری کیا حیثیت ہو گی؟"

اولیپیاس چپ ہو گئی اور زیر لب بڑبڑاتی رہی جیسے وہ کسی سے ہمکلام ہو۔ اس کا ہاتھ حرکت میں تھا۔ وہ سانپ جیسی چھڑی لہرا رہی تھی۔

سکندر اس کی خاموشی سے پریشان ہو گیا۔ آخر اپنی ماں سے کہا "اگر میں زیوس کا بیٹا ہوں تو میں اپنے اس سوال کا جواب زیوس سے معلوم کروں گا۔ یوں بھی زیوس دیوتاؤں کا دیوتا ہے۔"

اولیپیاس نے آنکھیں کھول دیں اور سکندر کو جواب دیا "میں نے دیوتا ڈائیونیسوس سے تیرے سوال کا جواب مانگا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ دنیا چھوٹی نہیں ہے۔ یونان کے علاوہ بھی دنیا ہے اور سکندر دنیا کا بہت بڑا فاتح بن جائے گا۔"

اس کے بعد اولیپیاس ہوش میں آ گئی۔ اپنے ہاتھ کی چھڑی پھینک دی۔ اس کی ساتھی عورتیں بھی ہوش میں آنے لگیں اور انہوں نے بھی اپنی اپنی چھڑیاں پھینک دیں۔

چونکہ سکندر کو اس کے سوال کا جواب مل گیا تھا اس لیے وہ چلا گیا لیکن اب اس کے پاس اری نوئی پہنچ گئی۔ اس نے بھی اولیپیاس سے اپنے بیٹے بطلیموس کے مستقبل کا حال معلوم کرنا چاہا۔

اولیپیاس نے کہا "اب جب دیوتا میرے جسم میں حلول کرے گا تو میں تیرے اس سوال کا جواب معلوم کر کے تیرے پاس

بھجواؤں گی۔"

اسی وقت فیلقوس کی بھیجی ہوئی کنیز اندر داخل ہوئی اور اس نے بادشاہ کا پیغام سب کے سامنے اولیپیاس تک پہنچایا "بادشاہ نے اپنی بیوی اولیپیاس کو پیغام بھیجا ہے کہ اب وہ اولیپیاس سے زن و شوہر کے تعلقات نہیں رکھے گا اور نہ کبھی اولیپیاس کی خواب گاہ کی طرف آئے گا۔"

اولیپیاس نے کہا "تم بادشاہ سے پوچھ کر بتاؤ کہ میں اب بھی اس کی بیوی ہوں یا نہیں؟"

کنیز نے جواب دیا "بادشاہ کے پیغام کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ آپ بدستور بادشاہ کی بیوی رہیں گی اور اسی محل میں رہیں گی۔"

اولیپیاس نے کہا "جب میں ملکہ نہیں بن سکی تو بادشاہ کی محض بیوی بن کر رہنے سے کیا حاصل۔ میں خود بھی یہی چاہتی تھی۔"

بادشاہ کے اس فیصلے سے سب سے زیادہ خوشی اری نوئی کو ہوئی۔ اس بد دماغ وحشی شہزادی نے محل میں ایک ہنگامہ کھڑا کر رکھا تھا اور بادشاہ پر اپنا پورا قبضہ جما رکھا تھا۔ اب سکندر کا مستقبل بھی خطرے میں پڑ سکتا تھا اور سکندر کو نظر انداز کر دینے کے بعد اس کا بیٹا بطلیموس ہی ولی عہد بننے کا مستحق تھا۔

لیکن اس وقت چونکہ وہ اولیپیاس کے پاس تھی اس لیے افسوس کرتے ہوئے کہا "بادشاہ نے اپنے طور پر تجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کیوں کیا؟"

اولیپیاس نے جواب دیا "اس نے تو محض الگ رہنے کا فیصلہ کیا ہے لیکن میں اس کے اس فیصلے پر جو قدم اٹھاؤں گی اس کے بعد بادشاہ یہاں آنا بھی چاہے گا تو نہیں آ سکے گا۔"

اس کے بعد وہ اٹھی اور بڑبڑاتی ہوئی کہیں غائب ہو گئی۔

بادشاہ اور اولیپیاس کی کنارہ کشی کی خبر محل میں عام ہو گئی۔ اولیپیاس نے اپنے حصے کو بند کر لیا اور اس کے بعد دوسروں کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اندر وہ کیا کر رہی ہے لیکن یہ افواہ گرم تھی کہ اولیپیاس محل کے اپنے والے حصے میں جو کچھ بھی کر رہی تھی اس کے نتیجے میں بادشاہ کا وہاں داخلہ بند ہو گیا تھا۔

غصہ اتر جانے کے بعد بادشاہ کو اپنے فیصلے پر کچھ شرمندگی بھی ہوئی لیکن اس میں دوسروں کے مقابلے میں قوت ارادی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لیے اس نے اولیپیاس سے ملنا جلنا بالکل بند کر دیا۔

اب اری نوئی کی بن آئی مگر بادشاہ کو عورتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ نشے کی حالت میں جس کو چاہتا کھینچ کر اپنی خواب گاہ میں لے جاتا لیکن اری نوئی جب بھی موقع پاتی بطلیموس کی سفارش کرتی اور بادشاہ ہر بار یہی جواب دیتا "تیرے بیٹے کے ساتھ ناانصافی نہیں ہو گی لیکن ولی عہد سکندر ہی رہے گا کیونکہ وہ دونوں طرف سے حکمرانوں کی اولاد ہے۔"

جب ارسطو کو اس ناخوش گوار واقعے کا علم ہوا تو اس نے اپنا تجزیہ بیان کیا۔ ارسطو کی شادی بھی ایک حکمران کی بھانجی سے ہوئی تھی۔ یہ حکمران افلاطون کی اکیڈمی میں اس کا ہم سبق تھا۔ اس نے بعد میں ارسطو کو اپنی ریاست میں بلوایا تھا اور وہیں اپنی بھانجی کی شادی ارسطو سے کر دی تھی۔ شاہی خاندان کے تفاخر نے ارسطو کی بیوی کے دماغ کو ہمیشہ گرم رکھا۔ وہ بھی ارسطو سے اچھی طرح پیش نہ آئی۔

ارسطو کی بیوی اس کے ساتھ تھی اور ارسطو نے کبھی اس کی شکایت بھی نہیں کی لیکن اولیپیاس اور فیلقوس کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اس نے کہا "اگر میں اپنی بیوی کے ماموں کی ریاست میں ہوتا تو یہ پابندی زیادہ مؤثر طریقے سے مجھ پر بھی لگائی جا سکتی تھی۔"

سکندر نے اپنی ماں کی تند مزاجی کی شکایت کی اور اپنے باپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا "اگر میرا باپ میری ماں کو ملکہ کی حیثیت نہیں دیتا ہے تو میری ماں کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ میرے باپ نے ایسا تکلیف دہ فیصلہ کیوں کیا؟ اگر میری ماں میں تحمل ہوتا اور وہ بردباری کا مظاہرہ کرتی تو آج اس کی حیثیت محل میں ملکہ کی ہوتی۔"

ارسطو نے مسکراتے ہوئے سکندر کو تلقین کی "تمہاری ماں زیادہ سمجھ دار ہے۔ وہ شاہی محل کی ملکہ کہلائے یا نہ کہلائے مگر عملاً وہ ملکہ ہے اور سبھی اسے ملکہ سمجھتے ہیں۔ اس نے تیرے باپ کو اپنی خواب گاہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس قسم کا حکم ملکہ ہی دے سکتی ہے اس لیے تم کو اپنے والدین کے اس جھگڑے میں آزردہ نہیں ہونا چاہیے۔ تو غیر جانب دار رہ۔"

سکندر کو اپنے استاد کے جواب سے بے حد سکون ملا اور وہ مطمئن ہو کر اپنے روز مرہ کے معمولات میں مشغول ہو گیا لیکن کچھ دنوں کے بعد اس کو یہ بتایا گیا کہ اس کی ماں نے سانپوں میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے۔ سانپوں کے زہر اور سانپوں کی اقسام کے ماہرین کی اس کی ماں کے پاس آمد و رفت شروع ہو گئی۔ شیشے کے بڑے بڑے حوض اور جار محل کے ایک حصے میں رکھے گئے اور ان میں سانپوں کی پرورش اور افزائش ہونے لگی۔

محل کے دوسرے لوگ اولیپیاس کے پاس جانے میں خوف محسوس کرنے لگے۔

اب اری نوئی بھی بے تکلفی سے اولیپیاس کے پاس نہیں جا سکتی تھی۔

سکندر کو بھی اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے خوف سا محسوس ہوتا تھا۔

سکندر کی تین محبوب شخصیات تھیں۔ ایک باپ فیلقوس تھا جسے فتوحات سے فرصت نہیں ملتی تھی اور اس کا بیشتر وقت اپنی فوج کے ساتھ یونانی ریاستوں کی لشکر کشی میں گزر رہا تھا۔ جب بھی وہ

محل میں ہوتا تھا تو اس کا زیادہ وقت شراب نوشی اور رنگ رلیوں میں گزر جاتا تھا۔ فیلقوس کے پاس اپنے بیٹے کے لیے کوئی وقت نہ تھا۔ اس نے سکندر کو استاد ارسطو کے حوالے کر کے سکون کا سانس لیا تھا۔

دوسری ہستی ماں کی تھی۔ وہ بھی سانپوں میں مشغول ہو گئی تھی۔ جب بھی سکندر اس کے پاس گیا اسے پورا ماحول سانپوں کی پھنکار میں بسا ہوا محسوس ہوا۔ یہاں انواع و اقسام کے چھوٹے بڑے سانپ اپنی پتلی پتلی اور لمبی زبانیں اندر باہر نکالتے ہوئے نظر آتے۔ اسے ایسا لگتا تھا جیسے کسی طرف سے کوئی سانپ نکل کر اسے ڈس لے گا۔ یہاں ایک مخصوص قسم کی بساندھ بھی پائی جاتی تھی۔

وہ اپنی ماں سے شکایتاً پوچھتا "آپ یہ سب کیا کر رہی ہیں؟"

اولمپیاس جواب دیتی "میں نہیں چاہتی کہ تیرا باپ میرے پاس آئے۔ جس دن وہ یہاں آیا میں اس کے چاروں طرف یہ سانپ چھوڑ دوں گی اور پھر دیکھوں گی کہ وہ کتنا بہادر ہے۔"

سکندر اپنی تیسری محبوب شخصیت ارسطو کے پاس جاتا تو اسے جانات اور حیوانات میں الجھا ہوا دیکھتا۔ وہ فلسفے اور خطابت کے ساتھ ساتھ اپنا زیادہ وقت طبیعیات پر صرف کر رہا تھا۔ وہ جس دور میں یہ کام کر رہا تھا اسے وہ وسائل حاصل نہ تھے جو اس عہد میں اس علم کے لیے ضروری قرار دیے گئے ہیں۔ اس کے پاس نہ دوربین تھی اور نہ خوردبین لیکن وہ طبیعیات پر کام کر رہا تھا۔ سکندر یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ فلسفہ، خطابت اور سیاست سے طبیعیات کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ وہ کچھ نہ جاننے کے باوجود یہ ضرور جانتا تھا کہ اگر ارسطو کسی علم میں دلچسپی لے رہا ہے تو وہ علم انسانوں کے لیے بہت ضروری ہو گا اور اس کی افادیت کبھی نہ کبھی ثابت ہو جائے گی۔

اچانک فیلقوس کی طرف سے سکندر اور ارسطو کو یہ حکم موصول ہوا کہ دونوں استاجرا جائیں اور اسے دوبارہ تعمیر اور آباد ہوتے ہوئے دیکھیں۔

استاجرا مقدونیہ ہی کا ایک حصہ تھا اور ایتھنز سے جانب شمال دو سو میل دور واقع تھا۔

فیلقوس نے ان دونوں کو استاجرا جانے کی اس لیے ہدایت کی تھی کہ وہ ارسطو کی عین خواہش کے مطابق یہ چاہتا تھا کہ اگر پورے استاجرا کی تعمیر اس طرح ممکن نہ ہو جس شکل میں وہ بربادی سے پہلے تھا تو کم از کم ارسطو کے آبائی مکان والے حصے کو اسی قدیم شکل میں تعمیر کیا جائے جس شکل میں وہ کبھی تھا تاکہ اس حقیقی ماحول میں ارسطو کے آبائی مکان کو شناخت کیا جا سکے۔

ارسطو کے آبائی مکان کو اس کی اپنی اصل شکل میں تعمیر کیے جانے کا حکم دیا گیا تھا مگر اس میں جو اضافہ ہوا تھا اسے نقل کیا جا سکتا تھا۔

ارسطو نے اپنے ہونہار شاگرد کو ساتھ لیا اور استاجرا کے تعمیری کام کو دیکھنے چلا گیا۔ وہاں شاہی مہندس ارسطو کے منتظر تھے۔ ارسطو نے استاجرا کے خانہ بدوشوں کو تلاش کروایا تاکہ ان کی نگرانی میں ان کے مکانات سابقہ شکلوں میں تعمیر کروائے جائیں۔

مہندسوں کو حیرت تھی کہ ارسطو ان کے اس شعبے میں بھی ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔

کچھ عرصہ بعد جب ارسطو نے یہ دیکھ لیا کہ استاجرا اپنی قدیم شکل میں دوبارہ تعمیر کیا جا رہا ہے تو وہ سکندر کے ساتھ دارالحکومت پیلا واپس آ گیا۔ یہاں اس نے چھکڑوں پر لدا ہوا کوئی خاص سامان پیلا میں داخل ہوتے دیکھا۔

سکندر نے جستجو کی تو معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے تھسلی کو جن مقاصد سے فتح کیا تھا ان میں سے دو مقاصد اسے حاصل ہو چکے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تھسلی کی بندرگاہ فوجی اور تجارتی نقطہ نظر سے بہت اہم تھی۔ اس پر قابض ہونے کے بعد فیلقوس تجارتی جہازوں سے محصول وصول کرنے لگا تھا اور یہاں ایک زبردست فوجی چھاؤنی قائم کر دی تھی۔ اس طرح اپنے دشمنوں کو مدد پہنچانے سے محروم کر دیا تھا۔

اب ایتھنز اور تھبز فیلقوس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ اگر یہ دونوں ریاستیں کبھی ایسی غلطی کرتیں تو مقدونیہ تھسلی میں دونوں طاقتوں کو الجھا کر جنوب میں ایتھنز پہنچ جاتا اور شمال میں تھبز پر حملہ آور ہو جاتا اور اس طرح دونوں ریاستیں خطرے میں پڑ جاتیں۔

اس کے علاوہ تھسلی سے فیلقوس کو سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا تھا کہ یہاں سونے کی کانیں پائی جاتی تھیں اور اب ان کانوں پر فیلقوس کا قبضہ تھا۔ یہاں سے سونا نکال نکال کے پیلا پہنچایا جا رہا تھا جس سے مقدونیہ کی مالی حیثیت مستحکم ہو رہی تھی۔ یہ چھکڑے سونے سے لدے ہوئے تھے۔

اب فیلقوس اپنی فوج میں مزید اضافہ کر سکتا تھا۔

یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں فیلقوس کے قبضے میں آ چکی تھیں لیکن اسپارٹا، ایتھنز، تھبز تقریباً زبانی زندہ ابھی تک خود مختار تھے اور یہ ساری طاقتیں فیلقوس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اپنی طرف آنے سے روک رہی تھیں۔

حالانکہ فیلقوس بار بار اپنے وفود اور مراسلت کے ذریعے ان ریاستوں کو یہ باور کرانے کی کوششیں کر چکا تھا کہ اس کی لڑائی ان ریاستوں سے ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ ان کے اتحاد کا خواہاں ہے اور وہ ان کے اتحاد کے ذریعے ایشیائے کوچک میں یونانی نوآبادیات کو قوت پہنچائے گا پھر ایشیائی قوتوں سے برسرپیکار ہو جائے گا اور اپنے قدیم دشمن ایران کو وہ سبق دے گا کہ آئندہ وہ یونان کی طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت بھی نہ کر سکے۔

فیلقوس کے مقاصد، ارادوں اور منصوبوں کے پیش نظر یونان

کی طاقتور ریاستیں اس سے یہ سوال کرتی تھیں کہ فیلقوس جس اتحاد کی بات کرتا ہے اس میں سربراہی کسے حاصل ہو گی کیونکہ مقدونیہ کے سوا ساری ریاستیں جمہوری تھیں۔ کہیں صدری حکومت تھی یعنی ریاست کے چند اعلیٰ دماغ اور لائق لوگ ایک مجلس قائم کر کے حکومت کا نظم و نسق چلا رہے تھے۔ کہیں شورائی نظام رائج تھا یعنی ایک مجلس مشاورت تھی جو باہمی صلاح مشورے اور اپنے ووٹوں کے ذریعے اپنی حکومت چلا رہی تھی۔ انہی میں ایتھنز تھا جس کا ڈکٹیٹر پریکلیز بظاہر مختار کل تھا مگر ایک مجلس منتظمہ کے سامنے وہ بھی جواب دہ تھا۔ وہ اپنی پُر اثر خطابت کے ذریعے ارکان منتظمہ کو متاثر تو کر سکتا تھا مگر ان کی رائے کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ یہ ساری جمہوری قوتیں ایک بادشاہ کو حصہ یونانی ریاستوں کے سربراہ کی حیثیت سے قبول کرنے کو تیار نہ تھیں۔

فیلقوس کی نظر میں ان رکاوٹوں کا ایک ہی علاج تھا۔ وہ اپنی فوجی قوت اتنی بڑھائے کہ ان سب کو بزور قوت فتح کر لیا جائے پھر انہیں داخلی آزادیاں دے کر ان سب کی ایک متحدہ فوج تیار کی جائے جو ایشیائے کوچک اور ایران کے خلاف لشکر کشی میں حصہ لے۔

لیکن ارسطو فیلقوس کی اس رائے سے متفق نہیں تھا۔ اس کے خیال میں طاقت کے اس استعمال سے وہ اپنے مقاصد نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ جن ریاستوں کو جبری طاقت سے فتح کیا جائے گا ان ریاستوں سے چھوٹے بڑے لوگوں کی حمایت اور محبت حاصل نہیں کی جا سکتی اور جو ریاستیں بادشاہت کے خلاف ہیں وہ کسی قیمت پر بھی مطلق العنانیت کے زیرِ سایہ رہنا پسند نہیں کریں گی۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ فیلقوس کی اپنی شخصیت اتنی محبوب اور جاذبِ نظر ہو جائے کہ یونانی اسے اپنا ہیرو سمجھنے لگیں فی الحال فیلقوس میں ایسی خوبیاں نظر نہیں آتی تھیں۔ اور بظاہر یونانی اسے ایک فاتح تو سمجھتے تھے ایک ایسا فاتح جو فیلقوس سے پہلے یونان کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا مگر وہ اسے اپنا ہیرو سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

سکندر اپنے استاد کی ان آرا سے بہت فکرمند تھا کیونکہ وہ اپنی نوعمری کے باوجود یہ سمجھنے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ استاد ارسطو کی رائے بہت مستحکم ہے اور یونانی بحیثیت مجموعی کبھی بھی فیلقوس کو اپنا ہیرو نہیں سمجھیں گے اس لیے فیلقوس کی ساری فاتحانہ کوششیں اکارت جائیں گی۔

ارسطو نے طنزیہ لہجے میں فیلقوس کی کامیابیوں کا ذکر کیا "جو شخص ایک عورت کو متاثر نہ کر سکا وہ پورے یونان پر کس طرح اثر قائم کرے گا؟"

سکندر نے بے دلی سے کہا "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ میرا باپ اپنے عظیم مقاصد کے لیے جو کوشش کر رہا ہے ان میں وہ آخرکار ناکام ہو جائے گا۔"

ارسطو نے جواب دیا "نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ جس کام کی ابتدا تیرے باپ نے کی ہے اسے تکمیل تک تو پہنچائے گا۔ ایک ناسمجھ شخصیت کو سمجھانا بہت مشکل ہے لیکن جس شخصیت نے ابھی سمجھی اور ناسمجھی کی راہ میں کوئی قدم ہی نہ رکھا ہو اس کو سمجھانا نسبتاً آسان ہے اور میں تجھے سمجھاؤں گا۔"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "استاد محترم! کیا مجھے پورا یونان اپنے ہیرو کی حیثیت سے قبول کرے گا؟"

ارسطو نے جواب دیا "جس نیکی اور خیر کی افلاطون زندگی بھر تلقین اور تعریف کرتا رہا میں اسے تیری ذات میں مجسم دیکھ رہا ہوں۔ تو اپنے عہد کا اکلیز ہے۔ تجھے یونانی اپنا ہیرو ہی نہیں اپنا دیوتا بھی سمجھیں گے اور جب تو یونان کا دیوتا بن جائے گا تو انہیں تیرا کرم بھی قبول ہو گا اور قہر بھی۔"

سکندر اپنے استاد سے اتنا متاثر تھا کہ اس نے استاد کو باپ پر ترجیح دے دی۔ وہ اکثر کہتا تھا کہ باپ نے تو مجھے محض پیدا کیا تھا لیکن استاد نے مجھے زندہ رہنے کا سلیقہ دیا اور یہی سلیقہ مجھے ہیرو بھی بنا سکتا ہے اور دیوتا بھی۔

سکندر کو اپنے استاد کی یہ بات کھٹکتی رہتی تھی کہ جو شخص ایک عورت کو متاثر نہ کر سکا وہ پورے یونان پر اپنا اثر کس طرح قائم کرے گا۔

اب وہ اپنے والدین میں دوستی اور رفاقت دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ دونوں میں خوش گوار تعلقات بحال ہو جائیں۔ اس سلسلے میں وہ اپنے باپ سے پہلے بات کرنا چاہتا تھا لیکن باپ کی مصروفیات اور مشغلۂ نوشت اسے اس کا موقع ہی نہ دیتی تھیں۔ اس نے اپنے باپ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ نشے میں اتنا چور ہے کہ اپنی میز سے دوسری میز تک کسی کی مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک ایسے ہی موقع پر سکندر نے اپنے باپ کے کان میں کہا۔ "جو شخص اپنی میز سے دوسری میز تک کسی کی مدد کے بغیر نہ پہنچ سکے وہ پورے یونان کو کس طرح سر کرے گا؟"

فیلقوس نے گھور کر بیٹے کو دیکھا اور پوچھا "یہ بات تو کہہ رہا ہے یا تیری ماں نے تیرے ذریعے کہلوائی ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "میں یونان کے بہت بڑے فاتح فیلقوس کا بیٹا ہوں، کسی کا پیامبر یا قاصد نہیں ہوں۔ یہ بات میں خود کہہ رہا ہوں۔"

فیلقوس نے کہا "یہ بزم ہے، بزمِ عیش اور طرب یہاں کسی کو سہارا دیا جاتا ہے اور کسی کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہاں کچھ دیر کے لیے تو آدمی اپنے آپ سے بھی غافل ہو جاتا ہے لیکن رزم گاہ میں نہ تو کسی پر بھروسا کیا جاتا ہے اور نہ کوئی ہم پر بھروسا کرتا ہے۔ وہاں میزیں نہیں ہوتیں اور نہ بادشاہ پیدل ہوتا ہے۔ گھوڑے ہم رکاب ہوتے ہیں اور بادشاہ خود بھی گھوڑے پر سوار اپنے ہتھیاروں سے

دشمنوں کو دھکیلتا ہوا ان کے شہروں پر قابض ہو جاتا ہے۔ بادشاہ اپنی رزم گاہ میں بھی نشے میں ہوتا ہے اور وہ نشہ طاقت اور اپنے دشمن کو ہزیمت دینے کا نشہ ہوتا ہے۔"

سکندر نے اپنے استاد کی رائے بادشاہ سے بیان کر دی "استاد ارسطو کا قول ہے کہ جو شخص ایک عورت کو متاثر نہ کر سکا وہ پورے یونان کو کس طرح متاثر کرے گا؟"

سکندر کی باتیں فیلقوس کو ہوش میں لا رہی تھیں' اس نے کہا۔ "اپنے استاد سے کہہ دینا کہ میں بد خوئی پر اس لیے قابو حاصل نہ کر سکا کہ یہ اولمپیاس بڑے دیوتا کی پیدا کردہ ہے لیکن تمام یونانی بڑے دیوتاؤں کے پیدا کردہ نہیں ہیں۔ میں انسانوں سے لڑ سکتا ہوں مگر دیوتاؤں کے بیٹوں سے نہیں لڑ سکتا۔"

سکندر نے عاجزانہ لہجے میں کہا "آپ کو میری ماں سے تعلقات خوش گوار رکھنا چاہئیں۔"

بادشاہ نے سکندر کو اپنے سینے سے لگایا اور کہا "بیٹے! میں تیری ماں سے کچھ دن تو دور رہ سکتا تھا مگر ہمیشہ کی علیحدگی کے لیے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

سکندر نے کہا "تب پھر آپ میری ماں سے دوبارہ تعلقات استوار کریں۔"

فیلقوس نے کہا "تیری ماں کو زہر آلود جانداروں کی رفاقت پسند ہے۔ وہاں میرے جیسے کسی انسان کا داخلہ ممکن نہیں۔"

سکندر نے کہا "مجھے بھی ان سانپوں سے ڈر لگتا ہے لیکن میں اس کے باوجود وہاں پہنچ جاتا ہوں۔"

فیلقوس نے اچانک موضوع ہی بدل دیا۔ اس نے بطلیوس کے بارے میں کئی سوالات کیے اور جب سکندر نے بطلیوس کے بارے میں یہ بتایا کہ وہ ہر معاملے میں اس سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتا ہے تو فیلقوس نے کہا "اس قسم کی شکایتیں فضول ہیں۔ دو شہزادوں کی آویزش اور کشمکش میں' میں دخل نہیں دے سکتا۔ شہزادوں کی لیاقت' صلاحیت اور مہارت انہیں چھوٹا یا بڑا ثابت کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔"

سکندر نے کہا "بطلیوس جب بھی مجھ سے مقابلہ کرتا ہے تو بالکل ایسا لگتا ہے جیسے کوئی دشمن مجھ سے مقابلہ کر رہا ہو۔ وہ کسی قسم کی رعایت بھی نہیں دیتا اور اس نے مجھے کئی بار زخمی بھی کیا۔"

فیلقوس ہنسنے لگا اور کہا "مقابلہ نمائشی ہو یا حقیقی' وہ مقابلہ ہوتا ہے اور اس میں کسی کو رعایت کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔"

اس کے بعد فیلقوس سکندر سے دوڑ' پیراکی اور تیراندازی کی باتیں کرنے لگا۔ سکندر نے بتایا کہ بطلیوس ہلکا پھلکا ہونے کی

وجہ سے اکثر دوڑ میں کامیاب ہو جاتا ہے جبکہ پیراکی میں نیارکس نامی نوجوان کو شکست نہیں دی جا سکتی اور فن تیر اندازی میں سکندر کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

فیلقوس نے بیٹے کو سمجھایا "بیٹے! یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک بادشاہ یا شہزادہ ہر فن میں طاق ہو مگر اسے سب کچھ آنا چاہیے۔ اس کے علاوہ ایک لائق بادشاہ میں معاملہ فہمی بہت ضروری ہے۔ ہمت 'استقلال' شجاعت اور بروقت صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت یہ وہ اوصاف ہیں جو ایک بادشاہ سے زیادہ کسی اور میں نہیں ہونے چاہئیں۔"

باپ بیٹے کی اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد سکندر نے بطلیموس سے نمائشی مقابلہ کرتے ہوئے اسے زخمی کر دیا اور اگر شمشیر زنی کا استاد مقابلے میں مداخلت نہ کرتا تو بطلیموس یا تو مارا جاتا یا اتنا زخمی ہو جاتا کہ اری نوئی سکندر کو کوسنے لگتی۔

اس مقابلے کے بعد بطلیموس بہت محتاط ہو گیا اور سکندر کے مقابلے میں آنے سے کترانے لگا۔

چونکہ سکندر پیراکی میں نیارکس کو بھی شکست نہ دے سکا اس لیے بطلیموس طنزاً کہتا رہتا تھا "شمشیر زنی میں تو نے میری دھاک توڑ دی اور مجھے اس حد تک زخمی کر دیا کہ میں مقابلے کے لائق بھی نہیں رہ گیا اب کسی طرح نیارکس کو پیراکی میں شکست دے تو میں تجھے بڑا سمجھوں گا۔"

سکندر نے جواب دیا "میں زیوس کا بیٹا ہوں یعنی آسمانی دیوتا کا بیٹا۔ جب کہ پانی پر پوزیڈون دیوتا کی حکومت ہوتی ہے اور مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں پانی سے دور رہوں۔"

نیارکس بھی دونوں کے پاس موجود تھا اور اس کی قطعی یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ خود کو پیراکی کا ماہر کہے۔ اس نے بطلیموس سے کہا "بات صرف اتنی ہے کہ پانی کا دیوتا پوزیڈون مجھ پر بے حد مہربان ہے اور اسے آسمانی دیوتا کے بیٹے سے عناد ہے۔ رہ گیا دریا کے کنارے سے دوسرے کنارے تک تیر کے پہنچ جانا تو یہ کام تو کچھوا بھی کر سکتا ہے۔ مرغابیاں بھی کر سکتی ہیں۔ مجھے شہزادے کے مقابلے میں بڑا بننے کا کوئی شوق نہیں۔"

سکندر نے ان باتوں کا ذکر اپنے استاد ارسطو سے کیا تو اس نے سکندر کو نصیحت کی "تجھ میں اتنی عقل اور اتنا شعور ضرور ہونا چاہیے کہ تو ایسے مقابلوں سے دور رہ۔ اس کی ہار جیت سے تیری حیثیت متاثر ہو گی۔ ایسے موقعوں پر تو خود مقابلے سے دور رہ اور دوسروں کو لڑوا دے اور خود اس مقابلے کا ثالث یا حکم بن جا۔"

جب ان باتوں کا علم اولمپیاس کو ہوا تو اس نے تذبذب لہجے میں سکندر کو سمجھایا "ہر چند کہ اری نوئی سے میرے تعلقات بہت اچھے ہیں لیکن بطلیموس کا وجود مجھے گوارا نہیں۔ رہ گیا نیارکس تو اگر اس پر واقعی سمندری دیوتا پوزیڈون مہربان ہے تو تو اسے پیراکی میں کبھی شکست نہیں دے سکتا۔"

اسی روز اولمپیاس سکندر کو ڈلفی کے مندر میں لے گئی۔ یہ پراسرار مندر اس بات کے لیے مشہور تھا کہ یہاں انسان جو کوئی سوال کرتا دیوتا اس کا صحیح جواب دیتا۔

یہاں پہنچ کے اولمپیاس نے مٹھیاں بھر بھر کے لوبان کو آگ میں ڈالنا شروع کر دیا اور سکندر سے بھی کہا کہ وہ بھی عود دانوں میں لوبان ڈالے اور جو سوال دیوتا سے پوچھنا ہو پوچھ لے۔

اولمپیاس نے ڈلفی دیوتا سے پوچھا "تو مجھے سچ سچ بتا کہ میں جو کچھ چاہتی ہوں وہ ہو گا یا نہیں؟"

کچھ دیر مندر میں خاموشی طاری رہی اور اولمپیاس جواب کا انتظار کرتی رہی۔ آخر مندر کے ایک گوشے سے آواز سنائی دی۔ "اولمپیاس! تو جو کچھ چاہتی ہے "اگر اسے ترک کر دے تو تیرے لیے بہتر ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ تو اپنی ضد سے باز نہیں آئے گی۔"

اس کے بعد سکندر نے بھی مٹھیاں بھر بھر کے لوبان ڈالنا شروع کر دیا اور پورا مندر لوبان کی خوشبو سے معطر ہو گیا۔ سکندر نے پوچھا "مجھے اپنے جد اعلیٰ اکلیز کی طرح کارنامے انجام دینے ہیں 'کیا میں اکلیز بن سکتا ہوں؟"

مندر میں کچھ دیر سکوت طاری رہا۔ اس کے بعد دوسرے گوشے سے آواز آئی "تو ضرور اکلیز بنے گا اور ایک نہ ایک دن تو ان زمینوں تک پہنچ جائے گا جہاں سے مندر کو معطر کر دینے والی خوشبویات آتی ہیں۔"

اس خوش خبری اور بشارت نے سکندر کے رگ و پے میں ایک لہر سی دوڑا دی۔ اسے چشم تصور میں عربوں کا وہ علاقہ نظر آ رہا تھا جہاں سے یہ خوشبویات آیا کرتی تھیں۔

اولمپیاس کی حالت یہاں بھی غیر ہونے لگی۔ جسم میں تناؤ پیدا ہو گیا اور کپڑے مسکنے لگے۔ حالت ہذیان میں وہ معلوم نہیں کیا کچھ کہتی رہی' بڑبڑاتی رہی۔

سکندر اسے بمشکل محل واپس لے گیا۔

اس وقت سکندر بہت پریشان تھا۔ ماں کی یہ حالت اسے پسند نہیں تھی مگر بیٹے کی حیثیت سے وہ اپنی ماں سے محبت کرنے پر مجبور تھا ورنہ اولمپیاس کے معاملے میں وہ اپنے باپ سے متفق تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنے استاد ارسطو سے ان واقعات کا ذکر کیا اور اپنی ماں کی شکایت کرتے ہوئے پوچھا "مجھے اس معاملے میں کیا کرنا چاہیے؟"

ارسطو نے سکندر کو منع کیا "تو بار بار مجھ سے عورتوں کا ذکر مت کر کیونکہ عورت جاندار تو ہوتی ہے مگر اس لائق نہیں ہوتی کہ سمجھدار انسان اس حقیر' بے وقعت چیز کا ذکر کرتا رہے۔"

سکندر نے کہا "عورت بھی تو حیوان ناطق ہوتی ہے۔"

ارسطو نے کہا "یہ حیوان ناطق نہیں' حیوان ناقص ہوتی ہے۔ ہر معاملے میں مرد سے کمتر' عقل و خرد سے محروم۔ نہ تو یہ خود

مضبوط ہوتی ہے نہ اس کے ارادے مستحکم ہوتے ہیں۔ اسے مردکی دل بستگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے سوا اس کا کوئی مصرف نہیں۔"

انہی دنوں فیلقوس کو ایتھنز کے جنوب میں ایک جزیرے پر چڑھائی کرنا تھی۔ فیلقوس نے اس مہم میں سکندر کو اپنے ساتھ رکھا اور جاتے ہی جزیرے کو فتح کرلیا مگر فتح کرنے کے بعد یہ جزیرہ انہی لوگوں کے حوالے کردیا گیا جن سے یہ چھینا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انہیں پابند کیا گیا کہ وہ کاشت کی فصلوں کا دسواں حصہ فیلقوس کو بھجوایا کریں گے اور آئندہ کسی ایسی طاقت کے اتحاد میں شامل نہیں ہوں گے جو مقدونیہ کے خلاف قائم کیا گیا ہو۔ جزیرے کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ وہ جنوبی بعید ترین ملکوں سے آنے والی خوشبویات کے ذخیرے مقدونیہ بھیجتے رہیں۔

جب اس جزیرے میں یہ باتیں طے پارہی تھیں تو ایتھنز کے بحری جہاز فیلقوس کا انتظار کررہے تھے۔ وہ اپنی بحری قوت پر نازاں تھے جب کہ فیلقوس کی بحری قوت اتنی نہیں تھی کہ وہ ایتھنز کا مقابلہ کرسکے۔

اس نازک موقع پر فیلقوس نے سکندر سے پوچھا "اب تو بتا کہ میں ایتھنز کے بحری جہازوں کا مقابلہ کیے بغیر کس طرح امن و عافیت سے اپنے ملک پہنچ جاؤں۔"

سکندر نے ایتھنز کی بحری قوت کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا اور اس کی سمجھ میں کوئی بھی ایسی تدبیر نہیں آرہی تھی کہ وہ ایتھنزی بحری جہازوں کا مقابلہ کیے بغیر بچ کر نکل جائے۔

فیلقوس نے سکندر کو بے بس اور لاجواب دیکھا تو کہا "دیکھ میں کس طرح ایتھنزی بحری جہازوں کو دھوکا دیتا ہوں۔"

پھر فیلقوس نے اپنے چار بحری جہاز ایتھنزی جہازوں کے مقابلے کے لیے روانہ کردیے۔ ان چاروں جہازوں پر بہترین عملہ اور بہترین جنگجو سپاہی تھے۔ انہیں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ سیدھے جاتے جاتے ایتھنزی جہازوں کو دیکھتے ہی مشرق میں کٹ جائیں اور کچھ اس طرح راہِ فرار اختیار کریں جیسے وہ ایتھنزی جہازوں سے جان بچا کر بھاگ رہے ہوں۔

اس منصوبے پر نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے عمل کیا گیا۔

چنانچہ جب چاروں جہاز ایتھنزی جہازوں کے قریب جاکر مشرقی سمت بھاگنے لگے تو ایتھنزی جہازوں کو یہ یقین ہوگیا کہ فیلقوس ان میں سے کسی ایک پر موجود ہے اور ایتھنزیوں سے جان بچا کر بھاگ رہا ہے۔

ایتھنزی جہازوں کے ہٹتے ہی فیلقوس نے اپنے جہاز آگے بڑھا دیے اور کسی نقصان کے بغیر فیلقوس مقدونیہ پہنچ گیا۔

سکندر کو باپ کی اس تدبیر سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ کتنا بڑا مدبر اور ماہر جنگ ہے۔ کئی دن بعد اس کے چاروں جہاز بھی تھسلی کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ ایتھنزی انہیں بھی کوئی نقصان نہ پہنچا سکے تھے۔

سکندر نے اپنے باپ سے پوچھا "اگر ہم ایتھنزی جہازوں کا مقابلہ کرتے تو کیا وہ ہمیں شکست دے سکتا تھا؟"

فیلقوس نے جواب دیا "ایتھنز کی بحری قوت مسلمہ ہے لیکن ہم جب چاہیں براہِ خشکی جنوب سے ایتھنز پر حملہ آور ہو کر اسے فتح

ٹیلی پیتھی موجودہ دور میں ٹیلی فون، وائرلیس، ریڈیو، مائکروویو سسٹم اور ٹیلی ویژن وغیرہ کی معجزہ نمائی اظہرمن الشمس ہیں۔ ابھی بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ حیاتِ انسانی بھی ایک خودکار برقی نظام سے متحرک ہے اور انسان ذہن اور روح کی ان دیکھی برقی قوت سے عمل پیرا ہے۔ ٹیلی پیتھی بھی کوئی جادو کا علم نہیں بلکہ ایک نظام ہے۔ ایک سسٹم ہے جس کے ذریعہ ایک انسان اپنے ذہن کو مطلوبہ انسان کے ذہن سے میلوں کی دوری پر بھی جوڑ سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک طاقت اور ٹرانس میٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

یہ فن مسلسل مشق اور صحیح طریقہ پر عمل کرکے کوئی بھی حاصل کرسکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے فن اور مشق کے ذریعہ بہت سے لوگوں نے کشف و کرامات دکھانے کی حد تک شہرت پائی ہے۔ دیوتا ناول ایک ایسے ہی انسان کی آپ بیتی ہے۔ میری رائے میں ہر شخص اپنی روح کی برقی طاقت اور ذہن کے کنٹرول سسٹم پر قابو پاکر ٹیلی پیتھی کا ماہر بن سکتا ہے۔ میری نظر میں کتاب الاُ بہاڑی جوجلد دہلی سے شائع شدہ کتاب پیتھی گائڈ ایک مکمل ہدایت نامہ ہے۔

محی الدین نواب

کرسکتے ہیں لیکن میں فی الحال ایسا نہیں چاہتا۔"

سکندر نے پوچھا "اس نرمی اور مروت کی کوئی خاص وجہ؟"

فیلقوس نے جواب دیا "ہاں۔ وہ ایک مہذب ریاست ہے۔ وہ اپنے علم و ہنر کی وجہ سے ایک خاص شہرت رکھتے ہیں۔ وہاں سقراط، افلاطون، پیریکلیز اور ڈیماس تھنیز جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ وہاں کے سنگ تراشوں کا کوئی جواب نہیں۔ اگر اس پر فوج کشی کی جائے تو اس کے تمدن کو سخت نقصان پہنچے گا ورنہ ایتھنز کی تسخیر میرے لیے بہت آسان ہے۔ تیرا استاد ارسطو بھی ایتھنز کی اکیڈمی کا نکلا ہوا فلسفی ہے۔"

سکندر کو اپنے باپ کی ایتھنز کے بارے میں یہ رائے اچھی لگی۔

فیلقوس نے پوچھا "تیرے استاد کا شہر استاجیرا دوبارہ تعمیر ہوگیا یا نہیں؟"

سکندر نے بتایا "غالباً وہ تعمیر ہوچکا ہوگا اور لوگ وہاں دوبارہ آباد ہوگئے ہوں گے۔"

فیلقوس نے کہا "اپنے استاد ارسطو کو وہاں ایک بار پھر لے جا تاکہ وہ خامیاں نکالے اور مزدوروں کو کام بتا رہے۔"

سکندر نے باپ کے اس مشورے پر عمل کیا اور استاد ارسطو سے کہا "بادشاہ کی خواہش ہے کہ آپ اپنے نو تعمیر شہر کو دیکھنے جائیں۔"

ارسطو وطن کی محبت میں سرشار استاجیرا پہنچا۔ سکندر اس کے ساتھ تھا۔ وہ یہ دیکھ کر بے حد خوش ہوا کہ ہنرمندوں اور مزدوروں نے اس شہر کی تعمیر نو میں کمال کر دکھایا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ شہر عدم میں جانے کے بعد وجود میں آگیا ہو۔ ویسے ہی مکانات تھے اور ویسے ہی ان کے در و دیوار۔ مکانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے چبوترے بھی بنائے گئے تھے۔ مکانوں میں کھڑکیاں پرانی وضع کی تھیں۔ دروازوں کے سامنے سیڑھیاں تھیں۔ گلی کوچوں میں کتے بھی موجود تھے۔ لوگوں کی آمدورفت بھی نظر آرہی تھی۔ ان کے گھوڑوں اور خچروں سے اٹھنے والا گرد و غبار فضا میں چھایا ہوا تھا۔ ہاں درخت البتہ چھوٹے چھوٹے تھے۔

شہر والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ارسطو سکندر کے ساتھ اس نو تعمیر شدہ شہر کو دیکھنے آیا ہے تو بہت سے شہری ارسطو کے مکان کے سامنے جمع ہوگئے۔ وہ اپنے اس محسن کو ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے جس نے استاجیرا کے کھنڈرات پر ایک نیا شہر آباد کردیا تھا۔

ارسطو کو نام و نمود سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس نے مکان کے باہر جمع ہونے والوں سے ملنے سے بھی انکار کردیا مگر سکندر نے استاد سے درخواست کی کہ وہ اپنے ہم وطنوں کو اپنا دیدار کرائے اور انہیں مایوس واپس نہ جانے دے۔

بدرجۂ مجبوری ارسطو لوگوں کے سامنے پہنچا اور حاضرین سے پوچھا "تم لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہو اور مجھے دیکھ کر کیا کرو گے؟"

ہجوم میں سے ایک ستار آگے بڑھا اور ارسطو سے مخاطب ہوا۔ "میں وطن کی مٹی اور دوسرے شہروں کے سونے میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتا بلکہ مجھے یہاں ہر طرف ایک کیف سا برستا محسوس ہوتا ہے اور اس نشے میں ہم سب یہاں آگئے ہیں۔"

ہجوم نے بے قابو ہوکے اور آگے بڑھ کر ارسطو کو اپنے کاندھے پر اٹھانا چاہا تو ارسطو پیچھے ہٹ گیا اور سکندر سے کہا "میں ان عوامی لوگوں سے اسی لیے دور رہتا ہوں کہ یہ بے بے پاگل ہوجاتے ہیں۔"

سکندر نے عوام کی تعریف کی "استاد محترم! یہ عوامی لوگ ہمارے بہت کام آتے ہیں۔ ہم ان سے مزدوروں کا کام لیتے ہیں۔ مکانات اور محل بنواتے ہیں۔ یہ فصلیں اگاتے ہیں۔ ان کے ہنرمند چیزیں بناتے ہیں اور یہی لوگ ہجوم در ہجوم جب مسلح ہوتے ہیں تو ہماری افواج کہلاتے ہیں اور ہم ان کی مدد سے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔"

ارسطو نے دیکھا کہ لوگ فرطِ عقیدت میں آگے بڑھے چلے آرہے ہیں تو وہ گھر کے اندر چلا گیا اور دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

سکندر نے ہجوم کو بتلایا "اس وقت استاد کی طبیعت کسی قدر ناساز ہے اس لیے تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور استاد کو تنہا چھوڑ دو۔"

لیکن ہجوم شور کرتا رہا اور ارسطو کو باہر بلاتا رہا۔

کافی دیر کے بعد ستار نے ہجوم سے کہا "ارسطو کو اس کی خردمندی نے مغرور کردیا ہے۔ اب وہ پھل دار درخت کی طرح نہیں رہا جو پھلوں کے بوجھ سے جھک جاتا ہے۔ پھل اس میں بھی ہیں لیکن اس مغرور اور متکبر درخت کے پھلوں تک رسائی شہزادوں اور امیرزادوں کی ہوتی ہے لیکن ہم استاد ارسطو کے اس احسان کو بھی نہیں بھولیں گے کہ اس نے استاجیرا کے کھنڈرات پر ایک نیا شہر کھڑا کردیا اور ہم سب دوبارہ اپنے شہر میں آباد ہوگئے۔"

مجمع آہستہ آہستہ چھٹنے لگا لیکن ان میں بعض ایسے سرکش بھی تھے جو دیوار کود کر اندر پہنچ گئے۔ اب ان سے ارسطو بچ کر کہاں جاسکتا تھا۔

اس نے دروازہ کھول کر سکندر کو اندر بلالیا اور کود کر اندر آنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس مصیبت کو باہر نکال۔"

لیکن ان لوگوں نے ارسطو کے ہاتھ پاؤں چومنا شروع کردیے۔ تھوڑی دیر بعد سکندر نے اپنے آدمیوں کی مدد سے ان سب کو نکال باہر کیا۔

ارسطو نے عوام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "سکندر میرے بیٹے! ان عوامی لوگوں کی حیثیت سڑک کے کنارے پڑے

ہوئے خام مال جیسی ہوتی ہے۔ ایک شخص کہیں سے مٹی اٹھا کر اسے برتنوں کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ کوئی دوسرا ماہر لوہے کے ٹکڑوں کو ڈھال کے ہتھیار بنا لیتا ہے۔ کوئی کپاس سے روئی نکالتا ہے اور کپڑے بنا ڈالتا ہے۔ جن عوامی لوگوں کی ہمیں اپنے کاموں کے لیے ضرورت ہوتی ہے تو ہم انہیں سدھا دیتے ہیں۔ مزدور بنا دیتے ہیں، فوج کی شکل میں تیار کر لیتے ہیں اور اس وقت یہ ہمارے لیے کارآمد ہو جاتے ہیں ورنہ یہ جب تک بھیڑیا ہجوم کی شکل میں رہتے ہیں بیکار محض ہوتے ہیں۔"

جو لوگ اندر پہنچ گئے تھے انہیں باہر نکال دیا گیا اور ارسطو نے اپنے اس گھر میں دو دن پرسکون رہ کر گزار دیے۔ اپنے اس آبائی مکان میں اسے بہت مزہ آیا کیونکہ یہ مکان تھا جہاں وہ پیدا کیا گیا تھا۔

استاجیرا کے لوگوں کی خواہش تھی کہ ارسطو اپنے آبائی مکان میں رہے مگر ارسطو کے لیے یہ بات تقریباً ناممکن تھی اور وہ سکندر کے ساتھ پیلا واپس چلا گیا۔



اولمپیاس سکندر کو سمجھاتی رہتی تھی کہ اب اسے نظری اور نقلی علوم سے زیادہ عملی علوم پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ بطلیوس کچھ نہ ہونے کے باوجود خلوہ بنا ہوا تھا اور اری نوئی اسے آگے بڑھانے کی مستقل جدوجہد کر رہی تھی۔ چستی اور پھرتی میں بطلیوس سکندر سے فائق نظر آتا تھا۔ ہوشیاری اور چالاکی میں بھی بطلیوس کو فوقیت حاصل تھی لیکن سکندر کو یہ زعم تھا کہ وہ اپنے باپ کا غیر متنازعہ جانشین ہے۔

دونوں شہزادوں کو فن سپاہ گری اور گھڑ سواری کی یکساں تعلیم دی گئی تھی لیکن اب بھی اری نوئی کو جب بھی موقع ملتا وہ فیلقوس پر دباؤ ڈالتی کہ اس کے بیٹے بطلیوس کو ولی عہد قرار دیا جائے اور فیلقوس ہر بار یہی جواب دیتا "جانشینی کا مسئلہ بہت پہلے طے پا چکا ہے۔ سکندر میرا جانشین ہے۔"

اولمپیاس کو یہ خبریں ملتی رہتی تھیں لیکن جب اس نے یہ محسوس کیا کہ اری نوئی اپنی کوششوں سے باز نہیں آ رہی ہے تو اس نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کر لیا کہ ولی عہدی کے اس باب کو اب بند ہو جانا چاہیے۔

انہی دنوں شاہی اصطبل میں ایک انتہائی سرکش گھوڑا کہیں سے لایا گیا تھا اور اس پر کئی ماہر گھڑ سواروں نے سواری کرنے کی کوشش کی تھی مگر گھوڑے نے اپنے ہر سوار کو کہیں نہ کہیں پھینک دیا تھا۔

اولمپیاس نے اپنے بیٹے سکندر کی گھڑ سواری کی بڑی تعریف سنی تھی۔ اس نے فیلقوس کی موجودگی میں اری نوئی کو طلب کیا۔ وہ اچانک فیلقوس کے سامنے آ گئی تھی۔

جب وہ آ گئی تو اولمپیاس نے اری نوئی سے پوچھا "یہ تو ہمیشہ اپنے بیٹے بطلیوس کو ولی عہد بنانے کے چکر میں کیوں پڑی رہتی ہے؟"

اری نوئی نے بے باکی سے اپنا ساختہ جواب دہرایا "میں اس محل اور بادشاہ کی خواب گاہ میں تجھ سے پہلے آئی ہوں اور میرا بیٹا بطلیوس تیرے بیٹے سے ایک سال بڑا ہے اس لیے اصولاً میرے بیٹے کو ولی عہد ہونا چاہیے۔"

اولمپیاس نے فیلقوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے فیلقوس! تو اس بازاری عورت کو اس کی حیثیت اور مقام سے آگاہ کیوں نہیں کرتا؟"

فیلقوس نے اری نوئی کو یاد دلایا "کیا میں تجھ کو بار بار یہ نہیں بتاتا رہا ہوں کہ شہزادی اولمپیاس میری بیوی ہے اور تو محض ایک داشتہ، اس لیے اصولاً میری بیوی کا بیٹا میرا جانشین ہے اور تجھے اس مردہ مسئلے میں بار بار جان ڈالنے کی کوششیں نہیں کرنی چاہئیں۔"

اری نوئی نے جذباتی لہجے میں کہا "یہ میرے ساتھ اور میرے بیٹے کے حق میں ظلم اور زیادتی ہے جب کہ میرا بیٹا بطلیوس ہر معاملے میں سکندر پر فوقیت رکھتا ہے۔"

فیلقوس نے اری نوئی کو یاد دلایا "کیا تو چند سال پہلے کا وہ مقابلہ بھول گئی جس میں سکندر نے بطلیوس کو بہت زخمی کر دیا تھا اور بطلیوس کی لکڑی کی ڈھال ٹوٹ پھوٹ گئی تھی اور دونوں کے نگراں کے بقول اگر سکندر کو مقابلے سے روکا نہ جاتا تو بطلیوس اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔"

اولمپیاس نے اری نوئی سے کہا "میں یہ چاہتی ہوں کہ ولی عہدی کے جھگڑے کا آج تصفیہ کر دیا جائے۔ بطلیوس اور سکندر گھڑ سواری میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں اور جو اس مقابلے میں جیت جائے اسے ولی عہد تسلیم کر لیا جائے۔"

اری نوئی اس پر فوراً آمادہ ہو گئی۔

اولمپیاس نے گھڑ سواری کے اس مقابلے کی وضاحت کی۔ "شاہی اصطبل کے نگراں کا بیان ہے کہ اصطبل میں ایک ایسا سرکش گھوڑا موجود ہے جس پر ابھی تک کوئی شخص سواری نہیں کر سکا۔ اس سرکش گھوڑے پر باری باری دونوں شہزادے سواری کریں گے پھر جو اس میں کامیاب ہو جائے وہی ولی عہد سلطنت قرار پائے۔"

اری نوئی اس پر آمادہ ہو گئی۔ فیلقوس بھی اس تصفیے سے مطمئن تھا اسی وقت مقابلے کا دن اور وقت طے پا گیا۔

قبرستان کے پاس گھڑ دوڑ کا میدان تھا اور یہ میدان آدھے میل کے قطر میں پھیلا ہوا تھا۔ یہاں گھڑ دوڑ کا منظر دیکھنے کے لیے بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے تھے۔ پتھر کی بنچوں اور کرسیوں پر سیکڑوں تماشائیوں کے لیے نشستیں موجود تھیں۔

ان دونوں کے مقابلے کا اعلان ہوا اور یہ [illegible] درباری ارکان اور معزز شہری گھڑ دوڑ کے میدان میں پہنچ گئے۔

چنانچہ مقابلے والے دن لوگ اس میدان میں پہنچ گئے۔ سب سے آخر میں فیلقوس، اولمپیاس، اری نوئی اور دونوں شہزادے کئی رتھوں میں سوار وہاں پہنچ گئے۔ یہاں بادشاہ اور شاہی خاندان کے لیے سب سے بلند نشست گاہیں تھیں۔ ابھی تک وہ سرکش گھوڑا اس میدان میں نہیں پہنچا تھا۔

اری نوئی بطلیوس کو سمجھا رہی تھی "دیکھ بیٹے! آج کی شرط جیتنے پر تیری ولی عہدی موقوف ہے اس لیے نہایت احتیاط اور چالاکی سے کام لے کر تو یہ مقابلہ جیتے گا اور یہ ثابت کر دے گا کہ تو ہر طرح ولی عہدی کا اہل ہے اور دنیا کا کوئی شہزادہ اس معاملے میں تجھ پر سبقت نہیں لے جا سکتا۔"

اور اولمپیاس سکندر کو سمجھا رہی تھی "دیکھ سکندر! مجھے کئی لوگوں نے یہ بتایا ہے کہ کیسا ہی سرکش گھوڑا کیوں نہ ہو تو اس پر قابو پا لیتا ہے تیرے لیے یہ مقابلہ جیتنا بہت آسان ہے اور اس کے بعد اری نوئی کی زبان ولی عہدی کے معاملے میں ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گی۔"

فیلقوس نے اس گھوڑے کو دیکھ رکھا تھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ دونوں میں سے کوئی بھی شہزادہ اس پر سواری کر سکے گا۔

تھوڑی دیر بعد گھوڑے کے سائیس نے گھوڑے کو دوڑ کے نقطہ آغاز پر لے جا کر کھڑا کر دیا لیکن گھوڑا اس وقت بھی اس کے قابو میں نہیں تھا۔ وہ بار بار کبھی تو الف ہو جاتا اور کبھی کبھی دولتیاں جھاڑنے لگتا۔

بادشاہ نے دونوں شہزادوں سے پوچھا "پہلے کون سواری کرے گا؟"

اری نوئی نے جواب دیا "میرا بیٹا بطلیوس۔"

بطلیوس کو گھوڑے کے پاس پہنچایا گیا۔ اس نے جیسے ہی گھوڑے کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ گھوڑا بدک گیا اور بطلیوس کو اپنے پاس آنے سے روک دیا۔

بطلیوس نے گھوڑے پر بیٹھنے کی کوشش کی تو گھوڑے نے اس کو پھینک دیا۔

بطلیوس نے دوبارہ، سہ بارہ اور چوتھی بار گھوڑے پر سوار ہو جانے کی کوشش کی اور ہر بار ناکام رہا۔

اری نوئی کا دل ڈوبنے لگا پھر وہ یہ سوچ کر خوش ہوئی کہ یہ سرکش گھوڑا سکندر کے بھی قابو نہیں آئے گا لیکن اسی دوران حیرت انگیز طور پر بطلیوس گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گیا اور اس نے گھوڑے کو دوڑانے کی کوشش کی مگر گھوڑا الف ہو گیا۔ بطلیوس نے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیے اور گھوڑا بطلیوس کو نہیں گرا سکا۔ کچھ دیر یہ کشمکش جاری رہی مگر گھوڑا بطلیوس کو گرانے میں ناکام رہا۔ بطلیوس نے گھوڑے کو بھگانے کی کوشش کی اور یہ گھوڑا فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ دوڑا بھی لیکن پھر بطلیوس کو میدان میں پھینک کر واپس آ گیا۔ بطلیوس کو چوٹیں آ گئیں۔ شاہی خدمت گاروں نے اس کو میدان سے اٹھا کر بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ یہاں شاہی اطبا اور جراح بھی موجود تھے۔ انہوں نے شہزادے کا علاج معالجہ شروع کر دیا۔

اب سکندر کی باری تھی۔

سکندر نے بھی گھوڑے پر بیٹھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا لیکن کوششوں کے بعد آخر کار وہ گھوڑے کی پشت پر پہنچ گیا۔ اپنی دونوں ٹانگوں سے گھوڑے کی پشت کو دبایا پھر ایال پکڑ لیے اور گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑے نے دوڑنا شروع کر دیا۔ پہلے تو سکندر گھوڑے کو سیدھا دوڑاتا رہا یہاں تک کہ گھوڑا دوڑتے دوڑتے تھک گیا۔ اب سکندر کے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام بھی آ چکی تھی اور گھوڑا اس لگام کے اشارے پر دیر تک دوڑتا بھاگتا رہا۔ سکندر نے گھڑ دوڑ کے میدان کے دو چکر لگائے۔ گھوڑا تھک چکا تھا اور اب وہ بالکل سکندر کے قابو میں آ چکا تھا۔

اری نوئی پر غشی سی طاری ہو گئی اور اولمپیاس پاگلوں کی طرح اچھلنے لگی۔

فیلقوس بھی بہت خوش تھا مگر اری نوئی کی پریشانی سے وہ اپنی خوشی کو دوسروں پر ظاہر نہیں کر سکا۔

اولمپیاس نے کہا "ولی عہدی کا جھگڑا ہمیشہ کے لیے ختم ہوا۔"

اری نوئی نے شبہ ظاہر کیا "اس مقابلے میں میرے بیٹے کے خلاف سازش کی گئی ہے۔ اگر میرے بیٹے کو پہلے نہ دوڑایا جاتا تو وہ سکندر کی طرح یہ مقابلہ جیت لیتا۔"

اولمپیاس نے پیش کش کی "اب بھی اگر تو چاہے تو بطلیوس کو اس سرکش گھوڑے پر بٹھا دے اور اگر وہ گھڑ سواری میں کامیاب ہو جائے تو میں سکندر کی جگہ بطلیوس کو ولی عہد تسلیم کر لوں گی۔"

اور جب بطلیوس کو ایک اور موقع دینے کا اعلان ہوا تو بطلیوس نے انکار کر دیا اور کہا "مجھے اپنی دوسری حیثیت ہی منظور ہے۔"

اس گھڑ دوڑ کے میدان میں فیلقوس نے سکندر کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔

گویا اب سکندر پورے یونان کے مستقبل کا مالک بنا دیا گیا تھا۔

فیلقوس لوگوں کو بتاتا تھا "حکومت کی مثال سرکش گھوڑے جیسی ہے۔ یہ نااہلوں کو تخت سے اتار پھینکتی ہے اور اپنے نااہل بادشاہ کا تاج اتار کر دوسرے اہل بادشاہ کے سر پر رکھ دیتی ہے۔"

خاص پیلا شہر میں ارسطو کو پڑھانے اور تربیت دینے میں تو نہیں آیا تھا کیونکہ اس میں طالب علم کی جستجو اور شوق کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ ارسطو نے اپنا مسئلہ فیلقوس کے سامنے رکھا۔

ارسطو نے فیلقوس کو سمجھایا "میں جس قسم کی درس گاہ قائم کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے خاصی جگہ ہونی چاہئے یعنی طالب علموں کے لئے کشادہ جگہ ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ ایک حصہ کتابوں کے لئے مختص کیا جائے۔ میں پرندوں اور نباتات پر بھی کام کر رہا ہوں۔ ان کے لئے بھی خاصی جگہ درکار ہے اور یہ سب کچھ شہر میں ممکن نہیں۔"

فیلقوس نے ازراہِ تمسخر کہا "تجھے اپنے کام کے لئے جتنی جگہ درکار ہے اس میں تو ایک چھوٹا سا قصبہ آباد کیا جا سکتا ہے۔"

ارسطو نے جواب دیا "اس میں کیا شک ہے۔ بالکل صحیح اندازہ لگایا بادشاہ نے۔"

فیلقوس کچھ دیر ارسطو کی درس گاہ کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ ارسطو کسی ایسی جگہ کا متلاشی ہے جہاں اس کے طالب علم جانے کی زحمت اٹھایا کریں۔ ارسطو کے خیال میں ایک شاگرد کو طلب علم کے لئے سفر کی صعوبت ضرور برداشت کرنا چاہئے۔

پیلا سے کسی قدر فاصلے پر میزا (MEIZA) نامی ایک قصبہ تھا۔ یہاں آبادی تو برائے نام تھی لیکن یہاں ایک پریوں کا مندر ضرور تھا اور مندر سے ملحق ایک باغ تھا۔ اس باغ میں ارسطو اپنی درس گاہ کے علاوہ آزمائش اور تجربوں کے لئے پرند بھی پال سکتا تھا۔ سال میں کبھی کبھی لوگ پریوں کے اس مندر میں جایا کرتے تھے۔ عوام کے لئے الگ راستہ بنایا جا سکتا تھا۔

فیلقوس نے سکندر کے اتالیق لیونی دس کو حکم دیا کہ وہ سکندر اور ارسطو کو اپنے ساتھ میزا لے جائے اور پریوں والا مندر اور اس سے ملحقہ باغ دکھلا لائے۔

اور ارسطو سے کہا "تو وہ جگہ دیکھ لے اور اپنے کام کے لئے جتنی جگہ درکار ہو لیونی دس کو بتا دے۔ تیرے لئے وہ جگہ مخصوص کر دی جائے گی۔"

جب یہ لوگ میزا جانے کی تیاری کر رہے تھے تو کسی نے یہ خبر اری نوئی تک پہنچا دی۔ خبر پہنچانے والے نے اس پر نمک مرچ لگایا۔ مخبر نے اری نوئی سے کہا "کچھ پتا ہے کہ استاد ارسطو پیلا سے دور میزا (MEIZA) کیوں جا رہا ہے؟"

اری نوئی نے کہا "تیرے بقول استاد ارسطو کو تدریس کے لئے زیادہ جگہ درکار تھی اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ طلبہ علم حاصل کرنے کے لئے سفر کی زحمت برداشت کیا کریں۔ اس کے علاوہ بھی کوئی بات ہے؟"

مخبر نے جواب دیا "یہ ساری باتیں دکھاوے کی ہیں ورنہ سیدھا سادہ مسئلہ یہ ہے کہ اولمپیاس نہیں چاہتی کہ سکندر کے علاوہ کوئی اور استاد ارسطو سے تعلیم حاصل کرے۔"

اری نوئی نے مخبر کے نمک مرچ مسالے کا کوئی اثر نہ لیا اور کہا "اگر سکندر میزا جا سکتا ہے تو بطلیموس بھی وہاں پہنچ سکتا ہے۔"

مخبر اپنے منصوبے میں ناکام ہو کر واپس چلا گیا اور اری نوئی واقعتاً پریشان پریشان فیلقوس سے ملاقات کی ترکیبیں سوچنے لگی۔

کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ فیلقوس خود اس کے پاس آ رہا ہے۔

فیلقوس آیا لیکن اس وقت وہ خاصا برہم تھا۔ اس نے اندر آتے ہی غصے میں اری نوئی سے پوچھا "تیرے پاس بھی کوئی مخبر آیا تھا اور تجھے استاد ارسطو کے تعلیمی منصوبے کے بارے میں کچھ بتا گیا؟"

اری نوئی انکار نہ کر سکی۔ اس نے جواب دیا "ہاں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ استاد ارسطو اپنی درس گاہ پیلا سے دور میزا نامی کسی جگہ لے جا رہا ہے۔"

فیلقوس نے غصے میں کہا "تجھے یہ باور کرایا گیا ہوگا کہ یہ سب کچھ اولمپیاس کروا رہی ہے اور اب میزا میں صرف سکندر تعلیم حاصل کرے گا اور تیرا بیٹا بطلیموس تدریس سے محروم ہو جائے گا۔"

اری نوئی نے پوچھا "کیا یہ غلط ہے؟"

فیلقوس نے غصے میں کہا "غلط ہے...... بالکل غلط ہے۔ وہاں اگر سکندر تعلیم حاصل کرنے جائے گا تو تیرا بیٹا بطلیموس بھی وہیں تعلیم حاصل کرے گا۔ میں نے اپنی کسی بیوی یا داشتہ کی اولاد کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ شاید تو نہیں جانتی کہ اسی محل میں میرا ایک بیٹا اری ڈایوس بھی رہتا ہے۔ اس کی ماں تھسلی کی ایک رقاصہ ہے۔ اری ڈایوس کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی۔ اسے مارنے کی کوشش کی گئی اور کھانے میں نہایت ہوشیاری سے اتنا زہر کھلایا گیا کہ اس کی موت تو نہیں واقع ہوئی مگر اس کا دماغی توازن ضرور بگڑ گیا۔ میں تو اسے بھی میزا کی درس گاہ میں داخل کروا دیتا مگر اس کی ذہنی استعداد اس لائق ہی نہیں کہ کچھ سیکھے۔"

اس انکشاف نے اری نوئی کو خاصا متاثر کیا اور اس نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس مخبوط الحواس بچے کو دیکھنا چاہتی ہے۔

کچھ دیر بعد فیلقوس کے حکم سے اری ڈایوس کو حاضر کر دیا گیا۔ یہ لڑکا بھی تیرہ چودہ سال کا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں سبزی اور گوشت کے پارچے تھے اور اس کا منہ چل رہا تھا' رال بہہ رہی تھی۔

جب اسے فیلقوس اور اری نوئی کے سامنے لایا گیا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کر لئے جیسے وہ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔

فیلقوس نے اری نوئی کو بتایا "تو جانتی ہے کہ یہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کیوں لے گیا؟"

اری نوئی نے نفی میں جواب دیا "نہیں' میں نہیں جانتی۔"

فیلقوس نے کہا "یہ مخبوط الحواس محل سے چیزیں چرا چرا کر کھاتا ہے۔ اسے کھانے کا بہت شوق ہے۔ اس کے ہاتھوں میں جو

سبزی اور پارچے ہیں وہ چوری کے ہیں۔ انہیں یہ مجھ سے چھپا رہا ہے اور اسے اتنا بھی شعور نہیں کہ یہ شہزادہ ہے اور اسے اس لئے چوری نہیں کرنی چاہئے کہ محل کی کھانے پینے کی چیزیں اس کی اپنی ہیں۔"

اری نوئی نے اری ڈایوس کو اپنے قریب بلایا مگر وہ فیلقوس کے پاس چلا گیا اور فیلقوس نے اسے گلے سے لگا لیا۔ اری نوئی سے کہا "اگر اس میں ذرا سی بھی سیکھنے کی صلاحیت ہوتی تو میں اسے میزا بھیج دیتا۔"

کچھ دیر بعد اری ڈایوس جگالی کرتا ہوا بھاگ گیا۔

فیلقوس نے اری نوئی کو سمجھایا "میں نے تیرے بیٹے بطلیموس کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا اور مجھے تو یہاں تک خیال ہے کہ شہزادوں کے ہونہار دوستوں کو بھی میزا کی درس گاہ میں داخل کرایا جائے تاکہ وہ بھی شہزادوں کے شایانِ شان تعلیم حاصل کر سکیں۔ نیارکس جو پیراکی میں اپنا جواب نہیں رکھتا اور سمندر کے دیوتا پوسیڈون کا بیٹا کہلاتا ہے' نے بھی شہزادوں کے ساتھ میزا میں تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔"

اری نوئی نے غمزدہ لہجے میں کہا "لیکن اب میرا بیٹا تو ولی عہد نہیں بن سکتا کیونکہ اس کو سکندر نے گھوڑے کی سواری میں شکست دے دی ہے۔"

فیلقوس نے کہا "جب ایک بات طے پا چکی ہے کہ سکندر میرا جانشین ہے تو پھر تو بار بار جانشینی کے سلسلے میں اپنے بیٹے کا ذکر کیوں کرتی ہے؟"

اری نوئی نے فکرمند لہجے میں کہا "مجھے اولمپیاس سے بہت ڈر لگتا ہے۔ وہ میرے بیٹے کو قتل کروا سکتی ہے۔"

فیلقوس نے اری نوئی کو سمجھایا "تیری بہتری اسی میں ہے کہ اولمپیاس سے اچھے تعلقات رکھے اور اسے یہ شبہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ تو اب بھی جانشینی کے سلسلے میں اپنے بیٹے بطلیموس کو آگے لانا چاہتی ہے۔"

اری نوئی نے خواہش ظاہر کی "میں استاد ارسطو کی درس گاہ میزا کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

فیلقوس نے اجازت دے دی "اسے تیار ہو جانے دے پھر جب جی میں آئے' چلی جانا۔"

○☆○

استاد ارسطو نے میزا کو پسند کر لیا اور جب وہ پریوں والے مندر کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا وہاں پتھروں پر پریوں کی ابھرواں تصویریں نقش تھیں۔ ماہر سنگ تراشوں نے انہیں ہتھوڑے اور چھینی کی مدد سے پتھروں میں نہایت محنت سے تراشا تھا۔

ارسطو کچھ دیر ان پریوں کو دیکھتا رہا اور پھر مندر میں داخل ہوا۔ وہاں جگہ جگہ پریوں کے مجسمے رکھے ہوئے تھے جنہیں کمال صناعی سے بنایا گیا تھا۔

اس وقت ارسطو کے ساتھ سکندر' بطلیموس اور نیارکس بھی تھے۔

ارسطو نے پریوں کے مجسموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا ان پریوں کا بھی کوئی وجود ہو سکتا ہے؟"

بطلیموس نے جواب دیا "اگر ان کا کوئی وجود نہیں تھا تو ان مجسموں کے وجود کا کیا مطلب؟"

سکندر نے کہا "ان کا وجود ہے' کہیں اور نہیں تو انسانی خیالوں میں ہی سہی۔"

ارسطو سکندر کے جواب سے بہت خوش ہوا اور کہا "جو چیز انسانی خیالوں میں آ سکتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس چیز کا کہیں نہ کہیں وجود ہے اور اگر کوئی وجود نہیں ہے تو ان کا کہیں مستقبل میں وجود ہو سکتا ہے۔"

مندر کے پیچھے ایک بہت بڑا اجاڑ باغ تھا۔ ارسطو مندر سے نکل کر اس باغ میں گیا اور دیر تک اس میں گھومتا پھرتا رہا اور پھر اپنی مرضی کے مطابق اس کے کاٹ چھانٹ کے احکامات دیئے۔

باغ سے نکل کر وہ آس پاس کی زمینوں کا مشاہدہ کرتا رہا۔ یہ فالتو زمین بھی ارسطو کے کام کی تھی۔ اس زمین کو بھی درس گاہ میں شامل کر لیا گیا۔

اب ایک پورا قصبہ استاد ارسطو کی درس گاہ بن چکا تھا۔ یہاں آبادی بھی بہت کم تھی اور کچے پکے مکانات تھے۔ جو لوگ آباد تھے وہ بہت ہی مفلوک الحال تھے۔ انہیں لڑائی جھگڑے سے کوئی سروکار نہ تھا۔

مہینوں میزا کی درس گاہ کی تعمیر کا سلسلہ جاری رہا اور جب یہ کام مکمل ہوا تو ارسطو اپنے کتب خانے اور پرندوں کے ساتھ میزا منتقل ہو گیا۔ فیلقوس نے بھی یہ درس گاہ دیکھی۔

اولمپیاس نے اس درس گاہ کو اس وقت دیکھا جب استاد ارسطو یہاں ٹہل ٹہل کے مشائیانہ انداز میں شاگردوں کو تعلیم دے رہا تھا۔ اولمپیاس نے بھی استاد ارسطو کی کچھ باتیں سنیں۔ اس وقت وہ اپنے طالب علموں کو خدا کے بارے میں بتا رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا "جو شے ہے وہ تصور میں آ سکتی ہے مثلاً یہ کہ وجود میں آنے سے پہلے مختلف مادوں کی شکل میں تم کہیں موجود ضرور تھے۔ تمہاری کوئی صورت نہیں تھی مگر جب تمہارا شکمِ مادر میں تمہارے باپ کی مدد سے نطفہ قرار پایا تو تم آہستہ آہستہ صورت اختیار کرتے چلے گئے اور پھر جب تم پیدا ہوئے تو دنیا نے تمہاری شکل دیکھی۔ گویا تم نامعلوم سے معلوم ہوئے۔ اس اعتبار سے مادہ قدیم اور لافانی ہے۔ اب رہ گیا وہ صانع جسے تم سب خدا کہتے ہو تو وہ سب سے زیادہ قدیم ہے۔ اس نے کائنات بنائی اور ہر شے کے خواص' فطرت اور تراکیب مقرر کر دیے اب یہ نظام اس کے مقرر کردہ اصول اور قوانین سے چل رہا ہے اور خدا کے پاس مزید کچھ کرنے کے لئے باقی نہیں رہا۔ خدا فارغ ہو گیا اور کائنات اس کے مقرر کردہ اصول اور قوانین کے مطابق خود بخود حرکت میں ہے۔"

اولمپیاس استاد ارسطو کی تقریر سنتی رہی اور پھر بھی نہ سمجھ

سکی کہ ارسطو کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے لیکچر کے دوران مداخلت کی۔ "تیری یہ تعلیم تو سب کے لئے ہے لیکن سکندر جانشین سلطنتِ مقدونیہ کے لئے عملی تعلیم ہونی چاہئے کیونکہ اسے اپنے باپ کی جگہ اقتدار سنبھالنا ہے۔"

ارسطو نے کہا "اقتدار بھی کو سنبھالنا ہے۔ سکندر کی طرح بطلیوس اور نیارکس کو بھی کہیں نہ کہیں حکومت سنبھالنی ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ سب سکندر کے ماتحت ہوں گے۔"

اولمپیاس نے ارسطو کو سمجھایا "دیکھ۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ جو سکندر کو معلوم ہو اس سے دوسرے لاعلم رہیں۔"

ارسطو نے بے مروتی سے جواب دیا "ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم کسی کے بارے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ کل کیا بنے گا؟"

اولمپیاس محل واپس چلی گئی۔ اس واقعے کے کئی دن بعد ارسی نوئی بھی میزا پہنچ گئی۔ اس نے بھی استاد ارسطو کو ٹہل ٹہل کر پڑھاتے دیکھا۔

اس دن ارسطو پڑھا رہا تھا کہ جانور بھی انسان کی طرح جہد للبقا میں مشغول ہیں جنہیں حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مخصوص اعضا اور جدوجہد کی قوت نہیں ملتی تو وہ مرجاتے ہیں۔ انسانی نسلیں بھی اسی اصول سے برباد ہو گئیں۔

ارسی نوئی اولمپیاس کی طرح ارسطو کا لیکچر سنتی رہی اور ارسطو سے پوچھا "میرے بیٹے میں جہد للبقا کی صلاحیت پائی جاتی ہے یا نہیں؟"

ارسطو نے جواب دیا "بطلیوس بہت ہوشیار ہے اور یہ کہیں نہ کہیں حکومت حاصل کرلے گا۔"

ارسی نوئی نے استاد ارسطو سے پوچھا "کیا تو مجھے بھی تھوڑا سا وقت دے سکتا ہے؟"

ارسطو نے جواباً پوچھا "کون سا وقت اور کس دن کا وقت؟"

ارسی نوئی نے کہا "میں تجھ سے بطلیوس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

ارسطو نے پھر ٹہلنا شروع کردیا اور آہستہ سے کہا "تو میرے ساتھ ساتھ چل اور بتا کہ مسئلہ کیا ہے؟"

ارسی نوئی نے کہا "میں چاہتی ہوں کہ بطلیوس کی تعلیم و تربیت کسی بھی طرح سکندر سے کم نہ ہو۔ اس کے لئے میں تیرا اضافی خرچ بھی برداشت کرسکتی ہوں۔"

ارسطو نے حیرت سے پوچھا "اضافی خرچ؟ یہ کیا ہوتا ہے یہ خرچ کی کون سی مد ہے؟"

ارسی نوئی نے وضاحت کی "تیری خدمات کا جو صلہ حکومت دیتی ہے' میں اس کے علاوہ اپنے طور پر جو کچھ تجھے دوں گی اسے اضافی خرچ کہا جائے گا۔"

ارسطو نے کہا "جب مجھے اپنی خدمات کا صلہ حکومت سے مل گیا تو پھر کہیں اور سے چوری چھپے مزید صلہ حاصل کرنا ایمانداری نہیں ہے۔"

ارسی نوئی نے سمجھ لیا کہ یہ چالاک شخص اس کے قابو میں نہیں آئے گا۔ وہ کہنے لگی "دراصل میں یہ چاہتی ہوں کہ بطلیوس پڑھائی کے اوقات کے علاوہ بھی کچھ پڑھے اور اس کا خرچ میں برداشت کروں۔"

ارسطو نے جواب دیا "فیلقوس کی طرف سے مجھے اپنی خدمات کا جو معاوضہ ملتا ہے اور مجھے میزا میں جو سہولتیں دی گئی ہیں وہ آٹھ پہروں کی سہولتیں ہیں گویا میں آٹھ پہروں کا معاوضہ پاتا ہوں اور جس دن شب و روز نو پہروں کے ہوجائیں گے تب میں ایک پہر کا اضافی معاوضہ تجھ سے لیا کروں گا۔"

ارسی نوئی کی بات نہیں بنی لیکن یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ استاد ارسطو پر بھی اولمپیاس کی گرفت مضبوط ہے۔

میزا میں کئی ایسے چہرے نظر آئے جو سکندر کی ماں کے آس پاس دیکھے گئے تھے۔ ان چہروں کا یہاں دکھائی دینا ایک ہی مقصد رکھتا تھا اور وہ مقصد تھا مخبری۔ اولمپیاس اپنے ان مخبروں کے ذریعے باخبر رہنا چاہتی تھی کہ میزا کی درس گاہ میں ارسطو کس پر کتنی توجہ دیتا ہے۔

ارسی نوئی کو معلوم ہوگیا کہ اس کی باتیں بھی اولمپیاس تک پہنچ جائیں گی۔ بات کو ہموار کرنے کے لئے اس نے سکندر سے باتیں کی اور کہا "بیٹے سکندر! ذرا اپنے بھائی کا بھی خیال کر کیونکہ ولی عہد ہونے کی وجہ سے تو اس کا سرپرست بھی ہے۔"

لیکن سکندر کو ارسی نوئی کی باتوں سے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ چاہتی کیا ہے؟

اسی وقت یہ معلوم ہوا کہ اولمپیاس بھی میزا پہنچ چکی ہے۔ وہ ارسطو کی یہ درس گاہ دوبارہ دیکھنے آئی تھی۔

ارسی نوئی نے آگے بڑھ کر اولمپیاس کا استقبال کیا اور اپنی آمد کا سبب بتانے لگی "ٹھیک تیری طرح میں نے بھی یہ سوچا کہ اپنے بیٹوں کی اس نئی درس گاہ کو دیکھوں تو سہی۔ میں استاد ارسطو سے چند باتیں کررہی تھی کہ مجھے بتایا گیا کہ اولمپیاس بھی یہاں پہنچ چکی ہے۔ اب میں تیرے ساتھ ہی اس درس گاہ کو گھوم پھر کے دیکھوں گی۔"

اولمپیاس کو ارسی نوئی کے لہجے میں معذرت اور لجاجت محسوس ہوئی اور اولمپیاس کی یہ فطرت تھی کہ جو اس کی برتری تسلیم کرلیتا تھا وہ اس سے نہیں الجھتی تھی۔

اولمپیاس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "استاد ارسطو کہاں ہے؟"

ارسی نوئی نے جواب دیا "کچھ دیر پہلے تو وہ ایک چھوٹی سی مچھلی ہاتھ میں لئے اس پر کچھ غور کررہا تھا۔"

اولمپیاس ارسی نوئی کے ساتھ استاد ارسطو کی تلاش میں ادھر اُدھر چکر لگانے لگی۔ اسی دوران میزا کے نگراں نے اولمپیاس کو اس درس گاہ کی چیزیں دکھانا شروع کردیں۔ یہاں اس نے ارسطو کا

کتب خانہ دکھایا اور پھر پرندوں کی طرف لے گیا۔ یونان کے تقریباً سارے ہی پرندے یہاں موجود تھے پھر اسے ایک ایسی جگہ لے جایا گیا جہاں چھوٹی بڑی مچھلیاں پانی کے حوض میں تیر رہی تھیں۔ یہیں ایک طرف سیپیاں' کوڑیاں اور گھونگے ڈھیر تھے۔ اس کے بعد اولمپیاس کو ان پودوں اور درختوں کی طرف لے جایا گیا جن پر میزا کے نگراں کے بقول استاد ارسطو بہت زیادہ وقت صرف کررہا تھا۔

اولمپیاس نے ارسی نوئی کی طرف دیکھا اور ارسطو کا مذاق اڑایا "میں تو اسے بہت لائق استاد سمجھتی تھی مگر اب یہ مجھے خبطی لگتا ہے۔ اگر استاد ارسطو صرف کتابوں میں مشغول ہوتا تو یہ مسلم الثبوت استاد سمجھا جاتا مگر یہ تو مچھیرا اور مالی بنا ہوا ہے۔"

میزا کے نگراں نے ارسطو کی تعریف کرتے ہوئے کہا "میں استاد ارسطو کی لیاقت اور قابلیت کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا مگر میں نے استاد ارسطو سے بادشاہ سلامت فیلقوس کو بھی مشورے لیتے دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ مقدونیہ کا لائق ترین فوجی جنرل انٹی پیٹر استاد ارسطو کا گہرا دوست ہے۔ وہ بھی یہاں حاضری دیتا رہتا ہے۔"

دونوں عورتیں میزا کے نگراں کی باتوں سے متاثر تو ضرور ہوئیں مگر ان دونوں کو یہ شبہ بھی ہوا کہ شاید استاد ارسطو شہزادوں کو طب کی تعلیم دے رہا ہے۔

اولمپیاس نے ارسی نوئی سے کہا "میرا خیال ہے کہ شہزادوں کو طب کی تعلیم دی جارہی ہے جو فضول ہے۔"

ارسی نوئی نے فوراً اس کی تائید کی "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

میزا کے نگراں نے اولمپیاس کو خوش کرنے کے لئے کہا۔ "شہزادوں کے لئے طب کی تعلیم مناسب نہیں لیکن دوسروں کے لئے طبیب بننا بڑے فائدے کی چیز ہے۔ ظالم فاتح بھی طبیب اور لوہار کو قتل نہیں ہونے دیتے کیونکہ یہ بڑے کام کے لوگ ہوتے ہیں۔"

اچانک ان کی نظریں ایک ضعیف العمر شخص پر پڑیں۔ یہ ضعیف انسان اولمپیاس اور ارسی نوئی کو دور کھڑا پُرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ارسی نوئی نے اس مشتبہ شخص کو دیکھا تو میزا کے نگراں سے پوچھا "یہ کون ہے جس نے یہاں آنے کی جسارت کی؟"

اولمپیاس نے بوڑھے کو دیکھتے ہی پہچان لیا "تو اسے نہیں جانتی' حیرت ہے۔ یہ پریوں کے مندر کا پجاری اور میزا کا مشہور کاہن ارسٹانڈر ہے۔ میں اس سے خوب واقف ہوں۔"

اس کے بعد اولمپیاس نے اس پجاری اور کاہن کو قریب آنے کی اجازت دی۔ قریب آنے پر کاہن نے خوشامدانہ لہجے میں کہا "پہلے جب آپ میزا آتی تھیں تو میزا میں پہلی ملاقات مجھ سے ہوتی تھی لیکن اس بار آپ نے مجھے نظرانداز کردیا۔"

اولمپیاس نے کوئی جواب تو نہیں دیا مگر کاہن سے استاد ارسطو کے بارے میں ضرور پوچھا "تو تو یہیں رہتا ہے' استاد ارسطو سے کبھی ملا ہوگا۔ بتا یہ کیسا آدمی ہے؟"

کاہن نے جواب دیا "وہ ٹہل ٹہل کر تعلیم دیتا ہے اور مجھے تو یہ شخص تو تلا معلوم ہوتا ہے۔"

اولمپیاس کو ہنسی آگئی "عجیب انکشاف ہے۔ ارسطو سے بات کرکے دیکھوں گی کہ کاہن کی بات درست ہے یا غلط۔"

کاہن نے ارسطو کے بارے میں کچھ اور بتایا "وہ مجھے اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔ شاید وہ دیوی دیوتاؤں پر یقین نہیں رکھتا۔"

اولمپیاس نے کہا "تو کسی بھی دن چھپ کے یہ دیکھ کہ استاد ارسطو کیا پڑھاتا ہے؟"

کاہن نے کہا "ایک دن میں چھپ کے سن چکا ہوں کہ وہ کیا پڑھاتا ہے۔ اس کا سبق "کیا ہے" سے شروع ہوتا ہے پھر پڑھاتے پڑھاتے وہ "کیوں ہے" تک پہنچ جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر ان دونوں سوالوں کے جوابات مل جائیں تو شاگرد بہت کچھ جان لے گا اور استاد بھی مطمئن ہوجائے گا کہ اس نے کچھ بتایا ہے۔"

اولمپیاس اور ارسی نوئی دونوں "کیا ہے" اور "کیوں ہے" کے معنوں میں الجھ گئیں۔

کچھ دیر بعد اولمپیاس ارسی نوئی کے ساتھ ارسطو کے پاس پہنچی۔ اس وقت وہ اپنے شاگردوں کو مچھلیوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس نے ان دونوں معزز خواتین سے کہا "جب تک میں درس دے رہا ہوں تم دونوں مجھ سے دور رہو۔"

اولمپیاس نے کہا "میں یہی تو دیکھنا چاہتی ہوں کہ تو کیا اور کس طرح پڑھاتا ہے۔"

ارسطو نے ایک چھوٹی مچھلی حوض سے نکالی اور شاگردوں سے کہا "کچھ جانتے ہو کہ یہ چھوٹی کیوں ہے؟"

کسی بھی شاگرد نے کوئی جواب نہ دیا۔

ارسطو نے غصے میں کہا "افسوس کہ تم ابھی تک میرے طریقۂ تدریس سے واقف نہ ہوسکے۔"

شاگرد استاد کی صورت دیکھ رہے تھے۔ وہ بالکل نہیں سمجھے کہ استاد ارسطو کیا پوچھنا چاہتا ہے؟

اولمپیاس نے ارسی نوئی سے کہا "تو نے استاد ارسطو کی آواز سنی۔ کاہن کی بات درست ہے کہ استاد ارسطو توتلا ہے۔"

ارسی نوئی نے تائید کی "مجھے بھی یہ توتلا لگتا ہے۔"

استاد ارسطو کی آواز سنائی دے رہی تھی "جب میں نے علم کی بنیاد کا نکتہ تم سب کو ذہن نشین کروادیا ہے تو جیسے ہی میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ مچھلی چھوٹی کیوں ہے تو تمہیں تعلیم کے غلط آغاز کی فوراً نشاندہی کرنی تھی کیونکہ تعلیم کا۔ آغاز "کیا ہے" سے ہوتا ہے چنانچہ اس چھوٹی مچھلی کے ضمن میں پہلا سوال یہ ہونا چاہئے کہ یہ کیا ہے؟"

بطلیوس کی آواز سنائی دی "چھوٹی مچھلی ایک آبی مخلوق ہے اس لئے یہ سوال کہ یہ کیا ہے' فضول ہے۔"

ارسطو نے کہا "جہاں دریا' ندی' تالاب یا سمندر نہ ہو اور

وہاں کے رہنے والوں کے سامنے یہ چھوٹی مچھلی رکھ دی جائے اور ان سے سوال کیا جائے کہ یہ مچھلی چھوٹی کیوں ہے تو وہ حیرت سے سوال کرنے والے کو دیکھیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ ہے کیا؟"

دونوں عورتوں کے ذہن میں استاد ارسطو کے بارے میں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے اور دونوں یہ سوچ رہی تھیں کہ یہ شخص اگر شہزادوں کو "کیا ہے" اور "کیوں ہے" میں الجھاتا رہا تو یہ انہیں پڑھائے گا کیا اور شہزادوں کو علمِ سیاست اور علمِ ریاست کی کیا تعلیم دے گا؟

دونوں ارسطو کی غیر دلچسپ باتوں سے اکتا گئیں۔

کافی دیر بعد ارسطو نے ان دونوں معزز خواتین کو حوض کے قریب ہی بلوالیا۔

دونوں شہزادے اپنی اپنی ماؤں کو میزا کی درس گاہ میں دیکھ کر خوش ہوئے۔

اولمپیاس کی بے چین طبیعت سے رہا نہ گیا اور ارسطو سے پوچھا "یہ تو چھوٹی مچھلی کے بارے میں اپنے شاگردوں سے کیا پوچھ رہا تھا؟"

ارسطو نے جواب دیا "میں کیا اور کیوں کے جوابات معلوم کررہا تھا۔ چھوٹی مچھلی کیا ہے اور وہ چھوٹی کیوں ہے؟ اگر ہمارے پاس کیا ہے کا جواب نہ ہو تو ہم کیوں ہے کی طرف کس طرح جائیں گے۔"

دونوں خواتین کیا ہے اور کیوں ہے کی بھول بھلیوں میں پھنس کر رہ گئیں۔

ارسطو نے مسکراتے ہوئے کہا "میں تم جیسی غیر سنجیدہ اور علوم کی گہرائیوں سے ناواقف خواتین کو بھی انہی مچھلیوں کے حوالے سے تعلیم دے سکتا ہوں۔"

اس کے بعد ارسطو نے حوض کی مچھلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ مچھلیاں بحیرۂ ایجین سے لائی گئی تھیں۔ پہلے یہ اپنے مخصوص معاشرے میں اپنے خاندان کے ساتھ رہتی تھیں مگر پھر انہیں ماہی گیروں کے ذریعے یہاں لایا گیا اور یہ اپنے اصل ماحول اور معاشرے سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئیں اور نتیجہ یہ نکلا کہ اب یہ میرے تجربے کی نذر ہوجائیں گی یا پھر انہیں کوئی کھا جائے گا۔ گویا ہم انسان بھی انہی مچھلیوں کی طرح ہیں۔ جب تک اپنے حقیقی ماحول میں رہیں گے، محفوظ رہیں گے لیکن جب قیدی بن کر دشمن کے معاشرے میں پہنچ جائیں گے تو ہماری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

ارسطو کی یہ باتیں دونوں کی سمجھ میں آگئیں۔

اولمپیاس نے ارسطو کو سمجھایا "بچوں کو طب کی تعلیم ہرگز نہ دی جائے اور انہیں جو کچھ بھی پڑھایا جائے اس کا تعلق سیاست اور ریاست سے ہو۔ اگر مجھے یہ نہ بتایا جاتا کہ فیلقوس اور انٹی پیٹر بھی تجھ سے مشورے لیتے ہیں تو مجھے تیری لیاقت پر ہمیشہ شبہ رہتا۔"

ارسطو دونوں خواتین سے فضول باتیں کرکے وقت نہیں گنوانا چاہتا تھا۔ اس نے دونوں خواتین کو مختصراً سمجھا دیا "معزز خواتین! شہزادوں کو دوسروں کے مقابلے میں بہت کچھ جاننا چاہئے اگر انہیں دوسروں سے کم معلوم ہوگا تو لوگ ان کی عزت بھی نہیں کریں گے کیونکہ زیادہ جاننے والا کم جاننے والے کی دل سے عزت نہیں کرسکتا۔"

اولمپیاس کو بہت جلد یہ اندازہ ہوگیا کہ اس کے بیٹے کی تعلیم و تربیت ایک صحیح شخص کے سپرد کی گئی ہے۔

کچھ دیر بعد دونوں خواتین درس گاہ کے بقیہ حصوں کو دیکھنے میں مشغول ہوگئیں۔ کاہن دور کھڑا ان دونوں خواتین کا انتظار کررہا تھا جیسے ہی یہ دونوں خواتین کاہن کے قریب پہنچیں، اس نے دونوں خواتین سے پوچھا "ارسطو توتلا ہے نا؟"

اولمپیاس نے جواب دیا "ہاں توتلا ہے لیکن بہت زیادہ نہیں۔"

ارسی نوئی نے کہا "اس کی باتوں میں سحر ہے اس لئے اس کا توتلا پن محسوس نہیں ہوتا۔"

کاہن نے دریافت کیا "آپ دونوں نے اس سے دیوی دیوتاؤں کی بات کی؟ وہ یقیناً ان کے خلاف بولا ہوگا۔"

اولمپیاس نے جواب دیا "ہمیں اس شخص سے دیوی دیوتاؤں کی بات نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ ہمیں "کیا ہے" "کیوں ہے" اور "کس لئے ہے" کے چکر میں ڈال کے لاجواب اور بے بس کردے گا۔"

بطلیموس کو ارسطو سے یہ شکایت پیدا ہوئی کہ اس نے اولمپیاس کے مقابلے میں ارسی نوئی کو کم اہمیت دی تھی۔

دوسرے شاگردوں کو غیر معمولی اولمپیاس کے بارے میں جو کچھ معلوم تھا، اس سے ان میں اولمپیاس کو قریب سے دیکھنے کی خواہش پیدا ہوگئی تھی اور آج انہوں نے اولمپیاس کو بہت قریب سے بھی دیکھ لیا تھا۔ اولمپیاس کے ساتھ کئی کنیزیں بھی تھیں اور یہ کنیزیں بھی بہت حسین تھیں۔

ارسطو اپنے پودوں میں مشغول ہوگیا۔

بطلیموس نے ارسطو کا مذاق اڑایا "یہ خبطی شخص ہمیں کیا پڑھاتا ہے؟ یہ ہمیں پودوں، مچھلیوں اور گھونگھوں میں مشغول رکھ کر ہمارا وقت ضائع کررہا ہے۔ یہ سیاسی اور ریاستی تعلیم دینے کا اہل ہے بھی یا نہیں؟"

سکندر نے بھی ارسطو کے طریقۂ تعلیم پر اعتراض کیا "اس شخص پر جو کچھ خرچ کیا گیا ہے اور جتنی اس کی پذیرائی ہوئی ہے اس کی خدمات ان کے ہم پلہ نہیں ہیں۔"

شاگردوں کی یہ باتیں ارسطو کے کانوں میں بھی پڑیں مگر ان کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

شام کو پودوں کی روشوں کے درمیان ٹہلتے ہوئے ارسطو نے

اپنے شاگردوں سے پوچھا "اگر ہم سب کسی بحری جہاز پر سفر کررہے ہوں اور سمندر میں اچانک طوفان آجائے تو تم کیا کروگے؟"

بطلیموس نے جواب دیا "میں چپو چلانے والوں کو حکم دوں گا کہ وہ ذرا سی بھی غفلت سے کام نہ لیں اور جہاز کو ساحل کے قریب لے جانے کی کوشش کریں۔ اگر خوش قسمتی سے طوفان کے رخ نے ہمارا ساتھ دیا تو ہم آسانی سے ساحل پر پہنچ جائیں گے۔"

ارسطو نے ماہر پیراک نیارکس سے پوچھا "اور تو کیا کرے گا؟ تجھے تو لوگ سمندری دیوتا پوسیڈون کا بیٹا کہتے ہیں؟"

نیارکس نے جواب دیا "میں سمندر میں قیمتی چیزیں اور خوشبویات پھینک کر پوسیڈون کو خوش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہوگیا تو سمندری طوفان بھی ہمارا پیچھا چھوڑ دے گا۔"

اس موقع پر ایک امیرزادے نے اپنی رائے دی "میں تمام بادبان لپیٹ دوں گا اور چپو چلانے والے غلاموں کو حکم دوں گا کہ وہ طوفانی ہواؤں سے کسی قدر ہٹتے اور بچتے ہوئے جہاز کو ساحل کی طرف لے جائیں کیونکہ ہم نہ تو طوفانی ہواؤں کے مخالف سفر کرسکتے ہیں اور نہ موافق سمت میں کیونکہ دونوں ہی سمتوں میں طوفانی قوت ہمیں آگے نہیں بڑھنے دے گی۔"

ارسطو کو حیرت تھی کہ سکندر نے ابھی تک کوئی رائے نہیں دی تھی۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

ارسطو نے سکندر سے پوچھا "تو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو کیا سوچ رہا ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ طوفان میں گھر جانے کے بعد ہی میں غور کرسکتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

سکندر کے جواب پر سبھی کو ہنسی آگئی لیکن استاد ارسطو خاموش رہا۔

ہر شاگرد یہ جاننے کے لئے بے قرار تھا کہ استاد ارسطو کی نظر میں کس کا جواب درست ہے۔

جب ارسطو کی خاموشی نے تکلیف دہ طوالت اختیار کی تو بطلیموس نے پوچھا "آپ نے بتلایا نہیں کہ کس کا جواب درست ہے؟"

ارسطو نے بے پروائی سے جواب دیا "پتا نہیں۔"

شاگرد حیران تھے کہ استاد ارسطو کا یہ کہہ دینا کہ "پتا نہیں" اس کے شایانِ شان نہیں ہے۔

بطلیموس نے پوچھا "آپ کم از کم یہ تو بتا سکتے ہیں کہ آپ کے سوال کا کس نے صحیح جواب دیا؟"

ارسطو نے جواب دیا "سکندر کا جواب سچ سے زیادہ قریب ہے۔ جب تک آدمی طوفان میں گھر نہ جائے اور اسے اپنے ماحول کا علم نہ ہو وہ کس طرح کوئی فیصلہ کرسکتا ہے۔"

شاگردوں نے اور ان میں بطورِ خاص بطلیموس نے یہ محسوس کیا کہ استاد ارسطو اولمپیاس کے بیٹے سکندر کی بے جا تعریف کرتا ہے۔

ارسطو نے بھی ان سب کی سوچ کا اندازہ لگالیا تھا۔ اس نے کمال بے رحمی سے ان سب کو سمجھایا "تم سب کو اس پر بھی اعتراض تھا کہ میں نے اولمپیاس کو زیادہ عزت دی۔ میں ایسا کرنے پر یوں مجبور تھا کہ اولمپیاس فیلقوس کی بیوی ہے جبکہ بقیہ دوسری عورتیں داشتائیں ہیں گویا فیلقوس کی اولادوں میں سکندر سے زیادہ کوئی اور ولی عہدی کا مستحق نہیں۔ سکندر اپنی ذہانت، اپنی عقل اور اپنے رویوں میں تم سب پر فوقیت رکھتا ہے۔"

ارسطو نے بطلیموس کو سب سے زیادہ مایوس کیا۔ سکندر اس کا حریف تھا اور استاد ارسطو اس کے حریف کی مسلسل طرف داری کررہا تھا۔

O☆O

میزا کی یہ درس گاہ پیلا سے اتنی دور تھی کہ یہاں پہنچنے کے لئے شاگردوں کے کئی گھنٹے خرچ ہوجاتے اور ارسطو کی پڑھائی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی وقت بھی تدریس شروع کردیتا تھا۔ وہ خود کسی کا پابند نہیں تھا مگر دوسرے اس کی پابندی کرتے تھے۔

اس دور میں بھی چار عناصر کو بنیادی حیثیت حاصل تھی آگ، پانی، ہوا اور مٹی۔ یہی چار عناصر کرۂ ارض کے بنیادی اجزا سمجھے جاتے تھے مگر استاد ارسطو نے ان میں ایک کا اضافہ کردیا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اگر ان میں ایک عنصر بھاپ کا اضافہ کردیا جائے تو بات مکمل ہوجائے گی۔

بظاہر یہ غیر اہم اور بے سروپا بات تھی اور بھاپ کا تعلق پانی سے تھا مگر اسے ارسطو نہایت ضروری عنصر کیوں قرار دے رہا تھا یہ بات کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ فی الحال بھاپ کے مسئلے کو نظرانداز کیا گیا اور شاگردوں نے ارسطو کی کارگزاریوں پر نظر رکھنی شروع کردی۔

ارسطو نے آہستہ آہستہ اپنے معاونین کی ایک فوج تیار کرلی۔ یہ ارسطو کے وہ شاگرد تھے جن کے معمولی وسائل ان کی تعلیم کی راہ میں سدِ راہ بنے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی کسان کا بیٹا تھا، کوئی سنار تھا، کوئی آہن گروں کی نسل سے تعلق رکھتا تھا اور کوئی موچی کا بیٹا تھا۔ کسی کا باپ تاجر تھا اور کسی کا باپ معمولی سپاہی۔ یہ الگ الگ پیشوں اور خاندانوں سے تعلق رکھنے والے نادار طالب علم

قارئین متوجہ ہوں

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات، احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیے۔

ذہنی اعتبار سے یکسانیت رکھتے تھے۔ ان سب میں ایک فکری اور رجحاناتی قدر مشترک تھی۔ یعنی یہ سب علم کے پیاسے تھے اور ابھی ارسطو کی استادی میں اپنے علمی سفر کے آغاز "کیا ہے" سے شروع کر کے "کیوں ہے" کی جستجو میں مگن تھے۔ یہی طالب علم ارسطو کے معاون و مددگار بھی تھے۔ یہ اپنے استاد کا عملی ساتھ دے رہے تھے۔ ان کا تاریخ میں کہیں ذکر تو نہیں ملے گا مگر یہ بہت اہم اور ضروری لوگ تھے۔ استاد ارسطو سب کچھ تنہا نہیں کر سکتا تھا۔ اگر یہ معاون و مددگار نہ ہوتے تو ارسطو کے بہت سے کام ادھورے رہ جاتے۔

فیلقوس بھی اپنے بیٹوں کو ارسطو کے حوالے کر کے ان کی طرف سے غافل نہیں ہو گیا تھا۔ وہ بطلیوس، سکندر اور نیارکس سے وقتاً فوقتاً پوچھتا رہتا کہ ارسطو ان کو کیا پڑھا رہا ہے؟

فیلقوس نے سکندر سے پوچھا "استاد ارسطو نے تجھ کو کیا پڑھایا؟"

سکندر نے جواب دیا "وہ ہمیں جو کچھ بتاتا ہے وقتی طور پر گول مول سا ہوتا ہے۔ کوئی بھی شاگرد اس سے مطمئن نہیں ہوتا مگر بعد میں آہستہ آہستہ اس کی بتائی ہوئی ہر بات واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔"

سکندر کے جواب نے فیلقوس کو مطمئن نہیں کیا اور اس نے بطلیوس سے پوچھا "تیرا کیا خیال ہے کہ استاد ارسطو تمہیں جو کچھ پڑھا رہا ہے تم اس سے مطمئن ہو یا نہیں؟"

بطلیوس نے جواب دیا "استاد ارسطو عجیب و غریب مزاج اور ذہن کا آدمی ہے۔ ہم اس سے جو سوال کرتے ہیں وہ اس کا گول مول جواب دیتا ہے۔ کم از کم میں اس کے جوابوں سے مطمئن نہیں ہوتا۔ ویسے ابھی چند دن پہلے استاد نے روایات سے اختلاف کیا اور کرۂ ارض کے چار بنیادی عناصر کا ذکر کرتے ہوئے یہ فتویٰ سنا دیا کہ ایک پانچواں عنصر بھاپ بھی ہے۔ اب کوئی اس سے پوچھے کہ بھاپ جیسی معمولی چیز پانچواں عنصر کس طرح بن سکتی ہے۔"

فیلقوس نے سوچا کہ استاد ارسطو یہ کس قسم کی تعلیم دے رہا ہے اور اس سے شہزادوں کو کیا حاصل ہو گا؟

اس نے کہا "عنقریب تھریسا پر میرا مکمل قبضہ ہو جائے گا بشرطیکہ بائی زانطہ، تھبز اور ایتھنز اس میں مداخلت نہ کریں تو میں میزا کی درس گاہ میں کچھ وقت دوں گا اور دیکھوں گا کہ استاد ارسطو تم سب کو کیا پڑھا رہا ہے؟"

فیلقوس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اولمپیاس اور ارسی نوئی میزا آئی تھیں اور استاد ارسطو نے اولمپیاس کی بڑی عزت کی تھی۔ اس نے سکندر سے کہا "بیٹے! استاد ارسطو ایک عظیم انسان ہے۔ اس کا علم اس کی شخصیت اور اس کے افکار تاریخ کا حصہ بن جائیں گے۔ آنے والی نسلیں اس کا احترام کریں گی اور جب وہ کتابوں میں پڑھیں گے کہ استاد ارسطو نے جنونی اور مخبوط الحواس ملکہ اولمپیاس کی عزت کی اور اسے دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا تو پڑھنے والوں کو بڑا دکھ ہو گا کہ وہ کیسا ناقدری کا زمانہ تھا جہاں علم جہالت کے احترام میں کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔"

فیلقوس کو یہ بھی بے چینی تھی کہ کسی طرح اولمپیاس اور ارسطو کی باتوں کی تفصیل اسے پتا چل جائے۔ اس سلسلے میں وہ ارسی نوئی کے پاس بھی گیا اور اس سے میزا کے بارے میں کئی اہم سوالات کیے۔

اس نے ارسی نوئی سے پوچھا "جب اولمپیاس اور استاد ارسطو میں ملاقات ہوئی" اس وقت تو کہاں تھی؟"

ارسی نوئی نے جواب دیا "میں اولمپیاس کے ساتھ تھی۔"

فیلقوس نے پوچھا "وہاں دونوں میں کیا باتیں ہوئیں؟"

ارسی نوئی نے ساری تفصیل دہرا دی اور کہا "اولمپیاس یہ چاہتی تھی کہ اس کے بیٹے کو طب نہ پڑھائی جائے صرف سیاسی اور ریاستی تعلیم و تربیت کی جائے۔"

فیلقوس نے پوچھا "تم عورتوں کو علوم کے بارے میں کیا معلوم ہے؟ اور کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تعلیم و تربیت کے معاملے میں تم استاد ارسطو کو کوئی معقول مشورہ دے سکو گی یا یہ کہ عورتیں تعلیمی میدان میں استاد ارسطو کی رہنمائی کریں گی؟"

ارسی نوئی نے کہا "میں یہ چاہتی ہوں کہ استاد ارسطو میرے بیٹے بطلیوس کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دے لیکن ابھی تک وہ عام تعلیم سے بھی دور ہے۔"

فیلقوس نے اندازہ لگا لیا کہ ابھی تک استاد ارسطو کے بارے میں ان سب کا علم ناقص ہے۔ اچانک ایک دن فیلقوس بھی میزا پہنچ گیا۔

ارسطو اپنے شاگردوں کو ایتھنز کے حوالے سے یہ بتا رہا تھا کہ اسے مقدونیہ محض ہتھیاروں سے زیر نہیں کر سکتا کیونکہ ایتھنزی عالموں نے شہریوں میں ایتھنز کی اتنی محبت پیدا کر دی ہے کہ ان کا ایک ایک شہری ایتھنز پر اپنی جان قربان کر دے گا جبکہ مقدونیہ کے لوگ اس طرح نہیں سوچتے کیونکہ یہاں کے لوگ قرب و جوار سے بھی آ کر آباد ہو گئے ہیں اور ان میں ابھی تک ایتھنزی جذبۂ شہری نہیں پیدا ہوا۔

فیلقوس کو اس صداقت سے انکار نہیں تھا مگر وہ یہ ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا کہ وہ مقامی اور بیرونی افواج کی مدد سے ایتھنز، تھبز، اسپارٹا اور تھریسا کو فتح کر کے دکھا دے گا۔

اس روز فیلقوس نے میزا کی درس گاہ کو پہلی دفعہ بغور دیکھا تھا۔ یہاں ہر طرف یا تو پودے تھے یا مچھلیاں، سونگے اور گھونگے تھے۔ ان کی یہاں کیا ضرورت تھی؟ مگر فیلقوس یہ بھی جانتا تھا کہ مفکروں کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔

فضا ابر آلود تھی اور بارش کا امکان پایا جاتا تھا۔

ارسطو نے کچھ دیر فیلقوس سے ریاستی امور پر باتیں کیں اور فیلقوس کو مشورہ دیا "ایتھنز کے معاملے میں بہت زیادہ غور و فکر سے کام لیا جائے کیونکہ ایتھنز میں نامی گرامی خطیب موجود ہیں۔ ان

میں ڈیماس تھینز تیرا سب سے بڑا دشمن ہے اور وہ وعدہ خلافی، عہد شکنی اور دھوکا دہی سے بھی کام لے سکتا ہے۔"

پھر بارش شروع ہو گئی۔ موسلا دھار بارش۔

فیلقوس کے کسی ساتھی نے اس بارش کے سلسلے میں رائے دی "لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان کی چھت کے نیچے شمال میں ہواؤں کے بیٹے رہتے ہیں۔ انہی کی کوششوں سے یہ بادل آتے ہیں اور مینہ برسنے لگتا ہے۔"

یکایک بجلی چمکی اور بادلوں کی کڑک نے ایک عجیب سا خوف طاری کر دیا۔

فیلقوس کے اسی ساتھی نے کہا "ایک یک چشم دیو بادلوں کی پٹائی کر رہا ہے۔"

ارسطو کو ہنسی آ رہی تھی۔ وہ کہنے لگا "میں دیوی دیوتاؤں کو برا نہیں کہتا لیکن ہمیں آنکھیں بند کر کے ان سب پر یقین بھی نہیں کرنا چاہئے۔"

ارسطو ان سب کو ایک ایسے کمرے میں لے گیا جہاں ایک بہت بڑا پتیلا پانی سے بھرا ہوا چولہے پر رکھا تھا۔ چولہے میں آگ جل رہی تھی اور کمرے کی چھت میں ایسی دھاتوں کے ٹکڑے پیوست کر دیے گئے تھے جن سے بھاپ ٹکرا کے ایک دم ٹھنڈی ہو جاتی۔

ارسطو نے آنچ تیز کروا دی اور کچھ دیر بعد پتیلے کی بھاپ چھت کے دھاتی ٹکڑوں سے ٹکرا کے قطرہ قطرہ بوندوں کی شکل میں نیچے گرنے لگی۔

ارسطو نے پانی کے قطروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "پانی کی یہ بوندیں کہاں سے آ رہی ہیں؟ کیا چھت ٹپک رہی ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "یہ بھاپ ہے جو اپنی اصل شکل میں تبدیل ہو کے نیچے واپس آ رہی ہے۔"

فیلقوس کے ساتھیوں نے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس حقیقت کے ماننے سے ان کے آبائی دیوی دیوتاؤں والے عقیدے پر ضرب پڑتی تھی۔

ارسطو نے فیلقوس کو بطورِ خاص متوجہ کیا "یہ بھاپ اصل میں پانی ہے جسے آگ کی شدت نے بھاپ بنا دیا اور پھر یہ بھاپ کھلی فضا میں اوپر ہی اوپر اٹھتی چلی جاتی ہے پھر کوئی سرد فضا اسے اس کی اصل شکل میں تبدیل کر دیتی ہے اور یہ پانی کی شکل میں برسنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ پانی پہاڑوں پر برف کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور کہیں کہیں چشموں اور جھیلوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ کہیں یہ ندیوں اور دریاؤں کی شکل میں پہاڑوں سے بہتا ہوا نیچے آ جاتا ہے اور ہماری کھیتیوں کو سیراب کرتا ہے۔ ہمیں زندگی بخشتا ہے۔ درختوں اور پودوں کی آبیاری کرتا ہے اور یہ دنیا قائم رہتی ہے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ چاروں معروف عناصر کے علاوہ پانچواں اہم عنصر بھاپ ہے تو میرا یہی مقصد ہوتا ہے کہ اگر اس بھاپ کو دنیا سے معدوم کر دیا جائے تو کرۂ ارض پر زندگی ختم ہو جائے گی۔"

فیلقوس اس تجرباتی علم سے بے حد متاثر ہوا مگر سب کچھ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی وہ آبائی عقیدے سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ وہ جن لوگوں میں رہتا تھا ان سب کا بارش کے سلسلے میں یہی عقیدہ تھا کہ آسمانی چھت کے نیچے شمال میں ہواؤں کے فرزند رہتے ہیں اور انہی کی کوششوں سے بارش ہو جاتی ہے۔

لیکن سکندر نے اس پانچویں عنصر کو بہ صمیمِ قلب تسلیم کر لیا تھا۔

فیلقوس کچھ دیر الجھن کا شکار رہا۔ وہ اب بھی اس پانچویں عنصر کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا تھا۔ اس نے ارسطو سے پوچھا۔ "لیکن یہ جو کچھ تو نے بتایا اس کا تیرے شاگردوں کی تعلیم سے کیا تعلق ہے؟"

ارسطو نے کہا "بھاپ کا ہر کسی سے تعلق ہے۔ کیا یہ بارش صرف میزا میں ہو رہی ہے؟ پیلا شہر اور پیلا کے محلات بارش سے محروم ہیں۔ میں نے یہ ضروری سمجھا کہ معلوم کیا جائے کہ بارش کیا ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ کیا ہے تو یہ جاننے کی کوشش کی کہ یہ کیوں ہے؟ اور جب ہمیں ان دونوں سوالوں کے جوابات مل گئے تو کرۂ ارض کے سمندروں، دریاؤں اور گلیشیروں کا علم حاصل کر لیا اور اب اس کے بعد دنیا کی سرسبزی، شادابی اور زندگی کے وجود کی ماہیت، اساس اور حیات کا علم بھی ہمیں حاصل ہو گیا اور ہماری یہ رہنمائی بھی ہو گئی کہ ہمیں جو کچھ جاننا ہے اس کے لئے سوال کیا ہے؟ سے ابتدا کریں اور معلوم کرتے ہوئے کیوں ہے؟ تک چلے جائیں تو معلومات کے سارے گوشے ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے اور ہم وہ سب جان لیں گے جو صدیوں سے ہمارے ذہنوں میں واہموں کی شکل میں موجود ہے۔"

فیلقوس اس جواب سے مطمئن ہو گیا۔

فیلقوس نے یہ بھی سوچا کہ اگر اسے استاد ارسطو کی تادیر صحبت میسر ہو تو وہ شہروں اور ریاستوں کو فتح کرنے کے بجائے کیا ہے اور کیوں ہے کے چکر میں پھنس کر رہ جائے گا لیکن شہزادوں کے لئے یہ تعلیم اس لئے ضروری تھی کہ ان کا ابھی عملی زندگی سے واسطہ نہیں پڑا تھا اور جب انہیں شہر اور ریاستیں فتح کرنا ہوں گے تو یہ تعلیم ان کے بہت کام آئے گی۔

فیلقوس نے ارسطو سے پوچھا "لوگ کہتے ہیں کہ تو دیوی اور دیوتاؤں کو نہیں مانتا۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے؟"

ارسطو نے جواب دیا "میرے سوالوں پر دیوی اور دیوتا پورے نہیں اترتے اسی لئے ان خیالی دیوتاؤں کو میں صرف نظرانداز کرتا ہوں اور چونکہ یہ ہمارے معاشرے اور ہماری زندگی میں بری طرح سمائے ہوئے ہیں اس لئے میں انہیں رد بھی نہیں کرتا۔"

دھواں دھار بارش ہوتی رہی اور فیلقوس اس موسم برشگال میں ارسطو کے تجرباتی نتیجے سے خاصا لطف اندوز ہوا مگر اس کو یہ یقین نہیں تھا کہ یونانی عقائد کے سامنے ارسطو کا یہ تجربہ مقبولیت

حاصل بھی کر سکے گا۔ عام یونانی اپنے عقائدی معاملات میں ارسطو کے تجربوں کو بھی اہمیت نہیں دیں گے اور جب کوئی کام مقبولیت حاصل نہ کر سکے تو اس کو جاری رکھنے کا فائدہ؟

اس کے علاوہ فیلقوس یہ بھی جانتا تھا کہ یونانیوں کے صدیوں کے عقائد دس بیس تجربوں سے نہیں بدلے جا سکتے اور جب عوام کی نظر میں ارسطو کے تجربوں کی کوئی خاص قدر و قیمت نہیں ٹھہری تو پھر ارسطو کو اس فضول کام سے کیا حاصل ہو گا؟

وہ ارسطو کو ایک طرف لے گیا اور اپنے طور پر کچھ سمجھانے کی کوشش کی "استاد! تو نے بارش کے سلسلے میں ہم سب کو جو کچھ بتایا اور بھاپ کی جس اہمیت کو تجربوں سے ثابت کیا' کیا تجھ کو یہ یقین ہے کہ یونانی تیری اس عقلیت پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے آبائی عقائد سے توبہ کر لیں گے؟"

ارسطو نے جواب دیا "سچ کو اس لئے ترک نہیں کر دینا چاہئے کہ جھوٹ بہت طاقتور ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ طاقتور جھوٹ صدیوں سے یونانی دل و دماغ پر حاوی ہے۔ میرے سچ کو اس جھوٹ کی جگہ نہیں مل سکے گی مگر میں سچ کی تلقین کرتا رہوں گا۔ میں انسانی دل و دماغ کو واہموں سے پاک کرنا چاہتا ہوں۔ میرا سچ اثر کرے یا نہ کرے اور میرا سچ رائج ہو یا نہ ہو' میں سچ بولتا رہوں گا۔ کسی خوف' کسی مایوسی اور کسی اندیشے کے بغیر میں سچ بولتا رہوں گا۔"

فیلقوس استاد ارسطو کو ایک جنونی اور راست گو کی حیثیت سے تسلیم کر چکا تھا اور اسے یہ بھی یقین تھا کہ ارسطو اپنے شاگردوں کو جو کچھ بتا رہا ہے وہ ان کے لئے بے حد اہم ہے اور اسے یہ افسوس بھی ہوا کہ فیلقوس کو اپنی نوعمری میں کوئی ایسا استاد نہیں ملا ورنہ وہ کچھ زیادہ ہی اکتساب کرتا۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ استاد ارسطو سفر اور قیام کے دوران بادشاہ کے ساتھ رہے تو وہ اس بے عقل اور نالائق انسان کو کبھی اس درس گاہ میں نہ رہنے دیتا۔ اگر شہزادوں کی تعلیم و تربیت ضروری نہ ہوتی تو رفاقت کے لئے ارسطو سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔

ارسطو نے فیلقوس کو خیالوں میں گم دیکھا تو اس نے عام گفتگو شروع کر دی اور بادشاہ کو اولمپیاس اور ارسی نوئی کی آمد کا واقعہ بتانے لگا۔

فیلقوس نے کہا "جب مجھے یہ بتایا گیا کہ تو نے اولمپیاس کا استقبال کیا اور اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا تو مجھے بہت تکلیف پہنچی۔ شاید تجھ کو یہ نہیں معلوم کہ اولمپیاس صرف میری بیوی ہے ملکہ نہیں ہے۔"

ارسطو نے جواب دیا "میں نے اولمپیاس کا استقبال صرف اس لئے کیا کہ وہ مقدونیہ کے بادشاہ کی بیوی اور مقدونیہ کے ہونے والے بادشاہ کی ماں ہے۔ میں معاشرتی روایات سے منحرف نہیں ہو سکتا۔"

فیلقوس نے اولمپیاس کی شکایت کی "استاد! میں نے اولمپیاس سے بے حد محبت کی مگر اس جنونی' خود سر اور سرکش عورت نے میری محبت کی قدر نہیں کی اور میں نے مجبوراً اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔"

ارسطو نے فیلقوس کو سمجھایا "اس ضدی عورت میں جو بے پناہ سرکشی پائی جاتی ہے اس سے تو فائدے اٹھا سکتا تھا۔ اس سرکشی کو کسی ایسی سمت میں موڑ دیا جاتا جہاں اس جنونی طاقت کی ضرورت ہوتی۔ اس طرح اولمپیاس مشغول ہو جاتی اور اس کی سرکشی مسلسل سرد ہوتی رہتی پھر زمانے کے تلخ تجربات اولمپیاس کو بھی آہستہ آہستہ بدل دیتے اور تجھے اس کے شر سے نجات مل رہتی۔"

فیلقوس نے شکایتاً کہا "اس نے اپنے محل میں بہت سے سانپ پال رکھے ہیں اور میں سانپوں سے ڈرتا ہوں اس لئے ادھر جانا ترک کر دیا ہے۔"

ارسطو نے کہا "گویا اس کی فطرت ہم سب کے سامنے آ گئی۔ اس نے بادشاہ پر سانپوں کو ترجیح دی یعنی وہ بادشاہ کے بجائے سانپوں کے ساتھ زیادہ خوش رہ سکتی ہے۔"

ارسطو کی ان باتوں نے فیلقوس کو بے حد متاثر کیا اور اسے یوں لگا جیسے اولمپیاس کے بارے میں وہ جو کچھ خود کہنا چاہتا تھا اسے استاد ارسطو نے ادا کر دیا ہے۔

بادشاہ نے کہا "تو خود بھی میری تائید کرے گا کہ میں نے اولمپیاس کو اس کے حال پر چھوڑ کر ایک اچھا قدم اٹھایا ہے۔ مجھے اس ناگن اور سانپوں کے زہر سے دور ہی رہنا چاہئے۔"

ارسطو نے جواب دیا "ایک لائق حکیم کے لئے سانپ اور اس کا زہر اتنے ہی ضروری ہیں جتنی مفید اور حیات بخش ادویات۔ ایک لائق حکیم زہر سے تریاق حاصل کرتا ہے اور تریاق کی افادیت سے کون انکار کرے گا۔"

فیلقوس نے کہا "اگر میں تھریسا اور بائی زنطہ میں نہ الجھا ہوا ہوتا تو پیلا میں رہ کر اولمپیاس کے زہر کو تریاق میں بدل دینے کی کوشش کرتا۔"

ارسطو نے فیلقوس کو سمجھایا "میں نے اولمپیاس میں حکومت کرنے کی تڑپ محسوس کی ہے۔ شاید اسے تیری عدم موجودگی میں اپنے بیٹے سکندر کو تیری نیابت اختیار کرنے پر اس کا جذبہ حکمرانی مجبور کرتا رہتا ہے۔ جب تو پیلا میں نہیں ہوتا تو اولمپیاس سکندر کو مجبور کرتی ہے کہ وہ تیری نیابت کرے اور اس نیابت کے پیچھے اولمپیاس خود موجود رہتی ہے۔"

فیلقوس نے اقرار کیا "بے شک اولمپیاس نے ہمیشہ حکومت کرنے کا رجحان ظاہر کیا ہے۔ وہ مجھے بھی زیرِ فرمان رکھنا چاہتی تھی اور جب اس میں ناکام ہوئی تو گوشہ نشین ہو گئی۔"

ارسطو نے سمجھایا "تب پھر تجھ کو اب بہت زیادہ محتاط ہو جانا چاہئے بس دو چار سال میں سکندر حکومت کرنے کے لائق ہو جائے گا اور جب مقدونیہ کا وارثِ تخت و تاج اولمپیاس کی نظر میں بالغ

ہو جائے گا تو تُو اولمپیاس کے لئے غیر ضروری ہو جائے گا اور غیر ضروری شے کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے تو سمجھ سکتا ہے۔"

پینتالیس چھیالیس سالہ بادشاہ فیلقوس سوچ میں پڑ گیا اور بہت کچھ سوچنے کے بعد بھی یہ نہ سمجھ سکا کہ جب بادشاہ اولمپیاس کی نظروں میں غیر ضروری ہو جائے گا تو وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟

بادلوں کی کڑک اور بجلی کی چمک دونوں کی گفتگو میں مخل ہو رہی تھی۔ اسی دوران ارسطو کے ایک شاگرد نے پوچھا "مچھلیوں کا حوض پانی سے بھر گیا اور مچھلیاں حوض کے باہر آ گئی ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے؟"

ارسطو نے جواب دیا "یہ سارے کام تم لوگ کرتے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کیا کرنا چاہئے؟ تم چھوٹے چھوٹے معمولی مسائل میں مجھے مت ڈالو۔"

شاگرد چلا گیا۔

ارسطو نے بادشاہ کو سمجھایا "فیلقوس! اولمپیاس مصلحت اندیشی سے ناآشنا ہے۔ اس نے جب پہلی بار تجھ کو دیکھا تھا تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ وہ تیری بیوی بن جائے۔ جب وہ تیری بیوی بن گئی تو اس نے ملکہ بننا چاہا مگر تو نے اسے ملکہ نہیں بننے دیا۔ جب وہ محض بیوی بن کر رہنے پر خود کو آمادہ نہ کر سکی تو اس نے اپنی مطلب براری کے لئے سکندر کو ولی عہد بنوا دیا۔ ملکہ بننے کے لئے یہ دوسرا راستہ ہے۔ جب سکندر مقدونیہ کا بادشاہ بن جائے گا تو اولمپیاس بادشاہ کی ماں کی حیثیت سے سلطنت کے سفید و سیاہ کی مالک ہو جائے گی۔"

فیلقوس نے جواب دیا "کیا اولمپیاس یہ جانتی ہے کہ میں کتنے سال زندہ رہوں گا جب کہ مجھے یہ اندازہ ہے کہ ابھی میری صحت پچیس تیس سال تک میرا ساتھ دے گی۔ کیا اولمپیاس اتنے عرصے تک حکومت کرنے کا انتظار کرے گی؟"

ارسطو ہنسنے لگا "کون کتنے دن زندہ رہے گا اور کسے کب تک حکومت کرنی ہے' یہ کوئی نہیں جانتا۔ اولمپیاس جیسی چالاک عورت کو یہ سب کچھ جاننے کی ضرورت بھی نہیں۔ اسے تو صرف یہ معلوم ہے کہ وہ جب چاہے' زندگی کے چراغ کو گل کر دے۔ بس۔"

فیلقوس کو اولمپیاس سے ڈر محسوس ہونے لگا لیکن اس کو اپنے چھ سو محافظوں پر بھروسا تھا۔ ان چھ سو کے علاوہ سو ایسے خاص محافظ بھی تھے جو ہر وقت سائے کی طرح فیلقوس کے ساتھ رہتے تھے اور ایک عورت ان محافظوں کے مقابلے میں بہت کمزور تھی۔

بارش رک گئی۔ رتھیں ان کے انتظار میں کھڑی تھیں۔ بادشاہ فیلقوس اپنی رتھ پر بیٹھا تو دوسرے مصاحبین اور سردار اپنی اپنی رتھوں میں بیٹھ گئے۔ فیلقوس کی رتھ کے آگے چھ رتھیں تھیں اور پیچھے بھی چھ رتھیں اور ان رتھوں کے متوازی بادشاہ کے محافظ گھوڑوں پر سوار شاہی رتھ کو پناہ میں لئے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔

راستے بھر فیلقوس ارسطو کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ اس نے ارسطو کی نشاندہی پر اولمپیاس کی فطرت کے جاہ طلب پہلو پر بہت غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ارسطو نے اولمپیاس کو فیلقوس سے زیادہ سمجھا ہے۔

پیلا کے شاہی محل میں داخل ہوتے ہوئے اس نے اولمپیاس کے محل کی طرف دیکھا۔ وہ بہت پُرسکون نظر آ رہا تھا۔ اولمپیاس کے محل سے فیلقوس کے محل کا فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ فیلقوس یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اولمپیاس کی کوئی شرارت اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ فیلقوس کے محل کو جن پہرے داروں نے سنبھال رکھا تھا وہ سبھی بادشاہ کے خاص وفادار تھے۔ اس کے باوجود فیلقوس نے محل کے نگراں کو طلب کیا اور اسے بتایا "مجھے معلوم ہے کہ ایتھنز میرے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ ڈیماس تھینز کا سازشی دماغ میرے ہی پہرے داروں کی خریداری میں مشغول ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ جس پہرے دار کو مجھ پر قاتلانہ حملے کے لئے خریدے گا اسے اس کی حیثیت سے بیس گنا زیادہ معاوضہ دیا جائے گا۔ تو ان پہرے داروں کا جائزہ لے اور جو مشتبہ نظر آئے اس کو یہاں سے ہٹا دے۔"

فیلقوس احتیاطی تدابیر میں مشغول تھا اور اولمپیاس کا دماغ کچھ اور ہی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ وہ سکندر کو ایک قابلِ توجہ شخصیت بنانے کی فکر میں تھی۔ وہ کئی بار ڈلفی کے مندر بھی جا چکی تھی اور لوگوں سے یہ کہتی پھر رہی تھی کہ ڈلفی کے مندر میں کئی بار جو غیبی آواز سنی گئی ہے اس میں سکندر کو بادشاہ کہا گیا ہے اور فیلقوس کو بادشاہ کا سپہ سالار بتایا گیا ہے۔ اسی آواز نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ سکندر بادشاہ کی حیثیت سے مقدونیہ میں رہے گا اور فیلقوس ریاستوں کی تسخیر کے سلسلے میں بحیثیت سپہ سالار مقدونیہ سے باہر رہے گا۔

اولمپیاس اور ڈلفی کی یہ باتیں عام ہو گئیں۔ پیلا کے عام گھروں میں بھی یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ امرا اور محل کے لوگ بھی یہ باتیں کر رہے تھے۔ فیلقوس کے کانوں میں بھی یہ آوازیں پڑیں اور اس نے اس کی تصدیق کروائی کہ ان افواہوں کا مخرج کیا ہے اور یہ کہ ڈلفی کے مندر سے کوئی اس قسم کی غیبی آواز سنی بھی گئی ہے یا نہیں۔ اولمپیاس کی چند کنیزوں نے اس کی تصدیق کر دی اور یہ بھی بتایا کہ یہ آوازیں اولمپیاس نے بھی سنی ہیں۔

فیلقوس نے اپنے کئی امرا اور سپہ سالار اینٹی پیٹر کو ساتھ لیا اور ڈلفی کے مندر پہنچ گیا۔

بادشاہ نے اپنے سپہ سالار سے کہا "تو مندر میں سوال کر کہ میری موجودگی میں سکندر کس طرح بادشاہ کہلائے گا اور بادشاہ کس طرح سپہ سالار ہو جائے گا۔"

جب یہی سوال ڈلفی کے مندر میں اینٹی پیٹر نے کیا تو دوسری

طرف سے جواب ملا "جب بادشاہ شہروں اور ریاستوں کی تسخیر کے سلسلے میں مقدونیہ سے باہر جاتا ہے تو اس کی عدم موجودگی میں بادشاہ کا بیٹا سکندر اس کے نائب کی حیثیت سے مقدونیہ کا بادشاہ ہو جاتا ہے اور فیلقوس محض ایک سپہ سالار رہ جاتا ہے کیونکہ ایک ہی ملک کے بیک وقت دو بادشاہ نہیں ہو سکتے۔"

اس جواب سے فیلقوس کو چکر آ گیا۔ اس نے انٹی پیٹر کو ایک طرف کیا اور خود سوالات کرنے لگا "بادشاہ اپنے ملک میں ہو یا دشمن کے ملک میں بادشاہ ہی کہلائے گا۔"

مندر سے جواب ملا "بادشاہ اپنے ملک میں اور اپنے تخت پر موجود ہو تو بادشاہ کہلائے گا لیکن میدانِ جنگ میں یا کسی غیر ملک میں اپنی افواج کی کمان کرنے والا شخص بادشاہ نہیں سپہ سالار ہوتا ہے کیونکہ اپنی رعایا اور اپنی ریاست سے دور کوئی بھی بادشاہ منطقی طور پر بادشاہ نہیں کہلائے گا۔ شاہی لوازم سے محروم شخص کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن بادشاہ نہیں ہو سکتا جب کہ بادشاہ کے غیاب میں تاج و تخت سنبھالنے اور شاہی فرامین جاری کرنے والا بادشاہ کہلائے گا۔"

اب ڈلفی کے مندر نے بھی سکندر کی بادشاہی اور فیلقوس کی سپہ سالاری کی تصدیق کر دی تھی اور فیلقوس حیران تھا کہ مقدونیہ میں یہ کس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں۔

اب اسے استاد ارسطو کی معنی خیز باتیں یاد آ رہی تھیں۔

ڈلفی کے مندر میں اور پیلا کے عام گھرانوں اور شاہی محلات میں جو باتیں گونج رہی تھیں ان کے مخرج کے طور پر اولمپیاس کا نام لیا جا سکتا تھا مگر اس کا کوئی حتمی ثبوت نہیں تھا۔

فیلقوس نے سکندر سے باتیں کیں تو اس میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی۔ وہ بدستور غیر ذمے دار، لاابالی اور بے پروا طالب علم شہزادہ تھا۔ سکندر نے اپنی کسی بات یا رویے سے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ بادشاہ ہے یا بادشاہ بننے کی خواہش رکھتا ہے۔

بادشاہ بار بار ارسطو کے پاس نہیں جا سکتا تھا لیکن ڈلفی کے مندر سے جو آواز نکلی تھی، اس کے پس منظر، عواقب اور اثرات کو سمجھنے کے لئے استاد ارسطو سے ملاقات ضروری ہو گئی تھی۔

فیلقوس سکندر کے محل میں گیا تو وہاں کا غیر معمولی ماحول دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ فیلقوس کو ایسا لگا جیسے وہ کسی بادشاہ کے حرم سرا میں داخل ہو گیا ہو۔ یہاں سکندر کے آس پاس حسین و جمیل نوخیز کنیزوں کا بازار لگا ہوا تھا۔ ان کنیزوں نے ترغیب آمیز اور شہوت انگیز لباس پہن رکھے تھے۔ ان کے لباس اور جسموں سے جو خوشبو آ رہی تھی اس سے بادشاہ کو اولمپیاس یاد آنے لگی۔ یہ خاص خوشبویات صرف اولمپیاس استعمال کرتی تھی۔

سکندر نے غیر متوقع اپنے باپ کو اپنے محل میں دیکھا تو پریشان بھی ہوا اور حیران بھی۔ بادشاہ کا سکندر کے محل میں آنا اتنا حیران کن نہیں تھا جتنا بغیر بتائے آ جانا پریشان کن تھا۔ سکندر کو یہ احساس بھی تھا کہ اس کا باپ اس وقت اس کے محل میں آیا ہے جب وہ بہت سی حسین و جمیل اور کمسن کنیزوں میں گھرا ہوا تھا۔

بادشاہ نے کنیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "یہ کون ہیں اور یہاں کیوں جمع ہیں؟"

سکندر نے جواب دیا "میں خود بھی ان سب سے کئی دن سے یہی پوچھ رہا ہوں کہ یہ یہاں کیوں ہیں اور میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتیں؟"

فیلقوس کے لئے سکندر کا یہ جواب عجیب و غریب تھا۔

بادشاہ نے کنیزوں سے خود سوالات کرنا چاہے مگر اتنی دیر میں وہ سب غائب ہو چکی تھیں۔

فیلقوس کچھ عرصے سے پیلا اور شاہی محلات میں غیر معمولی باتیں دیکھ اور محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سکندر سے پوچھا "یہ سب کہاں اور کیوں چلی گئیں؟"

سکندر نے جواب دیا "میرے دل میں بھی یہی سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں' یہ کنیزیں ہیں جو میری ماں اولمپیاس کی طرف سے میری خدمت کے لئے میرے پاس بھیجی گئی ہیں۔"

فیلقوس نے پوچھا "یہ تیری کیا خدمت کرتی ہیں؟"

سکندر نے نفی میں گردن ہلائی "پتا نہیں۔ میں نے تو ان سے کوئی خدمت نہیں لی۔"

فیلقوس نے اپنے بیٹے کو ہدایت کی "دیکھ سکندر! ان کے لباس اور جسموں سے جو خوشبو پھوٹ رہی تھی وہ خاص اولمپیاس کی خوشبو ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کنیزوں کو اتنی جسارت اور اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ یہ اولمپیاس کی خاص خوشبوئیں استعمال کرنے لگیں۔"

فیلقوس سکندر کے پاس سے اٹھا تو کئی پیچیدہ اور ناقابلِ فہم مسئلے اس کے دل و دماغ پر مسلط ہو چکے تھے۔

اب فیلقوس اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اگر وہ کچھ دن پیلا میں اور رہ گیا تو وہ اپنی آئندہ کی فتوحات سے محروم ہو جائے گا۔ اس کی اصل جولاں گاہ جنگ کے میدان ہیں۔ اگر وہ پیلا میں رہا تو اپنی زندگی چھوٹے چھوٹے معمولی واقعات اور معاملات میں گنوا دے گا۔ بائی زنطہ اور تھریسا فیلقوس کا انتظار کر رہے تھے جبکہ ایتھنز اور تھیبز فیلقوس کے سنگ راہ بن گئے تھے۔

فیلقوس نے پیلا، ڈلفی کا مندر اور محلات کے پراسرار ماحول کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ بائی زنطہ اور تھریسا سے پہلے ان دو بغلی گھونسوں کا علاج ضروری ہے۔ یعنی ایتھنز اور تھیبز کو پہلے سبق دیا جائے۔ انہیں اس کے منصوبے کا پہلا حصہ ہونا چاہئے۔

آخر کار فیلقوس نے اپنے نائب کے طور پر سکندر کو پیلا میں چھوڑا اور خود تھریسا چلا گیا۔



سکندر نے اپنی ماں سے ان کنیزوں کے بارے میں دریافت کیا:

"یہ میرے پاس وقت ضائع کرنے آجاتی ہیں حالانکہ میرا قیمتی وقت ان کی بے ہودہ مداخلت اور موجودگی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

اولپیاس نے سکندر کو بتایا "اب تو سولہویں سال سے سترہویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ کیا تجھے اپنی اس عمر میں کوئی خاص اشتہا محسوس نہیں ہوتی؟"

سکندر نے پوچھا "کس قسم کی اشتہا؟"

اولپیاس پریشان ہو رہی تھی۔ اسے جھنجلاہٹ تھی "بھوک، میری مراد ایک خاص قسم کی بھوک سے ہے۔"

سکندر پریشان تھا کہ اس کی ماں کس بھوک کی بات کر رہی تھی۔ اسے محل میں لذیذ کھانے میسر تھے اور وہ کبھی بھوکا بھی نہیں رہا تھا۔

اس نے عاجز آکر سوال کیا "آپ کس قسم کی بھوک کی بات کر رہی ہیں؟"

اولپیاس نے بیٹے کے خفتہ جذبوں کو بیدار کرنا چاہا "اب تو اپنی عمر کے سولہویں سال سے آگے نکل چکا ہے اور جس بھوک کا میں ذکر کر رہی ہوں اس کا اس عمر سے خاص تعلق ہے۔"

سکندر اپنے استاد ارسطو سے جو کچھ پڑھ چکا تھا اور اب جو کچھ پڑھ رہا تھا اس میں اس بھوک کا کہیں ذکر نہیں آیا تھا جب کہ اس کی ماں اولپیاس کے بقول اس کی موجودہ عمر کا اس بھوک سے کوئی خاص تعلق تھا۔

اولپیاس اپنے بیٹے کو اتنا احمق نہیں سمجھتی تھی۔ اس نے غصے میں تمام کنیزوں کو جمع کیا اور انہیں کھینچ کھینچ کر سکندر کے سامنے کھڑا کر دیا اور پھر غصے اور جنون میں ان لڑکیوں کے کپڑے پھاڑ دیے، انہیں برہنہ کر دیا اور چیخ چیخ کر کہا "یہ بھوک..... یہ بھوک..... میں اس بھوک کا ذکر کر رہی ہوں۔ ایک بھوک وہ ہوتی ہے جس کا تعلق معدے سے ہوتا ہے اور ہمارا منہ معدے کی مطلوبہ شے کو اندر تک پہنچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ دوسری بھوک جسم کی ہوتی ہے۔ ایک جسم دوسرے جسم کا مطالبہ کرتا ہے۔ کیا تجھ کو ان لڑکیوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی؟"

سکندر نے لڑکیوں کے عریاں اور نیم عریاں جسم دیکھے اور اپنے جسم میں ہیجانی کیفیت محسوس کی۔

اولپیاس بڑبڑا رہی تھی "میں تجھ کو بادشاہ بنانا چاہتی ہوں اور تو کتابی کیڑا بنا ہوا ہے۔ میں نے تیرے توتلے استاد کو تنبیہہ کر دی ہے کہ وہ تجھ کو کتابی کیڑا نہ بنائے اور سیاسی اور ریاستی نظم و نسق کی تعلیم دے، مگر شاید وہ میری بات نہیں سمجھا۔"

سکندر نے اپنے استاد کی تعریف کی "استاد ارسطو مجھے جو تعلیم دے رہے ہیں اور ان سے مجھے جو تربیت مل رہی ہے وہ لاجواب ہے۔"

اولمپیاس نے غصے میں پاؤں پٹختے ہوئے کہا "تو ان لڑکیوں کو دیکھ رہا ہے' یہ میرا انتخاب ہے۔ میں نے انہیں ہزاروں لڑکیوں میں سے چن کے الگ کیا ہے۔ کوئی عام نوجوان انہیں دیکھے تو پاگل ہو جائے مگر تجھ پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

سکندر نے کہا "میرے باپ فیلقوس نے ان لڑکیوں کو دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ یہ بھیڑ بھاڑ تیرے محل میں کیوں ہے۔ وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کے جسموں اور لباسوں سے جو خوشبوئیں آ رہی ہیں ان کا تعلق خاص اولمپیاس سے ہے۔ کیا واقعی انہوں نے آپ کی خوشبو استعمال کی ہے؟"

اولمپیاس نے جواب دیا "ہاں۔ یہ میری خاص خوشبویات ہیں۔ اگر تو ان کنیزوں سے مزا اٹھائے گا تو یہ خوشبو تیرے جسم میں بھی رچ بس جائے گی۔"

سکندر نے ان لڑکیوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا "استاد ارسطو کا قول ہے کہ ایک وقت میں بہت سے کام نہیں کرنے چاہئیں۔ آپ نے جس بھوک کا ذکر کیا ہے اس سے میں واقف ہوں۔ مجھے علم حاصل کرنا ہے اور مجھے اپنے باپ کی نیابت بھی کرنی ہے اس کے علاوہ اپنا تاج و تخت بھی سنبھالنا ہے پھر آپ ہی بتائیں کہ اگر میں اس اشتہا کو مٹانے میں مشغول ہو گیا تو دوسرے کام کس طرح کروں گا۔"

اولمپیاس نے جواب دیا "جس طرح خالی پیٹ دیوی دیوتاؤں کی عبادت نہیں ہوتی اسی طرح بھوکا جسم دنیا کے کاموں میں مشغول ہونا پسند نہیں کرتا۔"

سکندر نے اب بھی ماں سے اختلاف جاری رکھا "مجھے تو آج تک کھانا بھی لذیذ نہیں ملا کیونکہ لیونی دس کا قول ہے کہ لذیذ کھانے ہوس پیدا کرتے ہیں اور انسان کاہل ہوتا چلا جاتا ہے۔"

اولمپیاس جو کچھ چاہتی تھی' اس میں ناکام رہی۔ غصے میں جاتے ہوئے کہا "میں جو کچھ چاہتی ہوں اس کا تعلق شاہی لوازمات سے ہے۔ کیا تو نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا کہ وہ نشے میں مست جس لڑکی کو بھی چاہتا ہے' اپنی خواب گاہ میں کھینچ کر لے جاتا ہے۔"

سکندر ان باتوں سے عاجز آ گیا۔ محل سے باہر نکلا اور اپنے گھوڑے بیوسی فالس پر بیٹھ کر میزا روانہ ہو گیا۔ اس وقت وہ انتہائی پراگندہ کیفیات کا شکار تھا۔

گھوڑے کو ایڑ لگائی اور شاہی باغ کو عبور کرتا ہوا کھیتوں کے پاس سے گزرا تو اچانک سامنے پتھر کی ایک دیوار آ گئی۔ سکندر نے لگام کھینچ کر ڈھیل جو دی تو گھوڑا دیوار پھلانگ کے دوسری طرف نکل گیا۔ سکندر نے دوسری طرف کسی چیز کو زمین پر گرتے دیکھا۔ اس نے گھوڑے کی لگام کھینچ لی۔ نیچے اتر کر دیکھا تو گرنے والی شے ایک حسین لڑکی تھی۔ انگور کا ٹوکرا اس کے سر سے دور جا گرا تھا اور انگور بکھر گئے تھے۔ اس کا لباس کئی جگہ سے مسک گیا تھا۔

سکندر نے لڑکی سے پوچھا "تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے؟"

لڑکی بہت خوف زدہ تھی۔ وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔

سکندر کے جن شہوانی جذبات کو اولمپیاس نے اپنی کنیزوں کی مدد سے بیدار کرنا چاہا تھا' انہیں اس معصوم لڑکی نے بیدار کر دیا تھا۔

کھیتوں میں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں نے دیکھا کہ سکندر نے اس لڑکی کو گود میں اٹھا رکھا ہے۔ وہ اسے جھاڑیوں میں لے گیا اور جب کچھ دیر بعد دونوں باہر نکلے تو سکندر اس لڑکی سے کہہ رہا تھا "کل شام اسی جگہ دوبارہ ملاقات ہوگی۔"

اور سکندر نے ایک بار پھر لڑکی سے اس کا نام پوچھا "تیرا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے جواب دیا "دخت خورشید۔"

سکندر نے اپنے لباس سے ایک بکسوا الگ کیا اور لڑکی کو دیتے ہوئے کہا "اسے رکھ' یہ میری نشانی ہے۔ میں شہزادہ سکندر ہوں۔"

باغبان دور سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سکندر نے اسے بلایا اور دریافت کیا "یہ لڑکی کون ہے؟ اس نے میرے کئی سوالوں میں سے صرف ایک کا جواب دیا یعنی اپنا نام بتانے کے سوا کچھ بھی نہیں بتایا۔"

باغبان نے جواب دیا "یہ لڑکی کسی ایرانی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک باغبان کی کنیز ہے۔ وہ اس سے انگور چنواتا ہے۔"

سکندر نے کہا "اس نے میرے سوالات کے جواب کیوں نہیں دیئے؟"

باغبان نے کہا "اسے ہماری زبان نہیں آتی بس کچھ کچھ سمجھ تو لیتی ہے مگر بول نہیں سکتی۔"

سکندر نے دیکھا' لڑکی انگوروں کا ٹوکرا سر پر رکھے جا تو رہی تھی مگر مڑ مڑ کے سکندر کو دیکھتی جا رہی تھی۔

یہ غیر معمولی واقعہ اتنا مشہور ہوا کہ شاہی محل میں اولمپیاس کو بھی اس کی خبر ہو گئی اور اس نے حالتِ طیش اور حیرانی میں حکم دیا۔ "جن لوگوں نے اس واقعے کو دیکھا ہے' ایرانی لڑکی سمیت ان سب کو میرے پاس لایا جائے۔"

اس حکم پر اولمپیاس کی ہدایت کے مطابق نہایت رازداری سے عمل کیا گیا اور جس جس نے یہ منظر دیکھا تھا ان سب کو ذرا سی دیر میں اولمپیاس کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

اولمپیاس نے ایک کاشتکار عورت سے پوچھا "تو نے پتھر کی دیوار کے سائے میں کیا دیکھا؟"

کاشت کار عورت نے جواب دیا "میں نے شہزادے کے گھوڑے کو دیوار کے اوپر سے گزرتے دیکھا۔ ایرانی لڑکی نے گھوڑے سے بچنے کی کوشش کی تو اس کا انگوروں سے بھرا ٹوکرا گر گیا۔ انگور بکھر گئے۔ شہزادے کا گھوڑا کچھ دور جا کر رک گیا۔ شہزادہ اتر کے لڑکی کے پاس گیا۔ کچھ دیر اس وحشی ہرنی کو پُرشوق نظروں سے دیکھتا رہا' پھر شہزادے کے ہونٹ حرکت میں آئے' دور

ہونے کی وجہ سے میں نہیں سن سکی کہ شہزادہ کیا کہہ رہا ہے پھر شہزادہ لڑکی کو اٹھا کر جھاڑیوں میں لے گیا اور فارغ ہونے کے بعد دونوں باہر نکلے تو دونوں ہی خوش تھے۔ اس دوران صرف ایک بار لڑکی کے ہونٹ ہلے پھر لڑکی انگوروں کا ٹوکرا لے کر اپنی راہ چل گئی اور شہزادہ اسے دیر تک جاتے دیکھتا رہا۔"

ہر عورت نے تقریباً یہی سب کچھ بتایا۔ مردوں نے بھی یہی بیان دیا اور آخر میں اولمپیاس نے اس باغبان سے بات کی جس سے سکندر نے بات کی تھی۔

باغبان نے کہا "شہزادے نے اس لڑکی کو کل شام اسی جگہ بلایا ہے۔ لڑکی کا نام دختِ خورشید ہے۔ ایرانی ہے اور میرے ہی جیسے ایک دوسرے باغبان کی کنیز ہے۔"

اولمپیاس نے ان عورتوں اور مردوں کو برابر برابر اپنے سامنے دو قطاروں میں کھڑا کیا اور حکم دیا "یہ جو کچھ ہوا اور تم نے جو کچھ دیکھا' یہ سمجھ لو کہ نہ تو کچھ ہوا ہے اور نہ تم نے کچھ دیکھا ہے۔ اگر کسی نے سکندر کو یہ بتایا کہ میں نے تم سب کو محل میں بلوایا تھا اور تم سے پوچھ گچھ کی تھی تو اسے بھاری پتھر سے باندھ کر گہری جھیل میں ڈلوا دیا جائے گا۔"

باغبان کے سوا سبھی کو رخصت کر دیا گیا۔

اولمپیاس نے باغبان سے کہا "اب تجھے میرے لئے یہ کام کرنا ہے کہ لڑکی کے مالک سے مل اور لڑکی کو اپنے ساتھ میرے پاس لے آ اور لوگوں میں یہ مشہور کر دے کہ قریب کے جنگل سے کسی لڑکی کی روح انسانی شکل میں آبادی میں آتی جاتی دیکھی گئی ہے۔ کبھی کبھی اس کے سر پر انگوروں کا ٹوکرا بھی ہوتا ہے۔"

باغبان نے محل کے دربانوں اور محل کی عورتوں کا ذکر کیا۔ "لڑکی کی افواہ تو یہاں تک پھیل چکی ہے۔ آپ ان سب کو حکم دیں کہ اگر یہ بات مشہور ہوئی تو انہیں بھی بھاری پتھروں سے باندھ کر گہری جھیلوں میں ڈلوا دیا جائے گا۔"

اسی دن دختِ خورشید کو اولمپیاس کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

اولمپیاس نے اس لڑکی سے کئی سوال کئے مگر وہ ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکی۔

اولمپیاس نے اس کے لباس میں سنہرا بکسوا لگا دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ وہی بکسوا ہے جو اولمپیاس نے اپنی پسند سے سکندر کے لباس میں ٹکوایا تھا۔

اولمپیاس نے بڑبڑانا شروع کیا "میں کسی ایسی لڑکی کو اپنے بیٹے کی توجہ کا مرکز بنتے نہیں دیکھ سکتی جس کا تعلق میری اپنی منتخب کنیزوں میں سے نہ ہو۔"

اس نے نہایت رازداری سے گویا خود سے سوال کیا "کہیں یہ لڑکی سکندر کے بچے کی ماں نہ بننے والی ہو؟"

اس شک و شبہے نے اس کو تحمل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا لیکن پھر اس نے باغبان کو حکم دیا "اس لڑکی کو میری طرف سے کسی بردہ فروش کے حوالے کر دے اور اس کو میری طرف سے حکم دے کہ وہ اس لڑکی کو یونان کے باہر کسی دور دراز ملک میں لے جا کر فروخت کر دے۔"

لڑکی رونے دھونے لگی لیکن محل سے نکلنے کے بعد کسی نے بھی اس لڑکی کو دوبارہ نہیں دیکھا۔

اب محل میں اور سنگی دیوار کے اس پار کھیتوں اور باغوں میں ایک افواہ شہرت پا گئی تھی کہ قریب کے کسی جنگل سے کوئی روح ایک لڑکی کی شکل میں انگور چننے آبادی میں آتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے۔

درس گاہ میں اس روز سکندر سبھی کو بدلا بدلا نظر آیا۔ وہ بہت خوش تھا اور اس خوشی کا سبب کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ ارسطو بھی اس تبدیلی پر حیران تھا۔ سکندر کا کسی کام میں دل بھی نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اس روز پیلا واپس نہیں آیا۔ میزا میں دوسرے دن تک رہا اور وہیں سے شام کو سنگی دیوار کے سائے میں پہنچ گیا۔ وہ دیر تک دختِ خورشید کا انتظار کرتا رہا۔

شام کے بعد رات آئی۔ آسمان پر چاند موجود تھا۔ اس کی روشنی میں وہ دختِ خورشید کا انتظار کرتا رہا۔

مایوس ہونے کے بعد وہ اس جھاڑی میں گیا جہاں دونوں نئی لذتوں سے آشنا ہوئے تھے۔

جھاڑی سے نکل کر وہ اپنے گھوڑے کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور کسی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو شک و شبے کے عالم میں گھبرایا لیکن آنے والا باغبان تھا۔ اس نے سکندر سے پوچھا "شہزادے! کس کا انتظار ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "کل میں جب اس سے ملا تھا تو شاید تو بھی یہیں کہیں موجود تھا۔"

باغبان نے جواب دیا "آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟"

سکندر نے کہا "اس لڑکی کی' جس کا ٹوکرا میرے گھوڑے کی چھلانگ سے ایک طرف گر گیا تھا۔"

باغبان نے اپنے چہرے پر خوف کی کیفیت طاری کر لی اور اپنی بڑی بڑی آنکھیں پوری کھول دیں "آپ جسے لڑکی سمجھ رہے ہیں وہ کسی بے چین اور بھٹکی ہوئی مردہ لڑکی کی روح ہے جو انگوروں کی ٹوکری سر پر رکھے باغوں' کھیتوں اور آبادیوں میں زندہ لڑکی کی شکل میں کئی بار دیکھی گئی ہے۔"

سکندر نے اس کو جھٹلایا "غلط بالکل غلط۔ وہ سایہ نہیں' ایک مجسم لڑکی تھی۔ میں نے اس کو گود میں اٹھایا تھا۔ اس کا وزن تھا اور ہم دونوں ہی نے اپنے مادی جسموں کے اتصال سے لذت و سرور حاصل کیا تھا۔"

باغبان نے شہزادے کے یہ تیور دیکھے تو سامنے سے ٹل گیا اور سکندر نے دور جاتے ہوئے اس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بہرحال لوگ تو یہی کہتے ہیں۔"

سکندر اپنے محل میں داخل ہوا تو خلافِ توقع وہاں اپنی ماں کو

دیکھ کر حیران ہوا۔

اولمپیاس نے اس وقت وہی پھٹا اور ادھڑا ہوا لباس پہن رکھا تھا جسے حالت دیوانگی میں وہ اکثر پہن چکی تھی۔

سامنے کھانے کی میز تھی۔ جس پر بظاہر بڑا اہتمام نظر آتا تھا۔

اولمپیاس نے بے چینی سے کہا "میں کل سے بے حد پریشان ہوں۔ لوگ عجیب عجیب افواہیں پھیلا رہے ہیں۔ وہ تو یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ پیلا کے جنگل میں کوئی روح ایک لڑکی کی شکل میں آبادیوں میں گھومتی رہتی ہے۔ شاید تو نے بھی وہ روح دیکھی ہو۔"

سکندر نے نفرت سے جواب دیا "مگر کوئی روح ٹھوس جسم نہیں رکھتی اور روح کا کوئی نام بھی نہیں ہوتا۔"

اولمپیاس نے اندازہ لگایا کہ استاد ارسطو کے شاگرد کو بے وقوف نہیں بنایا جاسکتا۔

اسی دوران ایک کنیز بھاگی بھاگی اولمپیاس کے پاس آئی اور خوف زدہ لہجے میں کہا "ابھی ابھی محل کے ایک دربان نے بتایا کہ اس نے شاہی محل کے پھاٹک کے سامنے کسی لڑکی کو آتے دیکھا اور پھر وہ اچانک غائب ہوگئی۔"

اولمپیاس نے کہا "تو گویا یہ درست ہے کہ یہاں کسی جنگل سے بھٹکی ہوئی روح کسی لڑکی کی شکل میں آتی جاتی رہتی ہے۔"

سکندر نے کہا "وہ دخترِ خورشید ہے اور میں زیوس کا بیٹا۔ خورشید کی بیٹی میرے پاس کسی خاص مقصد سے آئی ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ میرے اقتدار اور بادشاہت کا شگون ہو جسے لوگوں کی بدخواہی نے غائب کردیا اور یہ ہم سب کے لئے اچھی بات نہیں ہے۔"

اولمپیاس وہم میں مبتلا ہوگئی۔ سورج کی بیٹی یقیناً سکندر کے لئے اقتدار اور بادشاہت کی خوش خبری اور شگون بن کے آئی ہوگی جسے اولمپیاس کے حسد نے ضائع کردیا تھا۔

اولمپیاس کے اشارے پر میز پر کھانے لگادیے گئے اور کئی خوب صورت کنیزیں ناشائستہ لباس اور انداز میں شہزادے کے سامنے آکر کھڑی ہوگئیں۔

سکندر نے پہلے کھانوں پر اس کے بعد کنیزوں پر سرسری نظر ڈالی اور اولمپیاس سے کہا "میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ لیونی دس نے سادہ اور بد مزہ کھانے کھلا کھلا کے مزے دار کھانوں سے بے زار کردیا ہے۔ میں میزا واپس جارہا ہوں۔ اب تاج و تخت آپ سنبھالیں۔"

سکندر نے محل سے نکل کر میزا کی راہ لی۔ اس وقت وہ بے حد پریشان تھا اور اسے خود بھی یہ احساس نہیں تھا کہ وہ جو کچھ کررہا ہے اس کے حق میں وہ بہتر ہے یا بدتر۔

یہ خبریں ارسی نوئی تک پہنچیں تو اس نے اپنی رائے دی۔ "سکندر کو اپنی پسند کی آزادی اور اختیار ہونا چاہئے۔ وہ ایرانی لڑکی کس خاندان سے تعلق رکھتی تھی یہ تو معلوم ہونا چاہئے تھا۔"

یہ خبر اولمپیاس تک پہنچی تو وہ آگ بگولا ہوگئی اور اسی وقت ارسی نوئی کو طلب کیا۔

ارسی نوئی بھی اب اولمپیاس سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتی تھی مگر اسے غصے میں اس وقت اپنی اور اولمپیاس کی طاقتوں کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔

اولمپیاس نے غصے میں ارسی نوئی سے جواب طلب کیا "بتا تجھے اس لاوارث اور افواہ زدہ لڑکی کے بارے میں کس نے یہ بتایا کہ وہ ایرانی تھی؟"

ارسی نوئی نے جواب دیا "کیا یہ بات غلط ہے؟ میں بھی شاہی محل میں رہتی ہوں اور مجھے بھی اختیار حاصل ہے۔"

اولمپیاس نے کہا "پھر تو تجھے یہ بھی معلوم ہوگا کہ جو بھی یہ راز کھولے گا اسے بھاری پتھر سے باندھ کر جھیل میں ڈلوادیا جائے گا۔"

ارسی نوئی نے غصے میں جواب دیا "مگر میں اس کا نام ہی کیوں لوں گی جس نے یہ ساری باتیں مجھے بتادیں۔"

اولمپیاس نے خونخوار نظروں سے ارسی نوئی کو دیکھا "شاید تجھ کو ابھی تک میری طاقت کا اندازہ نہیں ہوا۔ میں فیلقوس سے زیادہ بااختیار ہوں۔"

ارسی نوئی واپس جانے لگی "اب مجھے کوئی فکر نہیں کیونکہ سکندر ولی عہد قرار پاگیا اور میرا بیٹا بطلیموس صرف شہزادہ ہے۔ اس لئے مجھے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

اولمپیاس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا "یہ اس محل میں تیرا آخری دن ہے۔ گو کہ فیلقوس یہاں موجود نہیں ہے لیکن میں یہ فیصلہ اس کی موجودگی میں بھی کرسکتی تھی۔"

ارسی نوئی چلی گئی اور اولمپیاس نے اپنا ایک خاص ہرکارہ فیلقوس کے ایک نامی گرامی سردار گموس کے پاس روانہ کردیا۔ یہ سردار کسی وجہ سے فیلقوس کے ساتھ نہیں جاسکا تھا۔ اس کے نام اولمپیاس کا خاص پیغام پہنچا "تو فوراً شاہی محل پہنچ اور مجھ سے ملاقات کر۔"

گموس اس جنونی عورت سے اچھی طرح واقف تھا اور یہ جانتا تھا کہ اولمپیاس کو ناراض کرنے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ وہ سیدھا اولمپیاس کے پاس پہنچا اور ڈرتے ڈرتے پوچھا "مجھ سے کوئی کام؟ میرے لائق کوئی خدمت؟"

اولمپیاس نے کہا "محل میں کچھ چیزیں پرانی اور بے وقعت ہوچکی ہیں جو شاہی محل میں بدنما لگتی ہیں۔ میں انہیں محل سے نکال دینا چاہتی ہوں۔"

گموس نے گومگو کیفیت میں کہا "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

اولمپیاس نے جواب دیا "پیلا کے بازارِ کسبیاں میں ایک کسبی ارسی نوئی رہا کرتی تھی۔ اسے فیلقوس میری شادی سے پہلے اپنے محل میں لے آیا تھا۔ اب وہ شاہی محل میں فضول اور بدنما لگ رہی ہے۔ میں اسے تیری نذر کررہی ہوں۔ شاہی محل کا یہ تحفہ

تیرے گھر کی عزت بڑھادے گا۔"

گموس کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا "لیکن ارسی نوئی بادشاہ کی پسند ہے اور اس کا بیٹا بطلیموس شہزادے کی طرح پرورش پارہا ہے۔ اگر میں آپ کا حکم مان لوں تو بادشاہ کو کیا جواب دوں گا؟"

اولمپیاس نے منہ بنایا اور اپنی تیوریوں پر بل ڈالے "بادشاہ کو میں جواب دوں گی۔ تجھ سے بادشاہ کوئی سوال نہیں کرے گا۔"

گموس کو اب بھی اولمپیاس کا حکم ماننے میں تامل تھا "لیکن کیا ارسی نوئی بھی آپ کے حکم کی تعمیل پر رضامند ہوجائے گی؟"

اولمپیاس نے اپنے آس پاس کی قیمتی چیزوں کو اٹھا کر پھینکنا شروع کردیا اور ذرا سی دیر میں بڑی تباہی مچادی۔ گموس اور دوسرے دیکھنے والوں کو ایسا لگا جیسے اولمپیاس پر پاگل پنے کا دورہ پڑگیا ہے۔

اولمپیاس چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "میں محل کی یہ قیمتی چیزیں پھینک رہی ہوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے یہ پوچھے کہ میں ایسا کیوں کررہی ہوں میں نے ایسا کیوں کیا یا ان چیزوں میں کوئی ایسی چیز ہے جو مجھ سے جواب طلب کرے؟"

گموس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا "یہ بے جان چیزیں آپ سے کیا جواب طلب کریں گی اور رہ گئے محل کے یہ جاندار لوگ جو بے حس و حرکت کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ان کی حیثیت غلاموں جیسی ہے۔ یہ آپ سے کیا پوچھیں گے۔"

اولمپیاس نے شدتِ جذبات میں اپنا سر پکڑلیا اور کہا "اگر یہاں فیلقوس بھی ہوتا تو وہ بھی مجھے میری ان حرکتوں سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔"

کچھ دیر بعد اولمپیاس نے اپنے جزیرے کی طاقت ور وحشی عورتوں کو حکم دیا "تم سب جاؤ اور ارسی نوئی کو گھسیٹتے ہوئے میرے پاس لاؤ۔"

جزیرے کی طاقتور اور وحشی عورتیں کچھ دیر کے لئے غائب ہوگئیں اور جب واپس آئیں تو دیکھا' ارسی نوئی اپنے پیروں پر چلی آرہی ہے۔ اسے کسی بھی وحشی عورت نے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

اولمپیاس غصے میں دہاڑی "میں نے تو یہ حکم دیا تھا کہ تم اس کو گھسیٹ کر لاؤ۔"

ارسی نوئی نے متانت سے کہا "میرے دونوں پاؤں سلامت ہیں۔ میں معذور نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ میں شاہی محل کی ایک معزز ہستی ہوں۔"

اولمپیاس نے گموس کو حکم دیا "گموس! محل کی اس بے وقعت شے کو اپنے گھر لے جا۔ میں نے اسے بطور تحفہ تجھ کو بخش دیا۔"

ارسی نوئی نے پریشان نظروں سے گموس کو دیکھا اور کہا "میں بادشاہ کی ملکیت ہوں۔ یہ تو کیا کررہی ہے؟"

اولمپیاس نے کہا "میں بادشاہ کی عدم موجودگی میں شاہی محل کی مالک و مختار ہوں اور یہاں کی ہر شے میری ملک ہے۔ میں تجھ کو اپنی ملک کے بطور تحفہ گموس کے حوالے کررہی ہوں۔"

ارسی نوئی کو معلوم تھا کہ اگر وہ مزاحمت کرے گی تو اولمپیاس اس کو قتل بھی کرواسکتی ہے اس لئے وہ چپ چاپ گموس کے ساتھ چلی گئی اور راستے میں گموس سے کہا "دیکھ گموس! میں بادشاہ کی امانت ہوں۔ جب تک بادشاہ واپس نہ آجائے' میں تیرے پاس امانت کی طرح رہوں گی۔"

گموس خود بھی خوف زدہ تھا' جواب میں کہا "ٹھیک ہے لیکن ہم دونوں کو اس وقت سے بھی ڈرنا چاہئے جب اولمپیاس فیلقوس کی واپسی سے پہلے ہی کوئی افواہ پھیلادے اور پھر ہم دونوں بادشاہ کے عتاب کا نشانہ بن جائیں۔"

ارسی نوئی فیلقوس کو برا بھلا کہنے لگی "میں حیران ہوں کہ فیلقوس اس پاگل عورت کے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھاتا۔"

اس واقعے کے کئی روز بعد یہ افواہ مشہور ہوگئی کہ گموس کے کسی طرح ارسی نوئی سے تعلقات ہوگئے تھے اور ارسی نوئی گموس کو اس وقت سے چاہتی ہے جب وہ بازارِ کسبیاں میں بیٹھتی تھی۔

اس افواہ سے بطلیموس کو بڑی پریشانی ہوئی لیکن گموس نے بطلیموس کو اصل واقعے سے آگاہ کردیا۔ سکندر کو بھی اس خبر پر یقین نہیں آیا اور اسے اصل واقعہ بھی معلوم ہوگیا کہ ارسی نوئی کے ساتھ کس لئے یہ سلوک کیا گیا ہے۔

ارسطو کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ وہ یہ ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھا کہ ارسی نوئی جیسی شائستہ عورت اس قسم کا لغو قدم اٹھاسکتی ہے اور شاہی محل سے نکل کر گموس کے گھر میں جانے سے اس کو کیا عزت مل جائے گی۔

اولمپیاس کی پریشانیاں اپنی جگہ تھیں۔ وہ ابھی تک سکندر کو راضی کرنے میں ناکام رہی تھی۔ اس نے کئی بار میزا میں سکندر کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ شاہی محل میں آئے اور شاہی اختیارات استعمال کرے لیکن سکندر میزا سے ہلا تک نہیں۔

پریوں کے مندر کا کاہن بے غرض اور بے ریا مشہور تھا۔ اسے خریدا نہیں جاسکتا تھا۔ اولمپیاس نے کاہن کو محل میں طلب کرلیا۔

اولمپیاس کاہن کو ایک ایسے گوشے میں لے گئی جہاں رازداری سے باتیں کی جاسکتی تھیں اور دونوں کی باتیں کوئی تیسرا سن بھی نہیں سکتا تھا۔

اولمپیاس نے کاہن سے رازداری سے پوچھا "وہ لڑکی جو مجھے آسیب کی طرح ڈرانے آئی تھی' میں نے بڑی مشکل سے اس سے پیچھا چھڑایا مگر وہ شخص جسے دنیا سکندر کہتی ہے' اس لڑکی کا دیوانہ ہورہا ہے مجھے بتا کیا وہ سکندر کی خوش قسمتی کا شگون تھی۔ آخر وہ کیا تھی؟"

کاہن کچھ دیر خاموش رہا پھر گویا ہوا "کیا وہ واقعی سورج کی بیٹی تھی۔ اگر وہ سورج کی بیٹی تھی تو وہ فانی انسان سکندر کے پاس خوش قسمتی کا شگون بن کر آئی تھی۔"

اولمپیاس بھی اوہام و شکوک میں پڑ گئی۔ اب دونوں ہی خاموش تھے۔

آخر کچھ دیر بعد کاہن نے کہا "بس ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ سکندر کو بھی فیلقوس کا بیٹا نہیں ہونا چاہئے۔ اسے بھی کسی دیوی یا دیوتا کا بیٹا ہونا چاہئے۔"

کچھ دیر بعد اولمپیاس نے آہستہ سے کہا "سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں ہے۔ یہ صرف میں جانتی ہوں۔"

کاہن حیرت زدہ رہ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا "تو نے غور کیا کہ تو کیا کہہ رہی ہے؟ اور یہ بھی سچ ہے کہ سکندر کے باپ کو تجھ سے زیادہ دوسرا کون جانتا ہوگا؟"

اولمپیاس نے اندازہ لگالیا کہ کاہن اس کے لئے زیادہ مفید مطلب نہیں ہے اور وہ سکندر کی ولادت کے سلسلے میں جو بات مشہور کرنا چاہتی تھی' کاہن اس کے لئے بالکل ناموزوں تھا۔ کچھ دیر بعد کاہن نے واپسی کی اجازت چاہی۔

اولمپیاس نے اس سے کہا "سکندر کس کا بیٹا ہے؟ فی الحال میں تجھے نہیں بتا سکتی لیکن میں اس پراسرار حقیقت کو چھپاؤں گی بھی نہیں۔ تجھے یہ خبر کسی کے ذریعے بہت جلد مل جائے گی۔"

کاہن چلا گیا۔

اولمپیاس نے شاہی محل کی کنیزوں سے مل کر یہ افواہ پھیلادی کہ جس رات سکندر کا نطفہ قرار پایا' اس کے پاس کوئی غیر معمولی ناقابلِ قیاس ہستی آئی تھی۔ اس نے فیلقوس کی شکل اختیار کر رکھی تھی مگر وہ فیلقوس نہیں تھا کیونکہ فیلقوس کی جگہ ایک سانپ کو خواب گاہ سے باہر جاتے دیکھا گیا تھا۔

یہ افواہ ہر طرف پھیل گئی۔ یہاں تک کہ ارس توئی نے بھی یہ افواہ سنی اور اس کے پس منظر کو سمجھنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس نے کاہن اور اولمپیاس کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تفصیلات معلوم کرلی تھیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سکندر نے دختِ خورشید نامی ایک ایرانی لڑکی سے مواصلت کی تھی جسے اولمپیاس نے زبردستی کسی بردہ فروش کے حوالے کردیا پھر یہ لڑکی تھسبز بھیج دی گئی جہاں اسے بردہ فروشوں کے بازار میں پہنچادیا گیا ہوگا۔

ارس توئی کو یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ کاہن نے اولمپیاس پر یہ واضح کردیا ہے کہ دختِ خورشید اچھے شگون اور خوش قسمتی کی علامت کے طور پر سکندر کے پاس آئی تھی اور یہ کہ اگر دختِ خورشید سورج کی طرح لافانی ہے تو اسی طرح سکندر کو بھی اپنے باپ کی طرف سے غیر معمولی ہونا چاہئے۔

کاہن کے اس اشارے پر اولمپیاس کو سکندر کے باپ فیلقوس کو ایک پراسرار شخصیت قرار دینا پڑا' اس پراسرار شخصیت نے فیلقوس کی شکل میں مواصلت کی اور فارغ ہوتے ہی سانپ کی شکل اختیار کرکے خواب گاہ سے باہر نکل گئی۔

یہ ساری باتیں ارس توئی کو تقویت پہنچا رہی تھیں۔ اس نے نہایت ہوشیاری سے اپنے بیٹے بطلیموس کو پیغام بھیجا کہ وہ میزا میں یہ خبر عام کردے کہ اولمپیاس کے بقول سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں ہے اور اس طرح سکندر کو فیلقوس کے تاج و تخت کا وارث نہیں ہونا چاہئے۔

اور پھر چند دنوں کے اندر ہی ہر شخص کی زبان پر یہ تھا کہ سکندر کی ماں اولمپیاس خود اقرار کررہی ہے کہ سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں ہے۔

سکندر کو اس خبر نے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ وہ سیدھا اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اس خبر کی تصدیق چاہی تو اولمپیاس نے بیٹے کو تسلی دی۔ "تیرے لئے فیلقوس کا باپ ہونا قابلِ فخر نہیں ہے۔ تو حقیقتاً زیوس کا بیٹا ہے اور مجھے یہ بات خود زیوس نے بتائی ہے۔ دیوتا جھوٹ نہیں بولتے۔ اب تو زیادہ لائقِ احترام ہوگیا ہے۔ وہ لڑکی جو خود کو دختِ خورشید کہتی تھی' زیوس دیوتا کی بھیجی ہوئی تھی۔ وہ تیرا شگون تھی' تیری خوش قسمتی کی علامت تھی۔"

سکندر نے کہا "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ اس طرح تو میں مقدونیہ کے تاج و تخت سے محروم ہوجاؤں گا۔"

اولمپیاس نے اسے تسلی دی "اب تو پیلا کے تاج و تخت پر قابض ہوجا۔ ڈلفی کے مندر سے بھی مجھے یہی معلوم ہوا تھا کہ تو بادشاہ ہے اور فیلقوس تیرا سپہ سالار۔"

سکندر نے کہا "لیکن میں کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جس سے سرکشی کی بو آرہی ہو۔ میں بادشاہ فیلقوس کو ناراض نہیں کروں گا۔"

اولمپیاس نے غصے میں کہا "تو میرا بیٹا ہے اور میرے بیٹے کو اتنا کم ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ میں دو ایک دن میں میزا جاؤں گی اور تیرے توتلے استاد سے پوچھوں گی کہ وہ تجھے سیاسی اور ریاستی تعلیم کیوں نہیں دیتا۔ تو کتابوں کا کیڑا ہے اور کتابیں پڑھنے والے خیالی انسان بن کر رہ جاتے ہیں' عملی زندگی سے بھاگتے ہیں۔"

سکندر نے تاج و تخت سنبھالنے سے انکار کردیا اور اس پر سختی سے قائم رہا۔ وہ میزا واپس چلا گیا اور ایک بار پھر کتابوں میں گم ہوگیا۔

ارسطو کو اس تبدیلی کا احساس تھا اور اس نے کسی پراسرار ذات کو سکندر کے باپ کی جگہ دینے کی خبر بھی سن لی تھی۔ ارسطو کا خیال تھا کہ سکندر انہی خبروں سے تنگ اور پریشان ہورہا ہوگا۔ اس نے سکندر کو بلایا اور پوچھا "تو نے کبھی دنیا کا نقشہ دیکھا ہے؟"

سکندر نے دنیا کے اس نقشے کا حوالہ دیا جو میزا کی درس گاہ میں موجود تھا اور جس پر نقشہ بنانے والے نے خاص خاص ملکوں اور شہروں کی نشاندہی کردی تھی۔ اس میں قیاس اور اندازوں سے پہاڑوں کا ذکر بھی کیا گیا تھا۔ ان پہاڑوں کو دیکھا تو نہیں گیا تھا مگر ان کے بارے میں دوسروں نے جو کچھ بتایا تھا وہ لکھ دیا گیا تھا۔

ارسطو نے پوچھا "کیا ہم اس نقشے پر بھروسا کرسکتے ہیں؟ جن باتوں سے نقشہ بنانے والا خود واقف نہ ہو' دوسرا ان باتوں پر کس طرح یقین کرے گا اور ہمیں اس پر کیوں یقین کرنا چاہئے؟"

سکندر نے دنیا کا نقشہ اپنے استاد ارسطو کے سامنے رکھ دیا اور ایشیائی مشرقی حصوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان نامعلوم حصوں کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا مگر میں ان کے بارے میں بھی جاننا چاہتا ہوں۔"

ارسطو نے جواب دیا "ہمیں تو معلومات کے سلسلے میں اپنے لوگ بھی دھوکا دیتے ہیں کیونکہ سچ بتانے میں ان کے اغراض اور مصلحتیں آڑے آجاتی ہیں اور ہم کچھ جھوٹ اور کچھ سچ کے اس آمیزے کو واقعے کے طور پر قبول کرلیتے ہیں۔"

سکندر نے ارسطو سے پوچھا "کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی شخص جسے عورت نے پیدا کیا ہو' باپ کی طرف سے دیوتا کا فرزند کہلائے؟"

ارسطو نے ہنستے ہوئے سکندر کو یقین دلایا "ایسا ممکن ہے کیونکہ جب کوئی انسان بہت زیادہ نیک ہوتا ہے تو وہ خود دیوتا بن جاتا ہے اور دیوتاؤں کی طرح اسے بھی حکومت کرنے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ تو بھی دیوتا ہے اور یہ بات آج نہیں تو کل تجھ پر واضح ہوجائے گی۔"

اب ارسطو نے سکندر سے کتابیں لے لیں اور اسے خالص ریاست اور سیاست پر درس دینا شروع کردیا۔

ارسطو کو اندازہ ہوچکا تھا کہ اب سکندر اس کی درس گاہ میں کچھ ہی دنوں کا مہمان ہے کیونکہ شاہی محلات میں جو کچھ ہورہا تھا اس میں سکندر تماشا بن کے رہ گیا تھا۔ اس میں سکندر کی حیثیت اس رسے جیسی تھی جسے دو فریق اپنی اپنی طرف کھینچ رہے ہوں۔ ایک طرف اولمپیاس تھی اور دوسری طرف فیلقوس۔ اس کشمکش میں سکندر کا برا حال ہوگیا تھا۔

اولمپیاس میزا پہنچ گئی۔ وہ استاد ارسطو سے یہ پوچھنے آئی تھی کہ اس کا بیٹا ابھی تک کتابی کیڑا کیوں بنا ہوا ہے۔

لیکن اس نے دیکھا کہ ارسطو سکندر کو یونان کی جمہوری اور غیر جمہوری ریاستوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔

اس بار ارسطو نے اولمپیاس کا کھڑے ہوکر استقبال بھی نہیں کیا اور بدستور لیکچر دیتا رہا۔ وہ اسپارٹا کی فوجی حکومت' تھسبز کی اشرافی حکومت اور ایتھنز کی جمہوری مجلسی حکومت کے فائدے اور نقصانات بتا رہا تھا۔ اس نے سکندر کے ذہن میں یہ بٹھانا شروع کردیا تھا کہ یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو آپس میں اتحاد کرلینا چاہئے۔ یہ آپس میں عہد کریں کہ کوئی کسی پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ ایک ریاست دوسری ریاست سے جنگ نہیں کرے گی کیونکہ ایک یونانی دوسرے یونانی کا دشمن نہیں ہوسکتا۔ یونانی ریاستوں کو ایک اتحادی عظیم الشان لشکر ترتیب دینا چاہئے۔ یہ افواج کسی ایک سپہ سالار کی سرکردگی میں ایران سے جنگ کریں گی۔ ایشیائے کوچک میں آباد یونانیوں کا تحفظ کیا جائے گا۔ اگر کوئی یونانی ریاست اس اتحاد میں شریک نہ ہو تو اسے برباد کردیا جائے۔

اولمپیاس بھی ارسطو کی تقریر سنتی رہی اور ارسطو جیسے ہی خاموش ہوا' اولمپیاس نے اس سے سوال کیا "تیرے خیال میں اگر یونانی ریاستیں آپس میں اتحاد کرلیں اور یونانی ریاستوں کی فوجوں کو متحدہ افواج کی شکل دے دی جائے تو ان کا سپہ سالار کون ہوگا؟"

ارسطو نے بے پروائی سے جواب دیا "خاتون! آپ کچھ دیر کے لئے باہر تشریف رکھیں کیونکہ درس گاہ میں صرف طالب علموں کو رہنا چاہئے۔"

اولمپیاس نے غصے میں کہا "لیکن یونانی ریاستوں کی متحدہ افواج کا سپہ سالار فیلقوس کو نہیں ہونا چاہئے۔"

ارسطو نے پھر وہی بات کہی "میں درس گاہ میں شاگردوں کے سوا کسی اور کی موجودگی پسند نہیں کرتا۔ آپ باہر تشریف لے جائیں۔"

اولمپیاس باہر چلی گئی۔ حالانکہ وہ ارسطو پر بہت برہم تھی مگر جیسے ہی یہ احساس ہوا کہ ارسطو اس کے بیٹے سکندر کو تنہا درس دے رہا ہے' وہاں کوئی دوسرا شاگرد نہیں تھا تو اسے بڑی خوشی ہوئی کیونکہ ارسطو حقیقتاً مقدونیہ کے بادشاہ کو حکمرانی کے گر سکھا رہا تھا اور وہ سکندر کو یونانیوں کی متحدہ افواج کا سپہ سالار بنانا چاہتا تھا۔

اولمپیاس اپنی کنیزوں کے ساتھ میزا میں گھومتی پھرتی رہی۔ یہاں اس نے بطلیموس اور نیارکس کے علاوہ دوسرے بہت سے شاگرد بھی دیکھے۔ یہ سب پیلا کے امرا اور فوجی سرداروں کے بیٹے تھے۔ گویا میزا کی درس گاہ افلاطون کی اکیڈمی بنتی جارہی تھی۔

یہیں اس کی ملاقات پریوں کے مندر کے کاہن سے ہوئی اور کاہن نے اولمپیاس کو بتایا "تو نے سکندر کے نطفے اور پیدائش کے سلسلے میں جو پراسرار خبر مشہور کی ہے اس سے سکندر کو خاصی پریشانی اٹھانی پڑی اور شاید وہ شرمندہ بھی ہے۔"

اولمپیاس نے کاہن کو اوپر سے نیچے تک دیکھا "تو کاہن ہے لوگ تیری باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ کیا تو میرے لئے اتنا سا کام بھی نہیں کرسکتا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے' تو اپنی کہانت سے اس کی تصدیق کردے۔"

کاہن نے بطلیموس کا ذکر کیا "تیری باتوں نے بطلیموس میں اتنی ہمت پیدا کردی کہ وہ فیلقوس کی جائز اولاد ہونے کی حیثیت سے خود کو ولی عہد کا حق دار سمجھنے لگا ہے کیونکہ تو نے خود ہی سکندر کے خانۂ ولدیت سے فیلقوس کا نام خارج کردیا ہے۔"

اولمپیاس نے کاہن کو حیرت سے دیکھا "یہ فضول بکواس تو کررہا ہے جسے یہ معلوم ہے کہ کسی دیوتا کو حکومت کرنے کے لئے شاہی نسب نامے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

جب اولمپیاس کاہن سے باتیں کررہی تھی تو اس نے بطلیموس کو امرازادوں کے درمیان باتیں کرتے دیکھا۔ یہ لوگ اولمپیاس کو دیکھ کر احتراماً اس کے قریب پہنچے۔

اولمپیاس نے بطلیموس کو ڈانٹا "تو یہ کس قسم کی بکواس کرتا پھر

رہا ہے۔"

بطلیوس نے کہا "آپ نے میری ماں کو شاہی محل سے نکال دیا اور گموس نامی سردار کو بخش دیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میری ماں جب تک شاہی محل میں رہی 'ایک بے اختیار داشتہ رہی مگر اب وہ گموس کی بیوی ہے اور اسے اپنے گھر پر مکمل اختیار حاصل ہے۔"

اولمپیاس نے کہا "تیری ماں بلاوجہ میرے مقابلے پر آنے کی کوشش کرتی رہی۔ شاہی محل میں فیلقوس کی صرف ایک بیوی ہے اور وہ بیوی میں ہوں۔"

بطلیوس نے ایک امیر زادے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ فوجی جرنیل اٹالوس کا بیٹا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اٹالوس اپنی چودہ سالہ بھتیجی قلوپطرہ کو فیلقوس کے پاس لے گیا ہے۔ فیلقوس نے قلوپطرہ کو کہیں دیکھ کر اس سے شادی کرنے کی خواہش کی تھی گویا اب شاہی محل میں ایک بیوی اور داخل ہو جائے گی۔ جواں سال اور اپنے عہد کی حسین ترین دوشیزہ قلوپطرہ۔"

اس خبر نے اولمپیاس کو ایک دم مشتعل کر دیا۔ اس نے اٹالوس کے بیٹے کو کئی طمانچے رسید کئے "یہ تیرے جھوٹ کی سزا ہے۔"

اٹالوس کے بیٹے نے گال سہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ اگر میری بات سچ ہوئی تو آپ ان طمانچوں کی تلافی کس طرح کریں گی؟"

اولمپیاس نے غصے میں کہا "میری موجودگی میں فیلقوس کی کوئی اور بیوی شاہی محل میں داخل نہیں ہو سکتی۔"

اولمپیاس دیر تک سکندر کا انتظار کرتی رہی لیکن کافی دیر بعد ارسطو کا ایک معاون اولمپیاس کے پاس آیا اور کہا "اب آپ استاد ارسطو کو شرف ملاقات بخش سکتی ہیں۔"

اولمپیاس اس معاون کے ساتھ باغ کے اس حصے میں پہنچی جہاں ارسطو پودوں پر تحقیق کیا کرتا تھا۔

اولمپیاس نے یہاں سکندر کو نہ پایا تو ارسطو سے نہایت مؤدبانہ لہجے میں پوچھا "استاد محترم! سکندر کہاں چلا گیا؟"

ارسطو نے معذرت کی "معاف کیجئے گا۔ میں نے درس گاہ میں آپ کو وہ تعظیم نہیں دی جس کی آپ مستحق ہیں مگر آپ کو بھی یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میری درس گاہ میری حکومت ہے' میری مملکت ہے اور یہاں صرف میرا حکم چلتا ہے۔"

اولمپیاس نے سکندر کے بارے میں پوچھا "وہ کہاں چلا گیا؟"

ارسطو نے جواب دیا "درۂ دانیال سے بادشاہ کا ایک وفد سکندر کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے آیا ہے۔ وہ اپنے باپ کے پاس فوراً روانہ ہونے والا ہے کیونکہ بادشاہ کا یہی حکم ہے۔"

اولمپیاس سکندر کو تلاش کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اپنے کپڑے اور دوسرا ضروری سامان سمیٹ رہا تھا۔

اچانک ماں کو اپنے سامنے دیکھا تو کھڑا ہو گیا "میں فوراً جانے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن یہ آنے والے لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ میں فوراً اس کے پاس پہنچوں۔"

اولمپیاس نے کہا "میں تیرے باپ کو خوب سمجھتی ہوں۔ اسے یہ خبر مل گئی ہوگی کہ ڈلفی کے مندر کی صدائے غیبی نے تجھے بادشاہ اور فیلقوس کو سپہ سالار کہہ دیا ہے اس لئے وہ بادشاہ کو اپنے پاس بلوا کر شہزادے یا کسی معمولی کارندے کی حیثیت سے اپنے پاس رکھے گا۔"

سکندر نے اپنی ماں کو سمجھایا "آپ کو بھی اس قسم کی باتیں نہیں مشہور کرنا چاہئے تھیں۔"

اولمپیاس نے تیوریوں پر بل ڈالے "وہ بات میری نہیں ہے ڈلفی کے مندر کی تھی۔"

اولمپیاس سکندر کو تیاریوں میں مشغول چھوڑ کر وفد کے ارکان سے باتیں کرنے لگی۔ وہ ان سے فیلقوس کی صحت کے بارے میں باتیں کرنے لگی مگر حقیقتاً اسے وفد کے اس آدمی کی جستجو تھی جو نسبتاً سیدھا سادہ اور پیٹ کا ہلکا ہو۔ چنانچہ اس نے ایک ایسے آدمی کو الگ کیا اور علیحدہ لے جا کر اس سے پوچھا "سچ سچ بتانا کیا نامور فوجی سردار اٹالوس لشکر میں موجود ہے؟"

اس شخص نے بتایا "موجود ہے اور اس وقت وہ بادشاہ سے سب سے زیادہ قریب ہے' بالکل کسی شاہی رشتے دار کی طرح۔"

اولمپیاس کا دل دھک دھک کرنے لگا "اس کے ساتھ کوئی نوجوان لڑکی بھی ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہاں۔ اس کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی بھی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لڑکی اٹالوس کی بھتیجی قلوپطرہ ہے۔"

اولمپیاس نے پوچھا "فوج میں اس لڑکی کا کیا کام؟"

اس نے جواب دیا "مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ فوج میں اس لڑکی کا کیا کام ہے لیکن ہم سب نے قلوپطرہ کو ساقی گری کرتے دیکھا ہے۔ جب بادشاہ کہیں ٹھہرتا ہے اور محفلِ ناؤنوش جمتی ہے تو بادشاہ قلوپطرہ کے ہاتھ سے شراب پیتا ہے اور اس وقت قلوپطرہ کا چچا اٹالوس بھی وہیں موجود ہوتا ہے۔"

اب اولمپیاس کے لئے صبروضبط محال ہو گیا تھا "اور کوئی بات؟ ایسی کوئی بات جس کا تعلق بادشاہ' قلوپطرہ اور اٹالوس سے ہو؟"

اس نے صاف صاف بتا دیا "لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حسین اور نوخیز قلوپطرہ عنقریب بادشاہ کی بیوی بن جائے گی۔"

اب بات صاف ہو چکی تھی اور سکندر کا باپ کے پاس جانا ضروری ہو گیا تھا۔

جب یہ دوبارہ سکندر کے پاس گئی تو سکندر جانے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔

اس نے سکندر کو سمجھایا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تو اس وقت اپنے باپ کے پاس جا رہا ہے جب وہ تجھ سے بھی دو تین سال چھوٹی لڑکی سے شادی کرنے جا رہا ہے۔ تو اسے روک۔ کسی بھی طرح' کسی بھی حکمتِ عملی سے۔"

سکندر بھی اس خبر سے چونک گیا۔ اس نے کہا "میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

سکندر نے ماں کو الوداعی بوسہ دیا اور وفد کے ساتھ بادشاہ کے پاس روانہ ہو گیا۔

راستے میں وفد کے ایک رکن نے سکندر کو بتایا "شہزادے! کیا تم بادشاہ کی عدم موجودگی میں مقدونیہ کے بادشاہ بن گئے تھے؟"

سکندر نے جواب دیا "نہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب تو مجھے تلاش کرتا ہوا یہاں آیا' اس وقت میں پیلا سے دور میزا میں اپنے استاد ارسطو سے پڑھ رہا تھا یعنی میں بادشاہ نہیں شاگرد تھا۔"

وفد کے رکن نے کہا "لیکن بادشاہ کو یہی بتایا گیا ہے کہ تم مقدونیہ کے بادشاہ ہو گئے ہو اور بادشاہ فیلقوس تمہارا سپہ سالار ہے اسی لئے بادشاہ نے تمہیں اپنے پاس بلوا لیا۔"

سکندر کو اپنے باپ سے خوف محسوس ہونے لگا "میری ماں معلوم نہیں کیا چاہتی ہے۔ کبھی وہ مجھے بادشاہ بنا دیتی ہے اور کبھی میرے خانۂ ولدیت سے بادشاہ کا نام نکال کے کسی دیوتا کو میرا باپ بنا دیتی ہے۔"

یہ لوگ سمندر کے کنارے بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔
کوچ کے لئے لشکر تیار تھا۔

بادشاہ نے سکندر کو سینے سے لگا لیا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے پوچھا "مقدونیہ کے نئے بادشاہ کو یہاں تک آنے میں کوئی خاص زحمت تو نہیں ہوئی؟"

سکندر نے شرمندگی سے جواب دیا "میں ابھی تک شاگرد تھا اور اس وقت بھی میزا کی درس گاہ سے آ رہا ہوں۔"

فیلقوس نے سکندر کو بار برداری پر لگا دیا اور کہا "فوج کوچ کر رہی ہے۔ اس کا بار برداری والا حصہ تیری نگرانی میں دیا جاتا ہے اب تجھے اپنی درس گاہ واپس جانا نصیب نہ ہو گا۔"

فوج نے کوچ کیا تو سکندر ایک معمولی نوجوان کی طرح بار برداری کے جانوروں کے ساتھ چلنے لگا۔ ابھی فوج کے بیشتر لوگ سکندر کی ذات اور حیثیت سے واقف نہیں تھے اور نہ ہی فوج کو یہ بتایا گیا تھا کہ فیلقوس کا ولی عہد شہزادہ سکندر فوج میں موجود ہے اور بار برداری کے جانوروں کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔

بار برداری کے عملے کو صرف یہ معلوم تھا کہ بادشاہ نے ایک ناتجربے کار نوجوان کو ان کے پاس تجربہ حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ یہ لوگ سکندر کے ساتھ برابر برتاؤ کرتے۔ جب کسی گاڑی کا پہیہ کسی گڑھے میں پھنس جاتا تو اس کے پیچھے آنے والی گاڑیاں بھی رک جاتیں اور ساتھی نوجوان سکندر کی پریشانی سے لطف اندوز ہوتے۔

ذہین سکندر کچھ دیر یہی سوچتا رہا اور غور کرتا رہا کہ اس کے باپ نے اس کو بار برداری کے عملے کے ساتھ کیوں لگا دیا؟

بادشاہ پیلا کے نئے بادشاہ کو ذلیل و خوار کر رہا تھا کیونکہ یہ نیا بادشاہ سپہ سالار فیلقوس کے قبضے میں آگیا تھا۔

سکندر کئی دن تک پریشانیاں اٹھاتا رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے فیلقوس نے بھی اس کو فراموش کر دیا ہو۔

پھر فوج میں یہ خبر مشہور ہونے لگی کہ اس میں کہیں شہزادہ سکندر بھی موجود ہے۔ لوگ اس کو بادشاہ کے آس پاس تلاش کر رہے تھے اور کسی کے گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ سکندر بار برداری کے جانوروں میں پھنسا ہوا ہے۔

ایک دن ایک فوجی سردار نے سکندر کو اپنے گھوڑے پر سوار بار برداری کے جانوروں کو سنبھالتے ہوئے دیکھا تو اس سے مذاق کیا۔ "صاحب زادے! تم کس کے بیٹے ہو؟"

سکندر نے جواب دیا "جناب! اس وقت میں جس جگہ ہوں اپنا تعارف کروا کے اپنے نسب کو رسوا نہیں کروں گا۔ بہرحال میں جو کچھ بھی ہوں' تم سب کے سامنے ہوں اور اپنا کام بہت اچھی طرح انجام دے رہا ہوں۔"

فوجی سردار نے طنزاً کہا "عجیب و غریب لوگ فوج میں داخل ہو گئے ہیں۔ بادشاہ کا بیٹا بھی اسی فوج میں موجود ہے مگر بادشاہ نے اس کو معلوم نہیں کہاں چھپا رکھا ہے۔ اس کی شمشیر زنی کے بڑے چرچے ہیں۔ اگر اس کا مجھ سے مقابلہ کروا دیا جائے تو میں اس کو ایسا سبق دوں کہ زندگی بھر یاد رکھے۔"

سکندر نے اس کو ڈانٹا "تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ اپنا کام کر۔"

فوجی سردار نے سکندر کو غور سے دیکھا اور کہا "صاحب زادے! میں ایک فوجی سردار ہوں اور تو ایک معمولی بار بردار ہے۔ زبان مت چلا۔ اپنی اوقات میں رہ۔"

اسی وقت سکندر کے ساتھ میزا سے آنے والے وفد کا ایک رکن سکندر کے پاس آیا اور ادب سے عرض کیا "حضور والا! بادشاہ سلامت کا حکم ہے کہ آج رات کے جشن میں آپ بھی شرکت فرمائیں۔"

فوجی سردار نے اس شخص سے پوچھا "تو بادشاہ کا پیغام کس کو دے رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "شہزادے سکندر کو۔"

فوجی سردار اتنا گھبرایا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس نے اپنی تلوار سکندر کے قدموں میں رکھ دی اور کہا "اس وقت میں نشے میں معلوم نہیں کیا کچھ کہہ گیا ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں شہزادے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

سکندر نے تلوار اٹھا کر فوجی سردار کے حوالے کی اور کہا "تو نے دعوتِ مبارزت دی ہے تو یہ مقابلہ ضرور ہو گا۔"

سردار نے کہا "تب پھر میں قتل ہو جاؤں گا لیکن قتل سے پہلے آپ بادشاہ کو میری لاف زنی کی خبر نہیں دیں گے۔"

فوجی سردار کو بڑی حیرت ہوئی کہ فیلقوس نے ولی عہد کو بار بردار جانوروں پر تعینات کر دیا تھا۔

رات کو سکندر نے بادشاہ کی محفلِ مے نوشی میں شرکت کی۔ اس محفل میں بادشاہ کسی کا انتظار کر رہا تھا۔ دوسرے لوگ

بھی سامنے راستے پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ شاید انہیں بھی کسی کا انتظار تھا۔

سکندر بادشاہ کے پاس بیٹھ گیا اور بادشاہ نے اپنے ندیموں سے کہا "تم لوگوں نے بھی سنا ہو گا کہ مقدونیہ کا بادشاہ سکندر ہو گیا ہے اور میں اس کا سپہ سالار رہ گیا ہوں۔"

سکندر نے عاجزی سے صفائی پیش کی "میں نے کبھی بھی اپنی بادشاہی کا اعلان نہیں کیا۔ میری ماں نے ایسا ضرور مشہور کیا تھا مگر میں یہاں آنے سے پہلے ارسطو کا شاگرد تھا اور اب باربرداری کے جانوروں کا نگران ہوں۔"

اچانک سبھی نے فوجی سردار اٹالوس کو بادشاہ کی طرف آتے دیکھا۔ اسے سکندر بھی اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ پارمینیو اور انٹی پیٹر کی طرح یہ بھی ایک نامی گرامی فوجی سردار تھا۔

اٹالوس کے ساتھ ایک لڑکی تھی یعنی اٹالوس کی چودہ سالہ بھتیجی قلوپطرہ۔ یہ سکندر کی اپنی بہن قلوپطرہ سے ڈیڑھ دو سال چھوٹی تھی۔ سکندر کی بہن کا نام بھی قلوپطرہ تھا۔

اٹالوس نے اپنی بھتیجی قلوپطرہ کا ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں دے دیا اور بادشاہ نے اسے کھینچ کر اپنی آغوش میں بٹھا لیا۔

سکندر کو اپنے باپ کی یہ حرکت بہت بری لگی۔ اس نے اٹالوس کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔

اٹالوس نے بادشاہ کی طرف دیکھا اور بادشاہ نے سکندر کو متنبہ کیا "شاہی محفل کے آداب کا خیال رکھا جائے۔"

لیکن سکندر نے اپنی ماں کا پیغام ان سب کے گوش گزار کر دیا۔ "میری ماں نے کہا ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسری عورت بیوی بن کر شاہی محل میں نہیں داخل ہو سکتی۔"

لیکن کسی نے سکندر کی بات پر توجہ بھی نہیں دی۔

بادشاہ نے سکندر سے پوچھا "سکندر! تیری ماں نے میری عدم موجودگی میں ارسی نوئی کو گھوس کے حوالے کر دیا۔ تیری ماں پاگل ہو گئی ہے۔ جو اس کے جی میں جو آتا ہے کر گزرتی ہے۔ قلوپطرہ میری بیوی بنے گی اور میں دیکھوں گا کہ اولمپیاس اس کو محل میں داخل ہونے سے کس طرح روکتی ہے۔"

قلوپطرہ نے قریب رکھی ہوئی صراحی کی شراب کو جام میں انڈیلا اور جام کو اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

سکندر کو اس محفل میں اپنی موجودگی گراں گزر رہی تھی۔ وہ کھڑا ہو گیا اور فیلقوس سے کہا "میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔"

بادشاہ نے اس کے حوصلے کی داد دی "میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ میں نے تجھ کو یہاں اس لئے بلایا تھا کہ کہیں تو اپنی والدہ کے ورغلانے میں نہ آ جائے اور بادشاہ کی تربیت حاصل کئے بغیر ہی بادشاہ بن بیٹھے۔"

بادشاہ نے حکم دیا "ابھی تو یہیں رہ کیونکہ میں جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ تو ابھی شروع بھی نہیں ہوئی۔" پھر ندیموں سے پوچھا "یہ انٹی پیٹر اور پارمینیو کہاں رہ گئے۔ ان دونوں کو بلاؤ۔"

یہ دونوں سردار قریب ہی موجود تھے، فوراً سامنے آ گئے۔ پارمینیو بادشاہ کے قدموں میں بیٹھ گیا اور انٹی پیٹر سامنے کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ نے ان دونوں کی موجودگی میں سکندر سے پوچھا "کیا تو واقعی مقدونیہ کا بادشاہ ہے اور میں تیرا سپہ سالار ہوں۔"

سکندر نے جواب دیا "میں کس طرح یہ یقین دلاؤں کہ میں کبھی بھی بادشاہ نہیں بنا۔ اگر اس قسم کی کوئی افواہ یہاں پہنچی ہے تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں طالب علم تھا اور طالب علم ہوں اور اگر آپ اجازت دیں تو آئندہ بھی طالب علم ہی رہوں گا۔"

فیلقوس نے کہا "یہ افواہ پوری فوج میں پھیلی ہوئی ہے۔ کیا تو اس فوج کو قابو میں رکھ سکتا ہے؟ اتنی بڑی فوج کو؟ تو خود بھی جس سے چاہے، پوچھ لے۔"

سکندر نے بے بسی سے جواب دیا "میں نے اس افواہ سے کب انکار کیا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس افواہ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"

بادشاہ نے پارمینیو کی طرف دیکھا "تو کیا کہتا ہے؟"

پارمینیو نے جواب دیا "اگر اوپر دھواں ہے تو اندر کہیں نہ کہیں آگ بھی موجود ہو گی۔"

سکندر کو پارمینیو پر غصہ آ رہا تھا لیکن انٹی پیٹر کے جواب نے غصے کو کم کر دیا۔

انٹی پیٹر نے بادشاہ کو یقین دلایا "سکندر سچا ہے۔ یہ دھواں جہاں سے اٹھا ہے، سکندر وہاں نہیں رہتا۔ میری معلومات کے مطابق سکندر کا زیادہ وقت استاد ارسطو کے پاس میزا میں گزرتا ہے۔ کوئی ایک فرمان بھی سکندر کی طرف سے جاری نہیں ہوا اور کوئی ایک گواہ بھی سکندر کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا۔"

اس جواب نے فیلقوس کو مطمئن کر دیا۔ سکندر نظریں جھکائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

بادشاہ نے سکندر کے اس اندازِ بے بسی کو شدت سے محسوس کیا اور اسے نصیحتیں کیں "دیکھ سکندر! میں نے تجھ کو ہمیشہ طب کی تعلیم سے روکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے ریاست اور سیاست کی تعلیم دی جائے اب پتا نہیں کہ استاد ارسطو تجھے آج کل کیا پڑھا رہا ہے۔ بہرحال جو کچھ تو نے پڑھا ہے اس سے کام لے اور پیلا واپس جا۔ تو میرا سب سے لائق بیٹا ہے۔ وہاں میری نیابت کر۔ یہ حکم میں دے رہا ہوں۔ اس کا اولمپیاس سے کوئی تعلق نہیں۔"

سکندر خوف زدہ تھا کہ اس قسم کا نرم برتاؤ کہیں بادشاہ کی کوئی چال نہ ہو لیکن انٹی پیٹر نے سکندر کو مبارکباد دی "شہزادے! اب تو واقعی مقدونیہ کا عارضی بادشاہ ہے۔"

مگر سکندر اب بھی مطمئن نہیں تھا۔

فیلقوس اسے اپنی محفل سے فوراً ہٹا دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ سکندر کی موجودگی میں قلوپطرہ کے ساتھ دادِ عیش نہیں دے سکتا

تھا۔ اس نے بیٹے کو سمجھایا "یہ فوج جسے تو دیکھ رہا ہے، شیطان کی طرح ہے۔ جب تک تو اس پر قابو پانے کا سلیقہ حاصل نہیں کرتا، کامیاب بادشاہ نہیں بن سکتا۔"

قلوپطرہ باپ بیٹے کی باتوں سے تنگ تھی کیونکہ اسے اس کے چچا اٹالوس نے ابھی سے یہ یقین دلا دیا تھا کہ جنونی اولمپیاس کی اولاد وارثِ تخت و تاج نہیں رہے گی۔ اب ولی عہد قلوپطرہ کی اولاد میں سے ہو گا کیونکہ قلوپطرہ شاہی محل میں ملکہ کی حیثیت سے داخل ہو گی۔

سکندر نے ایک اچٹتی سی نظر قلوپطرہ پر ڈالی اور جاتے جاتے کہا "میں ذاتی طور پر بھی اس شادی کو پسند نہیں کروں گا اور آپ کو بھی میرا اور میری ماں کا خیال رکھنا چاہئے۔"

اٹالوس نے جواب دیا "بس اسی حد تک جس حد تک تیری ماں نے بادشاہ کا خیال رکھا ہے۔"

انٹی پیٹر نے اٹالوس کو ٹوکا "ابھی تو قلوپطرہ کا مسئلہ نازک ہے تجھے اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔"

انٹی پیٹر کو سکندر پر رحم آ رہا تھا۔ سکندر کے ساتھ وہ بھی باہر چلا گیا اور اسے سمجھایا "تو ملول مت ہو۔ تیرا حق کوئی نہیں مار سکتا۔"

سکندر غمزدہ لہجے میں بولا "مجھے بادشاہت کی ذرہ برابر پروا نہیں۔"

انٹی پیٹر نے کہا "تجھے پروا ہونی چاہئے کیونکہ تو ولی عہد ہے۔"

سکندر نے افسردہ لہجے میں اپنے ہمدرد کو سمجھایا "تو واپس جا ورنہ تجھ پر بھی شبہ کیا جائے گا۔"

انٹی پیٹر نے واپس جاتے ہوئے کہا "میں تیرا ساتھ دوں گا کیونکہ تو سچا اور کھرا ہے۔"

انٹی پیٹر سکندر کو چھوڑ کے بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے پوچھا "سکندر نے کچھ کہا؟"

انٹی پیٹر نے جواب دیا "وہ حقیقتاً ابھی تک طالب علم ہے۔ ہمیں اس پر شبہ نہیں کرنا چاہئے۔"

اٹالوس نے مسکراتے ہوئے کہا "اسے فی الحال طالب علم ہی رہنا چاہئے۔ اگر وہ طبیب بن جائے تو بہتر ہے۔"

انٹی پیٹر نے بدمزگی سے جواب دیا "وہ ولی عہد ہے۔ اسے بادشاہ بننا ہے۔ طبیب شاہی نسل سے نہیں ہوتے۔"

اٹالوس نے طنز کیا "بے شک۔ شہزادے اور ولی عہد ملکہ کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں اور اولمپیاس ابھی تک محض بیوی ہے۔"

بادشاہ نے محفل کو بدمزہ نہیں ہونے دیا اور دونوں سرداروں کو منع کیا کہ فضول بحث و تکرار نہ کریں۔

اس کے بعد شراب نوشی شروع ہوئی اور قلوپطرہ اپنی عمر سے تین اکتیس سال بڑے بادشاہ کو اپنے ہاتھ سے شراب پلانے لگی۔ بادشاہ بیک وقت اپنی رگوں میں دو قسم کے نشے سرایت کرتے محسوس کر رہا تھا۔ ایک نشہ شراب کا تھا، دوسرا قلوپطرہ کے شباب کا۔

لیکن اس رات بادشاہ کو شراب نوشی میں وہ مزہ نہیں آیا جو پہلے آتا رہا تھا۔ اسے بار بار سکندر کا خیال آتا رہا۔ وہ مجبور اور بے بس سکندر جو بادشاہ کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں پیلا میں اپنی بادشاہت کا اعلان نہیں کیا۔ وہ طالب علم ہے۔ طالب علم تھا اور ابھی برسوں طالب علم رہنا چاہتا ہے۔ اس کی بادشاہت کا اعلان اس کے علم میں لائے بغیر ہی اولمپیاس نے کر دیا تھا۔

بادشاہ نے بڑے کرب میں رات گزاری۔ اسے سکندر بہت عزیز تھا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی اس نے سکندر کو طلب کر لیا۔ اٹالوس اب بھی جاگ رہا تھا۔ محفل بجھی بجھی سی تھی۔ قلوپطرہ خواب گاہ میں جا کر نیند کے مزے لے رہی تھی۔

انٹی پیٹر اور پارمینیو جاگتے رہنے میں بادشاہ کا ساتھ دے رہے تھے۔

اٹالوس نے تجویز پیش کی "اب ہمیں بھی کچھ دیر کے لئے سو جانا چاہئے۔"

بادشاہ نے انٹی پیٹر کو حکم دیا "تو سکندر کو اسی وقت میرے پاس لا اور یہ یاد رہے کہ اس کا اس وقت کوئی بھی عذر قابلِ سماعت نہیں ہو گا۔"

اٹالوس نے اس حکم کا کچھ اور ہی مطلب لیا۔ اس نے انٹی پیٹر سے کہا "شہزادہ نوجوان ہے اور نوجوانی کی نیند شراب کے شدید نشے کی طرح ہوتی ہے لیکن بادشاہ کا حکم، حکم ہوتا ہے۔ اگر شہزادہ نیند کا عذر کرے تو اسے کاندھوں پر اٹھوا کے لے آنا۔"

اٹالوس نے بادشاہ کو ٹٹولنا چاہا "حضور والا! خطاکار کوئی بھی ہو لیکن اس کا فائدہ سکندر کو ہی پہنچ رہا تھا۔ وہ مقدونیہ کے تاج و تخت کو بادشاہ کی زندگی میں ہی حاصل کر لینا چاہتا ہے اس لئے اولمپیاس سے زیادہ سکندر سزا کا مستحق ہے۔"

بادشاہ نے ایک سرد آہ کھینچی "وہ ابھی تک معصوم ہے۔"

اٹالوس نے ناصحانہ رنگ ڈھنگ اختیار کئے "حضور والا! چہروں نے اکثر دھوکا دیا ہے اور چہروں کے بعد آنسو سخت دلوں کو بھی پگھلا دیتے ہیں۔ ایک مثالی بادشاہ کو ان دونوں کیفیتوں کا اثر نہیں قبول کرنا چاہئے۔"

بادشاہ نے کوئی جواب نہیں دیا مگر وہ اٹالوس کی باتوں کا مطلب ضرور سمجھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد انٹی پیٹر سکندر کو لے کر آ گیا۔ سکندر کی آنکھوں سے لگ رہا تھا کہ وہ بھی رات بھر جاگتا رہا ہے۔

فیلقوس سکندر کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور کہا "ایک بادشاہ مستقبل کے بادشاہ کا استقبال کرتا ہے۔"

بادشاہ کے استقبال اور اس کے فیصلے نے اٹالوس کے ہوش اڑا دیے۔ بادشاہ نے سکندر کی تعظیم بادشاہ کی طرح کی تھی۔

سکندر نے ماحول کا جائزہ لیا اور قلوپطرہ کو تلاش کیا۔ دوسرے مصاحبین نشے میں چور مختلف انداز اور کیفیتوں میں مدہوش پڑے ہوئے تھے۔

بادشاہ نے سکندر کو حکم دیا "اب تو میری طرف سے نائب السلطنت کا فرمان لے کر چلا واپس جا۔"

اتالوس نے بادشاہ کو ٹوکا "جناب والا! آپ اپنے ہوش میں تو ہیں۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

بادشاہ نے گویا اس کی بات سنی ہی نہیں "سکندر، اب تو میرے حکم سے میری نیابت کرے گا۔ رہ گئی تیری تعلیم تو اب ا ے تو میزا کی محدود فضا میں جاری نہیں رکھے گا۔ پیلا ہی تیرا دارالحکومت ہے اور یہی تیری درس گاہ۔"

اتالوس اب بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ اس وقت بادشاہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے۔

اس نے بادشاہ سے درخواست کی "آپ کچھ توقف فرمائیں اور نیابت کا یہ فرمان مستقبل کی ملکہ کے ہاتھ سے دلوائیں۔"

لیکن بادشاہ نے اسی وقت نیابت کا فرمان سکندر کے حوالے کردیا۔

سکندر نے اس انتہائی قیمتی اور نادر فرمان کو اپنے قبضے میں کیا اور اتالوس سے کہا "تو کیسا لالچی اور نااہل سردار ہے جو اپنی لیاقت اور صلاحیت کے بجائے اپنی بھتیجی کے ذریعے کوئی مقام حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

جواب میں اتالوس کوئی سخت فقرہ استعمال کرنا چاہتا تھا مگر بادشاہ نے اس کو منع کیا اور اتالوس سے کہا "سکندر میرا نائب ہے اور نائب بمنزلہ بادشاہ ہوتا ہے اس لئے سکندر کی اسی طرح تعظیم کر جس طرح میری تعظیم کرتا ہے۔"

اتالوس نے آہستہ سے کہا "جب قلوپطرہ ملکہ بن جائے گی تو ولی عہد تو اس کی نسل سے ہوگا۔ اس وقت سکندر کی کیا حیثیت ہوگی؟"

فیلقوس نے جواب دیا "سکندر میرا نائب ہے اور جب تک میں زندہ ہوں' یہ میرا نائب ہی رہے گا۔"

سکندر نے اپنے باپ کو سمجھانے کی کوشش کی "آپ میری ماں کے مزاج سے واقف ہیں۔ اگر ان حالات میں قلوپطرہ کو آپ نے ملکہ بنایا تو شاہی محلات میں ایک ایسا ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا جس کا رفع دفع کرنا ناممکن ہو جائے گا۔"

فیلقوس نے سکندر کو حکم دیا کہ وہ اسی وقت پیلا چلا جائے۔

انٹی پیٹر باہر کھڑا سکندر کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جیسے ہی باہر نکلا انٹی پیٹر نے اس سے کہا "شہزادے! آپ تنہا نہیں ہیں۔ ہمت سے ڈٹے رہیے اور شاہی فرمان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیے۔"

سکندر پیلا روانہ ہو گیا اور بادشاہ نے اطمینان کی سانس لی۔

اتالوس نے سکندر کے جاتے ہی بادشاہ سے کہا "جناب والا! آپ نے نائب السلطنت بنانے میں عجلت سے کام نہیں لیا؟"

بادشاہ اتالوس پر برس پڑا "اتالوس! میں نے تیرے جیسا احمق نہیں دیکھا۔ یہ تو کیا بکواس کر رہا تھا۔"

اتالوس نے جواب دیا "جناب والا! میں نے آپ کے خلاف ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا۔"

بادشاہ نے پار مینیو سے کہا "پار مینیو! اسے سمجھا کہ یہ آئندہ میری باتوں میں دخل نہ دے۔"

اتنے میں انٹی پیٹر بھی اندر داخل ہوا۔ بادشاہ نے دیکھتے ہی اس سے پوچھا "تو کہاں چلا گیا تھا؟"

انٹی پیٹر نے جواب دیا "میں اندر آنے والا تھا کہ دروازے پر مقدونیہ کے نائب السلطنت سے ملاقات ہو گئی۔ میں احتراماً کچھ دور اس کے ساتھ ساتھ چلا اور پھر الوداع کہہ کر واپس آگیا۔"

بادشاہ نے اتالوس کو سمجھایا "تو نے سکندر کے سامنے جو کچھ کہا اس میں کہیں بھی دور اندیشی اور دانائی نہیں پائی جاتی۔"

اتالوس رو رہا تھا۔ یہ اس کے مکر کے آنسو تھے۔ اس نے کہا۔ "آج مجھے جو شرمندگی اٹھانی پڑی ہے وہ دیوتا کسی اور کو نہ دے۔"

فیلقوس نے اتالوس کو سمجھایا "تو ابھی تک اس پاگل عورت کی شیطانی قوت کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ تیری ہر بات میرے منصوبے کو سکندر پر ظاہر کئے دے رہی تھی۔ قلوپطرہ ملکہ بنے گی یا نہیں اور یہ کہ قلوپطرہ کی میرے نزدیک کیا اہمیت اور قیمت ہے تیری باتوں سے یہ سب...کچھ ظاہر ہو گیا۔"

اتالوس نے آہستہ سے کہا "جناب والا! میری بھتیجی قلوپطرہ جب یہ سنے گی کہ آپ نے سکندر کو باقاعدہ نائب السلطنت بنادیا ہے تو اس کے دل پر کیا گزرے گی؟"

فیلقوس نے کہا "پتا نہیں کیا گزرے گی لیکن قلوپطرہ کے بارے میں اولمپیاس کے دل پر کیا گزرے گی' یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ایسا ہنگامہ کھڑا کرے گی کہ اس کا مقابلہ نہ تو میں کر سکوں گا اور نہ تو۔"

اتالوس نے تنہائی میں قلوپطرہ کو سمجھایا "دیکھ لڑکی! میں نے تجھے بادشاہ کی آغوش تک پہنچادیا ہے اب تو ملکہ بن جائے گی لیکن تو نہیں جانتی کہ شاہی محل میں ایک بلا بھی رہتی ہے۔ اس کا نام ہے اولمپیاس۔ اگر تو نے اس پر قابو نہ پایا تو وہ تجھ پر ضرور قابو حاصل کر لے گی۔"

قلوپطرہ پر جوانی کا نشہ طاری تھا' مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک اولمپیاس تو کیا' میرے سامنے دس اولمپیاس کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔"

اتالوس نے کہا "لڑکی تو نہیں جانتی' تو فیلقوس سے زیادہ نہ تو عقلمند ہے اور نہ ہی بہادر۔ خود فیلقوس اولمپیاس سے خوف زدہ ہے۔ تجھے بھی اس خطرے کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔"

دونوں میں کچھ دیر یہ بحث و مباحثہ جاری رہا اور آخرکار اتالوس نے قلوپطرہ کو سمجھایا "بھتیجی! ہر شخص کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ محل میں کھانا تیار کرنے والے اور کھلانے والے کچھ زیادہ

معزز نہیں ہوتے اس لئے تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہاں کس کو کتنے میں خریدنا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے تو میں تجھے یہ بتادوں گا کہ یہ خرید و فروخت کس کی کتنے میں ہو جائے گی۔ اس کے بعد معاملہ صاف ہو جائے گا۔"

قلوپطرہ کی سمجھ میں اتالوس کا یہ منصوبہ نہیں آیا اور اتالوس نے بھی یہ کہہ کر گفتگو بند کردی کہ وہ وہاں پہنچ کے اسے بتائے گا کہ انہیں یہ مسئلہ کس طرح حل کرنا چاہئے اور اولمپیاس کو کس طرح اپنی راہ سے ہٹایا جاسکتا ہے۔

فیلقوس کا اب سفر اور حکایات میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ اسے قلوپطرہ بہت ستا رہی تھی اور یہ فاتح اس نوخیز حسینہ کے قابو میں چلا گیا تھا۔ قلوپطرہ نے اس فاتح کو فتح کر لیا تھا۔

کئی دن بعد بادشاہ نے اعلان کیا کہ اب وہ پیلا واپس جائیں گے۔

بادشاہ خود کو بے حد تھکا تھکا محسوس کر رہا تھا۔ آخر یہ لوگ دمۂ دانیال سے پیلا روانہ ہو گئے۔

○☆○

سکندر نے لشکر گاہ میں جو کچھ دیکھا تھا' اپنی ماں کے سامنے بیان کردیا۔ اولمپیاس نے غصے میں کہا "اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔"

اولمپیاس کرید کرید کے پوچھ رہی تھی "سچ بتا کہ تو نے وہاں اور کیا دیکھا؟"

سکندر نے جواب دیا "یہ سارا کھیل اتالوس کھیل رہا ہے جب کہ قلوپطرہ ابھی ناتجربہ کار اور بھولی بھالی ہے۔"

اولمپیاس نے پورے محل میں گھوم پھر کے دیکھا۔ محل کے عملے سے ملاقاتیں کیں اور انہیں ہدایات دیں "اس محل میں عنقریب ایک چڑیل آنے والی ہے۔ تم سب اس کے دفعیے کے لئے تیار رہو۔"

اولمپیاس نے سکندر کی سادہ لوحی کی مذمت کی اور کہا "تو کیسا نائب ہے کہ تیرے پاس بادشاہ کی مہر ہی نہیں۔ مہر کے بغیر تو تیرے فرمان فضول تحریروں کے ٹکڑے رہ جائیں گے۔ تو کسی بھی طرح بادشاہ سے یہ مہر حاصل کرلے۔"

چار و ناچار سکندر باپ کے پاس واپس گیا لیکن یہ ملاقات راستے میں ہی ہو گئی۔ بالکل اتفاقیہ طور پر انٹی پیٹر اس کو بادشاہ کے خیمے کے سامنے مل گیا۔ اس نے بادشاہ کو خبر کی "حضور والا! سکندر واپس آگیا ہے۔"

بادشاہ نے فوراً سامنے لانے کا حکم دیا۔ اس وقت بادشاہ کے سامنے جو سردار موجود تھے ان میں اتالوس نہیں تھا۔

سکندر نے بادشاہ کے سامنے جھک کر عرض کیا "میں جاتے وقت شاہی مہر لینا بھول گیا تھا۔ اس مہر کے بغیر میں کچھ بھی نہیں ہوں۔"

بادشاہ نے کہا "یہ گر کی بات تجھے یقیناً اولمپیاس نے بتائی ہوگی۔"

سکندر نے اعتراف کیا "بے شک۔ میری ماں بہت ہوشیار ہے۔"

کسی قدر فاصلے پر وہ سردار بھی کھڑا ہوا تھا جس نے غلطی سے سکندر کو ایک معمولی پارہ دار سمجھ کر اس کی شان میں گستاخی کی تھی اور طاقت کے نشے میں کہا تھا کہ وہ سکندر کو شمشیر زنی میں شکست دے سکتا ہے۔ اور بعد میں اس نے پارہ دار شہزادے کو پہچان کر بڑی شرمندگی اٹھائی تھی۔

سکندر نے بھی اسے دیکھا اور انٹی پیٹر سے پوچھا "اس سردار کا کیا نام ہے؟"

ابھی انٹی پیٹر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ بادشاہ اس کو اپنے ساتھ خیمے کے دوسرے حصے میں لے گیا۔ وہاں شاہی مہر انٹی پیٹر کے حوالے کی اور کہا "تو یہ مہر میرے حوالے سے سکندر کو دے دے اور اس کے ساتھ پیلا چلا جا۔ سکندر کی مدد کرتا رہ اور اس سے کہہ کہ اس لشکر میں سے اپنی پسند کے کچھ اور آدمی بھی الگ کر لے اور انہیں اپنے ساتھ پیلا لے جائے۔ بہرحال سکندر ابھی بالکل ناتجربے کار ہے۔"

بادشاہ اور انٹی پیٹر ایک ساتھ نمودار ہوئے۔

انٹی پیٹر سکندر کے پاس گیا اور کہا "یہ رہی شاہی مہر اور آپ کی مدد کے لئے میں ساتھ چلوں گا۔"

سکندر نے انٹی پیٹر سے دوبارہ اس سردار کا نام پوچھا جس نے اپنے خیال میں سکندر کی عدم موجودگی میں سکندر کی تذلیل کی تھی۔

انٹی پیٹر سمجھ رہا تھا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے جو سکندر بار بار اس کا نام پوچھ رہا ہے۔

انٹی پیٹر نے اس سردار کے پاس جاکر آہستہ سے کہا "سکندر بار بار تیرا نام پوچھ رہا ہے' جا تو خود ہی اس سے اپنا تعارف کروادے۔"

بادشاہ سکندر سے کہہ رہا تھا "انٹی پیٹر تیرے ساتھ جائے گا اور میری یہ بات گرہ میں باندھ لے کہ انٹی پیٹر اور ارسطو کبھی تجھے دھوکا نہیں دیں گے۔"

فیلقوس نے دوبارہ اندر جاتے ہوئے کہا "میں نے انٹی پیٹر سے کہہ دیا ہے کہ سکندر کو جس شخص کی بھی ضرورت ہو' اپنے ساتھ پیلا لیتا جائے۔"

بادشاہ کے چلے جانے کے بعد دور کھڑا ہوا سردار انٹی پیٹر کے ساتھ سکندر کے پاس آیا اور اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا "میرا نام بیناشن ہے۔ میں بنیادی طور پر کاشت کار ہوں اور ہمارے اس آبائی پیشے نے ہمیں برباد کرکے رکھ دیا۔ اب میں سپاہی ہوں۔ میں ارسطو کی طرح دیوی دیوتاؤں کو نظرانداز نہیں کرتا۔ وہ بھی ہیں اور میں بھی ہوں اور انہی کی وجہ سے میں خوش قسمتی سے سپاہی بن گیا۔"

سکندر نے اس کا نام دہرایا "بیناشن! میں تجھ کو اپنے

ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔ میرے باپ نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں اپنی مرضی اور پسند سے شاہی لشکر سے انتخاب کر لوں۔"

ہیفاسشن نے خوف زدہ لہجے میں کہا "مجھ سے لاعلمی میں جو غلطی سرزد ہوئی تھی اس سے مجھے بڑی شرمندگی ہے۔ اگر آپ مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو میں ہر وقت' ہر جگہ حاضر ہوں۔"

سکندر نے جواب دیا "میں اپنے آس پاس جن وفاداروں کو رکھنا چاہتا ہوں ان میں سرفہرست تیرا نام آئے گا۔ اب تو میرے ساتھ پیلا چلے گا۔"

ہیفاسشن بے حد شرمندہ شرمندہ انٹی پیٹر کے پاس جا کے کھڑا ہو گیا اور آہستہ سے پوچھا "یہ شہزادہ کیا چاہتا ہے؟ اس نے مجھے اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔"

انٹی پیٹر نے ہیفاسشن کو سمجھایا "نہیں ایسی کوئی بات نہیں شاید سکندر کو تیری کوئی ادا بہت اچھی لگی ہے۔"

سکندر نے ان دونوں کو سرگوشی میں باتیں کرتا دیکھا تو آگے بڑھ کے بولا "کیا کوئی خاص بات ہو گئی؟"

انٹی پیٹر نے سکندر کو ہیفاسشن کے وسوسوں سے خبردار کیا۔ "وہ بار بار یہی کہتا ہے کہ سکندر مجھے قتل کر دے گا۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو دونوں کہیں بیٹھ کر آپس میں تصفیہ کر لو۔"

سکندر نے انٹی پیٹر کو ساری بات بتا دی اور کہا "مجھے یہ شخص بہت سچا اور کھرا نظر آتا ہے۔"

انٹی پیٹر نے بھی سکندر سے یہی کہا "جناب! ہیفاسشن نے لاعلمی اور نادانی میں جو کچھ کہہ دیا' اس سے آپ صرف نظر کریں۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔"

سکندر شرمندہ تھا کہ ہیفاسشن اس کو غلط سمجھ رہا تھا۔ آخر سکندر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا "تو بقول خود پہلے ایک سادہ لوح کاشتکار تھا۔ اب سپاہی بن گیا۔ یقیناً وہ سادہ لوحی اب بھی تجھ میں موجود ہوگی۔ میں تجھے اسی سادہ لوحی اور دیانت داری کی وجہ سے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔"

ہیفاسشن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ کہنے لگا "میں نے یہ کہا تھا کہ ارسطو مانے یا نہ مانے' دیوی دیوتا موجود ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک میں آپ کا مجرم تھا لیکن اب میں آپ کی وفاداری اور پناہ میں ہوں۔ کیا یہ دیوی دیوتاؤں کا معجزہ نہیں ہے۔"

ایک بار پھر یہ باتیں ادھوری رہ گئیں کیونکہ فیلقوس نے ان سب کو اپنے خاص خیمے میں طلب کر لیا تھا۔ وہاں اٹالوس بھی موجود تھا اور بادشاہ بھی نہایت سنجیدہ بیٹھا تھا۔

سکندر' انٹی پیٹر اور ہیفاسشن ایک ساتھ اندر داخل ہوئے۔

بادشاہ نے سکندر سے پوچھا "تیری ماں میں کتنا شر چھپا ہوا ہے؟"

اٹالوس نے بادشاہ کو مشورہ دیا "آپ اگر اب بھی درگزر اور تحمل و برداشت سے کام لیں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ سامو تھریس نامی جزیرہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اولمپیاس کو اس کے آبائی جزیرے سامو تھریس بھیج دیں تاکہ وہاں وہ پجارن بن کر بقیہ زندگی گزار دے۔ اس طرح آپ کا اس کے شر سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

سکندر نے اٹالوس کو تنبیہ کی "دیکھ۔ تو نے کئی بار میرے سامنے میری ماں کا نام لیا' اس کی توہین کی لیکن اب میں تیری زبان سے اپنی ماں کا نام نہ سنوں۔"

بادشاہ نے سب کو بتایا "ابھی ابھی پیلا کے مخبر یہ خبر لے کر آئے ہیں کہ اولمپیاس شاہی محل میں اور شاہی محل کے باہر یہ کہتی پھر رہی ہے کہ سکندر کا بادشاہ کی فوج میں بہت اثر ہو گیا تھا جس سے بادشاہ کو یہ ڈر محسوس ہوا کہ اس کا اقتدار خطرے میں ہے اور یہ خطرہ بھی محسوس ہونے لگا کہ کہیں وہ اپنے اقتدار سے محروم نہ ہو جائے اور فوج سکندر کو اپنا بادشاہ نہ بنا لے۔ اسی خوف سے سکندر کو فوج سے رخصت کر دیا گیا۔"

سکندر نے اپنی ماں کی طرفداری کی "وہ ایسا نہیں کہہ سکتی۔ یقیناً کچھ لوگ بادشاہ اور میری ماں کے درمیان نفرتوں کی خلیج پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میری ماں اس قسم کی باتیں کرے گی تو اس سے اس کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

بادشاہ نے سکندر سے کہا "نفع نقصان کا تو مجھے علم نہیں مگر راکھ کے نیچے آگ نہ ہو تو دھواں نہیں نکلے گا۔ جب تک کوئی بات نہ ہو تو وہ کس طرح شہرت پائے گی؟"

بادشاہ نے سکندر کو اپنے پاس بلایا۔ اس کی پیشانی چومی اور کہا "میں ان باتوں پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ تیری ماں جو چاہے' کرے لیکن یہ ضرور سوچے کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے' اس سے اس کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچے گا اس لئے جو کچھ جس طرح ہو رہا ہے اسے ہونے دے ورنہ سامو تھریس کا جزیرہ تو ہے ہی۔ اسے اپنی ابتدائی زندگی کی طرح آخری زندگی بھی وہیں گزارنا پڑے گی۔"

بعد میں انٹی پیٹر نے بھی سکندر کو سمجھایا "یہ جو کچھ ہو رہا ہے اسے ہونے دے۔ بادشاہ تیری طرف سے مخلص ہے جب کہ اٹالوس اس فکر میں ہے کہ وہ اسے تیری طرف سے بدظن کر دے۔"

سکندر بے حد پریشان تھا کہ وہ میزا کی درس گاہ سے نکل کر کن مصیبتوں میں پھنس گیا۔ کیا یہ لوگ اسے بادشاہ بننے دیں گے؟ شاید نہیں۔ اگر اس کو بادشاہ کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو ان مکار شاہی مصاحبوں سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ ان کا مقابلہ کرنا ہوگا اور انہیں مٹانا ہوگا۔

وہ اس بار پھر شاہی مصر' انٹی پیٹر' ہیفاسشن اور شاہی دستے کے ساتھ پیلا میں داخل ہوا۔ اب وہ واقعی نائب السلطنت بن رہا تھا۔ اس نے ماں کی خدمت میں حاضری دی۔ شاہی مصر کھائی اور شکایت کہا "معلوم نہیں کون مخبر تھے جنہوں نے بادشاہ کو یہ خبر پہنچائی

کہ آپ نے پیلا میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ میں شاہی لشکر میں اپنے باپ سے زیادہ مقبول ہو گیا ہوں۔"

اولمپیاس نے ہنستے ہوئے کہا "بیٹے! یہ درست ہے۔ میں جانتی ہوں کہ فوج میں ان باتوں کا ضرور کوئی نہ کوئی اثر ہوگا اور یہ اثرات سب سے پہلے پیلا میں ظاہر ہوں گے۔ پیلا کے لوگ جب سنیں گے کہ شاہی فوج سکندر کا ساتھ دے رہی ہے تو پیلا کے لوگ خواہ مخواہ تیرے وفادار ہو جائیں گے اور اس طرح تیرے لئے اور تیرے حق میں پیلا فتح ہو جائے گا۔"

اولمپیاس کو اندازہ ہو چکا تھا کہ سکندر اپنے باپ کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہے اور جب تک سکندر کے دل و دماغ پر یہ حسن سلوک طاری رہے گا' وہ فیلقوس کی محبت کے اثر سے آزاد نہیں ہوگا۔ یہ اثر زائل کرنا بہت ضروری تھا۔ وہ سکندر کو اپنے محل کے اس حصے میں لے گئی جہاں ہر طرف سانپ ہی سانپ پل رہے تھے۔ سکندر ان کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

اولمپیاس ہنسنے لگی۔ اس نے کہا "اپنے باپ کی طرح ان سے مت ڈر۔ یہ دیوتاؤں کے مظہر ہیں اور میں دیوتاؤں کی پجارن ہوں۔"

سکندر نے پوچھا "آخر ان بہت سارے سانپوں کے درمیان رہنے کا مقصد کیا ہے؟"

اولمپیاس نے جواب دیا "بیٹے! ان کی وجہ سے محل کا یہ حصہ میرے لئے پناہ گاہ بن گیا ہے اور ادھر کی خبریں ادھر نہیں پہنچتیں۔"

سکندر نے پوچھا "پھر یہ خبر روزانیال تک کس طرح پہنچ گئی کہ آپ نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ شاہی افواج میرے حق میں ہیں؟"

اولمپیاس نے کہا "میں خود یہ خبر بادشاہ اور فوج تک پہنچانا چاہتی تھی اور خوش ہوں کہ میں اس میں کامیاب ہو گئی۔ اب میری باتیں ذرا غور سے سن۔ میں کیا چاہتی ہوں اور تجھ کو کیا بنانا چاہتی ہوں' یہ ساری باتیں تجھے بھی معلوم ہونا چاہئیں۔"

سکندر نے اولمپیاس کی کچھ باتیں سنیں اور کچھ نہیں سن سکا کیونکہ کئی سانپ اپنی اپنی زبانیں لہراتے ہوئے سکندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اولمپیاس نے ان سانپوں کو پکڑ کر شیشے کے ایک جار میں ڈال دیا اور سانپوں سے کہا "اس وقت مجھے تنگ نہ کرو اور مجھے اپنے بیٹے سکندر سے کام کی باتیں کرنے دو۔"

سکندر اپنی ماں کی جرأت کا قائل تھا۔ اس کا باپ بھی بہادر تھا مگر وہ جانتا تھا کہ فیلقوس ان زہریلے سانپوں کو اولمپیاس کی طرح ہاتھ سے نہیں پکڑ سکتا۔

اولمپیاس نے پوچھا "تو کس سوچ میں پڑ گیا؟"

سکندر نے کہا "آپ ان سانپوں سے بالکل نہیں ڈرتیں۔ آخر کیوں؟"

اولمپیاس نے کہا "فضول باتیں مت کر اور میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں اسے غور سے سن۔ میں جزیرہ سامو تھریس کی ایک پجارن ہوں۔ مجھے شادی سے پہلے ہی دیوتاؤں نے یہ بتا دیا تھا کہ یونان کی وسیع ریاست کا کوئی بادشاہ سامو تھریس آئے گا اور مجھ کو دلہن بنا کر لے جائے گا۔ مجھ سے زیوس دیوتا کا بیٹا پیدا ہوگا۔ یہ بیٹا بہت بڑا فاتح ہوگا۔ چنانچہ تیرا باپ سامو تھریس پہنچا۔ مجھے دیکھا اور دلہن بنا کے پیلا لے آیا۔ یہاں ایک رات میں سوئی ہوئی تھی کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ معلوم ہوا کہ فیلقوس ہم بستر ہے۔ مجھے فیلقوس کی یہ حرکت اچھی نہیں لگی۔ فیلقوس فارغ ہو کے بستر سے نیچے اترا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں فیلقوس تو نہیں تھا مگر ایک سانپ کمرے سے باہر جا رہا تھا۔ میں ڈر گئی اور کچھ دیر بعد میں نے بے حد سکون محسوس کیا اور جب میری دوبارہ آنکھ لگی تو نیم غنودگی میں' میں نے سنا کہ مجھ سے کوئی کہہ رہا ہے اے اولمپیاس! تجھ سے ہم بستر ہونے والا فیلقوس نہیں تھا۔ زیوس دیوتا تھا اور تجھ سے زمانۂ دوشیزگی میں جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہوا۔ اب تیرے بطن میں جو نطفہ قرار پایا ہے وہ زیوس دیوتا کا ہے گویا اب تجھ سے دیوتا زادہ پیدا ہوگا۔"

سکندر نے یہ داستان دوسروں سے بھی سنی تھی۔ وہ کہنے لگا۔ "مگر میرے باپ نے قلوپطرہ سے شادی کر لی اور اسے اپنی ملکہ بنا لیا اور ملکہ زادے کو بادشاہ بنا دیا گیا تو پھر آپ کا یہ دیوتا زادہ کیا کرے گا؟"

اولمپیاس نے اپنے بیٹے کو سمجھایا "جب تک میں موجود ہوں مقدونیہ کے تاج و تخت پر تو قابض رہے گا۔ یہ تیری قسمت ہے تیرا مقدر ہے اور کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں کہ وہ تجھے دیوتاؤں کے عطا کردہ تاج و تخت سے محروم کر دے۔"

اولمپیاس نے سکندر کو دیوتا زادہ بنانے کے بعد پورے محل پر قبضہ کر لیا اور یہ خبریں پورے شہر میں پھیلا دی گئیں۔

پیلا والوں کو دیوتا زادے کی زیارت کا شوق ہوا تو اولمپیاس نے اعلان کیا کہ سکندر کو پورے شہر میں پھرایا جائے تاکہ رعایا اس کو دیکھ لے۔ اولمپیاس کی رتھ اس کے ساتھ ہوگی۔ انٹی پیٹر اور ہیفاسشن سکندر کے آس پاس ہوں گے۔

اس اعلان کے کئی ہفتے بعد سکندر کے جلوس کی ایک تاریخ مقرر کر دی گئی۔ اولمپیاس کو اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ پورا شہر اس کے دیوتا زادے کو دیکھنے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔

اسی دوران اولمپیاس نے دوسری ایک نئی اور پہلی مہم کی تیاری بھی شروع کر دی۔ وہ اپنے بیٹے کو کامیاب مہم جو ثابت کرنا چاہتی تھی۔ شمالی سرحدوں سے یہ اطلاعات موصول ہو رہی تھیں کہ شمالی پہاڑی کے سرکش قبائل مقدونیہ کی فوجوں کے ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے سرکشی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

اولمپیاس نے اس خبر کو پیلا میں نہایت بھیانک بنا کے مشہور کر دیا تاکہ جب سکندر اس مصیبت کا خاتمہ کرے تو پیلا کے لوگ اسے نجات دہندہ تسلیم کر لیں۔

مقررہ دن شہر کی خاص گزر گاہ کے دونوں طرف لوگ جمع ہوگئے اور اولمپیاس نے اپنی رتھ تیار کروائی۔ مخبروں نے اولمپیاس کو یہ یقین دلایا کہ پیلا کی پوری آبادی شاہی گزر گاہ کے دونوں طرف کئی گھنٹوں سے دھوپ میں کھڑی اپنے دیوتا زادے کی منتظر ہے۔

وہ خود رتھ میں بیٹھ گئی اور سکندر اپنے گھوڑے بیوسی فالس پر بیٹھ گیا۔ نائب السلطنت کے دونوں طرف انٹی پیٹر اور ہیفاسشن تھے۔ جمہور شناس اولمپیاس کا خیال تھا کہ رعایا کو شہزادے کی بس ایک جھلک دیکھنی چاہئے۔ اس طرح ان میں تشنگی باقی رہے گی اور سکندر کی ذات پراسرار اور مقدس ہوتی چلی جائے گی۔

جب یہ ہجوم کے درمیان سے گزر رہے تھے تو لوگوں کا بے پناہ شوقِ دیدار دیکھنے میں آیا جس کا خود اولمپیاس کو بھی اندازہ نہیں تھا۔ مقدونیہ والوں نے اس کے بیٹے کو دیوتا زادے کی حیثیت سے قبول کرلیا تھا۔

اس طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اولمپیاس نے سکندر کو انٹی پیٹر اور ہیفاسشن کے ساتھ شمالی سرحدی علاقے کی طرف روانہ کردیا اور دونوں کو یہ ہدایت کی کہ دیوتا زادے کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

سکندر اپنی ماں کی باتوں پر یقین نہیں کر رہا تھا اور وہ اس کی تصدیق یا تردید کی فکر میں تھا۔

اس مہم میں سکندر نے آسانی سے کامیابی حاصل کرلی کیونکہ سرکش قبائلی اپنے مویشیوں کے ساتھ پہاڑیوں میں غائب ہوگئے اور سکندر نے ان کے خالی کئے ہوئے علاقوں میں مقدونیہ کے کاشت کاروں کو آباد کردیا۔ انہیں ہتھیار دیے گئے تاکہ وہ مفرور قبائلیوں کے مقابلے میں اپنی حفاظت کرسکیں۔ سکندر کی یہ پہلی حکمت عملی تھی جس نے انٹی پیٹر اور ہیفاسشن کو چونکا دیا۔

یہ ساری خبریں فیلقوس کو پہنچ رہی تھیں۔ فیلقوس کے لئے کسی خبر میں بھی کوئی خاص بات نہیں تھی مگر اولمپیاس کے پورے محل پر قابض ہوجانے کو اس نے خطرناک قرار دیا کیونکہ اولمپیاس محض ایک بیوی تھی اور مقدونیہ کی ملکہ بہت جلد شاہی محل میں داخل ہونے والی تھی۔ فیلقوس کو یہ معلوم تھا کہ یہ جنونی عورت قلوپطرہ کا راستہ روک کر کھڑی ہوجائے گی اس لئے اولمپیاس کے اثر اور اقتدار کو زائل کرنا ضروری ہوگیا تھا۔

فیلقوس کے لئے یہ خبر بھی بڑی تشویش ناک تھی کہ مقدونیہ والوں نے سکندر کو دیوتا زادے کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے اور سکندر کے خانۂ ولدیت سے فیلقوس کا نام خارج کرکے زیوس کا نام درج کردیا گیا ہے۔

اولمپیاس نے انٹی پیٹر کو حکومت کے محصولات کی وصولیابی پر لگادیا اور جب ادھر سے کچھ فرصت ملی تو سکندر نے اپنی کارگزاریوں کی تفصیلی روداد لکھ کے فیلقوس کو روانہ کردی۔ یہ کام انٹی پیٹر نے انجام دیا حالانکہ اولمپیاس اس رسمی کارروائی کے خلاف تھی۔

اب سکندر نے اپنی ماں اولمپیاس کے بیان کردہ واقعات کی تصدیق چاہی۔ اس نے پریوں کے مندر کے کاہن کو پکڑ لیا اور اس سے اپنے دیوتا زادے ہونے کی تصدیق یا تردید چاہی۔

سکندر کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کی چالاک ماں نے کاہن کو لالچ اور دھمکی سے اپنا ہم خیال بنالیا تھا۔ سکندر جہاں بھی گیا اور اپنی پیدائش کے سلسلے میں جس سے بھی بات کی' سبھی نے اولمپیاس کی تائید کی۔ یہاں تک کہ استاد ارسطو نے بھی یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ حد درجہ نیک آدمی دیوتا بن جاتا ہے۔ سکندر بہت زیادہ نیک ہے اس لئے اسے دیوتا زادہ کہا جائے یا دیوتا دونوں ہی باتیں درست ہوں گی اور یوں بھی دیوتاؤں کی انسانوں میں آمدورفت ثابت ہوچکی ہے۔

سکندر کو انٹی پیٹر کی واپسی کا انتظار تھا۔ کافی دنوں کے بعد وہ نہایت افسردہ واپس آیا۔ وہ سکندر سے آنکھیں نہیں ملا رہا تھا۔ جب کہ سکندر کا یہ خیال تھا کہ انٹی پیٹر فیلقوس کی طرف سے داد و تحسین کی عبارات اور الفاظ سے آراستہ تحریر لے کر واپس آئے گا۔

اولمپیاس کو اس کی کوئی فکر نہ تھی کہ فیلقوس سکندر کے کارنامے کو سراہتا ہے یا نہیں۔ اس نے سکندر سے کہا "تجھے اپنے باپ کی طرف سے تعریف و توصیف ملے یا نہ ملے مگر تو آگے ہی آگے بڑھتے رہنے کی کوششیں جاری رکھے گا۔"

انٹی پیٹر نے اولمپیاس اور سکندر کی موجودگی میں شاہی فرمان سامنے رکھ دیا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ یہ شاہی فرمان ان دونوں میں سے کسی ایک کے حوالے کرتا۔

اولمپیاس نے حقارت سے شاہی فرمان کو دیکھا اور سکندر سے کہا "میں خود کسی ایسی چیز کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتی جسے فیلقوس نے چھوا ہو۔ تو اسے پڑھ کر سنادے۔"

سکندر نے شاہی فرمان اٹھایا اور پڑھنے لگا "میں مقدونیہ کا بادشاہ اور سپہ سالار فیلقوس اعلان کرتا ہوں کہ اب مجھ سے ساموتھریس کی شہزادی اور نیوٹولی مس کی بیٹی اولمپیاس کا رشتۂ زوجیت باقی نہیں رہا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اٹالوس کی بھتیجی قلوپطرہ میری بیوی ہے۔ شاہی محل کا اختیار و اقتدار اولمپیاس سے قلوپطرہ کی طرف منتقل ہوجائے گا۔ اولمپیاس محل کے ایک گوشے میں رہ سکتی ہے مگر اب وہ کسی کو کوئی حکم نہیں دے سکتی۔"

انٹی پیٹر نے افسردہ لہجے میں کہا "میں یہ منحوس شاہی فرمان لانے سے گریزاں تھا مگر بدمعاش اٹالوس کی یہی خواہش تھی کہ یہ فرمان میرے ذریعے آپ دونوں کو پہنچے۔"

اولمپیاس نے فیلقوس کا مذاق اڑایا "وہ پہلے ہی میرا شوہر

کب تھا۔ مجھے زیوس دیوتا نے شرفِ زوجیت بخشا تھا اور اسی کے ایما پر فیلقوس نے دکھاوے کے رشتۂ زوجیت کو توڑ دیا۔ میں اس اعلان سے خوش ہوں اور اب میں دیکھوں گی کہ قلوپطرہ اس محل پر کس طرح قبضہ حاصل کرتی ہے۔"

سکندر گم صم تھا اور اس کی سمجھ میں یہ ساری باتیں نہیں آرہی تھیں۔

اب اولمپیاس نے اپنے اثر و اقتدار کو پھیلانا شروع کردیا۔ وہ فیلقوس کے آنے سے پہلے ہی مقدونیہ کے ہر شعبے پر قابض ہوجانا چاہتی تھی مگر سکندر اس تصادم سے بچنا چاہتا تھا۔ جب اس نے اپنی ماں کو سمجھانے کی کوشش کی تو اولمپیاس نے اس کو ڈانٹ دیا۔ "خبردار! میں نے تجھے دیوتا زادے کی حیثیت سے پیدا کیا ہے اور تو انسانوں کی طرح کم ہمتی دکھا رہا ہے۔"

بظاہر مقدونیہ کی فضا میں ایک پراسرار سکوت طاری ہوچکا تھا مگر اس سکوت میں ایک طوفان چھپا ہوا تھا۔ سکندر کو اپنی ولی عہدی اور بادشاہت خطرے میں نظر آرہی تھی۔

سکندر کی بہن قلوپطرہ ابھی تک لاتعلق اور خاموش رہی تھی۔ وہ اپنے والدین کے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتی تھی کیونکہ اسے فیلقوس کی قوت کا اندازہ تھا اور اپنی ماں کی شرارتوں پر بھی یقین تھا۔ باپ نے ایک اور شادی کرلی اور اس کی ماں کو اپنی زوجیت سے الگ کردیا۔ اب اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آرہا تھا لیکن سکندر نے اس کو تسلی دی اور کہا "تم مت پریشان ہو۔ میں جو موجود ہوں۔ میری حیثیت بادشاہ سے کم نہیں ہے۔"

لیکن اولمپیاس نے ان دونوں کو نہایت سنجیدگی اور متانت سے سمجھایا "اگر میری بیٹی قلوپطرہ کو یہ اندیشہ ہے کہ فیلقوس کی نئی نویلی ہم نام قلوپطرہ میرے معاملات میں دخل دے سکے گی تو یہ بہت محال ہے۔"

قلوپطرہ نے آزردہ لہجے میں پوچھا "ماں! مگر میری شادی! کیا اب بھی میرا باپ مجھ پر توجہ دے گا؟"

اولمپیاس نے جواب دیا "میں نے کئی سال پہلے ہی تیرے لئے شوہر تلاش کرلیا تھا۔"

قلوپطرہ نے ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا اور سکندر نے سوال کیا "وہ کون ہے؟ کیا میں نے قلوپطرہ کے شوہر کو دیکھا ہے؟"

ماں نے جواب دیا "بالکل دیکھا ہے۔ وہ ہمارا رشتے دار بھی ہے۔"

سکندر نے اس رشتے دار کے بارے میں جاننا چاہا تو اولمپیاس ٹال گئی اور کہا "وہ تیرا ننھیالی رشتے دار ہے۔"

قلوپطرہ نے تشویش ظاہر کی "لیکن میرا باپ تو آپ کی وجہ سے ہمارے کسی ننھیالی رشتے دار کو شاہی محل میں لانا بھی پسند نہیں کرے گا۔"

اولمپیاس نے جواب دیا "تو اس کی فکر نہ کر۔ فیلقوس وہی کرے گا جو میں چاہوں گی۔"

لیکن اولمپیاس کو نہیں معلوم تھا کہ فیلقوس اولمپیاس کو بھی اپنا ایک طاقتور حریف سمجھ رہا تھا اور وہ اپنی اس حریف کے خلاف گھیرا تنگ کرتا جارہا تھا۔ اس نے اولمپیاس کی طاقت کو توڑنے کے لئے سکندر کو اپنے پاس بلالیا اور سکندر کو باور کرایا کہ اس کا باپ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہنا بے حد ضروری ہے اس طرح وہ رہنمائی اور تجربات حاصل کرتا رہے گا۔

اب اولمپیاس نڈھال ہوگئی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ فیلقوس نے اسے بے بس کردینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اب آخری منظر یہ ہوگا کہ فیلقوس شاہانہ جاہ و جلال سے پیلا میں داخل ہوجائے گا۔ اس کے ساتھ قلوپطرہ ہوگی جسے شاہی محل میں ملکہ کی حیثیت حاصل ہوگی۔ شاہی غلام' خدام اور کنیزیں قلوپطرہ کے اردگرد جمع ہوجائیں گے اور اسے نمونۂ عبرت بناکر محل کے کسی گوشے میں ڈال دیا جائے گا۔

اولمپیاس نے اس منحوس دن کے آنے سے پہلے ہی شاہی محل کو چھوڑ دیا۔ شاہی قبرستان سے ملحق ایک عمارت تھی۔ اسے ہیولی مناظر کو دیکھنے کی خاطر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس عمارت میں اولمپیاس نے اس لئے بھی قیام اختیار کیا تھا کہ یہاں اس کا نہ تو شاہی محلات سے تعلق رہتا تھا اور نہ پیلا شہر سے کوئی واسطہ۔ یہ الگ تھلگ عمارت مقبروں کی پڑوسی تھی اور مقبروں کے اندر رہنے والی روحیں اس کی پڑوسی تھیں۔ زندوں میں دو کنیزیں ساتھ تھیں۔ ہر طرف سکوت اور سناٹا تھا۔ یہاں وہ تنہائی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کرسکتی تھی۔ ارادہ یہ تھا کہ جب سکندر پیلا میں آجائے گا تو اسے بھی اپنے پاس بلوالے گی۔ دونوں ماں بیٹے کے لئے یہ جگہ اس اعتبار سے بہت مناسب تھی کہ یہاں ان کی مخبری کرنے والا نہیں پہنچ سکتا تھا اور جو دو کنیزیں اس کے ساتھ تھیں وہ اس عمارت کے باہر نہیں جاسکتی تھیں۔

سکندر کو فیلقوس کی لشکر گاہ میں یہ خبر ملی کہ اس کی ماں قبرستان سے ملحق ایک عمارت میں منتقل ہوگئی ہے تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ حیرت اس بات پر ہوئی کہ اولمپیاس جیسی ہمت و حوصلہ رکھنے والی عورت اچانک شکست خوردہ کس طرح ہوگئی۔

○☆○

وہ جب تک پیلا سے باہر رہا' بے چین و بے قرار رہا۔ اسی دوران فیلقوس کو اس کے مخبروں نے یہ خبر دی کہ ایتھنز نے تھیبز سے یہ معاہدہ کرلیا ہے کہ مقدونیہ کو برباد کردیا جائے۔ ان دونوں ریاستوں کے لئے مقدونیہ کی بادشاہت مستقل خطرہ بنی ہوئی تھی اور ڈیماس تھینیز بمشکل تھیبز کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا جب کہ اسپارٹا نے صاف انکار کردیا تھا۔ اگر وہ انکار نہ کرتا تو مقدونیہ تین طرف سے گھر جاتا۔

تھیبز نے اپنی فوجیں مقدونیہ کی طرف روانہ کردیں۔ دوسری

طرف ایتھنز میں ڈیماس تھینیز شہریوں کو اس فیصلہ کن جنگ کے لیے زور خطابت سے آمادہ کر رہا تھا۔ وہ لوگوں سے کہہ رہا تھا "تم لوگ فیلقوس کو خوب صورت کہتے ہو حالانکہ عورتیں اس سے زیادہ خوب صورت ہوتی ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو کہ فیلقوس شراب بہت زیادہ پیتا ہے اور نشہ اس پر کوئی اثر نہیں کرتا اور میں کہتا ہوں کہ اسفنج اس سے کہیں زیادہ پانی پی جاتا ہے اور پانی کا کہیں پتا نہیں چلتا۔ فیلقوس ایک بھیڑیے کے مانند ہے جسے ہر وقت مردہ لاشیں درکار ہیں تاکہ ان کے خون سے وہ اپنی پیاس بجھائے اور گوشت سے بھوک مٹائے۔

"پچھلے دنوں جب ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ تھیبز کے تعاون سے مقدونیہ پر حملہ کریں گے اور فیلقوس کو سزا دیں گے تو ہمیں ایتھنز کی کاہنہ سے اپنی اس جنگ کے بارے میں پوچھنا پڑا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس جنگ میں مفتوح روئیں گے 'ور فاتح کا سوگ منایا جائے گا۔ اس کا صریح یہ مطلب ہوا کہ ہم اس جنگ میں غیر معمولی نقصان اٹھائیں گے۔ تو اے جمہوریت کے پرستارو! میرے ساتھ آؤ اور اس جنگ میں حصہ لو۔ فیلقوس نامی درندے سے بالکل نہ ڈرو۔"

پورے ایتھنز میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی۔ ایتھنز کو برسوں پہلے ڈیماس تھینیز جیسے خطیب نے مشورہ دیا تھا "یونانی ریاستوں کو آپس میں نہیں لڑنا چاہیے۔ ہمارا اصل دشمن ایران ہے۔ ہمارا سالہاسال سے یہ دیکھو چلا آرہا ہے کہ ہم اپنی ریاستوں کے خلاف ایران سے معاہدے کرتے رہتے ہیں۔ اسپارٹا اس کی بہترین مثال ہے۔ ہم فیلقوس کے خلاف محاذ آرائی میں مشغول ہیں۔ اسپارٹا نے ایران کی دوستی میں ہمیں نظر انداز کر دیا۔ کاش! وہ بھی ہمارا ساتھ دیتا تو ہم مقدونیہ کو تین طرف سے گھیر لیتے۔"

ڈیماس تھینیز کی تقریریں ایتھنز میں آگ سی لگا رہی تھیں۔

شمال سے تھیبز کی فوجیں تھسلی سے گزر کے مقدونیہ کے مشرق میں سفر کر رہی تھیں اور جنوب سے ڈیماس تھینیز شمال کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دونوں کا خیال تھا کہ فیلقوس آگے کہیں دونوں کی پیش قدمی روک دے گا مگر دور تک اندر گھس جانے کے باوجود مقدونوی فوجیں کہیں نظر نہ آئیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے فیلقوس نے ان دونوں کو مقدونیہ پر قبضہ کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہو۔

دونوں ریاستیں مقدونیہ کی فوجوں پر نظریں رکھے ہوئے تھیں۔

کئی دن بعد ایک گھڑ سوار کو گرفتار کر کے ڈیماس تھینیز کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کی تلاشی لینے کے بعد پتا چلا کہ وہ مقدونیہ سے ایک اہم خبر لے کر کسی فوجی سردار کے پاس جا رہا ہے۔ اس خط میں مقدونیہ والوں نے کسی سردار سے درخواست کی تھی کہ ایتھنز اور تھیبز نے اس وقت مقدونیہ پر حملہ کیا ہے جب فیلقوس بلقان کی جنگ میں مشغول ہے۔ بادشاہ کی عدم موجودگی میں مقدونیہ کو بچایا جائے۔

قاصد سے بہت پوچھ گچھ کی گئی کہ وہ اس سردار کا نام بتادے جس کے نام یہ خط لکھا گیا تھا مگر قاصد نے قسم کھائی اور کہا "مجھے جان سے مار دو مگر میں سردار کا نام نہیں بتاؤں گا۔"

ڈیماس تھینیز اور تھیبز کے فوجی سرداروں میں مشورہ ہوا اور یہ طے پایا کہ فیلقوس کی عدم موجودگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔

دونوں افواج تیزی سے آگے بڑھیں مگر کارانیائے کا پہاڑی سلسلہ ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔ اسے عبور کر کے وہ مقدونیہ کے شاندار علاقے میں داخل ہو سکتے تھے۔ باربرداری کے جانور اس طرف پہنچنے کی کوشش میں تھے۔ پیدل سپاہ بھی اپنے ساز و سامان کے ساتھ اونچی نیچی جگہوں سے گزر رہی تھی لیکن ایک قدیم پہاڑی مندر کے پاس سے گزرتے ہوئے ڈیماس تھینیز کو اچانک یہ احساس ہوا کہ اس کے پیچھے پیچھے کوئی چلا آرہا ہے۔ ڈیماس تھینیز ٹھٹکا اور حقیقت حال جاننا چاہی تو معلوم ہوا کہ اس کے پیچھے مقدونوی فوج موجود ہے۔

اسی طرح تھیبز والے بھی اپنے پیچھے کسی کو محسوس کر رہے تھے۔ ان کے پیچھے پارمینیو اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔ انٹی پیٹر سامنے موجود تھا۔ سکندر مغرب سے بڑھا۔ اب دونوں اتحادی فوجیں فیلقوس کے چنگل میں پھنس چکی تھیں۔

ایتھنز اور تھیبز جتنی آسانی سے فیلقوس کے نرغے میں آگئے تھے 'تاریخ میں اس کی کم مثالیں ملیں۔ ان دونوں افواج کے لیے پریشان کن بات یہ تھی کہ یہ دور دراز سے آئی تھیں۔ پیادے ساز و سامان کے ساتھ پیدل چلتے رہنے سے تھک گئے تھے اور سوار اس وقت تک جنگ نہیں شروع کر سکتے تھے جب تک ان کے خیمے نصب نہ ہو جاتے اور مویشیوں پر لدا ہوا سامان نیچے نہ اتار لیا جاتا۔

مقدونوی فوجوں نے اس کا موقع ہی نہ دیا اور ان دونوں افواج پر حملہ کر دیا۔ محصور فوجیں دفاعی جنگ لڑنے پر مجبور ہو گئیں۔ وہ مسلسل اپنا بچاؤ کرتی رہیں اور پیچھے ہٹتی رہیں لیکن پیچھے بھی ان کا دشمن موجود تھا۔

سکندر نے پہلی بار اس معرکے میں حصہ لیا تھا اور اس نے جس مہارت سے فوج کا صفایا کیا اس سے دشمنوں پر دھاک بیٹھ گئی۔

فیلقوس استادانہ شان سے تماشا دیکھنے میں مشغول تھا۔ اوپر نیچے پہاڑی راستوں میں لاشیں بکھری پڑی تھیں اور مقدونیہ کے سپاہی دوڑ دوڑ کر حملہ آوروں کو مار رہے تھے۔

سکندر نے کئی جگہ یہ دلچسپ مناظر دیکھے کہ اس کے سپاہی مرنے والوں کے ہتھیار اٹھاتے پھر رہے ہیں۔

پارمینیو نے تھیبز والوں کی راہ روک دی تھی۔ یہاں سے

سمندر بہت دور تھا اور خشکی کے راستے مقدونوی فوجوں کے قبضے میں تھے۔

ڈیماس تھینیز اس جنگ میں خود موجود تھا۔ ہتھیاروں نے اس کے زور خطابت کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ ہر طرف گریہ بپا تھی۔ زخمی اذیت سے چیخ چلا رہے تھے اور قیدی واویلا مچا رہے تھے۔

معلوم نہیں چیل کوؤں اور گدھوں کو کس نے یہ خبر کر دی تھی کہ وہ بھی فضا میں منڈلا رہے تھے اور جاں بلب سپاہی انہیں فضا میں دیکھ دیکھ کر گریہ وزاری کر رہے تھے۔

دونوں ریاستوں کو عبرت ناک شکست ہو چکی تھی اور ڈیماس تھینیز کسی بھی قیمت پر صلح کا خواہش مند تھا۔ اپنی تقریروں میں فیلقوس کو برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے والا یہ شخص اب فیلقوس کے رحم و کرم پر تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ فیلقوس ایتھنز کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور وہ اس ریاست کا احترام کرتا تھا۔ اس کے خطیبوں 'فلسفیوں یہاں تک کہ سوفسطائیوں کی بھی دل سے عزت کرتا تھا۔ ارسطو بھی اسی شہر کا شاگرد اور معلم تھا۔ سقراط اور افلاطون بھی یہیں سے تعلق رکھتے تھے۔ خطیب فوکراتیس بھی ایتھنز سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ یہ خطیب ڈیماس تھینیز کا حریف اور رقیب تھا۔ اسی نے ہمیشہ ایتھنز میں رہ کر فیلقوس کی حمایت کی اور یونانی ریاستوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ فیلقوس کی سپہ سالاری میں ایران پر حملہ آور ہوں۔

آج جب فیلقوس نے ایتھنز کو خاک و خون میں لوٹتے دیکھا تو اسے بڑی عبرت ہوئی اور اس نے ان دونوں حملہ آوروں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں کیونکہ وہ جنگ ہار چکے ہیں۔ ان کے لیے یہ بہتر ہے کہ فیلقوس سے پناہ طلب کریں۔

فیلقوس کے سامنے جو قیمتی سامان پیش کیا گیا ان میں ڈیماس تھینیز کی ڈھال اور تلوار بھی شامل تھیں۔ ان دونوں پر "خوش قسمت" کے لفظ کندہ تھے۔

فیلقوس کو ڈیماس تھینیز اور تھیبز کے سپہ سالار کی جستجو تھی۔ اس نے دور دور تک اپنے آدمی پھیلا دیے کہ اس کے مطلوبہ اشخاص بھاگنے نہ پائیں۔

سکندر نے اس معرکے میں جس خود اعتمادی سے حصہ لیا تھا فیلقوس اس سے بہت خوش تھا اور اس نے میدان جنگ میں سکندر سے وعدہ کیا "تیری ماں نے شرارتوں کی انتہا کر دی تھی۔ اگر میں یہ نہ کرتا تو وہ محلاتی سازشوں کے ذریعے مقدونیہ کی تباہی کے اسباب پیدا کر دیتی۔ رہ گیا تو تو اب بھی ولی عہد ہے اور مقدونیہ کی بادشاہت میرے بعد تجھی کو ملے گی۔"

فیلقوس نے اس افراتفری میں تھیبز پر قبضہ کر لیا۔ تھیبز کی فوج اور اس کے سردار منتشر ہو چکے تھے۔ ان کی اپنی ریاست سے دوری کا فیلقوس نے یہی فائدہ اٹھایا کہ تھیبز پر قابض ہو گیا مگر ریاست کے کسی عہدے دار کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ریاست کا نظم و نسق حسب سابق چلتا رہا۔ یہ بھی فیلقوس کی سیاسی حکمت عملی کا ایک حصہ تھا اور اس کے اثرات بعد میں ظاہر ہونے والے تھے۔

کارانیائے کی شکست سے ایتھنز میں بھی خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ شہریوں کو یقین تھا کہ کسی بھی لمحے مقدونیہ کی فوجیں ایتھنز میں داخل ہو جائیں گی۔ لوٹ مار ہو گی، قتل و غارت گری ہو گی۔ ان دونوں سے بچنے کے لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ڈیماس تھینیز کو گرفتار کر کے فیلقوس کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ یہی وہ شخص تھا جس نے ایتھنز کو فیلقوس کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا تھا۔

لیکن ایتھنز کے جمہوریت پسندوں کو ابھی تک مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس کے سیاسی تدبر کا صحیح اندازہ نہیں ہوا تھا۔ مقدونیہ کے بادشاہ نے ایتھنز کو معاف کر دیا تھا۔ جس شہر کو سقراط 'افلاطون' اسکراتیس 'فوکراتیس اور دوسرے نامور فلسفیوں اور خطیبوں نے شہرت بخشی تھی 'جہاں افلاطون کی اکیڈمی تھی اور اس اکیڈمی سے ارسطو 'ڈیماس تھینیز جیسے نامی گرامی لوگ فارغ التحصیل ہو کر نکل رہے ہوں' فیلقوس اس شہر کے خلاف کسی قسم کی تشدد دانہ کارروائی میں شرم محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اس شہر کو معاف کر دیا تھا اور معافی دیتے ہوئے اعلان کیا "یونانی ریاستیں مجھے غلط نہ سمجھیں اور اپنے ذہن میں یہ نکتہ محفوظ کر لیں کہ میں نے کبھی بھی ایتھنز کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ میں تمام یونانی ریاستوں میں اس ریاست کو عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتا ہوں۔"

اس نے یہ بھی اعلان کیا "میں یونان کی کسی بھی ریاست کے خلاف جارحانہ کارروائی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ میں یونانی ریاستوں کے اتحاد کا قائل ہوں۔ ہر ریاست اپنے طور پر حکومت کرتی رہے لیکن ان کی ایک متحدہ فوج ہونی چاہیے جو ایران کے خلاف پیش قدمی کرے۔ ایشیائے کوچک کی نو آباد یونانی ریاستوں کی مدد کرے۔ انہیں ایران کی طاقتور حکومت کے پنجۂ ستم سے آزاد کرائے۔ میں فیلقوس اس متحدہ افواج کے مقدونوی حکمران کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک سپہ سالار کی حیثیت سے کمان کرنے کو تیار ہوں۔"

یہ ساری باتیں محض باتیں نہیں تھیں۔ فیلقوس نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے سکندر کو آگے بڑھایا اور جذبہ خیر سگالی کے اظہار کے لیے سکندر اپنے باپ کے حکم سے ایتھنز میں داخل ہو گیا۔ سکندر کے دل میں بھی ایتھنز کی بڑی عزت تھی۔ وہ جہاں بھی گیا 'ایتھنزیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ یہاں بے شمار لوگوں سے ملنا چاہتا تھا کیونکہ اس شہر سے علم و دانش کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

سکندر نے ایتھنز والوں کو بتایا کہ اس کا باپ ایتھنز کے کسی شہر کا بھی دشمن نہیں یہاں تک کہ اسے اپنا دشمن ڈیماس تھینیز بھی بے حد عزیز ہے اور وہ ڈیماس تھینیز کی اپنے خلاف تقریروں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس نے ان تقریروں کے شاہکار

حسن کو زبانی یاد کر رکھا ہے اور انہیں فرصت کے لمحات میں ذہن میں دہراتا رہتا ہے۔

سکندر نے پہلے پھرتے ایتھنز کے بعض مشاہیر سے ملاقاتیں کیں اور جنہیں دیکھنے کی خواہش تھی ان سے باتیں کرکے بے حد لطف اندوز ہوا۔

وہ آریو پیگس کی قدیم پہاڑی پر بھی گیا جہاں ایتھنز کے بڑے لوگ بیٹھ کر مشورے کیا کرتے تھے۔

ایتھنز کے لوگ حیران ہو رہے تھے کہ شہزادہ سکندر ان کے شہر میں آکر گم ہو گیا ہے۔ کسی سے محل کے کوئی بات بھی نہیں کرتا۔ گویا وہ مقدونیہ سے ایتھنز کی مشہور شخصیات اور مقامات کی ایک فہرست لے کر آیا تھا اور ان سے ملنے اور ان کو دیکھنے میں اپنا سارا وقت ضائع کر رہا ہے۔

ایتھنز کے چند رہنما سکندر کے ساتھ تھے جو اسے شہر میں گھما پھرا رہے تھے۔ مشہور تاریخی مقامات کی سیر کروا رہے تھے اور مشہور لوگوں سے ملاقاتیں کروا رہے تھے۔

یہ رہنما اسے اکروپولس نامی جگہ پر لے گئے۔ یہ گویا ایتھنز کا بالا حصار تھا اور یہ نہایت خوب صورت جگہ تھی۔

یہ رہنما اس کو ڈیونی سوس کے تھیٹر لے گئے۔ یہاں تماشائیوں کی کرسی پر بیٹھ کر سکندر نے اسٹیج کی طرف دیکھا اور اسے ایسا لگا جیسے اسٹیج پر کوئی المیہ ڈراما کھیلا جا رہا ہے اور سکندر اسے دلچسپی سے دیکھ رہا ہے۔

یہاں سے اٹھنے کے بعد سکندر نے خواہش کی کہ وہ لیسیم کی اکیڈمی دیکھنا چاہتا ہے۔

رہنما اسے شہر سے باہر لے گیا اور ایک باغ کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ باغ کے باہر ایک مندر تھا اور باغ میں ایک راستہ اس مندر سے جاتا تھا۔

اس راستے کے علاوہ دوسرا راستہ بھی تھا جو عموماً کام میں آتا تھا۔ یہ دوسرا راستہ باغ میں قائم افلاطون کی اکیڈمی تک جاتا تھا۔

رہنما نے بتایا کہ اسی راستے سے ارسطو اور دوسرے نامی گرامی افلاطونی شاگرد اکیڈمی میں جایا کرتے تھے۔

ایک رہنما سکندر کو مندر سے ملحق دروازے پر لے گیا اور کہا۔ "اس باغ میں داخلے کا یہ ایک عام راستہ ہے۔ جنہیں صرف باغ میں جانا ہوتا ہے اور وہ افلاطون کی اکیڈمی سے کوئی غرض نہیں رکھتے تو وہ اس دروازے سے باغ میں داخل ہو جاتے ہیں۔"

سکندر نے کہا "جب افلاطون ڈیماس تھینز سے ناراض ہوا تھا اور اس کو اپنی اکیڈمی سے نکال دیا تھا تو اس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ باغ کے ایک چور دروازے سے اندر داخل ہو جاتا تھا اور اکیڈمی کے قریب چھپ کے افلاطون کے لیکچر سنا کرتا تھا اور اس طرح اس نے اپنی تعلیم مکمل کی۔"

رہنما نے مندر سے ملحق دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس راستے سے نہیں تو وہ راستہ ہے جس سے چوری چوری ڈیماس تھینز اندر داخل ہوتا تھا اور بعد میں یہاں یہ مثل مشہور ہو گئی کہ جسے افلاطون کی اکیڈمی سے تعلیم حاصل کرنا ہو وہ چور دروازے سے اندر داخل ہو جائے۔"

ہیفاسشن سکندر کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ وہ سکندر کے محافظ اور مددگار کے طور پر سکندر کے ساتھ آیا تھا۔ جب یہ مندر سے ملحق دروازے سے اندر داخل ہوا اور سکندر کو اپنے سامنے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور شکایت کی "شہزادے! یہ آپ غلط کرتے ہیں کہ مجھے بتائے بغیر جہاں چاہتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔"

سکندر نے جواب دیا "تم ایک عملی انسان ہو جو علمی نظریات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ تیرا اس باغ اور اس باغ کی اکیڈمی سے کوئی واسطہ نہیں۔ تم تو طوائفوں کی طرح ہو جو اپنا جسم بیچتی ہیں اور فضول باتوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتیں۔"

ایک رہنما نے حیرت سے پوچھا "یہ فضول باتیں کیا ہوتی ہیں؟"

سکندر نے جواب دیا "ہر وہ بات جس سے کوئی مادی فائدہ حاصل نہ ہو، فضول بات ہی ہوتی ہے۔"

ہیفاسشن نے سکندر کی تعریف کی "شہزادے! آپ نے طوائف سے میری مثال دے کر خوش کر دیا اور میری بالکل صحیح تعریف کر دی کیونکہ طوائف بھی اپنا جسم بیچتی ہے اور میں بھی اپنا جسم بیچتا ہوں۔ محاذ جنگ پر جانے والا ہر سپاہی اپنا جسم بیچتا ہے۔"

خلاف توقع ہیفاسشن نے رہنماؤں سے پوچھ لیا "باغ میں یہ سامنے جو عجیب سی عمارت نظر آ رہی ہے، یہ کیا ہے؟"

رہنما نے جواب دیا "افلاطون کی اکیڈمی۔ یہاں سے خطیب اور فلسفی فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں۔"

ہیفاسشن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اچھا تو یہ ہے وہ اکیڈمی۔"

سکندر کو حیرت تھی کہ ہیفاسشن بھی اکیڈمی میں دلچسپی لے رہا تھا۔

پھر اچانک ہیفاسشن نے ایک اور سوال کر دیا "اس باغ کا کیا نام ہے؟"

رہنما نے جواب دیا "لیسیم۔"

ہیفاسشن پر اکیڈمی کا اثر پڑ گیا تھا، جستجو آمیز لہجے میں پوچھا۔ "لیسیم کا مطلب کیا ہے؟"

رہنما نے جواب دیا "دراصل پہلے اس کا نام ایک بھیڑیے کے نام پر لائی کوس رکھا گیا تھا پھر بگڑتے بگڑتے لیسیم ہو گیا۔"

ہیفاسشن خیالوں میں گم تھا "ڈیماس تھینز جس نے ہم کو جنگ مسلط کی، کیا اس بھیڑیے نے بھی یہیں سے تعلیم حاصل کی تھی؟"

رہنما نے جواب دیا "ہاں اور وہ اسی چور دروازے سے باغ

میں داخل ہوتا تھا اور افلاطون کے لیکچر چوری چوری سنا کرتا تھا۔"

ہیفاسشن نے اپنی دانست میں بہت بڑی بات کہہ دی "تو گویا یہاں آکر بھیڑیا فلسفی بن گیا اور یہاں سے نکل کے فلسفی بھیڑیا بن گیا۔"

سکندر اور رہنما ہیفاسشن کے اس تبصرے سے بہت لطف اندوز ہوئے۔

سکندر اور ہیفاسشن اکیڈمی میں گئے اور ان شاگردوں سے ملے جو مستقبل میں اساتذہ بننے والے تھے۔

ایتھنز کی مشہور شخصیت اسکراتیس ابھی زندہ تھی۔ یہ سو سالہ بوڑھا سقراط کا شاگرد تھا اور اس پیرانہ سالی کے باوجود وہ اپنے ہوش و حواس میں تھا۔ یہ شخص بار بار ایتھنزیوں کو بتا رہا تھا کہ ایتھنز زوال کی طرف جا رہا ہے۔

ایتھنزیوں کو اسکراتیس کی اس رائے سے اتفاق نہیں تھا۔

سکندر نے خواہش ظاہر کی "میں اسکراتیس نامی شخص سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

رہنما اس کو اسکراتیس کے پاس لے گئے۔

اسکراتیس کی قوت سماعت میں فرق آ گیا تھا۔ اس نے چندھی نظروں سے سکندر کو دیکھا اور رہنما سے پوچھا "یہ کون ہے؟"

رہنما نے سکندر کا تفصیلی تعارف کروایا اور اسکراتیس دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے سنتا رہا اور جیسے ہی اس نے کارانیائے کی شکست کا حال سنا اور یہ معلوم ہوا کہ اس کے فاتح کا بیٹا ایتھنز میں گھومتا پھر رہا ہے تو اسے اتنا صدمہ پہنچا کہ اس پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ سکندر کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا "اس کا نام کیا ہے؟"

رہنما نے جواب دیا "سکندر!"

اسکراتیس نے حسرت سے کہا "تو یہ یونانی نہیں ہے۔"

رہنما نے جواب دیا "ہاں، شہزادے کا تعلق مقدونیہ سے ہے۔"

اسکراتیس نے اندر جاتے ہوئے کہا "دوستو! کچھ دیر میرا انتظار کرو۔"

وہ اندر چلا گیا اور جب کچھ دیر بعد واپس آیا تو محلول سے بھرا ایک پیالہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسکراتیس نے پیالے کو منہ سے لگایا پھر خالی پیالے کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "میرے استاد سقراط نے حق کی خاطر زہر پی لیا تھا۔ آج میں ایتھنز کی شکست پر شرم سے وہی زہر پی گیا۔"

سکندر، ہیفاسشن اور رہنما بہت پریشان ہوئے۔

سکندر نے افسوس کرتے ہوئے پوچھا "یہ آپ نے کیا کیا؟"

بوڑھے اسکراتیس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کمرے میں آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا پھر ٹہلتے ٹہلتے بیٹھ گیا اور کہا "دوستو! میرے دونوں پاؤں بے جان ہو چکے ہیں۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے "میں نے تو بہت پہلے یہ کہہ دیا تھا کہ ایتھنز زوال کی طرف جا رہا ہے۔ مگر ایتھنز کے عیش پرست میرا مذاق اڑاتے تھے اور مال و زر کے نشے میں سرشار ایتھنز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے جھٹلاتے تھے کہ بڑے میاں آپ کے زمانے کا محنت کش اور کاشتکار ایتھنز کب کا مر چکا۔ اب ایتھنز میں ہر طرف مال و زر کی فراوانی ہے اور لوگ آرام و آسائش اور عیش کی زندگی گزار رہے ہیں۔ افسوس کہ ان عیش پرستوں کو یہ نہیں معلوم کہ ان کی یہی آسائش اور عیش کی زندگی ایتھنز کو زوال کی طرف لے جا رہی ہے۔ کارانیائے کی یہ شکست اس کا بین ثبوت ہے۔"

یہ کہتے کہتے اسکراتیس لیٹ گیا اور دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "یہاں تک جان نکل چکی ہے۔"

وہ اب بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا پھر اس نے سینے پر ہاتھ رکھے جیسے کہہ رہا ہو "یہاں تک دم نکل چکا ہے۔"

اس کے دونوں ہاتھ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ آنکھیں مند گئیں اور دونوں ہونٹ ساکت ہو گئے۔ سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

پورے شہر میں آناً فاناً یہ خبر پھیل گئی "اسکراتیس اپنے استاد سقراط کی طرح ایتھنز کی شکست کا حال سن کر زہر کا پیالہ پی کر چل بسا۔"

کئی دن تک پورا ایتھنز صدماتی کیفیت کا شکار رہا۔ سکندر کے رہنما اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔

سکندر کو بوڑھے فلسفی اور خطیب کی موت کا غم تھا مگر وہ اس غم میں خوشی کو شامل دیکھ رہا تھا اور یہ خوشی تھی اسکراتیس سے ملاقات کی، اس سے باتیں کرنے کی، اس کی آواز سننے کی اور اس کی تاریخی موت کا نظارہ کرنے کی۔

ہیفاسشن نے اسکراتیس کی موت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ شخص زہر کا پیالہ نہ پیتا تب بھی مر جاتا۔ زہر کا پیالہ بلاوجہ ضائع کیا۔"

درمیان میں سلسلہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے سکندر ملول تھا لیکن ایتھنز کے لوگ مطمئن اور خوش تھے کہ مقدونیہ نے اب تک نہ تو ایتھنز کو کوئی سزا دی تھی، نہ ہی ان پر کوئی تاوان عائد کیا گیا تھا۔

سکندر اب بھی ایتھنز کی دو شخصیات سے ملنے کا متمنی تھا۔ ان میں سے ایک ڈیماس تھینز تھا اور دوسری ایتھنز کی مشہور طوائف تائیس تھی۔ اس کا بھی دور دور تک شہرہ تھا اور اس کی شائستگی اور تہذیب بہت مشہور تھی۔

سکندر کی ملاقات ڈیماس تھینز سے کرائی گئی اور رہنما نے کہا۔ "ایتھنز اور تھیبز کی شکست کے بعد ایتھنز والوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ڈیماس تھینز کو آپ کے والد فیلقوس کے حوالے کر دیا جائے لیکن مقدونیہ کے مشفقانہ سلوک نے اس کو بچا لیا۔"

ڈیماس تھینز نے سکندر کو غور سے دیکھا اور کہا "تو یہ ہے

مقدونیہ کے بجائے فیلقوس کا بیٹا سکندر؟"

سکندر کو ڈیماس تھیسز کی جرأت اور بے باکی کا قائل ہونا پڑا۔

سکندر کے رہنما اسے اس بازار میں لے گئے جہاں تائیس نامی طوائف رہتی تھی۔ سکندر تائیس سے بہت متاثر ہوا اور اس سے دیر تک باتیں کرتا رہا۔ دونوں بہت جلد گھل مل گئے۔

سکندر نے غیر ارادی طور پر پوچھ لیا "تیرا کوئی بچہ نہیں ہے؟"

تائیس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "کیا میں خود تجھے بچی نہیں معلوم ہو رہی ہوں؟ ابھی تو میں خود بچہ ہوں۔"

رہنما مصلحتاً وہاں سے ہٹ گئے اور یہ دونوں راز و نیاز میں مشغول ہو گئے پھر یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے ہیں۔

مگر سکندر نے اچانک اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

سکندر تائیس کے چکر میں آتے آتے رہ گیا۔ بعد میں بطلیموس اس پر فریفتہ ہو گیا اور شادی کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔

بعد میں کئی مدبروں نے سکندر کو بتایا کہ اسکراتیس فیلقوس سے اچھی طرح واقف تھا اور اس کا مداح تھا۔ جمہوریت پسندی سے قطع نظر اسکراتیس کا خیال تھا کہ اگر فیلقوس کو متحدہ یونانی افواج کا سپہ سالار بنا دیا جائے تو وہ ایران کو فتح کر لے گا۔

یہ ساری معلومات اکٹھا کر کے سکندر باپ کے پاس واپس گیا اور باپ نے تمام یونانی ریاستوں کو خطوط لکھے کہ وہ سب کورنتھ میں جمع ہو جائیں۔ وہ متحدہ یونانی افواج کی سپہ سالاری کے خواب دیکھ رہا تھا۔

کورنتھ میں لوگ پہنچنے شروع ہو گئے اور یہ حیرت کی بات تھی کہ یونان کی یہ ساری ریاستیں جو بادشاہت سے چڑتی تھیں، ایک بادشاہ کے ایما، خواہش اور حکم پر اس کے حضور کورنتھ میں جمع ہو رہی تھیں۔ ان سب نے فیلقوس کی قیادت اور بڑائی کو دل سے تسلیم کر لیا تھا۔ ان سب کی نظریں ایران پر لگی ہوئی تھیں جس نے کافی عرصے سے یونانی ریاستوں میں نفاق پیدا کر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ایران نے ایشیائے کوچک کے نو آباد یونانی شہروں کی آزادی بھی سلب کر لی تھی۔ فیلقوس ان سب کا نجات دہندہ کہلوانا چاہتا تھا۔

کورنتھ میں اچانک گہما گہمی ہو گئی گویا اس کی قسمت جاگ گئی تھی۔ ان لائق لوگوں نے فیلقوس کو بہت قریب سے دیکھا۔ اس کی سلجھی ہوئی باتیں سنیں اور نہایت معقول اور مناسب تجویزوں سے آشنا ہوئے۔ فیلقوس ان سے کہہ رہا تھا "دوستو! میں کسی کے بھی ریاستی معاملے میں دخل نہیں دوں گا اور نہ ہی کوئی تاوان یا مدد چاہوں گا مگر میں باہمی جنگیں نہیں ہونے دوں گا۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم میری فوج کا خرچ برداشت کرو مگر مجھے بھی تمہاری افواج کا خرچ منظور نہیں۔ یہ تم لوگ خود برداشت کرو۔ اپنی فوج کے اخراجات میں برداشت کروں گا۔ متحدہ فوج کی کمان میرے ہاتھ میں رہے گی۔ اگر تمہاری ریاستوں میں کبھی گڑبڑ ہوئی اور تم نے مجھ سے مدد چاہی تو میں ثالث بننا گوارا کروں گا مگر خود کسی قسم کا دخل نہیں دوں گا۔ جب ایشیائے کوچک اور ایران کی فتح مکمل ہو جائے گی تو میں بھی سب کے ساتھ محض ایک سپہ سالار کی حیثیت سے تمہارے درمیان کھڑا نظر آؤں گا۔"

یونانی ریاستوں کے لوگ فیلقوس کی تعریفیں کرنے لگے لیکن ان سب کو یہ دکھ تھا کہ اس مجلس یونانی اقوام میں اسپارٹا شامل نہیں ہوا تھا۔

ایتھنز والوں نے فیلقوس پر دباؤ ڈالا اور کہا "آپ چاہیں تو اسپارٹا بھی اس مجلس کا رکن بن سکتا ہے۔"

فیلقوس نے جواب دیا "نہ تو میں اسپارٹا والوں پر کسی قسم کا دباؤ ڈالوں گا اور نہ انہیں اس مجلس عاملہ میں شریک ہونا چاہیے کیونکہ وہ ایران کا حلیف ہے اور اس نے ایران سے معاہدہ کر رکھا ہے۔"

مجلس کے کئی نمائندوں نے تجویز پیش کی کہ اسپارٹا کو ایران دوستی کی سزا دی جائے۔ لیکن فیلقوس نے ایسا کرنے سے منع کیا۔ "جب ہم ایشیائے کوچک اور ایران کو شکست سے دوچار کریں گے تو اسپارٹا خود بخود اپنے اس معاہدے سے دست کش ہو جائے گا۔"

کورنتھ میں یہ معاملات طے پا رہے تھے اور ایتھنز میں ڈیماس تھیسز آگ بگولا ہو رہا تھا اور لوگوں سے کہہ رہا تھا "دیکھو! فیلقوس کتنی چالاکی اور ہوشیاری سے یونانیوں پر بادشاہت مسلط کر رہا ہے اور یونانی ریاستیں کتنی آسانی سے اپنی گردنیں اس کے قبضے میں دیتی جا رہی ہیں۔"

ڈیماس تھیسز کے مخالف فیلقوس کی تعریفیں کر رہے تھے اور ایک شخص نے یہاں تک کہہ دیا کہ فیلقوس یونانیوں کا نجات دہندہ ہے اور پوری دنیا میں آج تک فیلقوس جیسا حکمران نہیں پیدا ہوا۔

ڈیماس تھیسز نے غصے میں کہا "تم لوگ ایتھنز کی جمہوریت کا سودا کر سکتے ہو لیکن میں اس میں شریک ہونا تو درکنار، اس کا شاہد بننا بھی گوارا نہیں کروں گا۔"

○☆○

کورنتھ کی یونانی ریاستوں کی مجلس ختم ہوئی اور سبھی اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے۔

فیلقوس بھی سکندر کے ساتھ پیلا چلا گیا۔ اس نے سکندر کو اپنے پاس رکھا حالانکہ اولمپیاس کو سکندر کا محل میں رہنا بالکل پسند نہ تھا۔ وہاں اسے اپنے بیٹے کی جان کا خطرہ تھا۔

سکندر اپنی ماں سے ملنے گیا تو اولمپیاس نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنی ماں کے پاس آ جائے لیکن سکندر کا خیال تھا کہ اس کا محل میں رہنا یوں ضروری ہے کہ اس طرح وہ اپنے خلاف ہونے والی

سازشوں سے باخبر رہ سکے گا۔

سکندر نے محل کی ناخوش گوار فضا میں قلوپطرہ اور اس کے چچا اٹالوس کو بڑی بڑی باتیں کرتے دیکھا تھا۔

ایک مقدونی نوجوان ان دونوں کی باتوں سے نفرت کرتا تھا۔ اس کا نام پاسانیاس تھا۔ اس نوجوان نے کئی بار اٹالوس سے کہا۔ "مانا کہ تو ایک اچھا سپہ سالار ہے لیکن ولی عہد مستقبل کا بادشاہ ہوتا ہے اور بادشاہ سے تیرا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔"

اٹالوس نے سکندر کا مذاق اڑایا "کون ولی عہد؟ تو کس بادشاہ کی بات کر رہا ہے۔ اوّل تو سکندر اپنی ماں کے بقول فیلقوس کا بیٹا ہی نہیں۔ جائز بیٹا میری بھتیجی قلوپطرہ کے بطن سے پیدا ہو گا۔"

پاسانیاس نے کہا "اگر سکندر کو فیلقوس کا بیٹا نہ مانا جائے تو بھی زیوس دیوتا کے بیٹے کو مقدونیہ پر حکومت کرنے کا حق ہے۔"

اس بحث و تکرار نے اتنی شدت اختیار کی کہ قلوپطرہ بھی وہاں پہنچ گئی اور اس نے پاسانیاس سے پوچھا "یہ تو کیا بکواس کر رہا ہے۔ اسی وقت دفع ہو جا اور پھر کبھی شکل نہیں دکھانا۔"

پاسانیاس نے اولمپیاس کی تعریف کی "وہ ملکہ تھی، اس کی شان ہی کچھ اور تھی۔ اس کی وجہ سے محل کی شان بڑھ گئی تھی اور اب تیرے جیسی چھوکری کی وجہ سے شاہی محل بے توقیر ہو رہا ہے۔"

یہ آوازیں سکندر کے کان میں بھی پڑ رہی تھیں۔ وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ اٹالوس نے چند شاہی ملازموں کی مدد سے پاسانیاس کو مارا پیٹا۔ قلوپطرہ نے بھی دو طمانچے رسید کیے اور اندر چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی اٹالوس نے پاسانیاس کو ننگا کر دیا اور دھکے دے کر محل سے نکال دیا۔ یہ ننگا نوجوان پناہ کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ رہا تھا اور لوگ اس پر ہنس رہے تھے۔

یہ دیوانہ قبرستان کی طرف بھاگا۔ اولمپیاس کھڑکی سے شاہی محل کی طرف آنے جانے والوں کو دیکھ رہی تھی جہاں اب پہلے سے زیادہ رونق ہو گئی تھی کیونکہ یونانی ریاستوں کے لوگ پیلا میں آزادی سے آنے جانے لگے تھے۔

اولمپیاس پاسانیاس کو پہچان نہ سکی۔ وہ مدد مدد چلاتا ہوا اولمپیاس کی کھڑکی تک پہنچ گیا۔

پھر اولمپیاس نے اسے پہچان لیا۔ اندر سے کپڑے بھیجے اور حکم دیا "لباس پہن کے اندر آ جا اور مجھے بتا کہ تیرے ساتھ کس نے یہ زیادتی کی ہے؟"

پاسانیاس اس کا شکر گزار ہوا اور لباس پہن کے اندر گیا۔

دونوں میں کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں اور پھر اولمپیاس نے اس سے کہا "افسوس کہ میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتی لیکن تو پھر بھی انٹی پیٹر، پارمینیو، فیلقوس اور شہزادے سکندر تک اپنی فریاد پہنچا اور ان سے انصاف طلب کر۔ جب انصاف نہ ملے تو میرے پاس آ جانا پھر میں بتاؤں گی کہ اب تجھے کیا کرنا چاہیے۔"

پاسانیاس، اولمپیاس کے مشورے کے مطابق اپنی فریاد کے ساتھ بھاگ دوڑ کرنے لگا۔ پارمینیو، انٹی پیٹر، ویناشن یہاں تک کہ اس نے فیلقوس تک رسائی حاصل کر لی لیکن قلوپطرہ اور اٹالوس کے خلاف کوئی شخص بھی زبان کھولنے کو تیار نہ تھا۔ جیسے جیسے ناکامی ہو رہی تھی، پاسانیاس کا اشتعال بڑھتا جا رہا تھا۔ اب اسے سکندر سے بات کرنی تھی اور اسے یقین تھا کہ سکندر اپنی ماں اولمپیاس کی طرح اس سے ہمدردانہ طریقے سے پیش آئے گا لیکن سکندر سے ملاقات کرنا نہایت دشوار مرحلہ تھا۔ وہ اسے تلاش کرتا ہوا شاہی محل کے دروازے تک پہنچ گیا۔

دربانوں نے بتایا کہ سکندر شاہی محل میں اپنے باپ کے پاس موجود ہے۔ وہ شاہی محل کے دروازے پر سکندر کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

اس وقت سکندر اپنے باپ کے پاس موجود تو تھا مگر قلوپطرہ سے شادی کے بعد فیلقوس کا قرب اٹالوس نے حاصل کر لیا تھا۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ فیلقوس سے حسب معمول اٹالوس شراب پی پی کر بہک رہا تھا۔ سامنے کسی قدر فاصلے پر سکندر لاتعلق سا بیٹھا تھا۔ وہ شراب سے گریزاں تھا۔ فیلقوس بھی اتنی پی گیا تھا کہ اسے نہ تو اپنا ہوش تھا اور نہ کسی اور کا۔

اٹالوس نے شراب کا پیالہ منہ سے لگایا۔ اس کی نظریں سکندر پر تھیں۔ خالی پیالے کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تو کیوں نہیں پیتا؟"

سکندر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ حسد اور حسرت سے اٹالوس کو دیکھتا رہا کیونکہ آج اٹالوس جہاں بیٹھا تھا پہلے یہاں سکندر بیٹھا کرتا تھا۔

اٹالوس جواب نہ پانے کی وجہ سے غصے میں آ گیا اور تند و تیز لہجے میں پوچھا "ہر روز صبح جب تو زیوس دیوتا کے قدموں میں شراب لنڈھاتا ہے تو کیا اس وقت بھی تو شراب نہیں پیتا؟"

سکندر اس بار بھی خاموش رہا۔ اسے غاصب اٹالوس سے نفرت تھی۔

اٹالوس نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور شراب کا پیالہ ایک بار پھر منہ سے لگایا۔ وہ اب بھی سکندر کو دیکھ رہا تھا "اے کاش! قلوپطرہ سے لڑکا پیدا ہو تاکہ مقدونیہ کو اس کا جائز وارث مل جائے۔"

سکندر نے غصے میں کھڑے ہو کر شراب سے لبریز پیالہ اٹھایا اور کھینچ کر اٹالوس کے منہ پر رسید کر دیا۔

اور فوراً ہی ادھر ادھر ہتھیار تلاش کرنے لگا۔

اٹالوس زخمی ہو گیا۔ فیلقوس بھی چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اتنا تو ہوش تھا اور سکندر کے اشتعال سے یہ اندازہ بھی لگا چکا تھا کہ اگر سکندر کو کوئی ہتھیار مل گیا تو اٹالوس مارا جائے گا۔ اس نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور غصے میں سکندر کی طرف بڑھا مگر اس سے

پہلے ہی ایک میز سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

سکندر نے اپنے باپ کو اپنے خلاف دیکھا تو اسے بے حد افسوس ہوا۔

سکندر نے اپنے باپ پر طنز کیا "جو شخص ایک میز سے دوسری میز تک جاتے ہوئے ڈھیر ہو گیا کیا وہ ایران فتح کرے گا؟"

اور جاتے جاتے اٹالوس سے کہا "تو نے مجھے ناجائز اولاد کہا ہے۔ یاد رکھنا اس کا حساب بعد میں ہو گا۔"

محل کے باہر پاسانیاس نے سکندر کو روک لیا اور اس سے اپنے معاملے میں انصاف چاہا۔

سکندر نے غصے میں جواب دیا "جس اٹالوس کے ظلم کا تو شکار ہے اسی نے آج میری بے عزتی کر دی۔ وہ مجھے ناجائز اولاد کہہ رہا تھا۔ میں کس سے فریاد کروں؟"

سکندر اپنی ماں سے ملا اور جو کچھ پیش آیا تھا' بیان کر دیا۔

اولمپیاس نے آہستہ سے کہا "تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے اب ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

اور پھر دونوں میں یہ طے پایا کہ اب انہیں پیلا چھوڑ دینا چاہیے۔

اولمپیاس نے اپنا مختصر سامان سمیٹا اور بیٹے کے ساتھ اپنے آبائی وطن سامو تھریس چلی گئی۔ سامو تھریس میں ایپی رس کا جنگل بڑی پر فضا جگہ تھی۔ دونوں نے یہیں اقامت اختیار کی۔ اب وہ دونوں "دیکھو اور انتظار کرو" کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔

سکندر کو تاج و تخت کی طرف سے بالکل مایوسی ہو گئی تھی لیکن اسے اپنی ماں کی صلاحیتوں پر بھروسا تھا۔

سکندر اور اولمپیاس کی علیحدگی کی خبریں ہر طرف پھیل گئیں۔ یونانی ریاستوں کو اس پر اعتراض ہوا اور وہ آپس میں کہنے لگے "جو شخص اپنے خاندان میں اتحاد برقرار نہ رکھ سکا وہ ریاستوں کو کس طرح متحد رکھے گا؟"

فیلقوس نے جب یہ دیکھا کہ سکندر کے چلے جانے سے اس کی متحدہ یونانی افواج کی سپہ سالاری خطرے میں پڑ گئی ہے تو اس نے اولمپیاس اور سکندر کو واپس بلوانے کا فیصلہ کیا۔ انٹی پیٹر اور پارمینیو بھی بادشاہ کو مجبور کر رہے تھے کہ ان دونوں کو پیلا واپس لایا جائے۔

لیکن بادشاہ کے کسی قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی پاسانیاس ان دونوں کو تلاش کرتا ہوا ایپی رس کے جنگل پہنچ گیا اور ان دونوں کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کر دیا۔

سکندر نے دو ٹوک جواب دیا "ہم دونوں اسی ظالم کے شکار ہیں۔ جب ہم اپنے معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے تو تیری کیا مدد کریں گے؟"

اولمپیاس نے پاسانیاس کو نہایت شفقت سے اپنے پاس بلایا اور پہلے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی پھر اندر سے ایک خنجر لے آئی اور اسے پاسانیاس کے حوالے کیا۔ "ہر طرف سے ظلم و زیادتی کا مرکزی کردار کون ہے۔ قلوپطرہ' اٹالوس یا فیلقوس؟ ان تینوں میں

سے کسی ایک کو قتل کر دے۔ سارے معاملات درست ہو جائیں گے۔"

پاسانیاس نے خنجر پہچان لیا۔ یہ سکندر کا خنجر تھا، بالکل نیا۔ شاید اس سے ابھی تک کوئی کام نہیں لیا گیا تھا۔

پاسانیاس کئی دن تک مذکورہ نگون میں اس شخص کو تلاش کرتا رہا جس نے حق و انصاف کے دروازے بند کر دیے تھے اور جس کا وجود سرزمین پیلا میں فضول اور فالتو تھا۔

اسی دوران فیلقوس کے آدمی اولمپیاس اور سکندر کو تلاش کرتے ہوئے ایپی رس پہنچ گئے۔

ابھی تک اولمپیاس کا اپنا خاندان بالکل خاموش تھا لیکن انہیں جیسے ہی یہ معلوم ہوا کہ فیلقوس کے آدمی اولمپیاس اور سکندر کو لینے کے لیے ایپی رس آ گئے ہیں تو اولمپیاس کا بھائی سامنے آ گیا اور کہا "میری بہن اور بھانجے کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اب یہ دونوں اس شرط پر پیلا جائیں گے کہ پہلے ہماری فیلقوس سے رشتے داری بحال ہو تاکہ ہم وہاں رہنے میں خود کو مستحق اور حق دار سمجھیں۔"

فیلقوس کے آدمیوں نے کہا "سکندر فیلقوس کا بیٹا ہے۔ کیا یہ باپ بیٹے کا رشتہ ان دونوں کو شاہی محل میں رہنے کا مستحق نہیں قرار دیتا؟"

اولمپیاس کے بھائی کا نام بھی سکندر تھا۔ اس نے کہا۔ "اولمپیاس کو فیلقوس نے رشتۂ زوجیت سے الگ کر دیا اور اتالوس کے بقول سکندر ناجائز اولاد ہے پھر یہ دونوں شاہی محل میں کس طرح رہیں گے؟"

فیلقوس کے آدمیوں نے کہا "سکندر کی بہن اور بادشاہ کی بیٹی قلوپطرہ اس وقت بھی شاہی محل میں موجود ہے اور اسی رشتے نے شاہی خاندان سے تم دونوں کی رشتے داری برقرار رکھی ہے۔"

اولمپیاس نے شاہی نمائندوں سے کہا "جاؤ اور اپنے بادشاہ سے کہو کہ میری بیٹی قلوپطرہ کی شادی میرے بھائی سکندر سے کر دے اور ان دونوں کو مقدونیہ کے پرانے پائے تخت آئی گائی کے محل میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ ہم دونوں ماں بیٹے بھی اسی شاہی محل میں رہیں گے۔"

آئی گائی کا شاہی محل کئی پشتوں تک آباد رہا تھا لیکن فیلقوس نے برسر اقتدار آنے کے بعد آئی گائی چھوڑ دیا اور پیلا کو دارالحکومت بنا لیا۔

اس گفت و شنید میں زیادہ وقت نہیں صرف ہوا اور آخر فیلقوس نے اولمپیاس کی ساری باتیں مان لیں اور یہ لوگ ایپی رس سے آئی گائی کے شاہی محل منتقل ہو گئے۔ ان دونوں کے ساتھ اولمپیاس کا بھائی سکندر بھی تھا۔

اسی دوران پیلا سے خبر آئی کہ قلوپطرہ صاحب اولاد ہو گئی ہے۔ وہ ایک بیٹے کی ماں بن چکی تھی اور اتالوس کے بقول مقدونیہ کا جائز وارث پیدا ہو چکا تھا۔

فیلقوس آئی گائی کے شاہی محل میں سکندر سے ملاقات کرنے گیا اور اسے یقین دلایا کہ مقدونیہ کا وارث تخت و تاج صرف وہ ہے۔

دونوں باپ بیٹے میں صلح صفائی ہو گئی لیکن سکندر نے فیلقوس کو صاف صاف بتا دیا کہ اب وہ آئی گائی کے محل ہی میں رہے گا۔ جب اس کی بہن قلوپطرہ کی شادی ماموں سکندر سے ہو جائے گی تو وہ ماموں کے ساتھ پیلا کے شاہی محل میں آ جائے گا۔

فیلقوس نے اس کی یہ شرط بھی مان لی اور شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ یونانی ریاستوں کو دعوت نامے روانہ کیے گئے اور آئی گائی کا محل آراستہ کیا گیا۔

مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ اولمپیاس اور سکندر اس شادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

عین شادی کے دن فیلقوس بھی آئی گائی پہنچ گیا لیکن اتالوس اور اس کی بھتیجی قلوپطرہ نے شادی میں حصہ نہیں لیا۔

دونوں کی شادی ہو گئی۔ فیلقوس اپنی بیٹی کو الوداع کہنے کے لیے آگے بڑھا تو پیچھے سے دوڑتا ہوا پاسانیاس فیلقوس کی طرف بڑھا اور اس کے پہلو میں پے در پے خنجر سے کئی وار کیے۔ فیلقوس زمین پر گر گیا۔

فوری طور پر کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہوا؟

سکندر فیلقوس کے قریب ہی موجود تھا مگر اس نے کوئی مداخلت نہیں کی۔

فیلقوس کے محافظوں نے اسی وقت قاتل کا کام تمام کر دیا۔ ہلکا سا شور و غل ہوا اور کسی نے اندر جا کے اولمپیاس کو بتایا۔ "فیلقوس کو پاسانیاس نے قتل کر دیا۔"

اولمپیاس کو اس بری خبر نے نہ تو حیران کیا اور نہ پریشان۔ کنیزوں نے اولمپیاس کی زبان سے بے ربط الفاظ سنے "شوہر باپ پر اور نئی بیوی پر۔"

اور یہ الفاظ اسی عہد کے مشہور ڈراما نگار یوری پڈیس کے ایک ڈرامے سے ماخوذ تھے۔

پارمینیو کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ ہمارا سب سے لائق جنرل ہے۔ یہ فتوحات اور وفاداری کے سوا... غیر متعلق باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ اسے بادشاہ کے احکامات کی تعمیل کے سوا کسی اور امر سے دلچسپی نہیں ہوتی۔

انٹی گونس کے متعلق بتایا تھا کہ نہایت لائق' چالاک' عیار اور بہادر جرنیل ہے۔ یہ اپنے دشمنوں کو اپنی عیاری اور مکاری سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن میدانِ جنگ میں بے مثل بہادری اور شجاعت سے کام لیتا ہے۔ اگر یہ ذاتی طور پر خطرے میں گھر جائے تو صرف اپنی بقا کے لیے پورے فوجی دستے کو داؤ پر لگا دیتا ہے اور اس میں یہ خرابی اس کی یک چشمی سے آئی ہے۔ کسی معرکے میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی اس کے بعد سے یہ شخص ہر معاملے کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اپنی مقصد براری کسی بھی طور اور کسی بھی طریقے سے ضروری سمجھتا ہے۔

انٹی پیٹر کے بارے میں بادشاہ نے واشگاف لفظوں میں یقین دلایا تھا کہ یہ وفادار شخص ہمیشہ خلوص سے پیش آئے گا اس پر ہر حال میں بھروسا کرنا کیونکہ یہ بہادر' صاحب تدبیر اور وفادار ہے۔

مقتول بادشاہ خون میں لت پت امرا کے درمیان پڑا ہوا تھا اور اس سے کسی قدر فاصلے پر قاتل پاسانیاس بھی ٹکڑے ٹکڑے پڑا تھا۔ اس کا خنجر ایک محافظ کے ہاتھ میں تھا۔

محل کے دروازے بند کر دیے گئے تاکہ اندر کا کوئی شخص باہر نہ جائے اور نہ باہر کا کوئی شخص اندر آئے لیکن محل کے دروازوں کے بند ہونے سے پہلے ہی اتالوس کا ایک حامی محل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے یہ منحوس خبر اتالوس کو پہنچا دی اور پیلا سے یہ خبر ایتھنز پہنچ گئی۔ اس خبر کی سب سے زیادہ خوشی ڈیماس تھینز کو ہوئی۔ ایک ہفتہ قبل ڈیماس تھینز کی اکلوتی چہیتی جوان بیٹی کا انتقال ہو چکا تھا اور ڈیماس تھینز اپنی بیٹی کے سوگ میں اپنے گھر میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ اب وہ خوش و خرم باہر نکلا اور مجلسِ خاص سے مخاطب ہوا "دوستو! میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ میرے پاس زیوس اور ایتھینا آئے اور مجھے بتایا کہ عنقریب ایتھنز والوں کو بہت بڑی خوش خبری سننے کو ملے گی جس سے ایتھنز پر برکتوں کا نزول ہو گا۔"

یہ مبہم خوش خبری سنا کر ڈیماس تھینز اپنے گھر گیا۔ خوشی کی تقریب کا لباس پہنا' سر پر پھولوں کا سہرا باندھا اور بازار میں نکل کر اعلان کیا "لوگو! کارانیائے کی جنگ کے موقع پر ایتھینا کے مندر کی کاہنہ نے پیش گوئی کی تھی کہ عقاب آسمانی فضاؤں میں اڑتے ہوئے دیکھے جائیں گے' مفتوح گریہ وزاری کریں گے اور فاتح موت کے گھاٹ اترے گا' یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔"

پورے ایتھنز میں فیلقوس کی موت کی خبر پھیل گئی۔ ایتھنزیوں نے فیلقوس کے بیٹے سکندر کا شاندار استقبال کیا تھا' اسے شہری ہوا تو قاتل کو ایتھنز میں پناہ نہیں دی جائے گی اور اسے مقدونیہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اب ڈیماس تھینز نے مجلسِ خاص کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ انھیں فیلقوس کے قاتل پاسانیاس کو اس کی گرانقدر خدمت کے صلے میں تاج پہنانا چاہیے۔

مجلسِ خاص کا ایک رکن فوکیون غصے میں کھڑا ہو گیا اور ارکانِ مجلس سے کہا "تم لوگ ایک مرے ہوئے شخص کی خوشیاں منا رہے ہو اور یہ بھول گئے کہ اس شخص نے ہمیں کارانیائے میں شکست دی تھی گویا جس فوج نے ہمیں شکست دی تھی اس میں صرف ایک آدمی کی کمی ہوئی ہے۔"

ایتھنز میں یہ بحث و مباحثے جاری تھے اور پیلا کا اتالوس فوراً آئی گائی روانہ ہو گیا کیونکہ فیلقوس کی موت نے اس کے سارے منصوبے بکھیر دیے تھے۔ اسے اندیشہ تھا کہ اگر اس کی عدم موجودگی میں سکندر کو مقدونیہ کی بادشاہت سونپ دی گئی تو نہ صرف اس کا اپنا بھتیجی قلوپطرہ اور قلوپطرہ کے ایک سالہ بیٹے کا مستقبل تاریک ہو جائے گا بلکہ ان سب کی جانیں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی۔

اتالوس آئی گائی کے محل کے صدر دروازے پر پہنچا تو اسے روک دیا گیا اور اندر انٹی گونس اور انٹی پیٹر کو خبر کی گئی کہ اتالوس بھی پہنچ چکا ہے۔

جب اتالوس ان ارکان کے سامنے پہنچا جو قاتل کے خنجر کو سامنے رکھے تحقیقاتی بحث و مباحثے میں مشغول تھے تو اس مشن میں اتالوس کو بھی شامل کر لیا گیا۔

اتالوس نے خنجر کو پہچان لیا اور چلایا "یہ خنجر سکندر کا ہے۔ میں نے اسے ہمیشہ سکندر کے پاس دیکھا ہے۔"

اس مجلس میں سکندر کو بھی طلب کیا گیا جو اپنے کتب خانے میں بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

وہ جیسے ہی تحقیقاتی مجلس کے سامنے پہنچا' اتالوس اسے دیکھتے ہی غصے میں کھڑا ہو گیا اور مجلس سے درخواست کی "صاحبان! یہ سکندر کا خنجر ہے اس لیے سکندر کو گرفتار کر لیا جائے۔"

انٹی پیٹر نے سکندر کا دفاع کیا "مقدونیہ کے قانون....... میں شاہی خاندان کے کسی فرد کو گرفتار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور قاتل تو قتل کیا جا چکا ہے۔"

اتالوس نے غصے میں کہا "سکندر کا تعلق شاہی خاندان سے نہیں کیونکہ اس کی ماں خود کہتی ہے کہ سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں ہے۔"

انٹی گونس نے سکندر سے پوچھا "شہزادے! تمھارا خنجر قاتل کے پاس کس طرح پہنچ گیا؟"

سکندر نے جواب دیا "میری ماں نے مجھے حکم دیا تھا کہ اگر اتالوس اور قلوپطرہ تجھے پسند نہیں کرتے اور تیرا باپ بھی ان

دونوں کا ہم خیال ہو چکا ہے تو ہم دونوں کو شاہی محل اور پیلا کو چھوڑ دینا چاہیے۔ میں نے ہتھیار اتار دیے اور اپنی ماں کے ساتھ ایک عام شخص کی طرح ساموتھریس کے ایپی رس چلا گیا اور وہاں ہم دونوں عام آدمیوں کی طرح رہنے لگے۔ میرا خنجر کہاں سے' کب اور کس نے چرا کے پاسانیاس کے حوالے کر دیا' میں نہیں جانتا۔"

اتالوس نے اولمپیاس کو ہدفِ ملامت بنایا اور ارکانِ مجلس سے درخواست کی "اولمپیاس کو بھی اس مجلس کے روبرو طلب کیا جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ سکندر کا خنجر پاسانیاس تک کس طرح پہنچا؟"

سکندر اپنی ماں کی اہانت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اتالوس کے خلاف بولنے ہی والا تھا کہ انٹی گونس نے اعلان کیا "ہم اولمپیاس کی' مقتول بادشاہ کی سابقہ بیوی کی حیثیت سے عزت کریں یا نہ کریں لیکن وہ ڈائیونی سس کی پجارن رہ چکی ہے اور یہ دیوتا اکثر و بیشتر اس میں حلول کرتا رہا ہے۔ کیا ہم بلاوجہ اسے اس تحقیقات میں شامل کر کے دیوتا کو ناراض کرنا پسند کریں گے' اس کے علاوہ وہ ساموتھریس کی شہزادی بھی رہ چکی ہے۔"

سکندر نے ارکانِ مجلس سے درخواست کی "تم لوگ مجھے اور میری ماں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ بادشاہ قتل ہو گیا' مقتول کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ اور کیوں ہوا؟ اب تم لوگ ان سوالوں کے جواب مت تلاش کرو بلکہ غور کرو کہ اب تمھیں کیا کرنا چاہیے اور کیوں کرنا چاہیے؟"

سکندر ارکانِ مجلس کو مشورہ دے کر چلا گیا۔

انٹی گونس اور انٹی پیٹر کچھ دیر 'کیا اور کیوں' پر غور کرتے رہے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ کیا مقدونیہ کے تاج و تخت کو خالی رہنا چاہیے اور اگر کسی کو بادشاہ بنایا جائے تو کیوں بنایا جائے۔

کچھ دیر بحث و مباحثے کے بعد ان دونوں سوالوں کے جواب مل گئے۔ کیا کا جواب یہ تھا کہ بادشاہ کے بغیر تاج و تخت خطرے میں رہیں گے۔ قبائلیوں پر مشتمل فوج میں عدم تحفظ اور عدم استحکام کا احساس پیدا ہو گا اور وہ مقدونیہ چھوڑ کر اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جائیں گے اور مقدونیہ نامی ریاست وجود سے عدم میں چلی جائے گی۔

فوراً بادشاہ کی ضرورت اس لیے پیش آ رہی تھی کہ ایک بادشاہ کا وجود ہی مقدونیہ کی سلطنت کو بچا سکتا تھا۔ فوج کی شیرازہ بندی برقرار رکھ سکتا تھا اور ایک بادشاہ کی سربراہی میں جنرل اپنی خدمات انجام دے سکتے تھے اور عمالِ حکومت اپنے اپنے فرائضِ منصبی بدستور انجام دے سکتے تھے۔

اب ارکانِ مجلس کے سامنے بادشاہ کی جانشینی کا مسئلہ زیرِ بحث آ گیا۔

کسی نے فیلقوس کے مخبوط الحواس بیٹے کا نام لیا کیونکہ یہ تھسلی کی رقاصہ کا بیٹا فیلقوس کے نطفے سے تھا اور سکندر سے بڑا تھا۔

گاہے گاہے باز خواں.....

کھلاڑی صفر پر آؤٹ ہونے کے بعد بیٹ کو زمین اور پیڈز پر پٹختا اور بڑبڑاتا ہوا واپس لوٹا۔ وہ پویلین میں داخل ہوا تو خود کلامی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "میں زندگی میں کبھی اتنا خراب نہیں کھیلا۔"

"کیا مطلب؟" کپتان اس کی بڑبڑاہٹ سن کر زہر آلود لہجے میں بولا "کیا تم یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ تم آج سے پہلے بھی کبھی کرکٹ کھیل چکے ہو؟"

کھلاڑی نے بیٹ مار کر اس کا بھیجا کھول دیا۔ کپتان آنجہانی ہو گئے۔ کھلاڑی کو سولی لٹکا دیا گیا مگر ایسی مکالمے بازیاں آج بھی سننے میں آ رہی ہیں۔ ماضی سے کوئی سبق نہیں لیتا۔

انٹی پیٹر نے اس کی مخالفت کی "کیا اب ہم ایک دیوانے اور بے شعور شخص کی تابعداری کریں گے۔ جسے خود اپنی خبر نہ ہو' وہ مقدونیہ کی کیا خبر گیری کرے گا؟"

اتالوس نے انٹی پیٹر کا ساتھ دیا "بے شک ہمیں مخبوط الحواس طوائف زادے کے مقابلے میں جائز کم سن بیٹے کو ترجیح دینی چاہیے اور تم سب جانتے ہو کہ میری بھتیجی قلوپطرہ مقدونیہ کی ملکہ بھی ہے اور مقتول بادشاہ کے جائز بیٹے کی ماں بھی۔"

یک چشم انٹی گونس ہنسنے لگا "بہت خوب' تو گویا یہ ایک سالہ دودھ پیتا بچہ ہمیں احکامات دے گا اور ہماری افواج کی سپہ سالاری کرے گا۔"

انٹی پیٹر نے بھی مسکرا کر اتالوس کو دیکھا اور ارکانِ مجلس سے کہا "اس طرح نام قلوپطرہ کے بیٹے کا ہو گا اور حکومت اتالوس کرے گا۔"

لیکن ارکانِ مجلس نے اتالوس سے اتفاق کیا اور کہا "قلوپطرہ کے بیٹے کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے لیکن اتالوس کی جگہ انٹی گونس اور انٹی پیٹر حکومت کے نگران مقرر کر دیے جائیں۔"

انٹی گونس نے ارکانِ مجلس سے پوچھا "تم لوگ عجیب باتیں کر رہے ہو۔ مجھے یاد ہے کہ فیلقوس نے اپنی زندگی ہی میں سکندر کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا تب پھر تم لوگ سکندر کا نام کیوں نہیں لیتے؟"

اتالوس غصے میں کھڑا ہو گیا "انٹی گونس! تو قاتل کو مقتول بادشاہ کا تاج و تخت انعام میں دے رہا ہے؟"

انٹی پیٹر نے بھی سکندر کی حمایت کی "سکندر قاتل نہیں ہے کیونکہ قاتل کی لاش کے ٹکڑے ہمارے سامنے بکھرے پڑے ہیں۔"

اتالوس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے "کمال ہے کہ اولمپیاس خود کہتی پھر رہی ہے کہ سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں ہے اور

تم لوگ سکندر کو زبردستی فیلقوس کا بیٹا بنانے پر تلے ہوئے ہو۔"
انٹی گونس نے کہا "اگر وہ فیلقوس کا نہیں تو زیوس دیوتا کا بیٹا تو ہے اور دیوتا زادے کو مقدونیہ کا بادشاہ ہونا چاہیے۔"
انٹی پیٹر نے ارسطو کا ذکر کیا "سکندر کو ریاست اور سیاست کے نظم و نسق کی تعلیم اسی لیے دلوائی گئی تھی کہ اس کو مقدونیہ پر حکومت کرنی ہے۔"
اتالوس مخالفت ہی کرتا رہا "تم سب مجھے میری بھتیجی قلوپطرہ اور قلوپطرہ کے بیٹے کو قتل کروانا چاہتے ہو۔"
اتالوس مخالفت کرتا رہا اور چیختا چلاتا رہا۔ سکندر اور اولمپیاس کو برا بھلا کہتا رہا مگر اس کی ساری تدبیریں بیکار گئیں اور مجلس نے بالاتفاق انٹی پیٹر کو حکم دیا "جا' سکندر کو تلاش کر' اسے اس مجلس میں لا تاکہ ہم سب اس کی تابعداری کا اعلان کریں۔"
انٹی گونس سکندر کو تلاش کرتا ہوا اولمپیاس کے پاس پہنچا اور اس سے سکندر کا پتا پوچھا۔
اولمپیاس نے تشویش ناک نظروں سے انٹی گونس کو دیکھا۔ "تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا' سکندر کا قتل یا کچھ اور؟"
انٹی گونس نے جواب دیا "سکندر ہمارا بادشاہ ہے اور کیا ہم پاسانیاس کی طرح پاگل ہیں جو اپنے بادشاہ کو قتل کریں گے۔"
سکندر اپنے کتب خانے میں ملا۔
انٹی گونس نے سکندر کے سامنے ادب سے جھکتے ہوئے عرض کیا "تحقیقاتی مجلس نے آپ کو بادشاہ بنا دیا ہے۔ چلئے اور مرنے والے بادشاہ کی جگہ سنبھالیے۔"
سکندر نے انٹی گونس کے پیچھے کھڑی ہوئی اپنی ماں اولمپیاس کو دیکھا۔
اولمپیاس نے تائید میں سر کو جنبش دی کہ اس کے ساتھ چلا جا۔ سکندر نے ماں کے حکم کی تعمیل کی۔
جب سکندر انٹی گونس کے ساتھ جا رہا تھا تو اولمپیاس نے انٹی گونس سے کہا "دیکھ! تو جس طرح سکندر کو صحیح سلامت لے جا رہا ہے اسی طرح یہ مجھے واپس ملنا چاہیے۔"
انٹی گونس نے جواب دیا "اب آپ بھی پیلا کے شاہی محل میں رہیں گی۔"
اور دونوں کچھ دیر بعد ارکان مجلس کے سامنے پہنچ گیا۔
ان کے پیچھے پیچھے سکندر کا ماموں بھی ارکانِ مجلس کے سامنے پہنچا۔
اس وقت اتالوس سکندر کے خلاف تقریر کر رہا تھا کہ اچانک قلوپطرہ کا شوہر سکندر آگے بڑھا اور اپنے بھانجے کی بادشاہت کا اعلان کر دیا "میں زیوس کے بیٹے سکندر کی بادشاہت کا اقرار اور اعلان کرتا ہوں۔"
انٹی گونس نے قسم کھائی "میں زندگی بھر مرنے والے بادشاہ کی طرح سکندر کی اطاعت کروں گا۔"
انٹی پیٹر نے بھی اعلان کیا "میں پہلے بھی اپنے نئے بادشاہ کا معاون و مددگار تھا اور اب اس کا اطاعت گزار ہوں۔"
اسی وقت تین آدمی اور وہاں پہنچے ان میں سے ایک تو بیغاسٹن تھا اور دو بطلیموس۔
ان میں سے ایک بطلیموس تو سکندر کا بھائی تھا یعنی ارسی نوئی کا بیٹا اور دوسرا بطلیموس فوج سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی شاہی خاندان سے قرابت داری بھی تھی۔
بیغاسٹن نے اعلان کیا "میں بھی دور کی رشتے سے شاہی خاندان کا ایک فرد ہوں اور میں نے دیوتا دانیال میں یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک زندہ رہوں گا سکندر کا وفادار رہوں گا۔"
ارسی نوئی کے بیٹے بطلیموس نے کہا "میں نے گھڑسواری میں شکست اٹھانے کے بعد ہی سکندر کو مقدونیہ کا ولی عہد تسلیم کر لیا تھا اور اب اس کے بادشاہ بن جانے کے بعد میں دوبارہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کرتا ہوں۔"
دوسرے بطلیموس نے کہا "میرا بھی شاہی خاندان سے تعلق ہے اور خاندان والوں کو ایسے وقت میں آگے آگے رہنا چاہیے اور آج سے سکندر ہمارا بادشاہ اور ہم اس کی رعایا ہیں۔"
ان کے بعد ارکانِ مجلس نے بھی سکندر کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حلف اٹھایا۔
لیکن اتالوس دور کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ اس نے سکندر کو بادشاہ نہیں تسلیم کیا اور حاضرین سے پوچھا "اب میری بھتیجی قلوپطرہ کی پیلا کے شاہی محل میں کیا حیثیت ہوگی اور اس کے نومولود سے تم لوگ کیا سلوک کرو گے؟"
اچانک اس مجلس میں اولمپیاس داخل ہوئی اور اتالوس کو مشورہ دیا "تو قلوپطرہ سے کہہ کہ وہ قبرستان والے محل میں منتقل ہو جائے اور شاہی محل ہمارے لیے خالی کر دے۔"
اتالوس نے ہر ایک کو برا بھلا کہا "تم سب کی خوش قسمتی کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے لیکن بیوہ ملکہ کا احترام ہم سب پر واجب ہے۔"
اولمپیاس نے اتالوس کو مشورہ دیا "ایران میں اب بھی بادشاہت ہے۔ اپنی بھتیجی کو ایران کے بادشاہ دارا کی زوجیت میں دے دے۔"
اتالوس نے کہا "اگر تم لوگ مقدونیہ سے نکلنے دو گے تو اولمپیاس کے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"
اولمپیاس نے بے پروائی سے کہا "ہمارے پیلا پہنچنے سے پہلے ہی محل خالی ہو جانا چاہیے کیونکہ میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قلوپطرہ شاہی محل میں رہے گی میں وہاں نہیں جاؤں گی۔"
اتالوس کی ہمت جواب دے گئی' اب اسے اپنی بھتیجی قلوپطرہ اور قلوپطرہ کے نومولود کی زندگیاں خطرے میں نظر آ رہی تھیں۔
اتالوس مزید کوئی بات کیے یا کچھ سنے بغیر آئی گائی کے محل سے نکل گیا۔
سکندر نے کہا "میں اس کمزور شخص کے منہ لگنا پسند نہیں کرتا۔" اس نے انٹی پیٹر کو حکم دیا "اتالوس سے کہو کہ وہ فوج لے کر تھسلی چلا جائے اور پارمینیو کو ہمارے پاس بھیج دے۔ وہ اپنے فوجی عہدے پر برقرار رہے گا۔"

○☆○

اب مقدونیہ کی فوج سکندر کے قبضے میں چلی گئی تھی کیونکہ فوجی جنرل سکندر کے ساتھ تھے۔
اسی دن اولمپیاس اور سکندر پیلا کے شاہی محل میں داخل ہو گئے۔
ابھی تک اتالوس شاہی محل میں موجود تھا اور انٹی پیٹر نے سکندر کے اشارے پر اتالوس سے کوئی بات نہیں کی تھی کیونکہ سکندر کا ارادہ بدل گیا تھا۔ وہ اتالوس کو تھسلی ضرور بھیجنا چاہتا تھا مگر یہ حکم وہ خود دینا چاہتا تھا۔
شاہی محل میں پہنچنے کے بعد سکندر نے اتالوس کو طلب کیا۔
یہ شخص ڈرا ڈرا سہما سہما ہاتھ باندھ کر سکندر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔
سکندر نے کہا "تجھے کچھ معلوم ہے کہ تو اب بھی جنرل ہے۔ فوج کو لے کر تھسلی چلا جا اور پارمینیو کو میرے پاس بھیج دے۔"
اتالوس نے پوچھا "کیا نئے بادشاہ نے مجھے معاف کر دیا ہے؟"
سکندر نے جواب دیا "جب مجھے لوگوں نے کسی مزاحمت اور میری خواہش کے بغیر ہی.... بادشاہ بنا دیا تو میں بلاوجہ کسی کو نقصان کیوں پہنچاؤں گا؟"
اتالوس نے اپنی بھتیجی قلوپطرہ اور اس کے بیٹے کی سفارش کی۔ "جناب عالی! وہ دونوں بے گناہ ہیں' انہیں محل ہی میں رہنے دیا جائے تاکہ تحفظ حاصل رہے۔"
سکندر نے بے نیازی سے کہا "ان دونوں کا تعلق میری ماں اولمپیاس سے ہے۔ وہ جو چاہے گی' فیصلہ کرے گی تو براہِ راست میرے اختیار میں آ گیا تھا' خبردار جو کبھی پچھلی حرکتیں کیں۔"
اتالوس کو جو جوابات مل رہے تھے ان سے وہ مطمئن نہیں تھا کیونکہ سکندر کے کسی ایک فقرے یا جملے میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں تھا جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا کہ اس کی بھتیجی قلوپطرہ اور اس کے نوزائیدہ بیٹے کو امان حاصل ہو گئی ہے۔
اتالوس تھسلی روانہ ہو گیا لیکن راستے ہی میں اتالوس کا کام تمام کر دیا گیا۔
اولمپیاس کو یہ معلوم تھا کہ شاہی خاندان میں ابھی کئی ایسے افراد موجود ہیں جنہیں حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ انہی میں ایک لمناس تھا جو فیلقوس کی ایک داشتہ کے بطن سے تھا۔
مخبوط الحواس ارہی ڈایوس تھا جو تھسلی کی ایک رقاصہ کا بیٹا تھا اور فیلقوس اس کا باپ تھا۔ اتالوس کی بھتیجی قلوپطرہ کا نومولود تھا۔ یہ تینوں جب تک زندہ تھے' سکندر کے لیے خطرہ تھے اور اولمپیاس کو سابقہ تجربات نے یہ بتا دیا تھا کہ خطرات کی طرف سے آنکھیں پھیر لینا انتہائی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ لمناس کو زہر

قارئین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیے۔

دے کر ہلاک کروا دیا گیا اور قلوپطرہ کے نومولود کو گلا گھونٹ کر مار دیا گیا۔ ارہی ڈایوس کو مخبوط الحواس ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔
اب اولمپیاس اور سکندر کے لیے میدان صاف ہو چکا تھا۔
پارمینیو بھی پیلا پہنچ گیا۔ اس نے سکندر کو فیلقوس کے جانشین کی حیثیت سے فوراً قبول کر لیا۔
ان تمام امور سے فراغت کے بعد سکندر میزا اپنے استاد ارسطو سے ملنے گیا اور اس سے نصیحتوں کا طالب ہوا اور یہ مشورہ لیا کہ وہ اپنے کام کا آغاز کس طرح اور کہاں سے کرے۔
ارسطو نے مشورہ دیا "تیرے باپ نے جو کام جہاں سے چھوڑا تھا تو اپنا کام وہیں سے شروع کر دے۔"
سکندر نے ارسطو کو بتایا کہ اس کے باپ فیلقوس نے آخری دنوں میں یونانی ریاستوں کی ایک تنظیم قائم کی تھی اور کورنتھ کی اس مجلس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ جملہ یونانی ریاستیں فیلقوس کی سپہ سالاری میں اپنی اپنی فوجیں دے دیں اور فیلقوس ان کی مدد سے ایران پر حملہ آور ہو گا مگر اب یہ صورتِ حال ہے کہ مذکورہ یونانی ریاستیں اس اتحاد سے نکل گئیں اور شاید ایتھنز اور تھبز مقدونیہ پر حملہ کرنے کی سوچ رہے ہوں۔"
ارسطو نے پوچھا "تیرے اپنے امرا جنرل اور افواج کیا سوچ رہے ہیں؟"
سکندر نے جواب دیا "امرا اور جنرل تو میری جانشینی سے خوش ہیں لیکن فوج میں بددلی پائی جاتی ہے۔ والدِ بزرگوار کی موت نے ان میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کر دیا ہے اور یہ فوجی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جانا چاہتے ہیں جب کہ ان جانبازوں کا مجھے ہر قیمت پر تعاون چاہیے۔"
ارسطو نے کہا "میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ فیلقوس کے مرتے ہی پیلا غیر محفوظ ہو گیا۔ فوج میں انتشار ہے۔ ہائی مس نامی علاقے میں تیرے خلاف انتشار برپا ہے۔ تجھے سب سے پہلے شمالی باغی علاقوں پر توجہ دینی چاہیے۔ یہاں کی فتح و شکست پر تیرے مستقبل کا انحصار ہے۔"
سکندر کو یہ سارے کام بہت دشوار لگ رہے تھے اور اسے یہ یقین نہیں تھا کہ فوج اس کی تابعداری کرے گی۔
سکندر نے ارسطو سے نہایت نرمی سے فدویانہ عرض کیا "میرا

خیال ہے کہ شمالی علاقوں کی مہم پارمینیو کے سپرد کر دی جائے۔"

ارسطو نے سختی سے مخالفت کی "پارمینیو اگر تیرے ساتھ رہے تو کوئی حرج نہیں لیکن شمالی علاقوں کی مہم تو اپنی کوششوں سے سر کرے گا اور فوج کا ہر شخص تیرے احکام کی تعمیل کرے گا۔ تو یہ نہیں کرے گا تو فوج پر تیرا اثر کس طرح قائم ہو گا۔"

سکندر نے اپنی ذات میں خود اعتمادی کی کمی محسوس کی۔ "جناب! جس فوج میں انٹی گونس اور پارمینیو موجود ہوں وہ میں اکیس سالہ نوجوان کی بات کیوں مانے گی؟"

ارسطو نے کہا "دیکھ سکندر! فوج بیس اکیس سالہ کسی ناتجربے کار نوجوان کی بات ہرگز نہیں مانے گی لیکن بیس اکیس سالہ بادشاہ کی ضرور مانے گی۔"

سکندر نے مجبوری اور بے بسی سے عرض کیا "آپ کہتے ہیں تو میں آپ کی بات مان لوں گا مگر کوئی بھی تجربہ کار شخص اپنے سے کمتر لیاقت اور تجربہ رکھنے والے شخص کی بات نہیں مانے گا۔"

ارسطو نے تقریر شروع کر دی "دیکھ سکندر! اب تجھے ہر بات بادشاہ کی طرح سوچنا چاہیے۔ تو جنگی معاملات میں زیادہ سختی اختیار کر کیونکہ فوج کی ذرا سی حکم عدولی تجھے ناکامی کے ایک ایسے غار میں گرا دے گی کہ تو پھر کبھی منصۂ شہود پر نظر نہیں آئے گا۔"

سکندر میں واقعی خود اعتمادی کی کمی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر میدانِ جنگ میں اس نے غلط سلط فیصلے کیے اور فوج ان پر عمل کر کے ناکامی سے دوچار ہوئی تو وہ کیا کرے گا اور فوج کو اپنی برتری کا احساس کس طرح دلائے گا۔

تجربے کار اور جہاں دیدہ جرنیلوں کی موجودگی میں سکندر کو سب پر حکم چلانا مشکل نظر آ رہا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ میدانِ جنگ میں کوئی ایک حکم یا کوئی ایک فیصلہ فوج، جرنیلوں کو مطمئن بھی کر سکے گا یا نہیں؟

ارسطو نے پھر وہی مشورہ دیا "اپنی کم عمری کو ذہن سے نکال دے اور بادشاہی کو دل و دماغ پر مسلط کر لے۔ کسی بھی اپنے اندرونی فیصلے اور رائے کے بارے میں تجھ کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ حقیر، غیر مفید اور کم تر ہے۔ فیصلہ فوراً ہونا چاہیے۔ تاخیر اور تذبذب تجھے ہمیشہ نقصان پہنچائیں گے۔"

جب وہ ارسطو کے پاس سے اٹھا تو طبیعت پر بے حد بوجھ تھا لیکن اس نے آتے ہی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اعلان کیا کہ وہ ہائی مس... اور دریائے ڈینیوب کے اس پار آباد باغی قبائل کی سرکوبی کرے گا۔

حالانکہ اس کے تجربے کار جرنیلوں کی یہ رائے تھی کہ فی الحال وہ ایتھنز، تھیبز، تھریسا بائی زنطہ اور اسپارٹا پر نظر رکھے کیونکہ یہ ساری ریاستیں مقدونیہ کو کمزور سمجھتی ہیں اور اپنے علاقے کی اس اکلوتی بادشاہت کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔ رہ گئے شمال میں آباد باغی قبائل تو وہ فی الحال مقدونیہ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ انہیں تیاری میں کچھ عرصہ لگے گا۔

سکندر نے حکم دیا "پہلے شمال کے باغیوں کی سرکوبی، اس کے بعد کچھ اور۔ یہ میرا آخری اور قطعی فیصلہ ہے۔"

جنرل خاموش ہو گئے اور اپنے اپنے حصے کی فوجوں کی تنظیم میں مشغول ہو گئے۔

انٹی پیٹر کو حکم دیا گیا کہ وہ پیلا کی حفاظت کرتا رہے۔ اور پارمینیو کو حکم دیا کہ وہ تھسلی واپس چلا جائے اور وہاں سے تھیبز پر نظر رکھے۔ تھیبز میں پہلے سے مقدونوی دستہ موجود تھا اور وہ مقدونیہ کے مفادات کی نگرانی کر رہا تھا۔

انٹی گونس کو ساتھ رہنے کا حکم ملا اور اسے حکم دیا گیا کہ جلد از جلد اپنی فوج کو شمالی علاقوں پر حملہ آوری کے لیے تیار کرے۔

اس کے بعد وہ اولمپیاس سے ملا اور اسے اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا۔

اولمپیاس نے پوچھا "کیا تو نے اپنے استاد ارسطو سے ہدایات حاصل کیں؟"

سکندر نے ارسطو سے اپنی گفتگو کا ماحصل بیان کر دیا۔

اولمپیاس نے خوشی کا اظہار کیا "بے شک، اب تو بادشاہ ہے اور تیری رائے اور حکم کو دوسروں پر فوقیت حاصل رہنی چاہیے۔"

سکندر خود بھی اپنی فوج میں گھومنے پھرنے لگا۔ وہ چھوٹے چھوٹے سرداروں سے بھی نہایت خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اس کا خاص محافظ دستہ جو پانچ سو سواروں پر مشتمل تھا وہ سکندر کو اپنے درمیان دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ جب وہ ان سے الگ ہوا تو ایک سو خاص سواروں میں چلا گیا جو دورانِ سفر اور دورانِ جنگ بطور خاص بادشاہ کی حفاظت پر مامور تھے۔

فیلقوس کی موت کے بعد ان دونوں دستوں نے سکندر کو پہلی بار اپنے درمیان دیکھا تھا۔

انٹی پیٹر نے سکندر کو سمجھایا "جنابِ والا! آپ اپنی فوج میں جتنا چاہیں گھل مل جائیں لیکن یہ یاد رہے کہ درمیان میں شاہی دبدبہ موجود رہنا چاہیے کیونکہ زیادہ بے تکلفی شاہی دبدبے کو کم کر دیتی ہے اور جب کسی بادشاہ کا اپنی فوج اور رعایا پر دبدبہ باقی نہ رہے تو یہیں سے خرابیوں اور فتنوں کا ظہور شروع ہو جاتا ہے۔"

سکندر نے ہائی مس سے دریائے ڈینیوب کے اس پار علاقوں کے راستوں سے واقف رہنماؤں اور رہبروں کو طلب کیا اور ان سے راستے کی مشکلات کے بارے میں پوچھا۔

سکندر کو بتایا گیا "ہائی مس۔ کا علاقہ جنگلات سے گزر کر پہاڑی دروں تک پہنچتا ہے۔ یہ جنگل اتنے گنجان ہیں کہ اگر دشمن چالاک ہو تو وہ یہاں چھپ کر تکلیف دہ حملے کر سکتا ہے اور اپنے حریف کو غیر معمولی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

سکندر نے پوچھا "اور جب ہم ان پہاڑی دروں میں داخل ہو جائیں گے تو وہاں ہمیں کس قسم کی پریشانی اٹھانی پڑے گی؟"

ایک رہنما نے بتایا "یہاں سے فوجوں کو کئی جگہ نیچے سے اوپر سفر کرنا پڑے گا اور یہ طے ہے کہ اوپر چڑھنے والی فوجوں کو اگر

مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے تو بڑی دشواری پیش آتی ہے کیونکہ ایک تو پہاڑ کی چڑھائی اور دوسرا اوپر بیٹھے ہوئے دشمن کی جارحانہ کارروائی بڑی پریشان کن خبریں ہیں۔ یہاں سے تو گزر جانا ہی کامیاب مہم جوئی کہلاتی ہے۔"

سکندر سب کچھ غور سے سنتا رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہر بات اپنے ذہن اور حافظے میں بٹھاتا جا رہا ہے۔

راستے میں مخبروں نے یہ خبر دی کہ جو یونانی ریاستیں فیلقوس کی زندگی میں متحدہ افواج کی شکل میں متحد ہو گئی تھیں ان میں کی تقریباً ہر ریاست اس اتحاد سے نکل چکی ہے اور تھیبز کی حکومت بطور خاص مقدونیہ کی حکومت کا جوا اپنے کاندھے سے اتار پھینکنا چاہتی ہے اور امکان ہے کہ تھیبز میں جو مقدونوی موجود ہیں ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ ان حالات میں سکندر اپنی افواج کے ساتھ دریائے ڈینیوب کے اس پار سلٹ قوم کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہے۔ تھیبز کی حکومت اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گی اور مقدونیہ پر حملہ کرنے کی جسارت کرے گی۔

یہ خبریں سکندر کو اس وقت پہنچیں جب وہ اپنی فوج کے ساتھ ہائی مس کے جنگلات عبور کر رہا تھا اور ہر وقت یہ خطرہ موجود تھا کہ دشمن قبائل اسے چاروں طرف سے گھیر کر اپنی باغیانہ کارروائی شروع کر دیں گے۔

بیفاشن نے سکندر کو رازداری سے مشورہ دیا "پہلے آپ تھیبز کی خبر لیں اس کے بعد دریائے ڈینیوب کے اس پار باغی سلٹ قوم کی خبر لیں۔"

سکندر نے اپنی قوتِ ارادی کا بھرپور مظاہرہ کیا "اگر میں ہائی مس کے جنگلی باغی قبائل اور دریائے ڈینیوب کے اس پار سرکش سلٹ قوم کو نظر انداز کر دوں گا تو یہ لوگ تھیبز کی حکومت سے معاملہ کر لیں گے اور مقدونیہ کو طاقتور متحدہ قوتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا اس لیے میں تھیبز کو مؤخر کرتا ہوں اور ہائی مس اور سلٹ قوم کے خلاف یلغار کو مقدم رکھتا ہوں۔ فاتح سکندر واپسی میں تھیبز کی بھی گوشمالی کر لے گا۔"

سکندر نے اپنے پیچھے سامنے اور آس پاس کے درختوں کی صفائی کا حکم دیا تاکہ یہ کٹے ہوئے درخت باغی قبائل کا راستہ روک دیں۔

یہ تدبیر کارگر ہوئی اور یہ لوگ کسی مزاحمت کے بغیر اس وادی میں داخل ہو گئے جہاں انہیں نیچے سے اوپر سفر کرنا تھا لیکن اسی وقت سکندر کے ہراول مخبروں نے یہ تشویش انگیز خبر دی کہ باغی قبائل اوپر موجود ہیں اور جس وقت سکندر کے فوجی جنگل کی کاٹ چھانٹ میں مشغول تھے ان باغی قبائل نے اوپر چڑھنے کے سارے راستے مسدود کر دیے تھے۔ اوپر رتھوں اور گاڑیوں کو اس طرح جمع کر لیا گیا ہے کہ جیسے ہی سکندر فوج کو اوپر چڑھنے کا حکم دے گا وہ اپنی رتھوں اور گاڑیوں کو نیچے لڑھکا دیں گے۔ سکندر کی اوپر چڑھنے والی فوج بے رحمی سے کچلی جائے گی اور اس کا لشکر تباہ ہو جائے گا۔

اس کے ساتھی جرنیلوں کی عقلیں گم تھیں اور کسی کی بھی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ سکندر کے فوجی کس طرف سے اوپر جائیں اور ان سرکش قبائل کا خاتمہ کریں۔

بیفاشن نے مشورہ دیا "ہمیں اوپر جانے کے لیے کسی اور راستے کا انتخاب کرنا پڑے گا۔"

ایک دوسرے فوجی نے مشورہ دیا "آپ یک چشم انٹی گونس کا انتظار کریں کیونکہ اسے جنگوں کا وسیع تجربہ ہے۔ وہ اس کا ضرور کوئی نہ کوئی حل نکال لے گا۔"

لیکن سکندر ارسطو کے بقول سارے فیصلے خود کرنا چاہتا تھا اور خوب جانتا تھا کہ اگر ان نازک موقعوں پر جرنیلوں پر تکیہ کیا گیا اور ان کے مشوروں سے علاقے فتح کیے گئے تو اس کی فوج پر ان جرنیلوں کا اثر بڑھ جائے گا اور اس کی اپنی حیثیت کم ہو جائے گی۔

سکندر نے پیش قدمی روک دی۔ اس نے بیفاشن اور دوسرے فوجی سرداروں کا مشورہ رد کر دیا۔ بیفاشن سے کہا "میں اسی راستے سے گزروں گا۔"

اور دوسرے فوجی سردار سے کہا "یہ ضروری نہیں کہ میری ہر مہم میں انٹی گونس بھی موجود ہو اس لیے میں اس سے بھی مشورہ نہیں لوں گا۔ ایسے موقعوں پر میرا باپ فیلقوس خود فیصلے کیا کرتا تھا۔"

کچھ دیر بعد یک چشم انٹی گونس بھی سکندر کے پاس پہنچ گیا۔ اسے بھی اپنے دشمن کی جنگی حکمتِ عملی کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے بلندی پر کچھ دیکھنے کی کوشش کی تو اس کی ایک آنکھ نے رتھوں اور گاڑیوں کے بے پناہ ہجوم کو دیکھ لیا۔ وہ کچھ دیر غور کرتا رہا اور پھر سکندر کو مشورہ دیا "میں اوپر آگے پیچھے کئی آدمی اپنے دشمنوں کے نام چند پیغام بھیجوں گا اور بظاہر جنگ کو کچھ دنوں کے لیے ٹال دوں گا۔ میرا ایک قاصد دشمن کے بڑے سرداروں کو باتوں میں الجھائے رکھے گا اور اس دوران ہمارے کچھ آدمی متبادل راستہ تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے دوسرے آدمی اوپر قبائلیوں میں بے چینی پھیلائیں گے اور یہ باور کرا دینے کی کوشش کریں گے کہ سکندر نے اگر ان پر طاقت سے غلبہ حاصل کر لیا تو ان کے وجود کو نہایت سفاکی اور سنگ دلی سے خاک میں ملا دیں گے۔ دشمنوں میں پھوٹ ڈالو اور کام نکالو یہ وہ آزمودہ نسخہ ہے جسے میں بارہا آزما چکا ہوں اور آپ کے والدِ بزرگوار ایسے موقع پر یہی کیا کرتے تھے۔"

سکندر نے ان دونوں تجاویز کو بھی رد کر دیا اور اپنے پانچ سو جانباز سپاہیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اوپر پہنچنے کا کام تمہاری ڈھالیں انجام دے سکتی ہیں۔"

پانچ سو جانباز محافظوں نے اپنی ڈھالیں سکندر کے سامنے کر دیں۔ یہ بہت مضبوط تھیں جن کی پشتیں ابھرواں تھیں۔

سکندر نے ایک ڈھال ہاتھ میں لے لی اور اس کی ساخت اور

منصوبے پر غور کرتا رہا اور پھر اچانک حکم دیا "تم سب یکبارگی اوپر چڑھو اور راستے میں لیٹ کر ڈھالیں اس طرح اپنے جسموں پر رکھ لو کہ اوپر سے لڑھکنے والی گاڑیاں تمہارے اوپر سے گزر کر نیچے میدان میں چلی جائیں۔ اس دوران میں تمہارے دائیں بائیں یہ دیکھوں گا کہ کیا کچھ راستہ اوپر جانے کے لیے خالی ہے بھی یا نہیں اگر خالی ہوا تو ہماری فوج ان دونوں راستوں سے اوپر پہنچنے کی کوشش کرے گی اور پھر جب ساری گاڑیاں اور رتھیں نیچے میدان میں ڈھیر ہو جائیں گی تو تم بھی بے روک ٹوک اوپر پہنچنے کی کوشش کرو گے۔ اس حملے میں دشمن سے نرمی اور رحم دلی کا سلوک نہیں کیا جائے گا۔"

سکندر نے کچھ دیر اپنے اس عجیب و غریب منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ریہرسل کی اور جب اسے اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے پانچ سو جانبازوں کو اوپر بڑھا دیا۔

پہاڑی پر وحشی قبائل نے فوج کو اوپر چڑھتے دیکھا تو رتھوں اور گاڑیوں کے سامنے سے رکاوٹیں ہٹا دی گئیں اور یہ اوپر سے پھسلتی ہوئی نیچے کی طرف طوفانی یلغار کی شکل میں حرکت میں آ گئیں۔

کچھ رتھوں اور گاڑیوں نے راہ میں کسی رکاوٹ کی وجہ سے اپنا راستہ بدل لیا تھا اور وہ آس پاس کے گہرے کھڈوں میں غائب ہو گئیں۔

جن کے جسموں کے اوپر سے یہ گاڑیاں گزر رہی تھیں وہ کچھ ہلاک اور زخمی تو ہوئے لیکن مکمل ہلاکت سے بچے رہے۔

جب رتھوں اور گاڑیوں کا یہ سلسلہ گزر گیا تو سکندر نے محفوظ اور تازہ دم فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ان کے پیچھے محافظ دستے نے بھی پیش رفت کی۔ اوپر باغی قبائل نے اپنی ناکامی کا منظر دیکھا اور سکندری فوج کو فاتحانہ شان سے اوپر چڑھتے دیکھا تو ان کے حوصلے جواب دے گئے۔ انہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے صلح کا سہارا لیا جو مسترد کر دیا گیا اور مقدونوی فوج نے ان کا صفایا شروع کر دیا جو کسی طرح بھاگ کے اپنی جانیں بچا سکے وہ بچ گئے باقی سب کو تہ تیغ کر دیا گیا۔

اس کامیابی نے سکندر کو ایک غیر معمولی نوجوان ثابت کر دیا تھا۔ بیفاسشن اور اینٹی گونس سکندر کی عظمت کے قائل ہو چکے تھے اور انہیں ایسا لگا کہ گویا فیلقوس نوجوان ہو کر ان میں واپس آ گیا ہے۔ مختصر وقت میں ایک عجیب و غریب منصوبے پر بخیر و خوبی عمل در آمد اور اس میں یقینی کامیابی۔ یہ سکندر کی زندگی اور نوجوان فاتح کا انمٹ یادگار کارنامہ بن گیا۔

اب دریائے ڈینیوب کے اس پار تک اس فوج کا راستہ روکنے والا کوئی بھی نہ تھا۔

کئی تجربے کار جرنلوں نے سکندر کو مشورہ دیا "اب چند ہفتے آرام اور اس کے بعد کام۔ کیونکہ فوجی بہت تھکے ہوئے ہیں۔"

سکندر نے بھی سے حیرت سے سوال کیا "منزل سے پہلے آرام! یہ ہمیں کس نے مشورہ دیا ذرا وہ سامنے تو آئے۔"

گو کہ سکندر نے اس جرنل کو پہچان لیا تھا مگر اس نے اس کی پردہ پوشی کی اور سبھی جرنلوں کو مخاطب کیا "میں کسی ناکام شخص کا مشورہ سننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں کیونکہ استاد ارسطو کے بقول مشورے کامیاب انسانوں کے ہوتے ہیں۔ تاریخ ناکام لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرتی۔"

اینٹی گونس نے اس بھورے بالوں والے نوجوان کو جب سے دیکھا تھا اس کے سر کو بائیں طرف تکبر سے جھکے دیکھا تھا اور یہ بڑی عجیب بات تھی کہ اس کی کنپٹیوں پر دونوں طرف بال چپکے رہتے تھے اور سر کے بیچ کے بال کھڑے رہتے تھے۔ جس لہجے اور انداز میں سکندر اپنے جرنلوں سے باتیں کر رہا تھا اس میں بھی تکبر کا عنصر غالب تھا۔ جرنل اور سپاہی اس کا ادب و احترام کرنے پر مجبور تھے۔ دیکھتے دیکھتے وہ ان سب پر چھا گیا تھا۔ تقریباً دو ہزار سال بعد انیسویں صدی میں فرانس کے ایک بہت بڑے فاتح نپولین نے سکندر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا "سکندر کی یہ صفت کہ وہ اپنے جرنلوں اور سپاہیوں پر زبردست طریقے سے اثر انداز ہو جاتا تھا اس میں کوئی دوسرا جرنل یا فاتح سکندر کا شریک و سہیم نہیں ہو سکتا۔"

بیٹھو نے صرف بیفاسشن اور اینٹی گونس کو بتایا "ہم سلٹ قوم پر اسی طرح غالب آ سکتے ہیں کہ جب صبح اس قوم کی آنکھ کھلے تو ہم اس کے سر پر موجود ہوں۔ ہماری یہ غیر معمولی یلغار سلٹ قوم پر آدھی فتح فوراً دلوا دے گی بقیہ نصف فتح کے لئے ہتھیار استعمال کرنا پڑیں گے۔"

سکندر کی یہ سیدھی سادی منطقی بات سبھی کی سمجھ میں آ گئی۔

شرقاً غرباً بہنے والے دریائے ڈینیوب کو سکندر اور اس کی فوج نے سخت سردی کی رات میں عبور کیا۔ فصیلوں اور پھاٹک پر موجود پہرے داروں کو صبح اس وقت ان کی آمد کا علم ہوا جب سکندر کے پانچ سو سواروں پر مشتمل دستے نے ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو گرفتار کر لیا۔

سکندر برق رفتاری سے سلٹ قوم کے سرداروں کے محلوں کی طرف بڑھا۔ معمولی سا شور و غل، مزاحمت، معمولی سا خون خرابا اور محلات کے دربانوں کی گرفتاری۔ سکندر اور اس کے جرنل سلٹ قوم کے سرداروں کی خواب گاہوں میں داخل ہو گئے۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے بیدار ہوئے، تو اپنے دشمنوں کو پہچان بھی نہ سکے اور ہر کوئی سکندر اور اس کے جرنلوں سے یہی پوچھ رہا تھا کہ تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟

اینٹی گونس نے سلٹی سرداروں کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے سکندر کا تعارف کروایا۔

چالاک سلٹی سرداروں کے سردار نے اینٹی گونس سے کہا۔ "تمہیں یہاں تک آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ جب سے لوگوں نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ مقدونیہ کا تاج و تخت آسمانی دیوتا

زیوس کے بیٹے سکندر کے حوالے کر دیا گیا ہے تو اسی وقت ہم سب نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم سکندر کے تابعدار رہیں گے اور اس سے جنگ نہیں کریں گے۔"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "تمہاری بہادری مشہور ہے پھر ہم سے جنگ کرتے ہوئے کیوں ڈرتے ہو؟"

سلٹی سردار نے جواب دیا "آسمانی دیوتا زیوس اپنے بیٹے سے جنگ کرنے کے عتاب میں کہیں ہم پر آسمان نہ گرا دے۔"

سلٹی سرداروں نے اپنی قوم کی طرف سے سکندر کی خدمت میں تحائف پیش کیے اور سکندر دیکھتے ہی دیکھتے مال و زر اور قیمتی اشیا سے مالا مال ہو گیا۔

آس پاس کے جن قبائل نے فیلقوس کی موت کے بعد مقدونوی فوج سے علیحدگی اختیار کر لی تھی وہ دوبارہ سکندر کی فوج میں شامل ہو گئے۔

○☆○

سکندر نے اپنے جاسوس تھیبز میں چھوڑ رکھے تھے۔ انہوں نے یہاں آ کر خبر دی کہ تھیبز والوں نے مقدونیہ کے آدمیوں پر حملے شروع کر دیے ہیں اور وہ ان سب کا صفایا کرنے کے بعد مقدونیہ پر چڑھائی کر دیں گے۔ انہیں اپنے اس اقدام میں ایتھنز اور ڈیماس تھینز کی حمایت حاصل رہے گی۔

سکندر کو یہ بھی بتایا گیا کہ شاید اسپارٹا والے بھی تھیبز کو مقدونیہ پر حملہ آور ہونے کی صلاح دے رہے ہیں۔

سکندر نے یہ ساری خبریں سنیں لیکن کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔

جب کہ اینٹی گونس کی رائے تھی کہ مقدونیہ کو بچانے کے لیے فوراً واپس چلنا چاہیے۔

سکندر نے جواب دیا "میں پہلے تھیبز جاؤں گا اس کے بعد مقدونیہ اور اب یہ قصہ ختم ہونا چاہیے۔"

اس کے بعد سکندر نے بیفاسشن سے پوچھا "کچھ تجھے یاد ہے کہ جب میرے باپ فیلقوس کو قتل کیا گیا تھا تو میری ماں نے یہ خبر سننے کے بعد کیا تبصرہ کیا تھا؟"

بیفاسشن نے حافظے پر زور دیتے ہوئے کہا "وہ کسی ڈرامے کے نامکمل الفاظ تھے' باپ پر' شوہر پر اور نئی نویلی ملکہ۔ قلوپطرہ پر۔"

سکندر نے کہا "ہاں غالباً یہی وہ نامکمل الفاظ تھے جن کا مفہوم کوئی بھی نہیں سمجھ سکا تھا لیکن تو میری ماں سے واقف ہے کہ وہ فضول باتیں نہیں کرتی۔ یہ جو بظاہر مہمل معلوم ہوتا ہے اس میں بھی خاص مفہوم موجود ہے۔"

بیفاسشن نے کہا "تب پھر ان بے ربط لفظوں کے معنی مجھے بھی سمجھائیں۔"

سکندر نے اپنے آس پاس دیکھا تو وہاں بیفاسشن کے سوا کوئی نہ تھا۔

سکندر نے نہایت رازداری سے بیفاسشن کو بتایا "انتقام کی بجلی باپ پر، نئی ملکہ پر اور ملکہ کے شوہر پر گرنی چاہیے۔ میرا باپ بادشاہ بھی تھا' باپ بھی تھا اور ملکہ کا شوہر بھی تھا۔"

بیفاسشن حیران تھا کہ واقعی سکندر نے اپنی ماں اولمپیاس کے بے ربط لفظوں میں جان ڈال دی ہے۔ پھر بھی اب نیا سوال پیدا ہو گیا تھا کہ یہاں بات تو تھیبز کی ہو رہی تھی اور ذکر اولمپیاس اور اس کے بے ربط لفظوں کا شروع ہو گیا۔

سکندر نے جواب دیا "اب وہی برقِ انتقام تھیبز پر گرے گی۔"

بیفاسشن نے اپنے طور پر صرف یہ اندازہ لگایا کہ اب مقدونوی فوج سکندر کی سربراہی میں آتشِ انتقام بن کر تھیبز پر حملہ آور ہو گی اور اعیان کے اقتدار کو خاک میں ملا دے گی۔

کچھ دن سلٹ سرداروں میں گزر گئے اور سکندر ان کی مہمان نوازی کے مزے لوٹتا رہا اور کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سکندر نے تھیبز کے خلاف ایک بھیانک منصوبہ تیار کر لیا ہے۔

اینٹی گونس نے مشورہ دیا کہ سکندر کو اور آگے بڑھنا چاہیے۔

○☆○

تھیبز کے سرکردہ لوگوں نے اپنے فوجیوں کی ہمت بڑھانے کے لیے ایک عجیب چال چلی۔

سکندر کے چند کارنامے ان کے کانوں تک پہنچ چکے تھے اور یہ نوجوان اپنے ملک اور فوج کی جیسی ولولہ انگیز قیادت کر رہا تھا اس سے تھیبز کے شہری اور فوجی مرعوب اور متاثر ہو رہے تھے۔

تھیبز کے شرفا تحریر و تقریر کی آزادی چاہتے تھے اور ڈیماس تھینز نے تھیبز کے شرفا کو یہ یقین دلایا کہ مقدونیہ کے خلاف اس کارروائی میں ایتھنز تھیبز کی مدد کرے گا اسپارٹا نے بھی مدد کا یقین دلایا۔ متحدہ یونانی ریاستیں بھی تھیبز کے ساتھ ہو گئیں۔

یہ خبریں پیلا پہنچیں تو افراتفری مچ گئی۔

ارسطو نے مشورہ دیا کہ اینٹی گونس کو فوراً تھیبز سے مفاہمت کی بات شروع کر دینی چاہیے اور اس گفتگو کو اتنا طول دینا چاہیے کہ سکندر مقدونیہ واپس آ جائے۔

اینٹی پیٹر کا خیال تھا کہ تھیبز میں موجود مقدونوی فوج کو پیلا واپس بلا لیا جائے اور اس طرح اس کی فوجی قوت میں کسی قدر اضافہ ہو جائے گا۔

تھیبز کی حکومت مقدونیہ کی بے بسی اور کمزوری سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور اس نے اینٹی پیٹر اور ارسطو کو صاف صاف بتا دیا کہ وہ مقدونیہ کی فوجی قوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دینا چاہتے ہیں۔ تھیبز کے علاقے میں موجود ایک سپاہی بھی مقدونیہ کو واپس نہیں دیا جائے گا۔ مقدونوی شہریوں اور فوجیوں کی کمر توڑنے کیلئے منصوبہ تیار کیا گیا کہ شہر میں یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ شمالی علاقوں کی مہمات میں سکندر کو قتل کر دیا گیا۔

مقدونوی سپاہ نے تھیبز کے قلعے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا

اور قلعے میں محصور ہو گئے۔ قلعے کے باہر جو مقدونوی موجود تھے ان کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔

سکندر کو یہ ساری خبریں دریائے ڈینیوب کے اس پار پہنچ رہی تھیں اور اس نے بسرعت تھبیز تک پہنچنے کا منصوبہ بنا لیا۔

انٹی گونس نے ان خطرناک حالات میں مشورہ دیا کہ پہلے تو وہ تھبیز والوں کو اپنے زندہ ہونے کا یقین دلائے اس کے بعد ان سے کہے کہ تھبیز کے قلعے میں موجود فوجیوں کو قلعے اور شہر سے نکلنے کی اجازت دی جائے اور جنہیں تھبیز والوں نے قتل کر دیا ہے ان کا معاوضہ دیا جائے۔

انٹی گونس کا خیال تھا کہ اگر تھبیز کی حکومت اور سکندر میں گفت و شنید کا سلسلہ شروع ہو جائے تو سکندر کو تھبیز تک پہنچنے کا وقت مل جائے گا اور تھبیز کے قلعے میں موجود سپاہی بھی زندہ اور محفوظ رہیں گے۔

سکندر نے بیفاسشن سے پوچھا "تو زیادہ تجربہ کار ہے مجھے بتا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

بیفاسشن نے جواب دیا "تھبیز کا محاصرہ پھر جنگ اور فتح کے بعد تھبیز کے اعیانِ حکومت میں اپنی مرضی اور پسند کے چند شرفا شامل کر دیے جائیں جو ہمارے مفادات کی نگرانی کریں گے اور قلعے میں محصور مقدونیوں کو بھی باہر لائیں گے۔"

سکندر نے بیفاسشن کی طرف دیکھا اور پوچھا "تو یہ کیا کہتا ہے؟"

بیفاسشن نے جواب دیا "استاد ارسطو کے بقول پہلے آپ تھبیز پہنچیں' اس کا محاصرہ کریں اور اس کے بعد آپ غور کریں کہ اب آپ کو کیا کرنا چاہیے۔"

سکندر تجویزیں سننے کے بعد خاموش ہو گیا شاید وہ ہر مشیر کے مشورے کی افادیت پر غور کر رہا تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی کے مشورے سے بھی مطمئن نہیں ہے۔

کچھ دیر بعد سکندر نے کہا "لیکن تھبیز کے معاملے میں جملہ یونانی ریاستیں میری حریف بن گئی ہیں اور میں ایک ایسا قدم اٹھانا چاہتا ہوں کہ جس سے جملہ ریاستیں متاثر ہوں۔ میں کسی ایک کو بھی معاف نہیں کروں گا۔"

بیفاسشن کو خیال گزرا کہ شاید سکندر یونان کی جملہ ریاستوں کے خلاف فوج کشی کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ اسے سکندر کی خامی اور ناتجربہ کاری سمجھ رہا تھا "لیکن اس طرح تو ہم اپنے چاروں طرف محاذِ جنگ کھول دیں گے اور ہم ابھی چومکھی لڑنے کے اہل نہیں ہیں۔"

انٹی گونس نے کہا "جب تک ہماری افواج میں غیر معمولی اضافہ نہ ہو جائے اس وقت تک یونان کی جملہ ریاستوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں تو بہتر ہے۔"

بیفاسشن نے مشورہ دیا "پورے فیلقوس عہد میں مقدونیہ کی فوجی قوت تیس ہزار سے آگے نہیں بڑھی اس لیے ہمیں پہلے فوجی قوت میں اضافہ کرنا چاہیے۔"

انٹی گونس نے ہنستے ہوئے کہا "فیلقوس اتنا چالاک تھا کہ اس کے دشمن کبھی بھی یہ نہیں سمجھ سکے کہ مقدونیہ کی فوجی قوت تیس ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔"

سکندر نے اپنے راستوں اور فاصلوں کے متعلق رہنماؤں سے پوچھا "یہاں سے تھبیز کتنی دور ہے؟"

ایک ماہر رہنما نے جواب دیا "تقریباً تین سو میل۔"

سکندر نے پوچھا "ہم یہ فاصلہ کتنے دن میں طے کر سکتے ہیں؟"

رہنما نے جواب دیا "راستے مسطح اور ہموار نہیں ہیں اور اگر ہم صاف ستھری سیدھی میدانی شاہراہوں پر سفر کریں تو تین چار روز میں ضرور پہنچ جائیں گے لیکن دشوار گزار جنگلوں اور اونچی نیچی پہاڑیوں سے گزر کر ہم بیس دن میں یہ فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔"

سکندر نے اعلان کیا "لیکن ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ہم یہ فاصلہ چودہ دن میں طے کرنا چاہتے ہیں۔"

اور اس اعلان کے بعد ہی سکندر نے کوچ کا حکم دے دیا۔ "مسلسل سفر' کم سے کم قیام' رات دن کا خیال کیے بغیر یہ سفر جاری رکھا جائے۔"

سکندر نہ تو خود آرام کرتا تھا اور نہ کسی کو آرام کرنے دیتا تھا۔ یہ سفر چودہ دن کے بجائے تیرہ دن میں ختم ہو گیا اور سکندر تھبیز کے سامنے پہنچ گیا۔

تھبیز والے ابھی کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ سکندر نے ان کی سوچ کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

شہر کے باہر قبرستان کے سامنے سکندر کے لشکر نے قیام کیا۔

دوسرے جرنلوں کا خیال تھا کہ تھبیز کا محاصرہ کر لیا جائے لیکن سکندر نے کہا "ابھی اس کی ضرورت نہیں۔"

اور اس نے تھبیز والوں سے وہی پرانا مطالبہ دہرایا "قلعے میں موجود مقدونوی فوج کو بحفاظت ہمارے پاس پہنچایا جائے اور اب تک جن مقدونوی شہریوں کو بے گناہ مارا گیا ہے ان کا معاوضہ دیا جائے۔"

تھبیز والوں کو سکندر کو اپنے سامنے دیکھ کر حیرت تو ضرور ہوئی مگر انہوں نے کسی خوف کا اظہار نہیں کیا۔ تھبیز کے شرفا کی حکومت کا یہ خیال تھا کہ سکندر کی چند ابتدائی اور اتفاقی فتح مندیوں نے سکندر کا دماغ خراب کر دیا ہے مگر اب تھبیز سکندر کو بتا دے گا کہ جنگ کیا ہوتی ہے اور فتح مندی کسے کہتے ہیں۔

تھبیز کی حکومت نے سکندر کے مطالبات کو مسترد کر دیا اور کہا۔ "ایتھنز اور اسپارٹا میرے ساتھ ہیں دوسری یونانی حکومتیں بھی تیرے مقابلے میں ہماری مدد کریں گی۔"

سکندر کو بڑی حیرت تھی کہ جن ریاستوں کا تھبیز والے ذکر کر رہے تھے وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھیں اور نہ ان کی فوج کا کہیں نام و نشان نظر آ رہا تھا۔ سکندر نے کہا "میں یونان کی دوسری ریاستوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ سرِدست میرا معاملہ تجھ

سے ہے۔ اگر تم لوگوں نے میرے حقیر سے مطالبات پورے نہ کیے تو میں طاقت سے منوالوں گا۔"

اس تنبیہ کے بعد سکندر نے فوراً شہر کے محاصرے کا حکم دیا اور اعلان کیا "میں تھبیز کو وہ سبق دوں گا کہ مجھ سے پہلے کسی نے اپنے مفتوحہ شہر اور شہریوں سے وہ سلوک نہیں کیا ہو گا۔"

تھبیز والے آپس میں کہہ رہے تھے "کیا یہ نوجوان کچھ زیادہ ہی شیخی خورہ نہیں ہے؟"

کسی نے ہنس کر جواب دیا "شیخی خورہ بھی اور خوش فہم بھی۔"

شہر کے حکمران اشراف نے صاف صاف سکندر پر واضح کر دیا۔ "ہم مقدونیہ کو بھی جمہوری ریاست بنائیں گے۔ تو اپنے باپ فیلقوس کے زمانے کو بھول جا جو کہیں مکر سے' کہیں عیاری سے اور کہیں فوجی قوت سے اپنے مقاصد حاصل کر لیا کرتا تھا۔"

سکندر نے جواب میں کہلوا دیا "میں اپنے باپ کے فتوحاتی سلسلے کا تسلسل برقرار رکھنا چاہتا ہوں لیکن میری لشکر کشی اور فتوحات کا تعلق عیاری اور مکاری سے نہیں ہے۔ میں یونانی ریاستوں کو بہت جلد یہ بتا دوں گا کہ جو کام وہ اشرافی' مدنی' مجلسی اور جمہوری طریقوں سے نہیں کر سکتے انہیں مقدونیہ کا بادشاہ یعنی میں انجام دوں گا اور دنیا کو یہ بتا دوں گا کہ یونان کے جملہ طریقہ ہائے حکومت میں صرف بادشاہت کو یہ فخر اور امتیاز حاصل ہے کہ وہ یونان سے نکل کر ایشیا کی معلوم دنیا پر یونان کی طرف سے حکومت کرے۔ ایشیائے کوچک میں نو آبادیاتی یونانی ریاستیں صدیوں سے ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔ اب ان کا یہ انتظار ختم ہونا چاہیے۔"

تھبیز والوں کو ہنسی آ رہی تھی کہ یہ بیس سالہ سکندر کچھ زیادہ ہی خوش فہمی کا شکار ہو گیا ہے اور اپنی اس خوش فہمی میں مقدونیہ کی ریاست بھی گنوا دے گا۔

اشرافی حکومت نے اپنے تیز رفتار ہرکارے تھریسا' بائی زنطہ' ایتھنز اور اسپارٹا روانہ کر دیے لیکن یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ وہ سب باری باری پکڑے گئے اور تھبیز کی امداد طلبی کی درخواستیں مذکورہ ریاستوں تک کبھی بھی نہ پہنچ سکیں۔

اب سکندر کے ماہرینِ جنگ تھبیز کی فصیلوں میں کمزور حصے تلاش کرتے پھر رہے تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ تھبیز کی برسہا برس کی پرانی فصیلیں کہیں نہ کہیں سے کمزور ضرور ہو گئی ہوں گی۔

اسی محاصرے کے دوران سکندر کو بتایا گیا کہ ایران نے مقدونیہ کے خلاف بہت بڑی رقم ایتھنز بھیجی تھی کہ وہ یہ رقم اپنے اتحادیوں میں تقسیم کر دے۔ اس رقم کا کچھ حصہ ہتھیاروں کے ساتھ تھبیز کو بھی دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ آکیڈیا والے تھبیز کی مدد کے لیے روانہ بھی ہوئے مگر وہ راستے میں ایک خاکنائے پر ٹھہر گئے اور وہاں ایتھنز سے مدد کے طور پر ملنے والی رقم کا انتظار کرتے رہے۔

تھبیز کو ابھی تک حالات کی سنگینی کا احساس نہیں تھا۔ انہوں نے بہت بڑی غلطی یہ کی کہ سکندر کے سامنے اپنی شرائط رکھ دیں۔ انہوں نے سکندر کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ دیا "اپنے دو جرنل جن میں پارمینیو شامل ہو ہمارے حوالے کر دو ورنہ قلعے کے سارے فوجی قتل کر دیے جائیں گے۔"

جب ان کا یہ مطالبہ پارمینیو کے سامنے رکھا گیا تو اس نے سکندر کو مشورہ دیا "آپ زیادہ جوش میں نہ آئیں اور کوشش کریں کہ بات جنگ کے بغیر ہی بن جائے۔"

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ پرڈکاس نامی جرنل نے خبر دی کہ اس نے اندر داخل ہونے کی راہ تلاش کر لی ہے۔

اور وہ واقعی دیوار پھاند کے اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اپنے جرنل کا ساتھ دیا اور مار کاٹ کرتے ہوئے دروازہ بھی کھول دیا۔

سکندر بھی اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور مزاحمت کرنے والے تھبیزیوں کا صفایا شروع کر دیا۔

پارمینیو دوسری طرف بڑھ گیا اور انٹی گونس نے تیسرا محاذ سنبھالا اور چند گھنٹوں میں ہی تھبیز والوں کو احساس ہو گیا کہ وہ بہت بڑی غلطی کر چکے ہیں۔ مقدونوی طریقۂ جنگ بتا رہا تھا کہ یہ غیر معمولی لوگ ہیں لیکن انہیں یہ خوشی تھی کہ انہوں نے پرڈکاس کے دستے کا صفایا کر دیا تھا اور پرڈکاس جاں بلب زخمی حالت میں اٹھا کر خیمے میں پہنچا دیا گیا تھا۔

تھبیز والوں نے کچھ ایسی سرفروشی دکھائی کہ سکندر کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

سکندر نے دگرگوں حالت دیکھی تو پارمینیو کو حکم دیا کہ وہ قلعے تک پہنچے اور محصور مقدونوی فوج کو باہر لے آئے۔

یہ جنگ بازاروں' محلوں اور گلیوں تک پھیل گئی۔ مقدونیہ والوں کے لمبے نیزے بہت کام آئے اور پھر جیسے ہی قلعے سے مقدونوی فوجی باہر نکلے تو جنگ کا پانسا ہی پلٹ گیا۔

سکندر نے قاہرانہ حکم دیا "ایک بھی تھبیزی بھاگنے نہ دیا جائے یا تو اسے مقتول ہونا چاہیے یا پھر قیدی اور اس حکم سے کسی کو بھی مستثنیٰ نہ قرار دیا جائے وہ چاہے بچہ ہو' بوڑھا ہو یا عورت ہو۔"

تھبیز کے بازاروں اور گلی کوچوں میں لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ کچھ جان بچا کر نکل گئے اور ایتھنز میں پناہ لی۔ تیس ہزار سے زائد قیدی بنا لیے گئے۔ چار ہزار سے زائد لاشیں بکھری پڑی تھیں اور کچھ عورتیں' بچے اور بوڑھے اپنے اپنے گھروں میں قید ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

سکندر نے ان سب کو بھی حکم دیا کہ وہ تھبیز کے قیدیوں میں شامل ہو جائیں۔

اس کے بعد شہر کو آگ لگا دی گئی۔ ہر طرف آگ کے شعلے نظر آ رہے تھے۔ شہر پوری رات جلتا رہا اور دوسرے دن سکندر نے یہ حکم دیا "جو عمارتیں ابھی تک موجود ہیں انہیں بھی زمیں بوس کر دیا

جائے۔"

جب ہر طرف یہ توڑ پھوڑ جاری تھی تو تھبز کا سب سے مشہور شاعر پنڈار سکندر کے سامنے پیش کیا گیا۔ خلافِ توقع سکندر اس سے بہت اچھی طرح پیش آیا اور حکم دیا "پورے تھبز میں صرف پنڈار کے گھر کو محفوظ رکھا جائے اور مندروں کو بھی باقی رہنے دیا جائے۔"

ہر طرف توڑ پھوڑ جاری تھی اور کئی دن بعد ہنستا کھیلتا پُررونق شہر تھبز نابود ہو چکا تھا صرف مندر اور پنڈار کا گھر قائم تھے اور شاید یہ تھبز کا نوحہ کر رہے تھے۔

سکندر نے قیدیوں کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں بیچ دیا جائے۔ یہ سب کے سب فروخت کر دیے گئے۔ قلعے کو بھی توڑ دیا گیا۔ تھبز کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ لوگ آپس میں باتیں کرتے اور تھبز کا ذکر آتا تو سرد آہ بھر کے کہتے "اس نام کا ایک شہر تھا تو سہی لیکن اب اس کا کہیں وجود نہیں۔"

تھبز کی بربادی نے تمام یونانی ریاستوں کو اتنا خوف زدہ کر دیا کہ کسی ایک ریاست نے بھی تھبز کی بربادی کے سلسلے میں صدائے احتجاج نہیں بلند کی بلکہ کئی ریاستوں نے سکندر کو مبارک باد کے خطوط لکھے۔

ایتھنز بے حد خوف زدہ تھا کہ معلوم نہیں اس کا کیا حشر ہو۔

سکندر نے تھبز کے سلسلے میں یہ حکم دے رکھا تھا کہ اب تھبز کے حوالے سے کوئی بات نہ کی جائے اور نہ تھبز کے کسی فریادی کو اس کے سامنے لایا جائے لیکن ایک دن وہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ ایک انتہائی حسین نوجوان عورت دو بچوں کی انگلیاں تھامے سکندر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اسے کوئی روک بھی نہ سکا۔ اس کا لباس بھی نہایت قیمتی تھا۔ سکندر بھی اس کے حسن سے متاثر ہوا اور اپنے محافظ دستے سے پوچھا "جب میں نے یہ پابندی لگا دی تھی کہ تھبز کے کسی جاندار کو میرے سامنے نہ پیش کیا جائے تو پھر یہ عورت یہاں تک کس طرح آ گئی؟"

عورت نے ایک انگڑائی لی اور کہا "میں کارونیہ کے ایک نامی گرامی جنرل کی بہن ہوں۔ اس نے وہاں بڑی سرفروشی دکھائی تھی اور تیرے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ میرا شوہر تھبز کی جنگ میں مارا گیا۔ تو نے جوشِ انتقام میں شرفا کی عزت و آبرو کا بھی خیال نہیں کیا۔ میں اور میرے بچے مر جانا پسند کریں گے مگر کسی کی غلامی میں نہیں جائیں گے۔"

سکندر کچھ دیر خاموش رہا اور پھر حکم دیا "انہیں چھوڑ دیا جائے۔"

عورت اور دونوں بچوں کو آزادی مل گئی۔

اب ایتھنز کے لوگ اپنی بچت کی فکر میں مشغول تھے۔ وہ تھبز جیسی عبرت ناک تباہی سے خوف زدہ تھے۔ ڈیماس تھینز سب سے زیادہ پریشان تھا۔ حکومت کے ارکان کو ڈیماس تھینز سے شکایت تھی کہ اس نے تھبز کو فوجی مدد نہیں دی تھی۔

اسی دوران سکندر کا ایتھنز کو یہ فرمان ملا کہ ڈیماس تھینز اور اس کے ساتھی ارکان کو مقدونیہ کے حوالے کیا جائے۔

شہری ان چند آدمیوں کے بدلے ایتھنز کو تباہی اور بربادی سے بچانا چاہتے تھے اور یہ فیصلہ کیا کہ سکندر کی بات مان لی جائے۔

شہریوں نے ڈیماس تھینز سے کہا "ایران نے تجھ کو جو مدد دی تھی ہمیں اس کا حساب ملنا چاہیے اس کے بعد تجھے تیرے ساتھیوں کے ہمراہ مقدونیہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

ڈیماس تھینز نے احتجاج کیا اور کہا "ایتھنز والو! تم تو جانوروں سے بھی گئے گزرے نکلے۔ جو کتا بھیڑوں کی نگہبانی کرتا ہے وہ اسے بھیڑیوں کے حوالے نہیں کرتیں۔"

لیکن شہریوں نے مجبوری ظاہر کی "اگر ہم سکندر کا حکم نہیں مانیں گے تو ایتھنز کا حشر بھی تھبز جیسا ہو گا۔"

ایتھنز کے دو دانا آگے بڑھے اور ڈیماس تھینز سے کہا "ہم دونوں سکندر سے بات کریں گے۔ تو ایتھنز میں ہی رہے گا۔"

دونوں ایتھنزی عالم آپس میں کہہ رہے تھے کہ ڈیماس تھینز اور اس کے ساتھیوں کو اگر سکندر کے حوالے کر دیا جائے تو ایتھنز میں رہ کیا جائے گا۔ جب فاتح مقدونوی ایتھنز میں داخل ہوں گے تو ایتھنز کی ہر شے برباد ہو جائے گی اور یہاں کے عالم و خطیب بیچ دیے جائیں گے۔ حالانکہ سکندر کو قابو میں لانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سکندر کی قوت کا رخ موڑ دیا جائے اس سے کہا جائے کہ جو کام فیلقوس بھی نہیں کر سکا اسے وہ انجام دے۔ یعنی متحدہ یونانی فوج کی قیادت سکندر کو قبول کر لینی چاہیے۔ کیونکہ وہ اس کے لیے مناسب ترین آدمی ہے۔ وہ تمام یونانی ریاستوں کو کورنتھ میں جمع کر دیں گے۔

یہ دونوں سکندر کو راستے ہی میں مل گئے اور سکندر سے معافی طلب کرتے ہوئے اپنی حاضری کا مدعا بیان کیا "تھبز نے جو کچھ کیا اسے اس کی سزا مل گئی۔ ایتھنز چاہتا تو تھبز کو فوجی مدد دے سکتا تھا مگر ایتھنز تجھ کو متحدہ یونانی افواج کا سپہ سالارِ اعظم سمجھتا ہے۔ ہم سب کورنتھ چلتے ہیں اور وہاں ساری ریاستوں کے نمائندوں کو جمع کر کے فیلقوس کے منصوبے کو زندہ کرتے ہیں۔"

سکندر خود بھی ایتھنز کو برباد نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ ڈیماس تھینز کی بھی اپنے باپ کی وجہ سے بہت عزت کرتا تھا۔ دونوں ایتھنزیوں کی بات مان لی گئی اور سکندر اپنی فوج کے ساتھ کورنتھ میں مقیم ہو گیا۔

بلکہ یونانی ریاستوں میں ہرکارے دوڑا دیے گئے اور لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔

فرصت کے اوقات سکندر کے لیے بڑے تکلیف دہ تھے۔ وہ کورنتھ کی اونچی پہاڑی پر گیا جہاں تھیٹر کی ایک عمارت واقع تھی۔ سکندر وہاں جا کر بیٹھ جاتا اور اسے یوں لگتا جیسے کورنتھ کے خطیب تقریریں کر رہے ہوں اور وہ انہیں سننے میں منہمک ہے۔

یہاں اسے تھبز کی وہ حسین عورت یاد آئی جو دو بچوں کے

ہاتھ پکڑے اس سے آزادی کا مطالبہ کر رہی تھی۔

پارمینیو اور اینٹی گونس یہ تو محسوس کر رہے تھے کہ سکندر کچھ پریشان ہے مگر انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ تھبز کی ایک بیوہ نے سکندر کو پریشان کر دیا ہے۔

یہ سردیوں کا موسم تھا۔ سکندر اپنے چند محافظوں کے ساتھ پہاڑی کے اوپر خطیبوں کی جائے نشست کی طرف جا رہا تھا کہ اس نے ایک غار کے دہانے پر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک بے نیاز شخص کو دیکھا۔ اس کے قریب ہی لکڑی کا ایک صندوق رکھا ہوا تھا جس میں چار پہیے لگے تھے۔ صندوق کو کھینچنے کے لیے رسی کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔

یہ بے نیاز انسان سردی سے بچنے کے لیے دھوپ لے رہا تھا۔ سکندر اس کے سامنے اس طرح کھڑا ہو گیا کہ وہ شخص دھوپ سے محروم ہو گیا۔

ایک مقامی شخص نے سکندر کو بتایا! "یہ دیو جانس بھی ہے یونان کا مشہور درویش صفت مفکر۔"

سکندر نے اس کا بہت نام سنا تھا اور اسے دیکھنے کی تمنا رکھتا تھا۔ سکندر نے اس سے پوچھا "تو مجھے جانتا ہے؟"

دیو جانس نے جواب دیا "نہیں بالکل نہیں۔"

سکندر نے کہا "میں فیلقوس کا بیٹا سکندر ہوں' مقدونیہ کا بادشاہ۔"

دیو جانس نے کہا "ہوگا۔ میں کیا کروں؟"

سکندر نے کہا "کوئی خواہش ہو تو بتا؟"

دیو جانس نے جواب دیا "میں اپنے غلاموں کے غلام سے کچھ نہیں مانگتا۔"

سکندر اس کے جواب کا مطلب نہیں سمجھا۔ "تو کہنا کیا چاہتا ہے؟"

دیو جانس نے جواب دیا "میں نے نفس کو غلام بنا لیا ہے اور تو اسی نفس کا غلام ہے اس طرح تو میرے غلام کا غلام ہے۔"

سکندر کو شرمندگی ہوئی اور دوبارہ درخواست کی "میں تجھ کو کچھ دینا چاہتا ہوں تو مجھ سے مانگ؟"

دیو جانس نے کہا "بس ذرا ہٹ کے کھڑا ہو جا اور مجھے دھوپ لینے دے۔"

سکندر نے نہایت بے بسی سے کہا "میں نے اتنا بے غرض اور بے لوث انسان نہ تو پہلے کبھی دیکھا ہے اور نہ آئندہ کبھی دیکھوں گا۔"

سکندر نے وہاں سے ہٹ کر لوگوں سے پوچھا "یہ اس کے

پاس خالی صندوق کیوں رکھا ہوا ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا "اس شخص کا کوئی گھر نہیں ہے۔ دن بھر اس خالی صندوق کو کھینچتا پھرتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو اس میں سو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ شخص پکی ہوئی چیزوں سے نفرت کرتا ہے کہتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے انسان کی بہت سی صلاحیتیں ضائع ہو گئیں اور کہتا ہے کہ اسی طرح دیواروں اور گھروں کے اندر رہنے والے انسان بہت سی قوتوں سے محروم ہو گئے۔"

سکندر کے لیے یہ ساری باتیں قابل غور تھیں اور انہیں کسی دیوانے کی بڑ اور مجذوب کی بکواس کہہ کر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سکندر کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ مکانوں اور محلوں میں رہنے والوں کے مقابلے میں خیموں اور کھلے مکانوں میں رہنے والے زیادہ مضبوط اور بہادر ہوتے ہیں اور اسی طرح انسان کے مقابلے میں جانور زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں کیونکہ وہ آگ سے پکے ہوئے کھانے نہیں کھاتے۔

کورنتھ میں ریاستوں کے نمائندے پہنچنے لگے اور یہ لوگ کچھ اس طرح سکندر کی مدح سرائی کر رہے تھے جیسے وہ بیس سالہ سکندر کے بجائے سینتالیس سالہ فیلقوس کے سامنے کھڑے ہوں۔

ان لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ایتھنز والے اسکراتیس کی بات مان لیتے تو جو کام سکندر کو سونپا جا رہا ہے وہ فیلقوس انجام دے چکا ہوتا۔

بالآخر جملہ ریاستوں نے سکندر کو آمادہ کیا کہ وہ یونانی افواج کا سپہ سالار بن جائے اور اکلیز کی طرح ٹرائے پہنچے، یونانی نو آبادیات کو تحفظ فراہم کرے اور یونان کو ایرانی بادشاہت کے خوف سے نجات دلائے۔

کورنتھ سے فارغ ہو کر وہ مقدونیہ چلا گیا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ پھر بھی وہ ڈیلفی کے مندر میں گیا اور دیوی سے پوچھا "میں ایران کو فتح کرنا چاہتا ہوں۔ دیوی تو کیا کہتی ہے؟"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ سکندر نے اپنا سوال پھر دہرایا اور پھر کوئی جواب نہیں ملا۔

اس نے تیسری بار پھر وہی سوال کیا اور کہا "جب تک مجھے میرے سوال کا جواب نہیں ملے گا میں مندر سے باہر نہیں جاؤں گا۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "اپنا سوال واضح کر کہ تو کیا پوچھ رہا ہے؟"

سکندر نے پوچھا "میں ایشیا پر یلغار کرنے جا رہا ہوں مجھے اس میں کامیابی ہوگی یا ناکامی؟"

دیوی نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔

اور جب سکندر نے مسلسل اپنا سوال دہرایا تو جواب ملا "تو اپنے مقصد میں کبھی بھی ناکام نہیں ہوگا۔"

دیوی کے اس جواب نے پہلے تو پیلا شہر میں شہرت حاصل کی، مکانوں، گلی کوچوں، بازاروں اور چراگاہوں میں یہ بشارت گونج رہی۔ چرواہوں نے یہ خبر دور دور تک پہنچا دی۔ یہاں تک کہ پورا یونان اس بشارت سے گونجنے لگا اور سکندر اپنے تصوراتی ہیرو اکلیز بننے کے خواب دیکھنے لگا۔

سکندر نے پارمینیو کو آگے روانہ کر دیا کہ وہ ٹرائے پہنچے اور سکندر کے لیے راہ ہموار کرے۔

اس کے علاوہ سکندر خود بھی ایشیا کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا تھا۔ زینوفن نامی ایک سیاح کی کتاب اس کے ہاتھ آ گئی۔ اس میں ایران اور ایشیا کے حالات بہت تفصیل سے لکھے گئے تھے۔ سکندر اس کتاب کو پڑھتا رہا اور وہاں کے حالات سمجھتا رہا۔

ارسطو نے ایک بار پھر اسے مشورہ دیا "کسی بھی مسئلے پر مسلسل سوچنا اور سوچتے رہنا مفید نہیں ہوتا۔ سوچ اور اس پر فوراً عمل کر اسی میں کامیابی ہے۔"

انٹی پیٹر کو حکم دیا گیا "تو بوڑھا ہو چکا ہے اور تجھ سے زیادہ کوئی اور جنرل وفادار نہیں اس لیے تجھے پیلا میں رہنا چاہیے۔ اور دیکھ تجھے دو شخصیتوں کی ہمیشہ عزت کرنی ہوگی۔ ایک تو میری ماں اولمپیاس ہے جو معلوم نہیں کس وقت کس پریشانی میں مبتلا کر دے لیکن وہ میری ماں ہے۔ اسی طرح استاد ارسطو ہے اس سے بہتر کوئی اور مشورے نہیں دے سکتا۔"

سکندر نے اپنی ماں سے اجازت چاہی "میں ایشیا کو فتح کرنے جا رہا ہوں آپ کا کیا مشورہ ہے؟"

اولمپیاس نے جواب دیا "تو نے تھیبز کو برباد کر کے دوغلی باغی ریاستوں کے حوصلے پست کر دیے۔ اس لیے میں تیری عدم موجودگی میں مطمئن رہوں گی کہ مجھ سے پیلا میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔ تو اطمینان سے ایشیا کو دور تک فتح کرتا چلا جا۔ دیوی کی دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔"

آخر میں سکندر ارسطو سے ملا اور اپنے عزائم کا اظہار کرتے ہوئے کہا "میں نے ایشیا کی تسخیر کا جو خواب بچپن میں دیکھا تھا اب اس کی تعبیر کے لیے ایشیا روانہ ہو رہا ہوں، آپ کی کیا رائے ہے؟"

ارسطو نے جواب دیا "ٹھیک ہے، ارادہ برا نہیں ہے۔ یہ کام جمہوری ریاستوں کو انجام دینا چاہیے تھا لیکن وہ سب تجھ پر اعتبار کرتی ہیں اس لیے جا ایشیا فتح کر اور یونانیوں کے دلوں سے ایران کا خوف نکال دے۔"

سکندر نے اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ کل تیس ہزار فوج تھی جب کہ اس دور دراز سفر کے لیے زیادہ فوج درکار تھی۔

سکندر نے جاتے جاتے انٹی پیٹر کو ہدایت کی "تجھے مزید سپاہی بھرتی کرنا ہوں گے۔ انہیں باقاعدہ تربیت دی جائے گی اور جب انہیں طلب کیا جائے تو فوراً روانہ کر دینا پڑے گا۔"

جو لوہار ہتھیار تیار کرنے میں مشغول تھے انہیں حکم ملا کہ وہ

لمبے نیزوں کی تیاری کو ترجیح دیں کیونکہ سکندر کی قبائلی فوج ان نیزوں سے بہت اچھی جنگ کرتی ہے جبکہ دوسری ریاستوں کی فوجیں چھوٹے نیزوں سے لڑنے کی عادی ہیں اور ان کے چھوٹے نیزے ان بڑے نیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

انٹی گونس نے اسپارٹا کی طرف سے خطرہ ظاہر کیا "اسپارٹا ایران کا حلیف ہے اور وہ ایران سے مستقل مدد لیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تمام یونانی ریاستیں ایران کے خلاف جنگ کرنے کا مشورہ دے رہی تھیں اور آپ کے باپ کو سپہ سالار بنایا گیا تھا تو اسپارٹا اس میں شامل نہیں تھا۔ اسی طرح جب آپ کو سپہ سالار اعظم بنایا گیا تو اس میں بھی اسپارٹا شامل نہیں ہوا۔ اگر آپ کی عدم موجودگی میں ایران کے اشارے پر اسپارٹا نے مقدونیہ پر حملہ کر دیا تو اس وقت ہمیں کیا کرنا ہوگا یا انٹی پیٹر کیا کرے گا، یہ ضرور بتائیں۔"

سکندر نے جواب دیا "اسپارٹا کو تھیبز کے انجام کا پتا ہے اور اب وہ ایسی غلطی نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو تھیبز جیسا حشر اس کا بھی ہوگا۔ اسپارٹا یونان کے نقشے سے غائب ہو جائے گا۔"

سکندر نے تھیبز کو تباہ کرنے سے پہلے ہی یہ سوچ لیا تھا کہ تنہا تھیبز کو برباد کرنے کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ تمام یونانی ریاستیں اس سے خوفزدہ ہو جائیں گی۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا اور اب ایران پر لشکر کشی کرنے سے پہلے اسے یہ یقین ہو چکا تھا کہ اسپارٹا اتنی جرأت نہیں کر سکے گا۔

سکندر نے سیاح زینوفن کی کتاب پڑھنے کے بعد بس ایک خدشہ محسوس کیا۔ ایرانیوں کی بحری قوت شک و شبے سے بالاتر تھی۔ سمندر میں جگہ جگہ ان کے بیڑے گشت کرتے رہتے تھے۔ جبکہ مقدونیہ کے پاس بحری قوت نہیں تھی۔ زینوفن نے اپنی کتاب میں بتایا تھا کہ ایرانی اپنی بحری فوج سے بہت زیادہ فائدے اٹھاتے ہیں۔ بعض اوقات دوسروں کی خشکی کی کامیابیاں بحری بیڑے کی وجہ سے ناکامی میں بدل جاتی ہیں اور پھر ایران کا شہنشاہ اپنے مفتوح کو زیادہ ذلیل و خوار کرنے کے لیے گھٹیا شرائط پیش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ معاہدے پر عمل درآمد کے لیے مفتوح کی اولاد کو یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اگر مفتوح بادشاہ اس پر آمادہ نہیں ہوتا تو اسے اور زیادہ ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔

اولمپیاس کو کچھ اور ہی فکر تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اب جب کہ سکندر کا اثر و اقتدار یونان میں سب سے زیادہ ہے تو یونان کے وہ حصے جہاں سے سونا برآمد ہوتا ہے اب اس پر سکندر کے آدمیوں کو کام کرنا چاہیے اور یہ سونا اولمپیاس کو ملنا چاہیے۔

جب یہ تجویز سکندر کے سامنے رکھی گئی تو اس نے ماں کو یقین دلایا کہ سونا صرف یونان ہی سے نہیں ایشیا کے شہروں سے بھی اس کو پہنچتا رہے گا۔

اولمپیاس نے سکندر میں ایک کمزوری بھی محسوس کی۔ بڑے بڑے جنرل اور شاہی خاندان کے لوگ جب دسترخوان پر بیٹھتے تو ان میں امتیاز ختم ہو جاتا۔ سکندر کو یہ احساس بھی رہتا کہ یہ خاص لوگ عزت افزائی کے مستحق ہیں اور انہیں عزت ملنی ہی چاہیے لیکن اولمپیاس نے سکندر کو سمجھایا "دیکھ لڑکے! دسترخوان پر تو جس کو جو عزت دیتا ہے وہ انہیں ہر جگہ نہیں ملنی چاہیے۔ اگر تو نے یاد نہ رکھا تو ایک دن یہ لوگ تیرے لیے مصیبت بن جائیں گے۔"

پارمینیو نے ٹرائے میں سکندر کا کچھ عرصہ انتظار کیا۔ اس کے بعد مقدونیہ واپس پہنچ گیا۔ سکندر بھی یہی چاہتا تھا۔ وہ ٹرائے اور ایران کی بحری قوت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اور یہ ساری معلومات کوئی شخص بھی لکھ کر نہیں دے سکتا تھا کیونکہ پارمینیو ہو یا کوئی اور اسے کیا معلوم کہ سکندر کیا جاننا چاہتا تھا۔ اور جب اسے یہی نہیں معلوم کہ سکندر کی مطلوبہ معلومات کیا ہیں تو وہ انہیں اپنے خطوط یا روزنامچوں میں لکھے گا کس طرح۔ سکندر کو جو فوج میسر آئی تھی وہ مقدونوی فوج کہلاتی تھی لیکن یہ سب مقدونوی نہیں تھے۔

مقدونیہ کے شمال میں آباد مختلف قبائل اور قومیتوں کے یہ لوگ مقدونوی فوج میں ملازمت کر کے مقدونوی ہو گئے تھے۔ پیشوں کے اعتبار سے یہ سب خاص پیشہ ور سپاہی نہیں تھے۔ ان میں کوئی کاشتکاروں کی نسل سے تعلق رکھتا تھا، کوئی مچھیرا تھا، کوئی ہنرمند تھا، کوئی تجارت پیشہ تھا۔ خاص مقدونیہ کے لوگ کسان تھے اور یہ لوگ ہتھیار سنبھال کے اس لیے فوجی بن گئے تھے کہ اس خطرناک پیشے سے کم وقت میں زیادہ دولت ہاتھ آ جاتی تھی۔ یہ سپاہی دو چار جنگوں میں حصہ لے کر کمایا ہوا مال سمیٹ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ ان کی جگہ دوسرے ان ہی جیسے غرض مند فوج میں شامل کر لیے جاتے تھے۔ ایسی فوج کو یونان سے دور دراز زمینوں میں لے جانا ایک مسئلہ تھا۔ یہ تھوڑے تھوڑے عرصے بعد اپنے گھروں کو واپس جانے والے لوگ ایشیائی زمینوں میں طویل مدت تک کس طرح رہیں گے اور اگر رہیں گے تو کیا وہاں انہیں اپنا وطن، اپنی زمین، اپنے گھر والے اور اپنے لوگ نہیں یاد آئیں گے۔ یہ یادیں انہیں شجاعت و استقلال کی طرف سے غافل اور کمزور کر سکتی ہیں۔ اس کا اثر یورش و یلغار پر پڑے گا۔ اس کمزوری پر کس طرح قابو پایا جائے، سکندر اس پہلو پر بھی غور کر رہا تھا۔

لیکن اکلیز بہادر کی طرح سکندر کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دینے کے لیے بے چین تھا۔

ان مسائل پر غور کرنے کے لیے ارسطو کی ذات موجود تھی۔

ارسطو نے سکندر کی مشکلات اور نامعلوم پیش آنے والی مزاحمتوں اور دشواریوں کے بارے میں سیدھا سادہ مشورہ دیا "اگر تو ایک عام بادشاہ اور فاتح کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتا ہے تو مقدونیہ پر قانع رہ۔ کبھی کبھی یہاں کی ریاستوں سے جھگڑے کر۔ انہیں شکستیں دے اور ان سے سونا چاندی حاصل کر اور عیش کی زندگی بسر کر۔"

اس مشورے میں اولیپیاس کو بھی شامل کرلیا گیا اور سکندر نے پوچھا "میرا باپ بھی تو یونان سے نکل کر ایشیائی ملکوں اور بالخصوص ایران کو فتح کرنا چاہتا تھا تو اس نے کیا سوچا تھا؟ اس کے دل و دماغ میں کیا منصوبے تھے۔"

اولیپیاس نے جواب دیا "فیلقوس کی سوچ سیدھی سادی تھی۔ اسے ہمیشہ یہ یقین ہوتا تھا کہ وہ جس مہم کا آغاز کررہا ہے اس میں کامیابی یقینی ہے' اب صرف سوچنے کی بات یہ رہ جاتی ہے کہ اس مہم کا مقصد اور اس کا حاصل کیا ہوگا۔"

سکندر نے کہا "جب کورنتھ میں یونانی ریاستوں کے نمائندے جمع ہوئے تھے تو وہاں میں بھی موجود تھا اور میرے سامنے ہی یونانی ریاستوں سے متحدہ افواج کا قیام طے پاگیا تھا اور اس کی سپہ سالاری کے لیے فیلقوس پر اتفاق کرلیا گیا تھا مگر مجھے یاد ہے کہ وہاں کسی لمحے بھی یہ سوال زیر بحث نہیں آیا تھا کہ اس مہم کا مقصد کیا ہے اور اس سے ہمیں حاصل کیا ہوگا۔"

اولیپیاس نے جواب دیا "اس وقت فیلقوس سے میرے تعلقات کشیدہ تھے اس لیے میں نہیں کہہ سکتی کہ فیلقوس نے یہ منصوبہ کیوں بنایا تھا اور اس کی نظر میں اس کا حاصل کیا تھا مگر ایسے موقعوں پر وہ اکثر یہی کہتا تھا کہ ایسی مہمات سے اسے مال و زر بھی حاصل ہوتا ہے اور غیر معمولی شہرت بھی مل جاتی ہے۔"

ارسطو اولیپیاس کے تجزیے سے بہت خوش ہوا "جب کوئی واضح مقصد متعین کرلیتا ہے تو گویا وہ پچاس فیصد کامیابی سے ہمکنار ہوجاتا ہے کیونکہ اسے کامیابی کے اجزا کا علم ہوتا چلا جاتا ہے اور کامیابی اس کے قدم چومنے لگتی ہے۔"

اسی نشست میں ارسطو نے سکندر کی ایک نئی سمت میں رہنمائی کی۔ ارسطو نے کہا "ایشیا میں ایک نئی قوت پیدا ہوچکی ہے تجھے اس قوت کا بھی مقابلہ کرنا ہوگا۔"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "ایشیا میں ایران کا بادشاہ دارا بہت بڑی قوت ہے کیا یہ نئی قوت دارا سے بھی بڑی قوت ہے؟"

ارسطو نے جواب دیا "ہاں اس سے بھی بڑی قوت ہے۔"

سکندر نے پوچھا "کیا میرا کے کتب خانے کی کسی کتاب میں اس قوت کا ذکر ہے؟"

ارسطو نے جواب دیا "نہیں' ابھی تک تو نہیں ہے لیکن میری نظر دیکھ رہی ہے کہ اس قوت کا ذکر دنیا بھر کی کتابوں میں جگہ پاجائے گا۔"

سکندر ایک نئی سوچ میں مبتلا ہوگیا۔

ارسطو نے اسے سمجھایا "تیرے خدمت گار اور فوجی اپنی خدمات کا صلہ کس طرح حاصل کرتے ہیں؟"

سکندر نے جواب دیا "میرے محل کے خدمت گار اپنی خدمات کے صلے میں مجھ سے اناج لیتے ہیں' پہننے کے لیے کپڑے لیتے ہیں اور سپاہی دشمن سے چھینا ہوا سامان لیتے ہیں۔ سونے اور چاندی سے بنے ہوئے کنگن اور مہریں حاصل کرتے ہیں۔"

ارسطو نے پوچھا "جب تیرے یہ فوجی اپنے علاقوں اور خاندانوں کو واپس جاتے ہیں تو انہیں اپنی ضرورت کی یہ چیزیں کس طرح حاصل ہوتی ہیں؟"

سکندر نے جواب دیا "جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ دوسرے سے اپنے مطلب کی چیزیں لے کر اپنی چیز دے دیتا ہے۔ یعنی چیز کے بدلے چیز لیکن سونے اور چاندی سے تقریباً ہر چیز مل جاتی ہے۔ ایتھنز نے چاندی کی مہریں بنوا رکھی ہیں' ان مہروں پر الو کی شکل بنی ہوئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی مہریں اور بڑی بڑی مہریں' یہاں تک کہ ٹیلنٹ نامی بڑی مہر تقریباً ستائیس سیر چاندی کی ہوتی ہے۔ جس کے پاس ایک ٹیلنٹ بھی ہو وہ بہت مالدار کہلاتا ہے۔"

ارسطو نے سکندر کو سمجھایا "جسے تو مہر کہہ رہا ہے یہ ایک سکہ ہے۔ ایشیا میں اس کا بڑا رواج ہے' وہاں کی حکومتیں سونے اور چاندی کے سکے ڈھلواتی ہیں۔ سکے ڈھلوانا حکومت کا کام ہے کوئی دوسرا شخص یا ادارہ یہ کام نہیں کرسکتا اور اگر کرے گا تو اسے جرم سمجھا جائے گا۔"

سکندر سکوں کے بارے میں خوب غور کرتا رہا مگر ان کی افادیت نہیں سمجھ سکا' پوچھا "سونے چاندی کے سکوں کو ڈھلوانے کا فائدہ؟"

ارسطو نے جواب دیا "یہ سکے انسانی ضروریات کے مبادلے کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ ایشیائی انسانوں کو اپنی ضرورت کی ہر چیز انہی سکوں کے عوض مل جاتی ہے جس سے انہیں غیر ضروری محنت اور نقل مکانی نہیں کرنا پڑتی۔ انہیں ان کی خدمات کے صلے میں یہ سکے دے دیے جاتے ہیں اور وہ ان سکوں کے ذریعے اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کرلیتے ہیں۔"

سکندر ابھی تک بظاہر اس غیر ضروری موضوع کا مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔

ارسطو نے اس کو سمجھایا "تو جن کے مقابلے پر جارہا ہے ان آسودہ حال لوگوں کو تیرے آدمیوں کی طرح نہ تو گھر کی فکر ہوتی' نہ خاندان کی اور نہ ضروریاتِ زندگی کی کیونکہ جملہ ضروریاتِ زندگی کی بنیادی کنجی ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے جب کہ تیرے آدمی چیزوں کا بوجھ اٹھائے مارے مارے پھر رہے ہوں گے اور جو چیز جس کے پاس ہوگی اس کے لیے وہ ایسے آدمی تلاش کررہا ہوگا جس کے پاس اس چیز کی جگہ وہ چیز ہوگی جس کی اسے ضرورت ہے۔ یہ دونوں باہمی رضامندی سے معاملہ طے کرنے میں اپنا بہت سارا وقت ضائع کردیں گے اور یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی بات بنے گی بھی یا نہیں۔ کیونکہ دونوں کے پاس موجود چیزوں کی قیمتوں کا مساوی ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ ایسا ہونا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔ اسی لیے میں ایشیائی سکے یا زری نظام کو دنیا کی ایک نئی قوت قرار دے رہا ہوں۔ ایران کو یہ قوت حاصل ہے جب کہ تو اس قوت سے محروم ہے اور اسی لیے میں نے تجھ کو یہ مشورہ دیا ہے کہ تو اپنے آس پاس پر قناعت کر اور ایشیا کی معلوم اور

نامعلوم دنیاؤں کا خیال اپنے دل و دماغ سے نکال دے۔"

سکندر اپنے استاد کی ہر بات ماننے کے لیے تیار تھا لیکن ایران کے خلاف فوج کشی سے خود کو نہیں روک سکتا تھا۔

ارسطو کا خیال تھا کہ سکندر ان تمام باتوں کے بعد تذبذب کا شکار ہوجائے گا اور شاید فی الحال اسے ایشیا جانے کی مہم ترک کردینی پڑے لیکن سکندر نے اس تفصیلی گفتگو سے بڑا فائدہ اٹھایا۔

سکندر کو انسانی سرشت کا خوب اندازہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ انسان فطری طور پر حریص' خود غرض' غیر وفادار' موقع پرست' عجلت پسند اور ماحول کے مطابق رنگ ڈھنگ اختیار کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر اس کی ان تمام کمزوریوں کو نظر میں رکھ کر اس سے کام لیا جائے تو ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پارمینیو واپس آچکا تھا۔ اس نے سکندر کو بتایا "بس سمندری سفر کسی قدر مخدوش ہے کیونکہ ایشیائے کوچک کے کسی ساحل پر ہمیں کوئی ایرانی بحری بیڑہ پریشان بھی کرسکتا ہے اور نقصان بھی پہنچاسکتا ہے لیکن اگر ہم کسی طرح ٹرائے' ملی تس یا ایفی سس کی قدیم بندرگاہوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تو ہمارے سامنے وہ شاندار علاقہ ہوگا جو ہماری مدد بھی کرے گا' ہمیں خوش آمدید کہے گا' ہماری رہنمائی کرے گا اور اس نئے علاقے کے لیے معلومات بھی فراہم کرے گا۔ ایفی سس وہ علاقہ ہے جہاں مشرقی روایات کے مطابق سات بزرگ صدیوں سے سوئے ہوئے ہیں اور انہیں ایک ایسے زمانے کا انتظار ہے جس میں کسی حق پرست بادشاہ کی حکمرانی ہوگی۔ شاید وہ حق پرست بادشاہ آپ ہی ہوں۔ اگر ہم انہیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوگئے کہ یہ سات سونے والے جس عہد اور بادشاہ کے انتظار میں سوئے ہیں وہ یہی عہد ہے اور وہ یہی بادشاہ سکندر ہے تو ہمارے سارے کام آسان ہوتے چلے جائیں گے۔"

سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اگر سمندری سفر مخدوش ہے' یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ساحل تک پہنچ ہی نہ سکیں اور انجام کار یہاں سے نکلنے کے بعد نہ تو ہم مقدونیہ کی زمین ہی دوبارہ دیکھ سکیں اور نہ ایشیائے کوچک کے کسی ساحل پر اترنا نصیب ہو اور ہم سب مچھلیوں کی خوراک بن جائیں۔"

پارمینیو نے سکندر کو مایوس اور افسردہ دیکھا تو ڈھارس بندھائی "کسی بڑے اور عظیم الشان مقصد کے لیے ہمیں یہ خطرات مول لینا ہی پڑیں گے۔"

تھبز کے محاصرے کے دوران شہر میں کود جانے والا پرڈکاس اب صحت یاب ہوچکا تھا اور اسے ایشیا جانے کا بڑا شوق تھا۔ سکندر اور پارمینیو کی باتیں سننے کے بعد کہنے لگا "یہ بالکل درست ہے کہ کسی بڑے اور عظیم الشان مقصد کے لیے ہمیں خطرات مول لینا ہی پڑتے ہیں یہی سوچ تھی کہ میں تھبز میں کود گیا تھا اور میں نے اتنے زخم کھائے تھے کہ زندگی کی امید ہی جاتی رہی تھی۔ اس میں میرے اسی ساتھی مارے گئے تھے۔ تھبز فتح کرلیا گیا اور میں بچ گیا اس کے بعد میرے اسی ساتھیوں کی طرح تھبز کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔" اس کے بعد پرڈکاس نے سکندر کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا "جناب! میں نے تو یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ یا تو میں سرزمینِ ایشیا پر اپنے قدم رکھ دوں گا یا بحیرۂ ایجین کی مچھلیوں کی خوراک بن جاؤں گا۔"

پرڈکاس کی ولولہ انگیز گفتگو نے سکندر کے حوصلے کو مہمیز دی اور اس نے ایشیا جانے کا قطعی ارادہ کرلیا۔ حکم دیا "ایسے آدمیوں کو تلاش کیا جائے جو ایشیا میں رہ چکے ہوں اور وہاں سے متعلق معلومات رکھتے ہوں۔ ایسے لوگ بھی لائے جائیں جو راستوں کے یاد رکھنے کا غیر معمولی شعور رکھتے ہوں' ایسے لوگ بھی جو وہاں کے زری نظام کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں' بڑھئی' لوہار' رسے بٹنے والے اور ایسے ہنرمند جو متحرک برج اور مینارے تیار کرسکیں۔ منجنیقوں کے استاد اور منجنیقوں جیسی چھوٹی مشینیں بنانے والے دوسرے کاری گر' ان سب کو اکٹھا کیا جائے۔ ان لوگوں میں تخلیقی صلاحیتیں ہونی چاہئیں ورنہ عام کاری گر اور ہنرمند بہت مل جائیں گے۔"

اینٹی گونس اور پارمینیو کو سکندر کی اگر کسی بات سے اختلاف تھا تو اس سے کہ سکندر ہر معاملے میں جزئیات اور تفصیل میں بہت زیادہ جارہا تھا۔

اینٹی پیٹر اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اور سکندر کی نیابت کے سبب پیلا میں رہنے پر مجبور تھا اس لیے اسے اس مہم سے دلچسپی نہیں ہونا چاہیے تھی مگر وہ اس میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ صرف یہ جاننے کے لیے کہ سکندر میں کتنی قائدانہ لیاقت پائی جاتی ہے اور وہ ایک قائد کے علاوہ بلند پایہ منتظم بھی ہے یا نہیں۔ اس نے اب تک جو کچھ دیکھا اور سمجھا تھا اس سے بہت مطمئن تھا۔

اولیپیاس کو مستقل یہی شکایت تھی کہ سکندر اپنے رفیقوں کے درمیان فاصلے کو بڑھانے کے بجائے کم کرتا چلا جارہا ہے۔ اس نے اینٹی پیٹر سے کہا "تو سکندر کو سمجھا کہ وہ اپنے رفیقوں سے کام تو ضرور لے لیکن انہیں یہ احساس دلاتا رہے کہ وہ سکندر کے رفیق نہیں اجیر کارندے ہیں۔"

اینٹی پیٹر نے ہنستے ہوئے کہا "آپ بادشاہ کی ماں ہیں اور میں بادشاہ کا ایک اجیر کارندہ۔ یہ راز کی بات آپ خود ہی بادشاہ کو بتادیں' کسی اور کو یہ بات نہ بتایئے گا ویسے میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی یہ بات میرے دل میں ہمیشہ امانت کی طرح محفوظ اور مخفی رہے گی۔"

اولیپیاس نے اینٹی پیٹر کے طنز آمیز جواب کا مفہوم سمجھ لیا مگر ضدی عورت اپنی بات پر اڑی رہی اور کہا "میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں راز کی کوئی بات نہیں کیونکہ میں ہر چھوٹے بڑے سلطنت

کے عہدے دار کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ وہ بادشاہ کے مقام اور اجیر کارندے کی حیثیت کے فرق کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔"

سکندر اپنی مہم کی تیاری میں اتنا مصروف ہوا کہ اولمپیاس سے ملاقات دشوار ہو گئی۔ اس کے طرزِ عمل سے ایسا لگتا تھا جیسے اب اولمپیاس کی اس کی نظر میں کوئی خاص اہمیت نہیں رہ گئی تھی۔ سکندر کی اپنے فوجی افسروں پر مہربانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ جنہیں بادشاہ سکندر کے اجیر خدمت گار سمجھ رہی تھی انہیں سکندر سرکاری زمینیں بخش رہا تھا۔ مقدونیہ کے بہت سے علاقے جرنلوں کو بخش دیئے گئے۔

انٹی پیٹر، پارمینیو اور انٹی گونس، ہیفاسشن اور پرڈکاس حیران تھے کہ سکندر اتنی فیاضی سے کام کیوں لے رہا ہے اور اس تقسیم کے بعد خود سکندر کے پاس کیا بچے گا؟

پرڈکاس نے تخلیے میں سکندر سے دریافت کیا "آپ نے مقدونیہ کے سارے علاقے فوجی افسروں میں تقسیم کر دیے، آپ نے اپنے لیے کیا بچایا؟"

سکندر نے جواب دیا "صرف قسمت۔"

اس مختصر جواب نے پرڈکاس کو الجھن میں ڈال دیا اور وہ سوچتا ہی رہ گیا کہ اس طرح سکندر کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اس سوال کا جواب سکندر نے اپنے استاد ارسطو کو دیا۔ وہ انتہائی مطمئن انداز میں اپنے استاد سے ملا "استاد محترم! میں نے اپنے فوجیوں کو اتنا مطمئن کر دیا ہے کہ اگر میں سالوں مقدونیہ واپس نہ آؤں تو میرے فوجی جرنل واپسی کے لیے مجھے پریشان نہیں کریں گے کیونکہ ان کے پیچھے ان کے خاندان میری عطا کی ہوئی زمینوں سے روزی حاصل کرتے رہیں گے اور فتوحات سے دشمنوں سے جو کچھ ملے گا وہ ان زمینوں کے علاوہ ہو گا۔ مقدونیہ کی زمینوں کے یہ مالک ایران کے نظامِ زر کے شکار ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ اگر وہ کبھی ایران میں مستقل رہ جانے کے لیے سوچیں گے تو انہیں مقدونیہ کی زمینیں ضرور یاد آئیں گی۔ اگر ان کی یہ زمینیں ان کی غداری کی وجہ سے چھن جائیں تو ان کے خاندان معاشی طور پر تباہ و برباد ہو جائیں گے اس طرح میں نے ان کی وفاداریوں کو استحکام بخش دیا ہے۔"

ارسطو نے کہا "تو نے جو کچھ سوچا بہت خوب ہے لیکن سنا ہے کہ تیری ماں زمینوں کی تقسیم سے بالکل خوش نہیں۔"

سکندر نے کہا "میری ماں اولمپیاس میرے فوجی افسروں کو اجیر خدمت گار کہہ کر انہیں ذلیل و خوار کرتی رہتی ہے جب کہ میں نے انہیں اپنی حکومت میں شریک کر کے برابری کا درجہ دے دیا ہے۔ ان کی عزتِ نفس میں اضافہ کیا اور اب وہ جو فتوحات حاصل کریں گے بظاہر ہم سب کے لیے ایسی فتوحات جن میں سبھی حصے دار ہوں گے مگر حقیقتاً وہ ساری فتوحات میرے لیے ہوں گی۔ اس وقت ایران کا بادشاہ 'بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ کہلاتا ہے اس وقت میں شہنشاہ کہلاؤں گا' یہی میرا حاصل ہو گا اور یہی میری قسمت۔"

ارسطو محسوس کر رہا تھا کہ اس کی تعلیمات نے سکندر کو بالکل ارسطو جیسا بنا دیا ہے ٹھیک اسی کی طرح وہ اپنے مسائل پر اسی طرح سوچ رہا تھا جس طرح سوچنے کی ارسطو نے تعلیم دی تھی۔ وہ مسائل کے حل اسی طرح تلاش کر رہا تھا جس طرح ارسطو نے اسے ذہن نشین کرایا تھا۔

اس موقع پر ارسطو نے سکندر کو نہ تو کوئی نصیحت کی اور نہ کسی قسم کی ہدایت بلکہ ایک فرمائش کر دی "وہ ایشیائی پرندے، اور پودے جو مقدونیہ میں نظر نہیں آتے انہیں بھیجتے رہنا۔"

وہ میزا سے اٹھ کے شاہی محل پہنچا اور اپنی ماں سے ملاقات کی۔ اولمپیاس سکندر کو دیکھتے ہی لال بھبوکا ہو گئی "میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اپنے اور فوجی افسروں کے درمیان فاصلہ رکھنا مگر تو نے اپنی بادشاہی میں انہیں بھی شریک کر لیا۔ یہ سب کیا ہے، میں سمجھنے سے قاصر ہوں؟"

سکندر نے ارسطو سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا "میں استاد ارسطو سے آخری ملاقات کر کے آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ کچھ پتا نہیں کہ آپ سے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔"

اولمپیاس نے شور مچانا شروع کر دیا "تو اپنی بات کر رہا ہے اور میری بات کا جواب گول کر گیا۔"

سکندر نے کہا "بادشاہ میں ہوں فیصلے مجھے کرنے ہیں اور آج پہلی بار میں یہ فرمان جاری کروں گا کہ جملہ شاہی فرامین میں اپنے دستخطوں اور مہروں سے جاری کیا کروں گا۔ میرے سوا کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔"

اولمپیاس نے سر کے بال کھول دیے اور کپڑے پھاڑنے لگی۔ "تجھے بھی نہیں، مجھے بھی نہیں۔"

سکندر نے جواب دیا "ہاں آپ کو بھی نہیں۔ میں نے آپ کے بطن میں جو وقت گزارا ہے میں اس سے زیادہ ہی خراج ادا کر چکا ہوں۔ آپ ماں کی طرح رہیں اس سے زیادہ کے لیے اصرار نہ کریں۔"

اولمپیاس کا سارا جوش اور جنون غائب ہو گیا۔ شاید اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی تھی کہ سکندر فیلقوس نہیں ہے اور جن حربوں سے وہ فیلقوس کو زیر کر لیا کرتی تھی انہیں سکندر پر نہیں آزمایا جا سکتا۔

"میں تجھے خط لکھتی رہوں گی۔"

سکندر خاموشی سے اٹھا اور ماہر انجینئر دیادس کے پاس گیا۔

دیادس نے بہت ساری سیڑھیاں تیار کروالی تھیں اور منجنیقیں بھی تیار ہو رہی تھیں۔

سکندر نے کام رکوا دیا "تجھے اپنا ہر کام یہ سوچ کر کرنا چاہیے کہ تیری تیار کردہ چیزیں فوج کے لیے بوجھ نہ بن جائیں۔ بہت ساری سیڑھیاں اور منجنیقیں بوجھ بن جائیں گی اور ہم انہیں جہازوں پر لاد کر کس طرح ایشیائے کوچک کے ساحل تک پہنچیں گے۔"

دیادس حیرت سے اس بیس اکیس سالہ ناتجربے کار نوجوان کو دیکھنے لگا "کیا ہم ایران کی سیر کرنے جا رہے ہیں جو منجنیقوں اور سیڑھیوں کو بھاری بوجھ سمجھ کر یہیں چھوڑ جائیں گے۔"

سکندر نے ایک ماہر سیاس اور کہنہ مشق جرنل کی طرح دیادس کو مشورہ دیا "یہ کام ایشیائے کوچک کے شہروں میں بھی ہو سکتے ہیں کم سے کم سیڑھیاں اور زیادہ سے زیادہ رسے بس یہ دو چیزیں ہمارے ساتھ ہونی چاہئیں۔"

دیادس نے کوئی سوال تو نہیں کیا بس اپنے چہرے پر تحیر کی کیفیت طاری کر لی۔ سکندر نے کہا "رسوں میں کانٹیں لگا کر سیڑھی کا کام لیا جائے۔"

دیادس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ اس ماہرانہ مشورے اور اس کی افادیت کو دیادس سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے اپنی حیثیت کو سنبھالا دینے کی کوشش کی "کیا ایشیائے کوچک کے ساحل پر اترتے ہی ہمیں ایرانی فوجیوں کا مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا؟"

سکندر نے جواب دیا "یہ ساری باتیں مجھے سوچنا ہیں اور میں تیرے اس سوال پر کئی دن پہلے ہی غور کر چکا ہوں۔"

اس کے بعد سکندر نے ہیفاسشن کو اعتماد میں لیتے ہوئے کہا۔ "دیادس نہیں جانتا کہ ایشیائے کوچک میں یونانی نو آبادیاتی شہر اور قصبے میرا انتظار کر رہے ہیں اور ایران اپنے طاقت کے نشے میں چور اسپارٹا جیسے دوست کی موجودگی میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یونان کی کوئی ریاست اس پر حملہ کرنے کی جرأت کر سکتی ہے پارمینیو پہلے ہی ان شہروں کا جائزہ لے کر واپس آ چکا ہے۔ اس نے یہاں دور دور تک ایرانی فوج نہیں دیکھی۔ اس کے علاوہ ایران کے بارے میں مجھے اب تک اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ایران میں گاؤں اور قصبے کم ہیں۔ بہت سی زمینیں خالی پڑی ہوئی ہیں۔ آبادی شہروں میں پائی جاتی ہے۔ پورا ملک تین طبقوں پر مشتمل ہے۔ پہلا مذہبی گروہ ہے جس میں بادشاہ کی ذات بھی شامل ہے دوسرا طبقہ فوجیوں کا ہے اور تیسرے طبقے میں کاشتکار، تاجر اور ہنرمند آ جاتے ہیں۔ سپاہیوں کو کھلے میدانوں میں لڑنے کی عادت ہے اور یہ کھلے میدان عموماً دوسرے ملکوں کے ہوتے ہیں۔ ابھی تک ایرانیوں نے جارحانہ جنگیں لڑی ہیں۔ لیکن اب میں ان کو ان کی اپنی زمین پر مدافعانہ جنگیں لڑنے پر مجبور کروں گا۔ وہ پہاڑی علاقوں میں ہمارے سپاہیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور میدانی علاقوں میں ان کے سامنے ایک ایسا دشمن صف آرا ہو گا جس نے ایران کے پہاڑی علاقوں پر پہلے ہی فتح حاصل کر لی ہو گی۔"

سکندر کے جوہر اس کے منصوبوں سے کھلتے جا رہے تھے۔

اپنی جملہ تیاریوں کے ساتھ یونانی افواج درۂ دانیال میں داخل ہو گئیں۔ اسپارٹا کی نظریں مقدونیہ پر تھیں اور وہ سکندر کو مضطربانہ اور متجسسانہ نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا۔ آخری وقت تک اسپارٹا کو یہ پتا نہ چل سکا کہ سکندر ایران کی تسخیر کے لیے مقدونیہ سے نکلا ہے یا وہ یونان ہی کے کسی دور دراز علاقے کی سیر و تفریح کرنا چاہتا ہے۔

سکندر نے بھی اپنے عزائم کو چھپائے رکھا۔

بطلیموس محسوس کر رہا تھا کہ سکندر نے اسے اپنی فوج میں شامل تو کر لیا ہے مگر پتا نہیں کہ وہ اس سے کیا کام لے گا۔ سکندر نے فوج کو سمندر میں اتارنے سے پہلے ہی فوج کا میمنہ بطلیموس کے سپرد کر دیا... اور سکندر کی اس نوازشِ خاص سے بطلیموس کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔

عین موقع پر سکندر کو میزا کے پریوں والے مندر کا کاہن ارسٹانڈر یاد آ گیا۔ اس کاہن کی کئی پیش گوئیاں درست ثابت ہو چکی تھیں۔ سکندر اس کے پاس خود پہنچا اور حکم دیا "تجھ کو ہمارے ساتھ ایران چلنا ہے۔ وہاں تیری پیش گوئیوں کی ضرورت پیش آ رہی گی۔"

ارسٹانڈر اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہ تھا مگر یہ جانتا تھا کہ سکندر کا حکم نہ ماننے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔

وہ ارسٹانڈر کو لیے ہوئے اپنی افواج میں پہنچا تو بطلیموس نے ہنستے ہوئے پوچھا "شاہی فرامین آپ جاری کریں گے۔ جرنلوں کو مشورے آپ دیں گے اپنا روزنامچہ آپ خود لکھیں گے میں حیران ہوں کہ آپ کیا کیا کریں گے۔ اپنے حصے کا کچھ کام میرے سپرد کر دیجئے۔"

سکندر نے جواب دیا "تو بچپن سے میرے اقتدار میں شرکت کا خواہش مند رہا ہے، تیری وہ خواہش ابھی دل و دماغ میں موجود ہے۔ ٹھیک ہے میری طرح تو بھی روزنامچہ لکھتا رہ۔ ممالک کو فتح کر، کسی ایک ملک کا بادشاہ تجھے بھی بنا دیں گے۔"

بطلیموس ہنسنے لگا "میں روزنامچوں اور حکومت کی بات نہیں کر رہا ہوں کیونکہ جب کئی ملک فتح ہوں گے تو کسی ایک ملک کا بادشاہ میں بھی بن جاؤں گا۔ مجھے تو اس پر ہنسی آ رہی ہے کہ ان ساری تیاریوں میں عورت کا کہیں ذکر نہیں۔ کیا ہمیں عورتوں کی ضرورت نہیں پیش آئے گی؟"

سکندر نے استاد ارسطو کا ذکر کیا "کیا تو اپنے استاد کی 'کیا ہے اور کیوں ہے' کے بنیادی سوالوں سے غافل ہو گیا؟"

بطلیموس نے جواب دیا "میں نے بہت غور کیا تو یہی جواب ملا کہ عورت مرد کی دل بستگی کا ایک ذریعہ ہے اور 'کیوں ہے' کا یہ جواب ہے کہ اس سے نسلِ انسانی کی افزائش ہوتی ہے۔"

سکندر نے کہا "تو کیا ہم دل بستگی اور سیر و تفریح کے لیے اپنے وطن کو چھوڑ رہے ہیں۔ اگر اس سفر کا یہ مقصد ہوتا تو ہمارے ساتھ عورت بھی ہوتی اور رہ گئی نسل کی افزائش تو یہ کھیتی باڑی بھی فی الحال ہمارا مطمحِ نظر نہیں۔ دل بستگی کے لیے مفتوح اقوام کی عورتیں اور لڑکیاں بہت مل جائیں گی اور دل بستگی کے بعد افزائشِ نسل کا سلسلہ خود بخود جاری ہو جائے گا۔"

سکندر اپنے سیاہ گھوڑے بیوسی فالس پر سوار ہو گیا اور فوج

وہ دوانیال کے ساحل کی طرف روانہ ہو گئی۔

○☆○

ہوا موافق تھی۔ چھوٹی بڑی کشتیاں اور جہاز ایشیائے کوچک کے ساحل کی طرف بڑھے تو یہ گمان ہوتا تھا جیسے تاجر اپنے اپنے سامانوں سے لدے پھندے ایشیائی شہروں تک جا رہے ہیں۔ انہیں جن جہازوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا ان میں سکندر کے نگراں اور جاسوس سوار تھے۔ ان کی تیز نظریں سمندر میں ایرانی جہازوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ ایرانی جنگی جہاز ان کے لیے خطرہ بن سکتے تھے لیکن یہ ان سب کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں راستے میں کہیں بھی کوئی ایرانی جہاز نہیں ملا۔ سمندری طوفانی ہواؤں نے بھی سکندر کو پریشان نہیں کیا اور یہ سفر ٹرائے تک بہ آسانی جاری رہا۔

جب انہیں دور سے ٹرائے نظر آیا تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ ساحل کی سرخی مائل زمین آہستہ آہستہ واضح ہوتی چلی گئی۔ یہی حال ٹرائے کی پہاڑی کا تھا۔ پہلے وہ سیاہ دھبے کی طرح نظر آئی اور پھر وہ آہستہ آہستہ پہاڑی کی شکل اختیار کر گئی۔

جیسے جیسے ساحل قریب آ رہا تھا سکندر اور اس کے فوجی افسروں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اس وقت بھی سکندر نے فولادی خود پہن رکھا تھا جس پر دو شیر کھڑے تھے۔ شیر مُنجا تھے جن سے سورج کی شعاعیں ٹکرا کر آنکھوں کو چکا چوند کر رہی تھیں۔

شاید ساحل پر سکندر سب سے پہلے اترا اور اس کے بعد تیزی سے دوسرے لوگ اترنے لگے۔ ساحل پر دور دور تک کشتیاں اور جہاز لنگر انداز ہو گئے لیکن سکندر جس جگہ اترا تھا یہ خاص ٹرائے شہر تھا۔ کبھی یہاں ایک شاندار حکومت تھی اور یہاں اکلیز نے خوف ناک جنگ لڑی تھی۔

نابینا شاعر ہومر کی نظم ایلیڈ میں اس کا تذکرہ تفصیل موجود تھا اور اس نظم کے مطابق یہیں کہیں اکلیز اور اس کے دوست پیٹرو کلس کی قبریں ہونی چاہیے تھیں۔

سکندر نے اکلیز کو اپنا آئیڈیل قرار دیا تھا۔ وہ اسی جیسے کارنامے انجام دینا چاہتا تھا اور اس وقت وہ اکلیز کی قبر تک پہنچنے کے لیے بیتاب ہو رہا تھا۔

ٹرائے کے کھنڈرات کے کنارے مچھیرے آباد تھے اور ان مچھیروں سے ہٹ کر تاجروں کی بستی تھی۔ ان تاجروں نے ایک بڑے لشکر کو ساحل پر اترتے دیکھا تو ان کی تاجرانہ حس بیدار ہو گئی۔ وہ آنے والوں کی رہنمائی کے لیے دوڑ پڑے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ٹرائے کے ساحل پر اترنے والا مقدونیہ کے فیلقوس کا بیٹا سکندر ہے تو تاجروں نے نہایت شائستگی اور ادب کے ساتھ درخواست کی کہ انہیں رہنمائی کا موقع دیا جائے۔

سکندر نے تاجروں سے کہا "ہمیں زیوس دیوتا کی قربان گاہ کے لیے سنگِ مرمر کے ٹکڑے درکار ہیں۔"

سنگِ مرمر کی سلوں کے ڈھیر لگا دیے گئے۔

سکندر نے ان سے زیوس دیوتا کی قربان گاہ تیار کی۔ اپنا خود اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ بال میں جنگیوں کی طرح بھکے پھنسائے اور عشق پیچاں کی بیل سے بالوں کو اس طرح گھیرے میں لے لیا جیسے سر پر عشق پیچاں کا تاج رکھ لیا ہو۔

اس کے فوجی افسر ابھی تک دور دور تھے کیونکہ سکندر نے زیوس دیوتا کے بیٹے کی حیثیت سے یہ سارے کام خود کیے تھے۔ بس سنگِ مرمر کی سلیں اور عشق پیچاں کی بیل تاجر لائے تھے۔

اب سکندر نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آلاتِ بے کشی میں سے صرف سونے کے پیالے نکالے جائیں۔

آناً فاناً یہ سنہری پیالے سکندر اور اس کے جرنلوں کے ہاتھ میں تھے پھر ان پیالوں میں شراب بھر بھر کے زیوس دیوتا اور جنگ کی دیوی ایتھینا کے نام پر لنڈھائی گئی۔ شراب کا دریا بہہ نکلا اور اس کی بو فضا میں دور دور تک پھیل گئی۔

یہاں سکندر نے زیوس دیوتا اور ایتھینا دیوی سے کامیابی کی دعائیں مانگیں۔

سامنے پہاڑی پر ایک پرانا مندر نظر آ رہا تھا اور اس کے پاس قلعے کے برج تھے جو امتدادِ زمانہ کی وجہ سے گرتے جا رہے تھے۔

سکندر نے اپنے ایک رہنما سے کہا "دوستو! یہیں کہیں اکلیز اور اس کے دوست پیٹرو کلس کی قبریں ہونی چاہئیں۔"

رہنما نے جواب دیا "ہم آپ کو ان قبروں پر بھی لے جائیں گے لیکن پہلے اس قلعے اور اس کے برجوں کی سیر کر لیں۔ یہاں آپ کے بزرگوں نے ناقابلِ فراموش جنگیں لڑی تھیں اور اس شہر کی خوب صورت ہیلن نامی عورت کو پورے شہر میں ننگا گشت کروایا گیا تھا۔"

سکندر نے ٹرائے کی جنگوں کے بارے میں بہت کچھ پڑھ رکھا تھا اور اس چھوٹی سی جگہ کو دیکھ کر ایک جھٹکا سا لگا کہ اس کے وہ بزرگ کیسے تھے جنہوں نے اس چھوٹی جگہ کے لیے کئی جنگیں لڑیں اور تاریخ میں امر ہو گئے۔ اس جگہ نے اس کے دل و دماغ پر وہ اثر نہیں چھوڑا جس کی امید لے کر وہ یہاں اترا تھا۔

سکندر مندر میں بھی گیا۔ یہاں ایک سیاہ رنگ کی ڈھال رکھی تھی اور ایک طرف ٹوٹا ہوا بربط پڑا ہوا تھا۔

سکندر نے مندر کے پجاریوں کو طلب کیا اور ان سے پوچھا۔ "یہ دونوں چیزیں کس کی ہیں اور یہاں کیوں رکھی ہیں؟"

ان پجاریوں نے پہلے تو قسمیں کھائیں اور سکندر کو یہ یقین دلایا کہ وہ ان دونوں چیزوں کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے جو کچھ بتائیں گے اس کا ایک ایک لفظ سچ ہو گا۔

سکندر نے حکم دیا "گفتگو کو طول مت دو۔ جو کچھ بتانا ہے فوراً بتاؤ۔"

ایک پجاری نے کہا "یہ دونوں چیزیں اکلیز کی ہیں اور اپنے وارث کا انتظار کر رہی ہیں۔"

سکندر نے ہیفاشن کو حکم دیا "یہ ڈھال اٹھا لے اور اس کی

جگہ میری ڈھال رکھ دے۔ اکلیز کی اس ڈھال کا وارث میں ہوں۔"

سکندر کی ڈھال پرانی ڈھال کی جگہ رکھ دی گئی اور اکلیز کی ڈھال سکندر نے اٹھا لی۔

پجاری نے پوچھا "اور بربط؟ اسے کون اٹھائے گا؟"

سکندر نے جواب دیا "اس کا وارث بھی میں ہی ہوں مگر اس کے اٹھانے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ فتوحات حاصل کرنے کے بعد جب فتح کے شادیانے بجیں گے اور جشنِ طرب برپا ہو گا تو بربط و چنگ کی بھی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ بربط اس وقت میرے کام آئے گا۔"

مندر سے نکل کر تقریباً شام کے وقت پجاری سکندر کو اکلیز اور اس کے دوست پیٹرو کلس کی قبروں پر لے گیا۔ سکندر اور اس کے ساتھیوں نے ایک بار پھر عشق پیچاں کے تاج پہنے، قبروں کے پاس بیٹھ کر جی بھر کے شراب پی اور نشے کی حالت میں رقص شروع کر دیا۔ وہ قبروں کے چاروں طرف جھوم جھوم کے رقص کر رہے تھے۔

لیکن نشے میں ہونے کے باوجود سکندر کو اکلیز بڑا آدمی نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے پارمینیو سے پوچھا "کیا اکلیز واقعی اتنا ہی بڑا آدمی تھا جتنا بڑا وہ ہومر کی نظم ایلیڈ میں نظر آتا ہے؟"

پارمینیو نے جواب دیا "مجھے تو اکلیز ہومر کا تراشیدہ ایک بت نظر آتا ہے۔ وہ اتنا بڑا نہیں تھا جتنا اس کی نظم میں نظر آتا ہے۔"

ہیفاشن نے پارمینیو کی مخالفت کی "اگر وہ بڑا نہیں تھا تو ہومر کی شاعری اس کو بڑا نہیں بنا سکتی تھی۔"

بطلیموس نے افسوس کرتے ہوئے کہا "افسوس! اس چھوٹی سی قبر میں سویا ہوا اکلیز ہمارے دل و دماغ پر مدتوں چھایا رہا اور آپ نے تو اس جیسا بننے کا عہد کر لیا تھا مگر اب آپ مجھ کو ابھی سے اکلیز سے بڑے نظر آ رہے ہیں۔"

سکندر نے شراب کا پیالہ اکلیز کی قبر پر انڈیل دیا "اکلیز بڑا تھا۔ ہومر کی شاعری نے اسے بہت بڑا بنا دیا لیکن میں زیوس کا بیٹا ہوں۔ اولمپس کے پہاڑ پر رہنے والے دیوتاؤں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو انسان تھے مگر غیر معمولی ہونے کی وجہ سے دیوتاؤں میں شامل کر لیے گئے شاید ایک دن میں بھی ان دیوتاؤں کی صفوں میں جگہ پا جاؤں۔ فی الحال میں انسان اور دیوتا کے بیچ کی کوئی شے ہوں اور شاید مجھے ہومر جیسے شاعر کی بھی ضرورت پیش نہ آئے اور پوری دنیا مجھے دیوتا تسلیم کر لے۔"

نشے میں ہونے کے باوجود وہ نہایت ہوشیاری کی باتیں کر رہے تھے۔ ٹرائے میں انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ ہومر کی نظم سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ ہومر نے جو کچھ بیان کیا تھا وہ نہایت پُرشکوہ اور شاندار تھا لیکن ان لوگوں نے یہاں جو کچھ دیکھا وہ سب کچھ معمولی نظر آیا۔ بطلیموس تو اب بھی متاثر تھا لیکن سکندر نے ہومر کی نظم سے متعلقہ افراد اور مقامات کو معمولی قرار دیا اور اس وقت

وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ لوگ اکلیز، پیٹرو کلس، ٹرائے اور ہیلن کے بارے میں باتیں کریں۔

سکندر نے کہا "ہومر کی قادر الکلامی اور پُرشکوہ لفاظی زیرِ بحث نہیں لائی جا سکتی مگر اس کی نظم کے کرداروں اور مقاموں کے بارے میں ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ انہیں مبالغے کے لباس پہنا دیے گئے تھے۔"

بطلیموس نے مخالفت کی "میں آج بھی چشمِ تصور سے ہیلن کو پورے شہر کا گشت کرتے دیکھ رہا ہوں۔"

ہیفاشن نے ہنستے ہوئے کہا "تخیلے کی بات اور ہے مگر یہ نہ ہیلن کو میں بازاروں اور گلی کوچوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

سکندر نے سختی سے منع کیا "اب اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں ہونی چاہیے۔"

دوسرے دن سکندر نے حکم دیا۔ "ٹرائے کے شکستہ قلعے اور دوسری یادگار ٹوٹی پھوٹی عمارتوں کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔"

سکندر ان یادگاروں کو باقی رکھنا چاہتا تھا۔

پارمینیو نے مخبروں کو ادھر ادھر پھیلا دیا تھا کیوں کہ اسے یقین تھا کہ ایرانی فوجی دستے کہیں نہ کہیں موجود ضرور ہوں گے۔

سکندر نے ٹرائے کو پیچھے چھوڑ دیا اور آگے بڑھا۔ پارمینیو اس سے بھی آگے تھا۔ ابھی وہ دریائے گرینی کس کے سامنے پہنچے ہی تھے کہ طلایہ گردوں نے انہیں خبردار کیا "کل یہاں دھواں دھار بارش ہو چکی ہے اس لیے جب آپ آگے بڑھیں گے تو آپ سب کو کیچڑ اور نالیوں سے گزرنا ہو گا، دریا کا پاٹ بھی بڑھ گیا اور یہیں کہیں ایرانی فوجی دستہ بھی چھپا ہوا آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

گویا یہ سکندر کی اپنے دشمن سے پہلی مڈبھیڑ تھی۔

سکندر، پارمینیو اپنی اپنی فوج کے ساتھ دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ ان دونوں نے اپنے اپنے حصے کی فوجوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

اب انہیں دریا کے اس پار ایرانی فوجی نظر آئے۔ وہ ڈھیلے ڈھالے لباس میں عجیب سی مخلوق نظر آ رہے تھے۔ سر پر رنگین ٹوپیاں تھیں، چھوٹی چھوٹی ڈھالیں اور چھوٹے چھوٹے برچھے، پہلو میں تلواریں بھی لٹک رہی تھیں۔

ایرانی فوجی بھی کچھ دیر خاموشی سے کھڑے یونانیوں کو دیکھتے رہے اس کے بعد اچانک انہیں ہنسی آ گئی۔ وہ ہنستے جا رہے تھے اور سکندر کی فوج کی طرف دیکھ دیکھ کر اشارے بھی کر رہے تھے، کچھ کہہ بھی رہے تھے۔

سکندر نے پارمینیو سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کوئی ایسا شخص ہے جو ان کی زبان سمجھتا ہو؟"

پارمینیو نے ایک شخص کو سکندر کی طرف بڑھایا "یہ ایرانی زبان خوب سمجھتا ہے۔"

سکندر نے اس سے کہا۔ "ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ یہ لوگ ہمیں

دیکھ دیکھ کر کیوں ہنس رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ شخص کچھ دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا اور پھر بولا۔ "یہ لوگ ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اے لالچی یونانیو! تم نے کیسے زنانے لباس پہن رکھے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ تمہیں مال و زر دے کر کس نے یہاں قتل ہونے کے لیے بھیج دیا ہے۔"

پارمینیو کا خیال تھا کہ سکندر اس ترجمانی پر غضب ناک ہو جائے گا مگر سکندر بالکل خاموش رہا۔ وہ ایرانی فوج کی تعداد معلوم کرنا چاہتا تھا۔ دریا کے کنارے سوار فوج تھی اس کے پیچھے پہاڑی کے قریب پیادے نظر آئے۔ پیادوں کے پیچھے سوار دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ فوج کی یہ ترتیب سکندر کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس نے اپنی فوج کا ایرانی فوج سے موازنہ کیا تو اپنی فوج کی تعداد زیادہ معلوم ہوئی۔ سکندر کو یہ بھی معلوم تھا کہ ایرانی فوج میدان میں تو مقابلہ کر سکتی ہے مگر پہاڑیوں اور تنگ علاقوں میں لڑنے سے گھبراتی ہے۔

اس نے پارمینیو سے پوچھا۔ "تیرا کیا خیال ہے۔ یہ فوج جو ہمیں نظر آرہی ہے فی الحال ہمارا اسی سے مقابلہ ہے یا اس کے علاوہ بھی کہیں چھپی ہوئی فوج ہو سکتی ہے۔"

پارمینیو نے جواب دیا۔ "ہمیں تیروں اور کمانوں سے آراستہ فوجی دستے نظر نہیں آرہے ہیں وہ بھی کہیں یقیناً موجود ہوں گے اور ایرانی فوج میں یونانی اجیر سپاہی نظر نہیں آرہے ہیں وہ بھی یہیں کہیں موجود ہوں گے۔"

سکندر نے آہستہ سے کہا۔ "اگر ہمیں ان کی اصل تعداد کا علم ہو جاتا تو بہتر تھا۔"

اسی دوران کچھ اور مخبر بھی یہ خبر لائے کہ پہاڑیوں میں یونانی فوج بھی...... تیروں اور کمانوں سمیت ان کی منتظر ہے۔

سکندر نے پارمینیو سے کہا۔ "ایرانیوں کی بچکانا ترکیب کی ہے تو میں انہیں بہت جلد شکست دوں گا۔"

پارمینیو نے سکندر کو سمجھایا۔ "چالاک ایرانی ہمیں مشتعل کر رہے ہیں تاکہ ہم جوش میں آکر فوراً دریا کو پار کرنے کی کوشش کریں اور وہ ہماری اس کمزوری سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ صبر کریں اور اشتعال میں ہرگز نہ آئیں۔"

سکندر نے جواب دیا۔ "لیکن میں ان کی یہ ہنسی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اس سیلابی دریا کو عبور کر کے رہوں گا۔"

پارمینیو گھبرا گیا۔ "آپ ایسی غلطی نہ کیجیے گا دریا کا تیز بہاؤ ہمیں گھوڑوں سمیت بہا کر لے جائے گا اور ایرانی ہمارے دریا سے نکلنے سے پہلے ہی ہم پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیں گے۔"

سکندر نے پارمینیو کو حیرت سے دیکھا "تو تو ہم سے زیادہ تجربہ کار جرنیل ہے۔ ہم مقدونیہ سے چل کر سمندر عبور کر آئے پھر اس چھوٹے سے دریا کی کیا حیثیت ہے۔"

پارمینیو نے سکندر کو سمجھایا۔ "آپ ان چھوٹی چھوٹی ڈھالوں اور برچھیوں سے کسی خوش فہمی کے شکار نہ ہوں۔ ان کا یونانی دستہ ہماری طرح بڑی بڑی ڈھالوں اور بڑے بڑے نیزوں سے آراستہ ہے۔ اگر دریا کے اس پار پہنچنے سے پہلے ہی مذکورہ دستہ ہمارے مقابل آگیا تو ہم پہلے ہی مقابلے میں نقصان اٹھائیں گے۔"

لیکن سکندر نہیں مانا۔ "میں ان کے مذاق کی انہیں سزا دوں گا کوئی دریا عبور کرے یا نہ کرے میں اسی وقت دشمن کی موجودگی میں دریا کو عبور کروں گا۔"

سکندر نے اپنے گھوڑے بیوسی فالس کو کھڑا رہنے دیا اور ایک دوسرے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوم کے اپنے فوجیوں کو دیکھا اور چیخ کر کہا۔ "میں دریا کو عبور کرنے جا رہا ہوں تم سب میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔"

سکندر گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دریا میں اتر گیا۔ اس کے فوجی بھی دریا میں اتر گئے۔ دریا کے تیز بہاؤ نے انہیں آگے بڑھنے سے روکا مگر سکندر اور اس کا ہر سپاہی دریا کے تیز بہاؤ کی پروا کیے بغیر آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔

تیر انداز ایرانیوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس مصیبت میں سکندر اور اس کے فوجی تیروں کو اپنی ڈھال پر روک رہے تھے۔

سکندر بہتے بہتے رہ گیا۔

کچھ تیر سکندر کے خود پر لگے۔ سکندر کو اتنا اندازہ نہیں تھا کہ دریا میں اترتے ہی وہ اس حد تک بے بس ہو جائے گا نہ تو وہ تلوار چلا سکتا تھا اور نہ اپنا دفاع کر سکتا تھا۔

ہیفاسشن اور کلائی ٹس نامی ایک سردار سکندر کے آس پاس ہو گئے۔ ان دونوں نے یہ خطرہ محسوس کر لیا تھا کہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچتے پہنچتے ایرانیوں کا اتنا دباؤ بڑھ جائے گا کہ سکندر کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔

چناں چہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ سکندر پر کئی طرف سے حملہ ہوا اور سکندر بچاؤ کرتے ہوئے پانی میں گر گیا۔ کلائی ٹس اور ہیفاسشن ڈھال بن گئے۔ یہ دونوں سکندر کو بچا بھی رہے تھے اور اپنی فوج کو آگے بھی بڑھا رہے تھے۔ ایک ایرانی نے سکندر پر برچھے کا وار کیا مگر اس دوران ہیفاسشن نے حملہ آور ایرانی کا وہ ہاتھ ہی کاٹ دیا جس میں برچھا تھا۔

اب سکندر سنبھل چکا تھا اور دریا کے کنارے کھڑے ہوئے پارمینیو کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

ساحل پر جنگ نے شدت اختیار کی۔ ایرانیوں کے اجیر یونانی دستے نے اچانک نمودار ہو کر لمبے نیزوں سے سکندر کے محافظ دستے پر حملہ کر دیا۔ یہ دستہ پانی کے بہاؤ کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے تھک گیا تھا اس لیے اسے بہت جلدی راستے سے ہٹا دیا گیا۔ اس عرصے میں کریٹ کا ایک فوجی دستہ سکندر کی حفاظت کے لیے آگے بڑھا اور ایرانی فوج کا صفایا کرنے لگا۔

اسی دوران پارمینیو دریا کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے رہی سہی ایرانی فوج کو مارنا کاٹنا شروع کر دیا۔

ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے کیوں کہ ان کے لمبے نیزوں والے

یونانی اجیر سپاہی مارے جا چکے تھے۔ اس لیے ان کی ہمت پست ہو گئی اور انہوں نے مقابلے کے بجائے جان بچانے کو ترجیح دی۔

جب ہر طرف سناٹا طاری ہو گیا اور سکندر کو بھی کچھ ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی اور گھوڑے پر سوار ہے۔ اس کا گھوڑا میدانِ جنگ میں کام آچکا تھا۔

اس کے محافظوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں جب کہ دشمن کی لاشوں سے دور دور تک زمین پٹی پڑی تھی۔ ان پر مکھیاں بھنک رہی تھیں۔

سکندر نے کلائی ٹس کو تلاش کروایا۔ وہ بھی غائب تھا اس نے سکندر کی جان بچائی تھی اور سکندر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا جب کہ اس کا کہیں پتا نہ تھا۔

پارمینیو نے ہونے والے جانی نقصانات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی اور سکندر سے دبے لہجے میں کہا۔ "اگر آپ زیوس کے بیٹے نہ ہوتے تو ایرانی ہماری غلطی سے پورا پورا فائدہ اٹھا چکے ہوتے۔"

سکندر نے گویا پارمینیو کی کوئی بات نہیں سنی اور کہا۔ "کلائی ٹس کو تلاش کرو۔ وہ کیسا آدمی ہے کہ جب میں نے اسے یاد نہیں کیا تھا تو وہ میرے پاس موجود تھا اور اب اسے یاد کر رہا ہوں تو اس کا کچھ پتا نہیں ہے اور ہمیں شکست خوردہ ایرانیوں کو بھی پکڑنا چاہیے۔ وہ اپنی لاشوں کو دیکھ کر ہمیں یہ بتائیں کہ مرنے والے ایرانیوں میں عام کتنے ہیں اور خاص کتنے ہیں۔"

اتفاق سے اس کام کے لیے زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑی۔ پارمینیو کو چند ایسے زخمی ایرانی مل گئے جو اتنے زیادہ زخمی نہیں ہوئے تھے کہ مر جاتے۔ انہیں علاج معالجے سے ٹھیک کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت وہ مرنے والے اعلیٰ افسروں اور عہدے داروں کی نشاندہی کر سکتے تھے۔

سکندر نے پارمینیو سے کہا۔ "ان میں سے جو زیادہ زخمی نہیں ہے اسے اپنے ساتھ رکھ اور ایک ایک لاش کے پاس لے جا کر خاص خاص ایرانیوں کا تعارف حاصل کر۔"

لیکن جب ایک زخمی ایرانی کو پارمینیو نے ایرانیوں کی لاشوں میں گھمانا پھرانا شروع کیا تو سکندر بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ خود بھی یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اس پہلی جھڑپ میں دونوں فریقوں نے کیا کھو دیا۔

پارمینیو پہلے یونانیوں کی لاشوں میں لے گیا تو ایرانی نے ان سب کا ایک ہی تعارف کرایا۔ "یہ سارے ایتھنزی تھے۔ آپ لوگ سمجھ نہیں سکے ورنہ یہ لوگ آپ سے جنگ کرنے کے بجائے معاملہ کرنا چاہتے تھے۔"

سکندر کو بہت افسوس ہوا کہ اس کے باپ اور بعد میں خود سکندر نے ایتھنز کو بڑی رعایتیں دیں اور ایتھنز کے لوگ اجرت پر اپنے یونانی بھائیوں کا خون بہانے میں عار نہیں محسوس کرتے۔

وہ ایرانی لاشوں کے درمیان چل پھر رہے تھے کہ ایرانی ایک لاش پر کھڑے ہو کر رونے لگا اور دونوں کو بتایا "یہ ایران کے بادشاہ کے داماد کی لاش ہے اور ہمارے لیے یہ بڑا شگون ہے۔"

غم زدہ ایرانی کچھ دیر بعد ایک دوسری لاش پر آنسو بہانے لگا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ لاش شہنشاہ ایران کے بھائی کی ہے۔ صوبے کے گورنر کی لاش بھی پہچانی گئی۔ یہیں نائب السلطنت کی لاش بھی ملی۔ بہت سے فوجی افسر بھی مقتولوں میں موجود تھے۔ آخر میں ایک ایسی لاش ملی جس کے پورے جسم پر کوئی زخم نہ تھا مگر دلیے ہاتھ کا خنجر اس کے اپنے پیٹ میں اترا ہوا تھا۔

ایرانی اس لاش پر سب سے زیادہ رویا۔ کہنے لگا۔ "یہ ہمارے سپہ سالار کی لاش ہے اسے کسی یونانی نے قتل نہیں کیا بلکہ اپنی ناکامی پر اس نے خودکشی کر لی۔"

سکندر بے حد حیران تھا کہ اس معمولی سی جنگ میں ایران کے اتنے بڑے بڑے آدمی قتل کر دیے گئے۔

پارمینیو بھی حیران تھا کہ اس نے اب تک جتنی جنگیں جیتی تھیں ان میں یہ جنگ اور یہ جیت منفرد تھی۔

شاید یونانیوں کو اپنی فتح کا خود بھی یقین نہیں تھا لیکن جیتی ہوئی جنگ میں دشمن کو جو غیر معمولی نقصان پہنچا تھا اسے سکندر کی فوج کے علم میں لایا گیا تو پوری فوج اس عقیدے پر متفق ہو گئی کہ سکندر میں جنگ کے دیوتا اچیلیس کی روح حلول کر گئی ہے۔ سکندر جو بھی جنگ لڑے گا جیتے گا۔

پارمینیو، انٹی گونس، ہیفاسشن میزا کے مندر کا کاہن سب ہی اس حیرت انگیز فتح پر نہ صرف خوش تھے بلکہ حیرت زدہ بھی تھے۔

سکندر نے اپنے مقتولین کی لاشوں کو اجتماعی قبر میں دفن کروا دیا۔ دشمن کی لاشیں چیل کوؤں کے لیے چھوڑ دیں۔

پارمینیو رات کے سناٹے اور تنہائی میں دن بھر کے واقعات پر غور کرتا رہا۔

اس کے خیال میں اس جنگ میں اسے شکست ہو جانی چاہیے تھی۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے سکندر کو پانی میں غوطے کھاتے دیکھا تھا اور ان غوطوں میں سکندر کو خود اپنا ہوش نہیں تھا۔ جنگ کی کمان کرنی اور خود مقابلہ کرنا بہت دور کی بات تھی۔ اگر کلائی ٹس اور ہیفاسشن سکندر کی حفاظت نہ کرتے تو وہ یقیناً قتل ہو جاتا اور جنگ ختم ہو جاتی۔

پارمینیو کے خیال میں فوج کا یہ عقیدہ درست تھا کہ سکندر میں جنگ کے دیوتا کی روح سرایت کر گئی ہے۔ اس نے اپنے خیمے کے دروازے سے باہر تک دیکھا تو دور تک الاؤ جلتے نظر آئے وہ الاؤ کی روشنی میں لوگوں کو پراسرار ارواح کی طرح سایوں کی شکل میں متحرک دیکھ رہا تھا۔

پارمینیو کو احساس ہوا کہ اس وقت سکندر بھی کسی الاؤ کے آس پاس موجود ہو گا۔ اس نے بھی خیمہ چھوڑ دیا اور ان بہت سے الاؤ میں سکندر کو تلاش کرتا رہا۔ فوج کے ساتھ سکندر کا نقیب کارلوس بھی روزنامچہ لکھ رہا تھا۔ اس سے پارمینیو کو معلوم ہوا کہ

سکندر یونان کے مشہور مجسمہ ساز لسی پس کو حکم دے رہا ہے کہ وہ جنگ میں کام آنے والے مشہور آدمیوں کے کانسی کے چہرے تیار کرے۔ وہ ان چہروں کو اس میدان میں یادگار کے طور پر نصب کرنا چاہتا تھا۔

جب پارمینیو سکندر سے ملا تو اس نے سکندر کو ایک خاص فرمان لکھواتے دیکھا۔

جو یونانی اس جنگ میں مارے گئے تھے ان کی ایک فہرست تیار کرلی گئی تھی۔ سکندر ان کی موت کی خبریں ایتھنز کو اس ہدایت کے ساتھ بھیج رہا تھا کہ مرنے والوں کے ورثا کو ان کی موت کی خبریں پہنچادی جائیں اور انھیں بتادیا جائے کہ حکومت نے ان کے ورثا کو محاصل معاف کردیے اور آئندہ ان سے فوجی خدمت بھی نہیں لی جائے گی۔

شکست خوردہ فوج سے سامان بھی بہت ملا تھا۔ ہارنے والوں کا سب کچھ سکندر کے ہاتھ آگیا تھا۔ اس لوٹے ہوئے اور میدانِ جنگ میں ہاتھ آنے والے مال وزر کا بڑا حصہ اولمپیاس کی خدمت میں روانہ کردیا گیا۔ تین سو ڈھالیں جو میدانِ جنگ سے حاصل ہوئی تھیں اس ہدایت کے ساتھ مقدونیہ بھیجی گئیں کہ انھیں پورے یونان کی طرف سے ایتھینا دیوی کے مندر میں بطور نذرانہ پیش کردیا جائے۔

یہ ساری روداد نقیب کارلوس لکھتا جارہا تھا۔

پارمینیو کو سکندر کے انہماک سے یہ اندازہ ہوا کہ اس نوجوان کو کسی رہنما کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ جو فیصلے بھی کررہا تھا اس میں کسی کا مشورہ شامل نہیں تھا۔ ہر فیصلہ اس کا اپنا تھا۔

پارمینیو کو اچانک خیال آیا کہ سکندر کی یہ انانیت اسے کوئی بہت بڑا نقصان بھی پہنچاسکتی ہے کہ آج کی جنگ میں سکندر نے اس کے مشورے کے خلاف دریائے گرینی کس میں کودکے جو غلطی کی تھی اگر قسمت یاوری نہ کرتی اور جنگ کا دیوتا اس کا ساتھ نہ دیتا تو سکندر دو حادثوں میں سے کسی ایک کا شکار ہوسکتا تھا اور یونانی اپنی پہلی ہی جنگ میں ایک ایسی شکست سے دوچار ہوجاتے کہ پھر برسوں سر اٹھاکے چلنے کے لائق نہ رہتے۔ سکندر کی خودسری جسے انانیت بھی کہا جاسکتا ہے اگر برقرار رہی تو یہ یونانیوں کے لیے تباہ کن ہوسکتی ہے۔

سکندر نے پارمینیو کو بتایا "میری ہدایت کے مطابق میدانِ جنگ میں کام آنے والے یونانیوں کے ہتھیار بھی ان کے ساتھ دفن کردیے گئے ہیں تو سوچ کے بتاکہ میرا یہ اقدام صحیح تھا یا غلط۔"

پارمینیو نے جواب دیا "اگر آپ اس جنگ میں ناکام رہتے تو میں آپ کے ہر فیصلے کو غلط کہتا لیکن شاندار فتح نے ہماری غلطیوں پر بھی پردے ڈال دیے ہیں۔"

سکندر نے ہیفاشن سے پوچھا "کلائی تس کا پتا چلا؟ ذرا ان لوگوں سے معلوم کر جو ان کی تلاش پر مامور تھے۔"

ہیفاشن کے جاتے ہی سکندر نے پارمینیو سے سرگوشی میں کہا۔

"میں نے تیرے مشورے کے خلاف دریا میں اتر کے بڑی غلطی کی تھی۔ آئندہ مجھ سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

پارمینیو نے سکندر کی تعریف کی "معزز زیوس زادے! اگر آپ نے بے خوف وخطر دریا کو پار کرنے کے فیصلے پر عمل نہ کیا ہوتا تو دشمن ہم سے خوف زدہ بھی نہ ہوتا۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ آپ کے بے پناہ جوش وجذبے نے ہمیں فتح سے ہمکنار کردیا ہے۔"

سکندر نے نقیب کارلوس کو بلوایا اور اسے حکم دیا "اس فتح کے بعد ہم جن خطرات میں گھر گئے ہیں ان سے پارمینیو کو مطلع کردے کیوں کہ یہ خبریں ہمیں یہاں آباد یونانیوں نے پہنچائی ہیں۔"

کارلوس نے ایک یونانی کو پارمینیو کے سامنے کھڑا کردیا اور پارمینیو سے کہا "یہ تجھے نئے خطرات سے آگاہ کردے گا کیوں کہ یہ ایرانیوں کے اجیر یونانی دستے کا سردار تھا۔"

پارمینیو کو بڑی حیرت تھی کہ اگر یہ ایران کی شکست خوردہ فوج کا سردار تھا تو یہ جنگی قیدیوں میں شامل کیوں نہیں کیا گیا۔

شاید ایرانی فوج کے یونانی نژاد افسر نے پارمینیو کی ذہنی کشمکش کو سمجھ لیا تھا اس نے پارمینیو کو سمجھایا "جناب! ہم اجیر لوگ ہیں۔ یہاں کے مقامی یونانی ایشیا کی زمین پر آباد ایتھنز کے باشندے۔ ہمیں جہاں سے اجرت مل جاتی ہے اس کے لیے کام شروع کردیتے ہیں۔ تم لوگ ہمیں کچھ دو تاکہ ہم تمھیں ایسی کام کی باتیں بتائیں... کہ تم آئندہ کے لیے ایک ایسی منصوبہ بندی کرو کہ ایران تمھیں شکست نہ دے سکے۔"

سکندر اس یونانی نژاد ایرانی افسر کی باتیں حیرت سے سنتا رہا اور جب اسے یہ یقین ہوگیا کہ یہ شخص جو کچھ بتانا چاہتا ہے اس کا اسے معاوضہ درکار ہے تو سکندر نے پارمینیو سے پوچھا "یہ کیسا شخص ہے جو نہ تو ایران کا وفادار ہے اور نہ یونان کا بہی خواہ؟"

پارمینیو نے سکندر کو سمجھایا "ایسے تمام یونانی جو اجرت پر ایران میں کام کرتے ہیں، انھیں نہ تو اپنے وطن سے ہمدردی ہوتی ہے اور نہ وطن کے دشمنوں سے نفرت وعناد۔ یہ لوگ صرف مال وزر کے غلام ہوتے ہیں۔"

سکندر نے پوچھا "یہ ہمیں کس قسم کی معلومات فراہم کرسکتا ہے کچھ اندازہ ہے؟"

پارمینیو نے سکندر کو بتادیا "میں آپ کے والد کے زمانے سے ان علاقوں کی تھوڑی بہت معلومات رکھتا ہوں۔ ایرانی فوج میں جزیرۂ رہوڈز کا میمنان بہت اہم جنرل ہے۔ وہ بحری اور بری دونوں ہی محاذوں پر بہترین جنرل ثابت ہوا ہے۔ یہ ہمیں شاید میمنان ہی کے بارے میں معلومات فراہم کرے گا۔"

سکندر نے یونانی فوجی افسر کو اس کی مطلوبہ قیمت فراہم کردی اور کہا "اب بتا تو ہمیں کیا بتانا چاہتا ہے؟"

یونانی افسر نے بتایا "اگر یہ جنگ میمنان کی مرضی اور مشورے سے لڑی جاتی تو تم لوگ تباہ وبرباد ہوجاتے۔"

پارمینیو نے پوچھا "میمنان کی جنگی حکمتِ عملی کیا تھی؟"

یونانی افسر نے بتایا "میمنان نے ایرانی سپہ سالار، نائب السلطنت، ایرانی شہنشاہ کے چچا اور داماد کو یہ مشورہ دیا تھا کہ تم لوگوں سے جنگ نہ لڑی جائے۔ پیچھے ہٹتے جاؤ اور فصلیں تباہ کردو۔ یونانیوں کو اتنی دور تک اندر لے آؤ کہ ان کے اناج کے ذخیرے ختم ہوجائیں۔ اسی دوران فوج کا بڑا حصہ تمھارے پیچھے بھیج دیا جائے اور حکومت سے مزید فوجی مدد طلب کرلی جائے۔ وہ اس طرح تمھیں محاصرے میں لینا چاہتا تھا خود بحری بیڑہ لے کر ٹرائے پہنچ جاتا کہ تم لوگ واپس وطن نہ پہنچ سکو۔ ایرانیوں کی بدقسمتی کہ میمنان کا مشورہ انھیں پسند نہ آیا اور تم لوگوں سے دریا کے کنارے لڑ پڑے۔"

سکندر اور پارمینیو نے میمنان کے منصوبے کی داد دی اور سکندر نے پوچھا "میمنان اس وقت کہاں ہوگا؟"

یونانی افسر نے جواب دیا "میمنان کا بحری بیڑہ ٹرائے کے سامنے لنگر انداز ہوگا اس طرح اس نے تمھاری واپسی کے راستے بند کردیے ہیں۔"

یہ انتہائی گراں قدر معلومات سکندر اور پارمینیو کے لیے نہایت اہم تھیں اور اب انھیں اپنے عقب سے بھی ہوشیار اور خبردار رہنا تھا۔

سکندر نے پارمینیو کو حکم دیا "ایشیائے کوچک کے ساحلی علاقوں میں آباد یونانیوں کو خوشخبری سنائی جائے کہ میں انھیں ایرانی حکومت کے پنجۂ غلامی سے آزادی دلوانے آیا ہوں۔ جب تک میں یہاں موجود ہوں یونانی بھائیوں کو محاصل معاف کردیے گئے۔ ان کی عبادت گاہیں میں اپنے خرچ سے تعمیر کرواؤں گا ان کے فلاح وبہبود کے قوانین اور منصوبے بناؤں گا لیکن ہمارے یونانی بھائیوں کو بھی ہماری مدد کرنی چاہیے۔ ہمیں وہ میمنان کی نقل وحرکت سے خبردار کرتے رہیں اور اگر ہمارے عقب میں براہِ خشکی ایرانی فوجیں آگے بڑھیں تو ہمیں اس کی بھی بروقت اطلاع دی جائے۔ ہم ایشیائے کوچک میں آباد یونانیوں کو خوش وخرم اور آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔"

سکندر کے ہرکارے یونانی علاقوں میں پھیل گئے۔

سکندر فی الحال آگے بڑھنے سے گریز کررہا تھا، وہ اپنے عقب کو مستحکم رکھنا چاہتا تھا۔

آگے پیچھے ہرکارے واپس آنے لگے اور یہ سب تقریباً ایک ہی جواب لائے تھے۔ ایشیائے کوچک میں آباد یونانیوں نے سکندر سے پوچھا تھا کہ وہ کس غلامی اور آزادی کی بات کررہا ہے۔ انھیں یہاں ہر قسم کی آزادی میسر ہے۔ ایرانی ان کے کسی معاملے میں دخل نہیں دیتے۔ وہ آزادی سے کاروبار بھی کرتے ہیں اور ملازمتیں بھی۔ سکندر انھیں ان کے علاوہ کیا دے سکتا ہے؟ وہ اگر سکندر اور اس کی فوج کے لیے کوئی خدمت انجام دیں گے تو انھیں اس کا معاوضہ ملنا چاہیے ورنہ وہ 'وطن اور ہم وطنی' نامی پُرفریب جال میں پھنسنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔

سکندر کو یہاں بڑی مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑرہا تھا کہ اس کے ہم وطن کیسی عجیب وغریب باتیں کررہے تھے۔

پارمینیو نے سکندر کو سمجھایا "جناب والا! ایشیائے کوچک کے یونانی خوئے غلامی میں پختہ ہوچکے ہیں۔ ان کے ہر کام میں اجرت پیش پیش رہتی ہے۔ اصل یونانی طرزِ زندگی ان کے دل ودماغ سے محو ہوچکا ہے۔ فی الحال انھیں ان کی خدمت کا صلہ دیا جائے اور ان سے کام لیا جائے۔"

سکندر نے ایک بار پھر اپنے ہرکارے یونانی نو آباد شہروں میں روانہ کردیے جو مقامی یونانیوں کو اطمینان دلارہے تھے کہ وہ سکندر کے لیے کام کریں انھیں اس خدمت کا صلہ ضرور ملے گا۔

سکندر نے مقامی مہندسوں اور معماروں کو کام سے لگادیا کہ ایشیائی یونانیوں کے لیے مکانات تعمیر کریں۔

وہ عبادت گاہیں بنارہے تھے، تفریح گاہیں بنارہے تھے اور اب سکندر کو ادھر سے کچھ اطمینان ہوگیا کہ جب اس کا کام مقامی یونانیوں کو زیرِ بارِ احسان کرلے گا تو آگے بڑھنے کی منصوبہ بندی ہوگی۔

پارمینیو کے مشورے کے مطابق چونکہ رہوڈز کا میمنان ایرانی بحری بیڑے کے ساتھ سمندر میں موجود تھا اس لیے سکندر کو اپنا سفر ساحلی شہروں کے ساتھ ساتھ جنوب میں جاری رکھنا چاہیے اس طرح سکندر کو میمنان کی بحری نقل وحرکت کا بھی علم ہوتا رہے گا۔

سکندر کا جو بحری بیڑہ ٹرائے کے سامنے بحیرہ ایجین میں موجود تھا اسے ہدایت کی گئی کہ وہ میمنان کے بحری بیڑے پر نظر رکھے اور اسے ساحل کے قریب مت آنے دے اور اس پر بھی نظر رکھے کہ ایرانی بحری بیڑہ یونان کی طرف تو نہیں جارہا ہے کیوں کہ میمنان کی یہ بہترین جنگی حکمتِ عملی ہوسکتی تھی کہ وہ مقدونیہ پر حملہ کرکے سکندر کی پیش قدمی روک دے اور اسے دوبارہ مقدونیہ جانے پر مجبور کردے۔ یہ خطرہ بھی تھا کہ میمنان ایران کے حلیف اسپارٹا سے مل کے مقدونیہ کے خلاف متحدہ کارروائی کرے لیکن میمنان نے کنارے ہی کنارے سکندر کا تعاقب جاری رکھا۔

سکندر کے بحری بیڑے نے سمندر میں میمنان کا تعاقب کیا گویا اس طرح میمنان کی توجہ سکندر کے بحری بیڑے کی طرف منعطف ہوگئی اور سکندر کو جنوبی شہروں کی طرف سفر جاری رکھنے کی مہلت مل گئی۔

اب اس کے سامنے لیڈیا تھا۔ یہاں عرصۂ دراز سے یونانی آباد تھے لیکن ایرانی حکومت کے خراج گزار یونانی یہاں کے حکمران تھے۔ کبھی یہاں کی زبان یونانی رہی ہوگی لیکن اب مقامی زبان کی ملاوٹ سے ایک نئی زبان وجود میں آچکی تھی۔

لیڈیا کے لوگوں نے یہ امید کی تھی کہ ایرانی فوج اس یونانی سیلاب کو روکنے کی کوشش کرے گی کیوں کہ لیڈیا کے یونانی داخلی طور پر آزاد تھے، وہ سب کچھ کرسکتے تھے لیکن نہ تو اپنی فوج رکھ سکتے

تھے اور نہ اپنے سکے جاری کر سکتے تھے۔ جب یہاں ایرانی حکمران رہتا تھا تو اس نے اپنے رہنے کے لیے ایک محل بھی بنوایا تھا اور اس محل کے قریب ہی ایک شاندار عبادت گاہ بھی تعمیر کروائی تھی۔ اب یہ عبادت گاہ ویران تھی وہاں یہ مشہور تھا کہ جس روز سکندر پیدا ہوا تھا یہ عبادت گاہ خود بخود زمیں بوس ہو گئی تھی۔ اب شاہی محل اور اس سے ملحق عبادت گاہ سالوں سے ویران پڑے تھے۔

لیڈیا کے سامنے سکندر نے پڑاؤ ڈالا تو یہاں سے قدیم محل اور ٹوٹی پھوٹی عبادت گاہ صاف نظر آرہے تھے۔

ابھی تک میزا کا کاہن اریسٹانڈر بالکل خاموش رہا تھا لیکن اس جگہ فوج کے پڑاؤ ڈالتے ہی میزا کا کاہن سکندر کے برابر جا کھڑا ہوا۔ وہ شاہی محل اور اس سے ملحقہ مندر کو نہایت پُرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

سکندر نے کاہن سے پوچھا "مجھے بتا تو سہی کہ یہاں ہمارا مقابلہ آسان ہو گا یا دشوار؟"

کاہن نے درخواست کی "میں فوراً کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا لیکن لیڈیا کو فتح کے بعد نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

سکندر نے پوچھا "تو لیڈیا کی طرف داری کیوں کر رہا ہے؟"

کاہن نے جواب دیا "یہ میرا وطن ہے میں یہیں پیدا ہوا تھا اور جب یہ تسخیر ہو جائے گا تو تو اس تباہ شدہ مندر کو دوبارہ تعمیر کروائے گا اور زیوس دیوتا کے اس مندر میں ہم سب شراب لنڈھائیں گے اور قربانیاں پیش کریں گے۔"

سکندر اپنے پہلے معرکے کے بعد پیش قدمی میں احتیاط سے کام لے رہا تھا اس نے کاہن کو سمجھایا "میں تیرے وطن کا احترام کروں گا لیکن جنگ کے انجام کے بعد اس شہر کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

تیسرے پہر نہتے شہریوں کا جم غفیر سکندر کی طرف آتا دکھائی دیا۔ ان کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار تھے۔

سکندر نے ہیفاسشن سے کہا "تو ان سب کو راستے میں ہی روک دے اور جائزہ لے کہ یہ ان کی کوئی چال تو نہیں ہے۔"

کچھ دیر بعد ہیفاسشن ان سب کو اپنے ساتھ لیے ہوئے سکندر کے پاس پہنچا اور سکندر کو بتایا "یہ سب ایتھنزی ہیں' ان لوگوں نے اپنے مشیروں اور صلاح کاروں کی مدد سے یہاں کا انتظام سنبھال رکھا ہے۔ یہ لوگ بتاتے ہیں کہ لیڈیا کی ایرانی فوج پہلے ہی فرار ہو چکی ہے پہلے ان کا خیال تھا کہ یہ ایرانیوں کے ساتھ مل کر آپ کا مقابلہ کریں گے لیکن اب یہ آپ کی خدمت میں پھولوں کے ہار اور گلدستے پیش کر رہے ہیں۔"

اس خوشخبری نے کاہن کو بے حد خوش کر دیا اس نے جذباتی لہجے میں کہا "میری دعا قبول ہوئی اور میرا وطن تباہی و بربادی سے بچ گیا۔"

سکندر نے شہریوں کے ہار اور گلدستے قبول کر لیے اور شہر میں داخل ہو گیا۔ وہ شاہی محل کو دیکھنے کے بعد کاہن کے ساتھ تباہ حال مندر میں گیا۔ وہ کاہن کی خواہش کے مطابق یہاں زیوس دیوتا کا مندر تعمیر کروانا چاہتا تھا مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ مندر کس جگہ تعمیر کیا جائے۔ کاہن سے اس بارے میں مشورہ کیا گیا تو اس نے جواب دیا "آپ کچھ صبر کریں اور دیکھیں کہ خود زیوس دیوتا اپنے لیے کون سی جگہ پسند کرتا ہے۔"

سکندر نے شہر کا جائزہ لیا۔ ایرانی فوج نے جو سامان چھوڑا تھا وہ سب سکندر کے قبضے میں چلا گیا لیکن مقامی یونانیوں سے کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ ایرانی حکومت ان سے جو کچھ لیا کرتی تھی' سکندر نے وہ خراج و محاصل معاف کر دیے کیوں کہ یہ اس کے ہم وطن بھائی تھے۔ جب کہ یونانی اس امن و صلح کے عالم میں بھی یمنان کے بحری بیڑے کے انتظار میں تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ سکندر پر یمنان ساحل کی طرف سے حملہ آور ہو... اور لیڈیا سے فرار ہو جانے والی ایرانی فوج واپس آکر خشکی کی طرف سے سکندر پر حملہ کر دے اور یہ مقدونوی لشکر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہو جائے۔ لیڈیا کے یونانیوں کی ساری ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں لیکن نہ تو ساحل کی طرف سے یمنان آیا اور نہ ایرانی فوجی پلٹ کے حملہ آور ہوئے۔

شام سے کچھ پہلے ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا پورا شہر بارش سے محروم رہا اور ابر کا یہ ٹکڑا تباہ و برباد مندر پر چھڑکاؤ کر کے غائب ہو گیا۔

کاہن نے سکندر کو بتایا "جناب! زیوس دیوتا کا مندر اسی جگہ تعمیر ہو گا۔"

سکندر کو بھی اس غیبی اشارے پر یقین کر لینا پڑا اور حکم دیا۔ "جلد از جلد نیا مندر اسی جگہ تعمیر ہونا چاہیے۔"

جب تک یہ مندر تعمیر نہیں ہو گیا سکندر لیڈیا میں موجود رہا۔

تعمیر کے بعد سب سے پہلے سکندر نے زیوس دیوتا کو شراب کا نذرانہ پیش کیا اور پھر ہر ایک نے سکندر کی تقلید میں اپنے اپنے طور پر شراب جی بھر کر چڑھائی بھی اور پی پی کے بدمست بھی ہوئے۔

شہریوں نے پہلی بار سکندر اور زیوس دیوتا کے اعزاز میں یہاں جو جشن منایا اس میں مقامی اور جزائر کی خوب صورت عورتوں اور لڑکیوں کو بھی شامل کر لیا گیا۔ ان عورتوں کا تعلق کریٹ' رہوڈز' قبرص اور لس بوس سے تھا اور سب ہی خوش حال گھرانوں کی تھیں۔

سکندر نے اپنے سرداروں کو سمجھایا "ان لڑکیوں اور عورتوں سے لطف اندوز ہو مگر اس حد تک کہ تم سب اپنے ہوش و حواس میں بھی رہو۔"

خوب جشن منایا گیا۔ یونانی فوجی' جزائری لڑکیوں اور عورتوں سے لطف اندوز بھی ہوئے اور سکندر نے ان کے پوری طرح ہوش میں آنے سے پہلے ہی کوچ کا حکم دے دیا۔

پارمینیو نے درخواست کی کہ فی الحال سفر کو ملتوی کیا جائے۔ کیوں ملتوی کیا جائے' پارمینیو نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی مگر سکندر نے بہت جلد سمندر میں ہونے والی لڑائی کا نظارہ کر لیا۔ یمنان چپکے چپکے ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ سکندر کو غافل دیکھ کر حملہ آور ہونے ہی والا تھا کہ سکندر کے بحری بیڑے نے اس پر حملہ کر دیا اور سکندر کو ایک بہت بڑے خطرے سے محفوظ کر دیا۔

اس لڑائی میں یمنان سکندر کے بیڑے کو شکست دے رہا تھا مگر اچانک وہ بیمار پڑ گیا اور جو کام سکندر کا بحری بیڑہ نہیں کر سکا تھا وہ یمنان کی بیماری نے کر دکھایا۔ یمنان مر گیا اور ایران کی بحری قوت پسپا ہو گئی۔ یمنان کے بغیر ایرانی بحری بیڑہ سلیشیا کے سامنے سے گزرتا ہوا جنوب میں کہیں غائب ہو گیا۔

اب سکندر کسی خطرے اور روک ٹوک کے بغیر اپنا سفر جاری رکھ سکتا تھا چنانچہ اب وہ فریجیا کی طرف بڑھا۔ یہاں مقدونوی بھی آباد تھے لیکن یہاں کے مقامی مقدونوی حملہ آور مقدونوی لشکر سے ناخوش تھے کیونکہ ان حملہ آوروں نے ان کے سکون کو برباد کر دیا تھا۔

سکندر نے انہیں بھی رعایتیں دیں اور جس طرح ایک دشمن دوسرے دشمن کو نقصان پہنچاتا ہے' سکندر نے ان سے ایسا کوئی سلوک نہیں کیا۔

سکندر کو سب سے بڑی حیرت یہ تھی کہ اسے ایرانی روک نہیں رہے تھے۔ ایرانی مسلسل پسپا ہوتے جا رہے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ ایرانی ایشیائے کوچک کے نوآبادیاتی ایرانی شہروں کو قصداً ان کے ہم وطن دشمنوں کے سہارے چھوڑتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ سکندر گورڈیم نامی ریاست کے سامنے پہنچ گیا۔ شہر کے پروہت باہر نکل آئے اور سکندر کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

سکندر حیران تھا کہ یہاں بھی ایرانی فوجی غائب تھے۔ شاہ ایران اتنا کمزور اور بزدل ہے کہ کہیں بھی اس کی مزاحمت نہیں کر رہا ہے۔ اب جو اچانک گورڈیم کا ایک مذہبی ٹولہ سامنے آکر کھڑا ہو گیا تو اس نے ان مذہبی پروہتوں سے پوچھا "کیا تم لوگ اپنے شہروں کی حفاظت نہیں کرتے؟"

پروہتوں نے جواب دیا "ہم دوسری ریاستوں اور شہروں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن گورڈیم کے بارے میں ایک خاص نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ یہاں ہمارے شہر میں وہی شخص داخل ہو گا جو ایشیا کا شہنشاہ کہلائے گا۔ ہم اس شخص کو لڑے بھڑے بغیر ہی پہچان لیں گے۔"

سکندر نے حیرت سے دریافت کیا "وہ کس طرح؟"

ابھی تک بطلیموس نے کسی بھی جگہ کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا اسی طرح نیارکس بھی ابھی تک خاموش رہا تھا لیکن گورڈیم کے ہجوم کو دیکھ کر بطلیموس اور نیارکس آگے بڑھے۔

بطلیموس نے سکندر سے کہا "جناب! یہ ہم کس پراسرار زمین میں آگئے ہیں۔ یہاں کے لوگ اپنی سمجھ سے باہر ہیں۔"

نیارکس نے گھٹی زبان اور کھردرا لہجہ اختیار کیا "مجھے تو یہ خطہ منافقوں' بزدلوں' سازشیوں اور وطن دشمنوں کا معلوم ہوتا ہے بس ایک جگہ انہوں نے ہمارا مقابلہ کیا تھا اس کے بعد مسلسل پسپائی اختیار کرتے جا رہے ہیں۔"

بطلیموس نے پروہتوں سے پوچھا "تمہاری ریاست کی فوج کہاں ہے؟"

ایک پروہت نے جواب دیا "ہم کوئی فوج نہیں رکھتے۔"

نیارکس نے پوچھا "جب تم لوگ فوج نہیں رکھتے تو پھر یہاں کا حکمران دشمنوں کا مقابلہ کس طرح کرتا ہے؟"

سکندر نے اس دلچسپ گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا بس ان کی باتیں سنتا رہا۔

پارمینیو نے سکندر کو علیحدہ لے جا کر سمجھایا "بطلیموس اور نیارکس تو احمق ہیں جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہاں کے حکمران فوج نہیں رکھتے۔"

سکندر نے آہستہ سے کہا "میرا بھی ابھی تک یہی خیال ہے میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ یہاں کی ریاستوں کے لوگ جنگ و جدل سے پرہیز کیوں کرتے ہیں۔"

پارمینیو نے اندیشہ ظاہر کیا "ہم یقیناً ایرانیوں کے محاصرے میں ہیں۔ ہمارے اطراف ایرانی افواج حرکت کر رہی ہوں گی۔ مگر ہم انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔"

بطلیموس نے پروہتوں کو ڈانٹنا شروع کر دیا "تم لوگ بلاوجہ ہمارا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ہمیں باتوں میں الجھا کر ہمیں پٹوانے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہو۔"

نیارکس نے مشورہ دیا "ہم گورڈیم میں کئی سمتوں سے داخل ہوں گے اور دیکھیں گے کہ ہمیں بزدل اور احمق ایرانی کس طرح آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔"

پارمینیو نے سکندر کو یقین دلایا "گورڈیم کے بارے میں کوئی روایت سنی تو ہے۔ یہاں شاید ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آپ ایشیا کے حکمران بنیں گے یا نہیں؟"

سکندر نے اس نازک موقع پر اریسٹانڈر کو طلب کر لیا۔ وہ ڈرتا ڈرتا سکندر کے پاس آیا۔ وہ کئی بار پیش گوئیوں کے بارے میں ٹال مٹول سے کام لے چکا تھا۔

سکندر نے اس کو دیکھتے ہی سوال کیا "دیکھ... اریسٹانڈر! یہ پروہت کیا کہتے ہیں؟"

کاہن نے پروہتوں سے پوچھا "تم لوگوں نے اس مقدونوی فاتح سے کیا کہہ دیا؟"

ایک پروہت نے جواب دیا "یہاں ایک قدیم رتھ رکھی ہوئی ہے رتھ کے بم کو ایک رسے سے باندھ دیا گیا ہے۔ اس رسے کی گانٹھ کچھ اس طرح لگائی گئی ہے کہ اسے کئی لوگوں نے کھولنے کی کوشش کی مگر نہیں کھول سکے اور اس گانٹھ کے لیے یہ عقیدہ مشہور ہے کہ جو اس گانٹھ کو کھولے گا وہ ایشیا کا مالک ہو جائے

گا۔"

بطلیموس ہنسنے لگا "یہ کیا بات ہوئی۔ گانٹھ کا ایشیا کے مالک سے کیا تعلق؟"

نیارکس نے بھی پروہت سے طنز کیا "تو تم میں سے کوئی یہ گانٹھ کھولنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا۔ گانٹھ کھولے اور ایشیا کا مالک بن جائے۔"

پروہت نے جواب دیا "تم لوگ گانٹھ کھولنے کی کوشش کرو اور ایشیا کے مالک بن جاؤ۔"

بطلیموس نے پوچھا "وہ رتھ اور گانٹھ کہاں ہے مجھے وہاں لے چل۔ میں گانٹھ کھول دوں گا۔"

پارمینیو نے سکندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تو سکندر کی موجودگی میں وہ گانٹھ کھولنے کی کوشش کرے گا؟"

بطلیموس نے ہنستے ہوئے کہا "کوشش کرنے میں کیا حرج ہے؟ ویسے مجھے یقین ہے کہ گانٹھ کوئی بھی کھولے مگر ایشیا کے مالک بھائی سکندر ہی بنیں گے۔"

نیارکس نے کہا "جب یہ پیش گوئی ہے کہ جو گانٹھ کھولے گا وہی ایشیا کا مالک بنے گا تو اس میں سکندر ہی کی اختصاص کیوں؟"

بطلیموس نے پوچھا "بادشاہ تو ہر حال میں بھائی سکندر ہی رہیں گے یوں ازراہِ تفنن ہمیں گانٹھ کھولنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔"

پروہتوں نے اس بحث و مباحثے سے بیزاری کا اظہار کیا اور سکندر سے کہا "جناب! آپ گانٹھ کھولنے کی کوشش کریں۔ کسی اور کو آپ کی موجودگی میں گانٹھ کھولنے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے۔"

سکندر پروہتوں کے ساتھ رتھ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس وقت اس کے ساتھ بطلیموس اور نیارکس بھی تھے۔

پارمینیو نے راستے میں سکندر کو سمجھایا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ اس آزمائش میں نہ پڑیں۔"

سکندر نے اس آزمائش میں نہ پڑنے کی وجہ دریافت کی۔

پارمینیو نے جواب دیا "مجھے تو یہ پروہت ایرانی بادشاہ دارا کے آدمی معلوم ہوتے ہیں اور دارا جنگ کا آغاز کر چکا ہے۔ آپ اس گانٹھ کو جنگ کا ایک حصہ تصور کریں۔ چالاک اور عقلمند دارا نے آپ کو گانٹھ کے چکر میں ڈال کر ایک عجیب فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔"

سکندر نے بطلیموس اور نیارکس کو بھی اس گفتگو میں شامل کرلیا اور ان دونوں سے کہا "تم دونوں بھی پارمینیو کی باتیں غور سے سنو کیونکہ یہ ہمیں کسی ایسے خطرے سے آگاہ کر رہا ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔"

بطلیموس اور نیارکس سکندر کے قریب آگئے تو پارمینیو کو شبہ گزرا کہ شاید سکندر اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔

پارمینیو نے مت۔فانہ لہجے میں کہا "آپ میری بات کو معمولی نہ سمجھیں اور میرا مذاق نہ اڑائیں۔ میری یہ بات یاد رکھیں کہ اگر آپ یہ گانٹھ نہ کھول سکے تو ہماری فوج میں اپنی آئندہ فتوحات کے لیے وہم اور شکوک پیدا ہو جائیں گے اور ہمارے فوجی حالتِ جنگ میں اس بہادری کا مظاہرہ نہیں کریں گے جس کی ہمیں ان سے توقع ہے۔ دوسری طرف ایرانی فوج جب یہ سنے گی کہ سکندر گوردیم کی پراسرار گانٹھ کو کھولنے میں ناکام رہا تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے کہ سکندر اس ملک کو فتح نہیں کرسکتا اور اس طرح ہم انجانے میں ایک محاذ پر شکست سے دوچار ہو جائیں گے۔"

سکندر نے دریافت کیا "اگر میں اس گانٹھ کو کھولنے کی کوشش نہ کروں تو میری فوج اور تم لوگ میرے بارے میں کیا رائے قائم کروگے؟"

اس سوال نے سبھی کو لاجواب کردیا۔

سکندر نے اپنے اس سوال کا جواب بھی خود ہی دیا۔ "پروہتوں کے گانٹھ والے اعلان کو نظرانداز کردینے کا یہ مطلب ہوگا کہ اپنی فوج سمیت دشمن تک یہی کہیں گے کہ سکندر بزدل ہے جو گانٹھ کے واہمے سے ڈر گیا اور اس تاثر کا بھی وہی نتیجہ نکلے گا جو گانٹھ کے نہ کھول سکنے سے نکل سکتا ہے۔"

پارمینیو خاموش ہوگیا لیکن اس وقت وہ سخت اضطراب اور ہیجانی کیفیت کا شکار تھا۔

یہ رتھ ایک پرانے مندر کے احاطے میں کھڑی تھی۔

سکندر نے رتھ کے بموں کا جائزہ لیا جنہیں ایک رسے کے ذریعے باندھ دیا گیا تھا اور مذکورہ پراسرار گانٹھ دوری سے نظر آرہی تھی۔

سکندر نے گانٹھ کی رسی کے دونوں سرے تلاش کیے۔ وہ کہیں نظر نہ آئے۔ شاید اسی لیے یہ گانٹھ ابھی تک کھولی نہیں جاسکی تھی۔

سکندر نے بطلیموس اور نیارکس سے کہا "تم دونوں اس گانٹھ کو کھولنے کی کوشش کرو شاید تم دونوں میں سے کوئی ایک ایشیا کا مالک بن جائے۔"

پارمینیو نے بڑی بے دلی سے سکندر کو خبردار کیا "یہ آپ کیا کررہے ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے یہ گانٹھ کھول لی تو اپنی فوج میں اس کا اثر بڑھ جائے گا اور آپ کا اثر کم ہو جائے گا۔"

سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا "میرے عزیز دوست پارمینیو! میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ بطلیموس ابھی تک خود کو فیلقوس کا اصل جانشین سمجھتا ہے۔ جس طرح میں نے اس کو گھڑ سواری کے مقابلے میں شکست دے کر اپنے تاج و تخت کو بچالیا تھا اسی طرح آج میں اس گانٹھ کے ذریعے اپنے تاج و تخت کا دفاع کروں گا۔"

سکندر اور پارمینیو گانٹھ کے قریب گئے۔ دیکھا دونوں ابھی تک رسے کے سروں کو تلاش کر رہے تھے۔

ایک پروہت نے بیزاری سے کہا "ابھی تک اس گانٹھ کو کھولنے کی کوشش کسی عام آدمی نے نہیں کی ہے۔ اسے تو کوئی بادشاہ یا فاتح ہی کھول سکتا ہے ہم نے آپ سے درخواست کی تھی اور آپ نے یہ اہم کام ان دو غیر معروف اجنبیوں کے حوالے کردیا۔"

بطلیموس اور نیارکس ہمت ہار چکے تھے۔ بطلیموس نے کہا۔ "گانٹھ لگانے والے نے آخر کس طرح یہ گانٹھ لگائی ہے کہ رسے کے دونوں سرے بھی ایسے چھپادیے کہ وہ تلاش کرنے کے باوجود کہیں نظر نہیں آتے۔"

نیارکس نے کہا "میں نہیں سمجھتا کہ کبھی یہ گانٹھ کھولی بھی جاسکے گی۔"

سکندر نے ان دونوں کو ہٹادیا اور گانٹھ کا جائزہ لینے لگا۔

جو لوگ بھی وہاں موجود تھے ان کے دل خوف اور اندیشے سے دھڑک رہے تھے۔ پارمینیو اب بھی اپنی اس رائے پر قائم تھا کہ سکندر کو اس خطرے سے بچنا چاہیے۔

سکندر نے پروہتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "جس شخص نے یہ گانٹھ لگائی تھی اس کا کیا نام تھا؟ غالباً گوردیس۔"

ایک پروہت نے جواب دیا "اسی کے نام پر اس شہر کا نام گوردیم رکھا گیا ہے۔"

سکندر نے پارمینیو سے کہا اور اس کی یہ باتیں بطلیموس اور نیارکس بھی غور سے سن رہے تھے "استاد ارسطو نے کسی بھی مسئلے یا مرحلے کے حل کے لیے یہ سبق دیا تھا کہ پہلے 'کیا ہے' کا حل تلاش کیا جائے؟ پھر 'کیوں ہے' پر غور کرنے سے اس کا جواب مل جائے گا چنانچہ میں نے اس دوران 'کیا ہے' اور 'کیوں ہے' کے جوابات معلوم کرلیے ہیں۔ اب یہ گانٹھ بہ آسانی کھل جائے گی۔"

سکندر نے نیام سے تلوار نکالی اور گانٹھ کے بیچوں بیچ وار کیا گانٹھ کٹ گئی اور رسا زمین پر گر گیا۔

سکندر نے گانٹھ کے کٹے ہوئے دونوں حصوں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ رسے کے دونوں سرے گانٹھ کے اندر چھپے ہوئے تھے۔

سکندر نے اعلان کیا "کیا ہے کا جواب یہ تھا کہ یہ ایک رسے میں لگی ہوئی گانٹھ ہے اور کیوں ہے کا جواب یہ تھا کہ اسے ایک عقلمند فاتح کی تلوار ہی کھول سکتی ہے۔ ایشیا کا مالک بننے کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے ان کا تعلق عقل، استقلال اور قوت میں مضمر ہے۔ اس نکتے کو مجھ سے پہلے کوئی بھی نہ سمجھ سکا اس لیے ایشیا کا مالک نہیں بن سکا لیکن میں نے یہ نکتہ پالیا تھا اور اب میں ایشیا کا مالک بن جاؤں گا۔"

پروہت سکندر کے قدموں میں جھک گئے اور کہا "بے شک! تو کسی دیوتا کی اولاد ہے۔ سمجھ داری کی یہ باتیں دیوتا کا بیٹا ہی کرسکتا ہے۔"

اس واقعے نے حاسدوں کے حوصلے پست کردیے اور اس کی فوج کے حوصلے بڑھ گئے اور یہ خبر پہاڑوں، دریاؤں اور میدانوں کو پار کرتی ہوئی شہنشاہِ ایران دارا اور اس کی فوج کے کانوں تک پہنچی تو وہ ڈانواں ڈول ہوگئے۔ ان کے دل و دماغ میں ایک ہی بات جگہ بنا چکی تھی "کیا یہ بیس بائیس سالہ سنہری بالوں والا نوجوان سکندر مقدونی ایشیا کا مالک بن جائے گا؟"

جس طرح اس معمولی واقعے نے سکندر کی فوج کے حوصلے بڑھادیے تھے اسی طرح ایرانی فوج کے حوصلے پست ہوگئے تھے اور سکندر اس انجانے محاذ پر اپنی پہلی جنگ جیت چکا تھا۔

سکندر نے بہ عجلت سلیشیا کا رخ کیا اور کوہستانی سلسلے طورس کو عبور کرکے باب سلیشیا تک پہنچ گیا۔ یہاں بھی یونانی آباد تھے ۔اب اس کے سامنے سمندر میں مشہور جزیرہ قبرص تھا۔

سکندر نے یہ فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا تھا کہ اسے ساحلی شہروں پر اپنی گرفت مضبوط رکھنی چاہیے اور اس حیثیت سے سلیشیا کے دو شہر اسوس اور طرسوس بڑی شہرت رکھتے تھے۔

ہیفاسشن نے کئی فوجی سرداروں کو باتیں کرتے سنا۔ یہ لوگ آپس میں سوال کررہے تھے کہ سکندر کو ساحلی شہروں سے محبت کیوں ہوگئی ہے؟ وہ اندرونِ ایران پہنچ کے ایران کی مرکزیت پر ضرب کیوں نہیں لگاتا؟

پارمینیو بھی مقابلے کے لیے بے چین ہورہا تھا دوسری طرف یونان سے خبریں آرہی تھیں کہ ایک ایرانی جنگی بیڑا تھسلی روانہ ہوچکا ہے جو تھسلی کی بندرگاہ پر قابض ہونے کے بعد مقدونیہ پر حملہ آور ہوگا۔ عمر رسیدہ پارمینیو کا خیال تھا کہ انھیں یہیں سے مقدونیہ واپس چلا جانا چاہیے کیونکہ اب یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ ایران کو حاصل کرنے کے چکر میں وہ مقدونیہ سے بھی محروم ہوجائیں گے۔

ہیفاسشن نے سکندر کو اپنی تشویش سے آگاہ کیا "ہمارے سردار ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہم ساحلی شہروں میں گھوم پھر کے اپنا وقت کیوں ضائع کررہے ہیں۔ آخر ہم اندرونِ ایران کیوں نہیں جاتے؟"

اور پارمینیو نے کہا "غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق کوئی ایرانی بحری بیڑا تھسلی کی طرف روانہ ہوچکا ہے اور شاید دارا تھسلی کے راستے مقدونیہ کو فتح کرلینا چاہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ایران کو فتح کرنے کے لالچ میں مقدونیہ کو بھی گنوا دیں ہمیں فوراً مقدونیہ واپس جانا چاہیے کہ اگر مقدونیہ ہے تو ہم بھی ہیں اور اگر مقدونیہ نہیں تو ہم بھی نہیں۔"

ہیفاسشن اور پارمینیو کھڑے کھڑے باتیں کررہے تھے کہ سکندر نے نرم و ملائم لہجے میں دونوں کو بیٹھ جانے کا حکم دیا اور جب یہ دونوں بیٹھ گئے تو سکندر نے دونوں کو سمجھایا "ہیفاسشن! میری باتیں غور سے سن۔ اگر ہم اپنی گرفت ساحلی شہروں پر مضبوط رکھتے ہیں تو ہم ایرانی بحری بیڑے کو جنگ کے بغیر ہی ناکارہ کردیں گے۔ ٹرائے سے سلیشیا تک میں نے ہر شہر میں اپنے نمائندے اور فوجیں

بٹھا دی ہیں۔ وہ کسی بھی ایرانی بیڑے کو ساحل پر نہیں اترنے دیں گی اور ایرانی۔ بحری بیڑوں کی مجبوری یہ ہے کہ انہیں کچھ کچھ وقفوں کے بعد ساحلی شہروں میں داخل ہونے کی ضرورت پڑے گی۔ جب ان کا میٹھا پانی اور خوراک ختم ہو جاتی ہے تو وہ ساحلی شہروں پر اترتے ہیں لیکن اب انہیں کسی بھی ساحلی شہر سے نہ تو میٹھا پانی ملے گا اور نہ خوراک۔ وہ کب تک سمندری سطح پر گھومتے پھریں گے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ یعنی ایران اپنے۔ بحری بیڑوں کی جنگ ہار چکا ہے۔"

اس کے بعد سکندر پارمینیو سے مخاطب ہوا "اور اے پارمینیو! جب تو خود یہ اقرار کرتا ہے کہ تیری خبر غیر مصدقہ ہے تو کسی غیر مصدقہ خبر کی وجہ سے میں مقدونیہ کیوں واپس جاؤں؟"

پارمینیو نے کہا "اگر یہ خبر مصدقہ نکلی اور مقدونیہ پر ایران کا قبضہ ہو گیا تو ہم ایران میں پھنس جائیں گے۔ ہمیں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

سکندر نے پارمینیو کو سمجھایا "ایتھنی بیڑا اپنے۔ بحری بیڑے کے ساتھ تھریس کے ساحل پر موجود ہوگا اور ایران۔ بحری بیڑا اتنی آسانی سے تھریس کے ساحل پر نہیں اتر سکتا۔ ادھر میں ایشیائے کوچک اور ایرانی ساحلی شہروں پر اپنی گرفت مضبوط کرتا چلا جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایرانی بادشاہ دارا ہمارے پاس جنگ کرنے آئے کیا تو یہ بات بھول گیا کہ ایرانی پہاڑوں اور تنگ میدانوں میں جنگ لڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ وہ کھلے میدانوں میں جنگیں لڑنے کے عادی ہیں جب کہ ہمارے سپاہی پہاڑی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ پہاڑوں' پہاڑیوں اور تنگ میدانوں میں لڑنے کے عادی ہیں۔ میں دارا کو اپنی پسند کے محاذ پر لانا چاہتا ہوں۔ اگر ہم نے دارا کو شکست دے دی اور ہم ایران پر قابض ہو گئے تو تھریس اور مقدونیہ پر حملہ آور ہونے والا بیڑا خود بخود ناکارہ ہو جائے گا اس لیے میں مقدونیہ واپس جانے کی فاش غلطی نہیں کر سکتا۔"

پارمینیو کو ایمان لانا پڑا کہ بائیں طرف جھکی گردن والا یہ نوجوان غیر معمولی فکر و تدبر کا حامل ہے۔

سکندر کا جاسوسی نظام کس نوعیت کا تھا اور اس کے طلایہ گرد کس طرح خبریں حاصل کرتے تھے یہ بھی ایک معمہ ہے لیکن سکندر کے ایک طلایہ گرد نے سکندر کو یہ خبر بھیجی کہ سکندر کے عقب میں ایرانی فوجیں حرکت کر رہی ہیں۔ ان کی تعداد شمار سے باہر ہے اور اس طرح یونانی افواج کی واپسی کا راستہ کاٹ دیا گیا ہے۔

ایسی خبریں کئی ساحلی شہروں سے موصول ہوئیں۔ ان خبروں میں بھی یہی بتایا گیا تھا کہ ایرانی فوج بہت بڑی ہے اتنی بڑی جس کا شمار مشکل ہے اور ان خبروں میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ایرانی فوج میں اجیر یونانی سپاہیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور یہ یونانی تنگ محاذوں پر بھی لڑنے کے عادی ہیں۔

معلوم نہیں کس طرح یہ خبریں سکندر کی فوج میں بھی مشہور ہو گئیں اور سپاہی کچھ خوف زدہ نظر آنے لگے۔

سکندر کی طرف سے اینٹی گونس اپنی فوج کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ "دیکھو تمہیں بس یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ تمہاری فوجی قیادت زیوس کا بیٹا سکندر کر رہا ہے۔ دیوتا کے اس بیٹے نے گورڈیم کے مندر میں گھڑی رتھ کی گانٹھ بھی کھول دی۔ جس سے ہمیں خوفناک جنگیں لڑے بغیر ہی قبل از وقت یہ معلوم ہو گیا کہ بہت... جلد ہمارا سکندر پورے ایشیا کا مالک ہو جائے گا۔"

جب سکندر نے بھی یہ محسوس کیا کہ اس کی فوج کا حوصلہ پست ہوتا جا رہا ہے تو وہ اپنی فوج میں بے تکلفی سے گھومنے پھرنے لگا۔

سکندر کو اپنے درمیان دیکھ کر سپاہی اس کے چاروں طرف جمع ہو جاتے اور سکندر انہیں مخاطب کرتا' دلاسے دیتا اور ان کے حوصلے بڑھاتا "ہم نے تو واپسی کے سارے راستے بند کر دیے۔"

کئی فوجیوں نے سکندر کو بتایا "ہمیں تو یہ بتایا گیا ہے کہ ایرانی فوج حد و شمار سے بھی زیادہ ہے۔ ہم ہی میں سے کسی نے رات یہ کہا تھا کہ ایرانی فوج اتنی زیادہ ہے کہ اگر وہ اپنے ہتھیار پھینک دے اور ہمارے سامنے ہاتھ باندھ کے کھڑی ہو جائے اور کہے کہ تم ہمیں قتل کر دو تو انہیں قتل کرتے کرتے ہمارے ہاتھ شل ہو جائیں گے اور ایرانی فوج باقی رہ جائے گی۔"

اس ہوش ربا خبر نے یونانی فوج کے رہے سہے حواس بھی گم کر دیے۔

سکندر کو کوئی پروا نہ تھی کہ اس کی فوج کا کیا حال ہے اور یہ کم ہمت فوج کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دے۔ اس نے اپنی فوج کو یقین دلایا "ہماری واپسی کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں کیونکہ بحیرۂ ایجین میں ایرانی بیڑے حرکت میں ہیں۔ ٹرائے اور ایتھنز کے درمیان کئی بہادر ایرانی بیڑے اس شان سے راستوں کی نگرانی کر رہے ہیں کہ اپنے معمولی جہازوں اور کشتیوں سے صحیح سلامت مقدونیہ نہیں پہنچ سکتے اور خشکی کا کوئی راستہ مقدونیہ تک جاتا نہیں۔ ایران کو فتح کرو اور اسے یونانی حکومت میں شامل کر دو۔ بس ایک یہی راستہ ہے جو تمہیں سرخ رو کر سکتا ہے اور تمہیں مالا مال کر سکتا ہے۔ تمہیں بے پناہ وسائل کا مالک بنا سکتا ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو پردیس میں گم نامی میں مر جاؤ۔ وہاں یونان میں تمہارے والدین تمہاری بیویاں' تمہاری اولادیں تمہارے عزیز رشتے دار' تمہارے دوست تمہارا انتظار کرتے رہیں گے اور تم کبھی بھی ان میں واپس نہیں پہنچ سکو گے۔"

یہ چھوٹی موٹی تقریریں اور حوصلہ افزا باتیں فوج کے عزم و ہمت بحال کرنے کے لیے کافی تھیں۔ اس قسم کی باتیں اینٹی گونس' پارمینیو' ہیفاشن' بطلیموس اور نیارکس بھی کرتے پھر رہے تھے۔ لیکن ان سب کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ ایرانی فوج کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اب تک ان کی معلومات کے مطابق ایرانی

فوج کی تعداد تین لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔

اسی دوران سکندر نے نہانے کے لیے ایک دریا میں چھلانگ لگا دی۔ یہ علاقہ مچھروں کا تھا جس سے ملیریا وبائی شکل اختیار کر چکا تھا۔

سکندر نہانے کے بعد خشکی پر آیا تو اسے اپنے جسم میں گرمی محسوس ہوئی' جسم بھاری ہو رہا تھا۔ آرام کرنے کو جی چاہتا تھا اور چلنے پھرنے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ اس وقت وہ اسوس نامی شہر میں بالکل خلیج کے سامنے تھا۔ مقامی لوگوں نے سکندر کے آدمیوں کو بتا دیا تھا کہ یہاں موسمی بخار نئے آنے والوں کو بہت پریشان کرتا ہے۔ بخار سے پورا وجود ہل جاتا ہے۔ چنانچہ سکندر کی بھی یہی کیفیت تھی اور وہ بستر پر دراز ہو گیا۔

سکندر کے خاص معالج کا نام بھی فیلقوس تھا۔ اس نے سکندر کو دیکھا اور مشورہ دیا کہ علاج کے ساتھ مسہل بہت ضروری ہے کیونکہ جلاب سے اندر کا فاسد مادہ نکل جائے گا اور مریض صحت یاب ہونے لگے گا۔

سکندر کی بیماری نے فوج کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ اپنی کامیابی پر شک و شبہ کرنے والی فوج بالکل مایوس نظر آنے لگی۔

پارمینیو' اینٹی گونس' ہیفاشن' نیارکس' بطلیموس اور دوسرے کئی سردار سکندر کو چاروں طرف سے گھیر کے بیٹھ گئے۔ ان میں سے کئی کو شبہ تھا کہ سکندر کو زہر دیا گیا ہے اور اس بخار کو وبائی اور موسمی نہیں کہا جا سکتا۔

فیلقوس طبیب نے مسہل کا مشورہ دیا تو پارمینیو کا شبہ یقین میں بدل گیا اور اس نے نہایت رازداری سے سکندر کو مشورہ دیا کہ اسے بہت ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیے کیونکہ دشمن نے کئی محاذ کھول رکھے ہیں۔ جن میں کا ایک محاذ زہر خورانی بھی ہو سکتا ہے۔

سکندر نے طبیب کے مشورے پر عمل کیا اور مسہل لے لیا۔

فیلقوس دواؤں کی تیاری میں مشغول تھا۔

عیادت کرنے والے سردار نیارکس' اور بطلیموس سکندر کے خیمے سے نکل کر چہ میگوئیوں میں مشغول ہو گئے۔

پارمینیو بطلیموس پر دباؤ ڈال رہا تھا "سکندر کو منع کر کہ وہ فیلقوس پر اندھا اعتبار نہ کرے۔"

بطلیموس نے جواب دیا "سکندر کی بچپن سے یہ عادت ہے کہ وہ خود فیصلے کرتا ہے اور استاد ارسطو نے افتاد اور مصائب سے نمٹنے کے لیے جو گر بتا دیے ہیں سکندر ان سے انحراف نہیں کرتا۔"

جب یہی بات پارمینیو نے نیارکس سے کہی تو اس نے جواب دیا "جناب [illegible] کو اپنے بارے میں یہ یقین ہو چکا ہے کہ وہ زیوس دیوتا کا بیٹا ہے۔ اس کے علاوہ ڈیلفی کی دیوی نے بھی سکندر کو یہ بشارت دے رکھی ہے کہ وہ کسی محاذ پر بھی ناکام نہیں رہے گا اور اب تو اس نے گورڈیم کی پیچیدہ اور پراسرار گانٹھ بھی کھول دی ہے۔ کیا ایسے شخص کو کوئی شخص زہر کھلا کر مار سکتا ہے۔ ابھی تو سکندر کو دنیا کا مالک بننا ہے۔"

پارمینیو بہت پریشان تھا کہ لوگ خیالی باتوں میں الجھے ہوئے ہیں اور سکندر کے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہے اس کی کوئی فکر بھی نہیں کر رہا ہے۔ آخر پارمینیو نے ایک پرچہ لکھا "سکندر! فیلقوس کی دوا مت استعمال کرنا۔ یہ شخص تجھ کو زہر کے ذریعے ہلاک کر دینا چاہتا ہے۔"

پارمینیو کا یہ پرچہ اس وقت سکندر کے ہاتھوں میں پہنچا جب فیلقوس کی دواؤں کا گھول پیالے میں بھرا ہوا سکندر کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا۔

سکندر نے پرچہ پڑھا اور فیلقوس کی طرف بڑھا دیا۔

فیلقوس تھر تھر کانپنے لگا اور احتجاج کیا "یہ ایک تہمت ہے مجھ پر الزام ہے۔"

سکندر نے پیالے کو منہ سے لگایا اور ایک ہی سانس میں پیالہ خالی کر دیا اور فیلقوس سے کہا "نہ تو یہ تہمت ہے اور نہ الزام یہ سکندر سے ایک بے پناہ محبت کرنے والے کا خلوص اور واہمہ ہے۔"

فیلقوس دیر تک سکندر کے پاس ہی بیٹھا رہا اور باہر پارمینیو اور دوسرے فوجی سردار' بطلیموس' نیارکس اور خدمت گار کسی بری خبر کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ اور جب پارمینیو کو یہ بتایا گیا کہ سکندر نے اس کا پرچہ فیلقوس کے حوالے کر دیا اور گھول پی گیا تو اسے بڑی شرمندگی محسوس ہوئی۔ اس کو سکندر پر غصہ بھی آیا۔ وہ خیمے میں داخل ہوا اور سکندر کے قریب بیٹھ کر کسی متوقع برے نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔

پارمینیو سکندر کے پاس پہنچا تو اس نے طبیب فیلقوس کو سکندر کے پاس بیٹھے دیکھا۔ پارمینیو کی تحریر طبیب کے ہاتھ میں تھی۔

پارمینیو نے سکندر کے چہرے سے اس کے اور پیے جانے والے گھول کے اثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ سکندر کی حالت بہتر نظر آ رہی تھی۔

طبیب فیلقوس نے پارمینیو سے پوچھا "ہم سب یونان کی عزت و وقار کی خاطر یہاں آئے ہیں پھر میں کس طرح یہ خطرہ محسوس کروں گا کہ تو دھوکے سے سکندر کو قتل بھی کر سکتا ہے؟"

پارمینیو نے حیرت سے پوچھا "میں سکندر کو قتل کر سکتا ہوں یہ تو کس قسم کی بات کر رہا ہے؟"

طبیب فیلقوس نے جل کے جواب دیا "ٹھیک اسی طرح جس طرح تو نے مجھ پر شبہ کیا۔"

سکندر نے اٹھنے کی کوشش کی تو پارمینیو نے درخواست کی۔ "ابھی آپ لیٹے رہیں۔"

طبیب فیلقوس نے سکندر کو ہاتھ کا سہارا دے کر بٹھا دیا۔

"سب آپ کچھ دیر بیٹھ سکتے ہیں۔"

سکندر نے دونوں کی برہمی کو دیکھتے ہوئے کہا "میری جگہ کوئی اور ہوتا تو پارمینیو کی تحریر سے خوف زدہ ہو جاتا لیکن میں نے اس اعتماد کے ساتھ دوا پی لی کہ میرا ہر آدمی لائق اعتبار ہے۔ تم سب ایک عالی شان عمارت کی اینٹوں کی طرح ہیں اگر اس عمارت سے ایک اینٹ یا چند اینٹیں نکال دی جائیں تو بظاہر عمارت کے استحکام میں کوئی فرق نہیں آئے گا لیکن اینٹوں کے درمیان خالی جگہ اوپر نیچے کی اینٹوں کو آہستہ آہستہ متاثر اور کمزور کرنا شروع کر دے گی۔ میں اپنے کسی آدمی پر شبہ کر کے خلا نہیں پیدا کرنا چاہتا۔ تم سب قابل اعتبار اور وفادار ہو۔ میرا ہر سپاہی قابل اعتبار ہے۔"

طبیب فیلقوس اور پارمینیو شرمندہ تھے۔

سکندر نے دونوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھ ملائیں اور اپنے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف کدورت کو نکال پھینکیں۔

ان دونوں نے سکندر کے حکم کی تعمیل کی۔

چند دنوں میں سکندر صحت یاب ہونے لگا۔ اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ حالانکہ ابھی وہ گھوڑے کی سواری کرنے کے لائق نہیں تھا۔ اسے خالی گاڑی میں لٹا کر فوج نے کوچ کیا۔ سکندر کا خالی گھوڑا بیوسی فالس گاڑی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

شہر کے جس حصے میں فوج نے قیام کیا تھا وہ سرخی مائل ایک میدان تھا۔ یہاں انھیں ایک چٹان نظر آئی اور اس چٹان میں کئی چھینی اور ہتھوڑے کی مدد سے کوئی عبارت کھودی گئی تھی۔

بطلیموس کو اس عبارت کے مفہوم کو جاننے کا شوق پیدا ہوا اس نے حکم دیا "کسی مقامی عالم کو لایا جائے جو مجھے پڑھ کر بتائے کہ یہاں کس نے کیا لکھا ہے؟"

شہر کے ایک عمر رسیدہ عالم نے بطلیموس کو بتایا "یہ کتبہ اس شہر کے بانی ساردانا پالس نے لکھوایا تھا۔ یہاں لکھا ہے "ساردانا پالس نے شہر طرسوس ایک دن میں تعمیر کر دیا۔ اے اجنبی! تو کھا پی اور عیش و عشرت میں مشغول رہ کیونکہ انسانی زندگی کا بہترین مشغلہ یہی ہے اس لیے کہ موت کے بعد جو کچھ ہے اس کے لیے کوشش بالکل فضول ہے۔"

اس ضعیف العمر عالم نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہاں ساردانا پالس دفن ہے۔ یونانی اسے ساردانا پالس کہتے ہیں جب کہ ہم لوگ یعنی ایشیائی اشوربنی پال کہتے ہیں۔"

لوگوں نے قبر پر ایک انسانی شکل بنی ہوئی دیکھی۔ یہ شخص شاہی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

سکندر کو اس کے بستر پر اشوربنی پال کے مقبرے اور چٹان پر کندہ عبارت کے بارے میں بتایا گیا۔ تو وہ سوچ میں پڑ گیا کہ اس عبارت کی افادیت یا سچائی کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے۔

بیقاشن نے اس عبارت کی بڑی تعریف کی "بے شک ہمیں خوش و خرم رہ کے عیش و عشرت میں زندگی گزار دینا چاہیے کیونکہ اس زندگی کے بعد ہمیں جو کچھ ملے گا اس کے لیے کسی قسم کی کوشش فضول ہے یعنی مرنے کے بعد ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔"

بطلیموس نے کہا "اگر انسان کو عیش و عشرت کے وسائل اور مواقع حاصل ہوں تو ضرور عیش و عشرت میں زندگی گزار دے ورنہ ہمیں خواہشات کی تکمیل کی کوششوں میں زندگی گزار دینا پڑے گی اور موت کے بعد کا خیال تک دل میں نہیں آئے گا۔"

نیارکس نے اشوربنی پال کا مذاق اڑایا "کوئی شخص ایک دن میں شہر آباد نہیں کر سکتا۔ ایسے جھوٹے شخص کے کسی قول پر غور و فکر کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔"

سکندر نے اپنی رائے دی "اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے ایک دن میں شہر بھی آباد ہو سکتا ہے اور انسان عیش و عشرت میں زندگی بھی گزار سکتا ہے۔ مرنے کے بعد انسان دیوتاؤں میں شامل ہو سکتا ہے اور ہمیشہ کے لیے معدوم بھی ہو سکتا ہے۔"

طبیب فیلقوس ان سب کی باتیں سنتا رہا وہ کسمسا رہا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔

سکندر نے پوچھا "تو کچھ کہنا چاہتا ہے؟"

طبیب نے کہا "ہم درمیان میں کھڑے ہیں۔ جس طرح ہمیں یہ نہیں معلوم کہ پیدا ہونے سے پہلے ہم کہاں تھے اسی طرح ہم یہ نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد کہاں جائیں گے۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ پیدا ہونے کے بعد ہمیں جو کچھ ملا ہے کیا پیدا ہونے سے پہلے ہم نے اس کی خواہش کی تھی اسی طرح ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد ہمیں کیا کچھ مل سکتا ہے لیکن یہ ضرور جانتے ہیں کہ ہمیں مرنے کے بعد جو کچھ ملے گا وہ کسی خواہش اور تمنا کے بغیر عطا کیا جائے گا۔ ہم سب کسی نادیدہ صانع کی تخلیق ہیں۔ مجبور، لاعلم اور بے بس تخلیق۔"

یہی موضوع لشکر میں بھی زیر بحث رہا اور اسی بحث و مباحثے کے دوران سکندر کو یہ خبر دی گئی کہ طرسوس کے اس پار دارا کا لشکر دیکھا گیا ہے۔ دارا نے بھی ساحلی علاقوں کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا وہ سکندر کو ساحل سے دور رکھنا چاہتا تھا اور دارا کا خیال تھا کہ سکندر کو ساحل اور پہاڑوں کے درمیان تنگ میدانوں میں گھیر کے ختم کر دیا جائے۔

کوئی بھی مؤرخ یہ سبب بتانے سے قاصر ہے کہ اس خطرناک معرکے میں دارا نے عجلت سے کیوں کام لیا کیونکہ دارا چاہتا تو یہ جنگ اپنے کسی سپہ سالار کے ذریعے لڑوا سکتا تھا۔ خود اپنے دارالخلافہ پرسی پولس کے آس پاس موجود رہتا اور کئی میدانوں میں سکندر کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ ان کئی جنگوں میں سکندر کے فوجی ہلاک ہوتے رہتے اور سکندر اپنے مرنے والے سپاہیوں کی کمی پوری نہیں کر سکتا تھا جب کہ دارا اپنی فوج میں مرضی کے مطابق اضافہ کر سکتا تھا۔

اس کے علاوہ دارا کے پاس اتنی زیادہ فوج تھی کہ وہ اس سے سکندر کو دو طرف سے محاصرے میں لے سکتا تھا۔

سکندر نے پہاڑوں 'دروں' وادیوں کو اپنی پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا۔ وہ اسی قسم کا محاذ جنگ چاہتا تھا۔ اسے جلدی بھی نہیں تھی اس کے مخبر اور طلایہ گرد اسے دم بدم خبریں پہنچا رہے تھے اور سکندر ان سے بار بار یہ پوچھ رہا تھا کہ اس کے عقب میں کوئی ایرانی لشکر تو موجود نہیں۔

ہر بار اور ہر طرف سے اس سوال کا یہی جواب ملتا کہ دارا نے اپنی ساری فوج اس چھوٹی سی جگہ میں جمع کر دی ہے۔

سکندر اب گھوڑے پر بیٹھنے کے لائق ہو گیا تھا۔ وہ اپنی فوج کو لے کر آگے بڑھا تو پہاڑی کے نیچے دریائے پنارس نے اس کا راستہ روک لیا۔ دریا کے پار اسوس کے میدان پر دارا قابض تھا اور سکندر نے اس محاذ جنگ پر نظر ڈالتے ہی یہ اندازہ لگا لیا کہ بڑی فوج کے لیے اسوس کا تنگ میدان ایرانی فوج کی تباہی کا سبب بن جائے گا۔

سکندر نے اس بار دریا کو عبور کرنے کی غلطی نہیں کی اور انتظار کرتا رہا کہ ایرانی دریا کو عبور کریں۔

سکندر نے اپنی فوج کا بایاں بازو پارمینیو کی کمان میں دے دیا اور خود قلب میں موجود رہا۔ فوج کا دایاں بازو انٹی گونس کی کمان میں دے دیا۔

دستوں میں تھسلی کے تیر انداز کھڑے کر دیے گئے اور دائیں بازو کو لمبے لمبے نیزے، تلواریں اور ڈھالیں دے کر سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ اگر ایرانی دریا عبور کرنے کی غلطی کریں تو انہیں تیروں پر رکھ لیا جائے۔ یہ لمبے نیزے تقریباً چھ فٹ کے ہوتے تھے اور انہیں دشمن کے شکار کے لیے خاصے فاصلے سے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

سکندر نے بلندی سے دارا کے خیمے کا نظارہ کیا۔ یہ سرخ رنگ کا خیمہ فوج کے قلب میں استادہ تھا اور دارا ایک اونچی جگہ پر کھڑا ہوا اپنی فوج کو ہدایت دے رہا تھا۔ ایرانی فوج دریا کے طویل ساحل کو روکے ہوئے کھڑی تھی۔

سکندر کی فوج دریا کو پار کرنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

دارا نے بھی سکندر کے مقابلے میں اپنی اجیر یونانی فوج کو آگے بڑھا دیا تھا۔

سکندر نے اپنے دائیں بازو کے سامنے دریا کے اس پار ایرانی فوج کو مضطرب اور بے قرار دیکھا شاید اسے دارا کے حکم کا انتظار تھا۔

سکندر نے انٹی گونس کو حکم دے رکھا تھا کہ جیسے ہی ایرانی دریا عبور کریں ان کا لمبے نیزوں سے استقبال کیا جائے۔

دارا نے اپنے بائیں بازو کو دریا عبور کرنے کی اجازت دے دی۔ ان کے گھوڑے دریا میں اتر گئے۔ جب یہ دریا کے بیچ میں داخل ہوئے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی گئی اور سوار گھوڑوں کی پشت سے پانی میں گرنے لگے۔ جن بہادروں نے دریا عبور کر لیا تھا انھیں نیزوں سے چھید ڈالا گیا۔

پیچھے آنے والوں نے لمبے لمبے نیزے دیکھے اور اپنے سپاہیوں کو تیروں کی بوچھاڑ سے پانی میں گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں پریشانی لاحق ہو گئی اگر وہ دریا کے کنارے سے تیر اندازی کرتے تو ان کی اپنی پیش قدمی رک جاتی جب کہ دارا کا قطعی یہ حکم تھا کہ دریا کو عبور کر کے یونانیوں پر حملہ آور ہو جاؤ۔

محاذ لمبا تھا جہاں کہیں ایرانی دریا کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے اور بہت زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے یونانیوں کے لمبے نیزے بھی بیکار ہو گئے تو تلوار کی جنگ شروع ہو گئی۔

سکندر کو خاموشی سے انٹی گونس کو پیغام بھیجا کہ اپنے میمنے کے کچھ حصے کو مصروف پیکار رکھو اور باقی کو دریا پار کرنے کی ہدایت کرو تاکہ میمنہ ہلالی شکل اختیار کرتا ہوا اسوس کے شمال مغرب اور جنوب تک ایک حصار قائم کرے اور پھر ایرانیوں پر فیصلہ کن ضرب لگائے۔

ایران کے اجیر یونانی سپاہی سکندر کا راستہ روکے کھڑے تھے گویا ایران کا میمنہ یونان کے میسرے کو نیست و نابود کرنا چاہتا تھا۔

سکندر کا عقب اور مغربی ساحلی حصہ بالکل محفوظ تھا۔

کئی گھنٹے کی ایرانی کوششیں ناکامی اور مایوسی میں بدل گئیں اور انٹی گونس دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

سکندر نے دارا پر دباؤ ڈالنے کے لیے پارمینیو کو حکم دیا کہ وہ جہاں سے چاہے دریا عبور کر جائے اور دارا کو گھیرنے کی کوشش کرے۔

اس عرصے میں اجیر یونانی سپاہی دریا کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے پارمینیو کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور سکندر کو اس گھمسان کی جنگ کو دیکھ کر یونانی اجیر سپاہیوں کی شجاعت، استقامت اور استقلال کی داد دینا پڑی۔ انہوں نے پارمینیو کو بے بس کر دیا تھا۔ لیکن پارمینیو بھی نہایت تجربے کار جرنیل تھا۔ اس نے اپنے ایک حصے کو لڑتے رہنے کے لیے چھوڑ دیا اور دوسرے حصے کو دریا عبور کر جانے کا حکم دیا۔ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

ایرانیوں نے جب یہ دیکھا کہ سکندر کی فوج اپنے دائیں بائیں بازو کو دریا عبور کرانے میں کامیاب ہو گئی ہے تو انہیں خوف پیدا ہو گیا کہ وہ محصور ہو رہے ہیں۔

دارا نے قلب کو آگے بڑھنے کا حکم دیا مگر وہ بھی خود کو محصور ہوتا دیکھ رہا تھا۔ ان کے حوصلے پست ہونے لگے۔

چالاک سکندر بھانپ گیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔

دارا خوف زدہ تھا کہ یونانی دم بدم اس کے قریب ہوتے

جارہے ہیں۔ اگر دارا اور ایرانی بدحواس نہ ہو جاتے تو وہ یہ ضرور دیکھتے کہ اچھے یونانی سکندر کی فوج کو بری طرح پریشان کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

سکندر کی فوج میں سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق شور بلند ہوا "دارا کو بھاگنے نہ دیا جائے۔"

اس شور نے دارا کا حوصلہ پست کر دیا، وہ اپنی بگھی چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور مشرق کی راہ لی۔

دارا کے جاتے ہی ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ ایتھنز، روڈز اور کریٹ کے جاں نثار اب بھی سکندر کے لشکر سے مسلسل مصروف پیکار تھے۔

لیکن جیسے ہی ان کو یہ بتایا گیا کہ دارا اپنی بیوی، اپنی دو بیٹیوں اور اپنی ماں کو یونانیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر فرار ہو چکا ہے تو ان کی ہمت بھی جواب دے گئی اور وہ بھی ادھر ادھر بھاگ گئے۔

سکندر نے بہ عجلت دریا عبور کیا اور اپنے محافظ دستے کی مدد سے شاہی خیموں پر قبضہ کر لیا۔

پہاڑی دروں میں کہیں کہیں جنگ جاری تھی مگر ہر طرف ایرانیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

سکندر نے اپنے دستے کو حکم دیا، "شاہی خاندان کو حفاظت میں لے لیا جائے۔ اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

اور سکندر کے محافظ دستے نے بہت سے خیموں کو محاصرے میں لے لیا۔

ایرانی خلاف توقع بہت جلد جنگ ہار چکے تھے۔ اپنی بزدلی اور ہمت ہار جانے کی وجہ سے بہتوں کو قتل کر دیا گیا۔ کچھ قیدی بنے اور کچھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

میدان جنگ سے دارا کی بگھی، ایک تلوار، شاہی ڈھال اور شاہی مہر سکندر کے ہاتھ آئی۔

جو ایرانی شاہی خاندان کی حفاظت کر رہے تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ اب وہ خود کو سکندر کے ملازم سمجھیں اور شاہی خاندان کی حفاظت کرتے رہیں۔

دارا کا بہت بڑا خزانہ بھی سکندر کے ہاتھ آیا۔ اس خزانے پر بھی پہرا بٹھا دیا گیا۔

شام سے کچھ پہلے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہزیمت خوردہ مقتول ایرانی سپاہیوں کے ہتھیار، ڈھالیں اور دوسری چیزیں اکٹھا کی جائیں۔

سکندر کے آدمی بھی کام آئے تھے لیکن یہ بہت کم مارے گئے تھے۔

مغرب کے بعد سکندر کو دارا کی ماں نے پیغام بھیجا کہ وہ یونانی نوجوان فاتح سے ملنا چاہتی ہے۔

سکندر نے جواب میں کہلوایا "فی الحال میں جنگ کے بعد اثرات کے جائزے میں مشغول ہوں۔ فرصت پاتے ہی ملاقات کروں گا۔"

دارا کی ماں کو یہ خوف پریشان کر رہا تھا کہ کہیں فاتح اس کی ناموس کے ساتھ کوئی جسارت نہ کرے۔ وہ سکندر سے اپنے متعلقین کے لیے ضمانت اور تحفظ چاہتی تھی۔ اس نے بار بار سکندر سے ملاقات کی درخواست کی۔ آخر سکندر شاہی خاندان کے خیمے سے متصل ایک خیمے میں بیٹھ گیا اور یہیں دارا کی ماں کو طلب کر لیا۔

یہ بوڑھی عورت خیمے میں داخل ہوئی، سکندر اسے دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا۔

ضعیف عورت نوجوان فاتح کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ کچھ دیر کھڑی سکندر کو دیکھتی رہی۔

سکندر نے ایک مترجم کے ذریعے دارا کی ماں سے پوچھا "تمہاری ناموس پر میرے کسی سپاہی نے ہاتھ تو نہیں ڈالا؟"

دارا کی ماں نے کوئی جواب تو نہیں دیا اور ترجمان سے پوچھا۔ "کیا یہی نوجوان فاتح سکندر ہے؟"

مترجم نے بادشاہ کی ماں کو یقین دلایا کہ اس وقت وہ نوجوان یونانی فاتح سکندر کے سامنے کھڑی ہے۔

سکندر نے مترجم کے ذریعے پھر وہی سوال کیا "بزرگ خاتون آپ کی ناموس تو محفوظ ہے؟"

بوڑھی عورت نے جواب دیا "ابھی تک تو محفوظ ہے۔"

سکندر نے پوچھا "بس اتنی بات کرنا تھی یا کچھ اور بھی؟"

لیکن بادشاہ کی ماں کو ابھی تک یہ بات تنگ کر رہی تھی کہ اس نوجوان نے اس کے بیٹے کی عظیم الشان فوج کو کس طرح شکست دے دی؟

سکندر نے بوڑھی عورت کو تسلی دی "تجھے شاہی خاندان کی دوسری عورتوں کے ساتھ پرسی پولس روانہ کر دیا جائے گا۔"

سکندر واپس چلا گیا۔ ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی تھی کیونکہ دارا بچ کے نکل گیا تھا اور سکندر کو یقین تھا کہ دارا اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہو گا اور آئندہ کھلے میدان میں مقابلہ کرے گا اور یہ دوسرا مقابلہ فیصلہ کن ثابت ہو گا۔

سکندر اپنی فوج کو یکجا کرنے لگا کیونکہ اسے ابھی یہ نہیں معلوم تھا کہ دارا آئندہ کس میدان میں سکندر کو جنگ کے لیے طلب کرے گا۔ سکندر کے مخبر اور طلایہ گرد ادھر ادھر پھیل گئے۔ ایک جنرل یونان چلا گیا تاکہ وہاں سے مزید فوجی مہیا کر سکے۔

ابھی تک سکندر نے جو کچھ حاصل کیا تھا اسے مقدونیہ روانہ کروا دیا۔

بطلیوس اور نیارکس استاد ارسطو کے لیے پرندے اور پودے اکٹھا کر رہے تھے، انہیں بھی میزا روانہ کر دیا گیا۔

نیارکس اب تک کامیابیوں سے اس لیے خوش تھا کہ وہ خود کو سکندر کو دیوتا آمن یا سیڈون کا بیٹا سمجھ رہا تھا اور سکندر اور ایشیائے

کوچک کے دریا یونانیوں پر بہت مہربان تھے ورنہ ایران کی بحری قوت اپنے عہد کی ناقابل تسخیر تھی مگر سکندر کی حکمت عملی نے ایرانی بحری قوت کو ناکارہ کر کے رکھ دیا تھا۔

پارمینیو کی نظریں ان ساحلی علاقوں پر جاری تھیں جو ٹرائے سے شروع ہوتے تھے اور شام اور مصر سے بھی آگے شمالی افریقہ کے ساحلوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر ایشیائی ساحلی شہروں کو زیر کر بھی لیا جائے تو بھی مصری اور افریقی ساحلوں کی طرف سے خطرات لاحق رہیں گے جبکہ سکندر کے پاس بحری قوت نہیں تھی۔

پارمینیو نے مقامی لوگوں سے ایشیائی اور افریقی ساحلی شہروں کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اسے بتایا گیا کہ اگر وہ سمندر کے کنارے کنارے جنوب میں بڑھتا چلا جائے تو فنیقیوں کے ساحلی تجارتی شہروں سے گزرنا پڑے گا۔ یہ تاجر قوم صور، صیدا، غزہ اور کارتھیج تک آباد ہے۔ ان کے لوگ بحیرہ روم کے جزیروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ تاجر ہیں اور اپنے تجارتی معاملات میں کسی دوسری قوم کو خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ خود جنگوں سے گریز کرتے ہیں مگر دوسری زیر اثر قوموں کو اجرت پر لڑنے کے لیے تیار کر لیتے ہیں۔

پارمینیو کو دمشق کے بارے میں بھی بتایا گیا اور اس قدیم شہر کی بڑی تعریفیں کی گئیں۔

یہ ساری معلومات اکٹھا کر کے وہ سکندر سے ملا اور اس سے دمشق تک جانے کی اجازت چاہی لیکن سکندر ابھی خطرات سے دوچار تھا اور ایران سے فیصلہ کن معرکہ ہونے والا تھا۔

پارمینیو نے ایرانی حکومت کا مذاق اڑایا "جناب! اب ایران کا اثر زائل ہوتا جا رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ یونانیوں نے ایران کی بالادستی کیوں تسلیم کر لی تھی۔"

سکندر نے جواب دیا "بلاشبہ ایران ایک طاقت ور ملک ہے اس نے ہم یونانیوں کو ہزاروں کی تعداد میں ملازمتیں دے رکھی ہیں۔ بحیرہ ایجین کے جزائر ایران کے تابعدار ہیں۔ بس اگر کمی ہے تو فوجی قابلیت کی۔ اس کے علاوہ ایرانی عیش پسند بھی ہیں ان کی زندگی میں آسانیاں بہت ہیں اور ہماری خوش قسمتی سے انہیں مدافعانہ جنگیں لڑنی پڑ رہی ہیں اور جنگ کا یہ اصول ہے کہ اکثر و بیشتر جارح فائدے میں رہتا ہے۔"

○☆○

دارا کا لال خیمہ خالی پڑا ہوا تھا۔ سکندر کو مشورہ دیا گیا کہ وہ اس شاندار نفیس خیمے میں سکونت اختیار کرے۔

سکندر نے ان لوگوں سے کہا "دارا کے اس خیمے کی کیا وقعت ہے۔ صرف یہ کہ یہ ایک بھگوڑے بادشاہ کا خیمہ ہے اگر میں اس خیمے میں سکونت اختیار کروں گا تو خیمے کی وقعت بڑھ جائے گی اور میری وقعت گر جائے گی۔"

اسی دوران دارا کا وفد سکندر کے پاس آیا۔

دارا نے سکندر سے درخواست کی تھی کہ اس کی ناموس کو لال خیمے کے ساتھ پرسی پولس روانہ کر دیا جائے۔ آخر میں دارا کے قاصد نے سکندر کو بتایا کہ بادشاہ سکندر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے سکندر کو اس دوستی کی قدر کرنی چاہیے۔

سکندر نے بادشاہ کے وفد کو سمجھایا "اگر تم لوگ نہ بھی آتے تب بھی تمہارے بادشاہ کی مطلوبہ چیزیں پرسی پولس روانہ کر دی جاتیں۔ رہ گئی دوستی تو اپنے بادشاہ سے کہو کہ ایشیا کی بادشاہت سے اس کا نام خارج کر دیا گیا ہے۔ وہ ایران بغیر کسی خون خرابے کے میرے حوالے کر دے اور آئندہ میرے خراج گزار کی حیثیت سے رہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ میں اسے یہاں کا حکمران رہنے دوں۔"

ایک قاصد نے دبے لہجے میں کہا "ایران کا شہنشاہ یہ ذلت آمیز شرط کبھی نہیں مانے گا۔ ابھی تک تم لوگ ایران کی مدد سے فائدے اٹھاتے رہے ہو۔ اسپارٹا ایران کا حلیف ہے اور ایتھنز ایران سے مدد حاصل کرتا رہتا ہے۔ ایسا ایرانی شہنشاہ اگر تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے تو تمہیں اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے۔"

سکندر کو وفد کی گفتگو پر غصہ آیا اور اس نے وفد کے ارکان کو خبردار کیا "تم لوگ یہ مت بھولو کہ تم ایک ایسے بھگوڑے بادشاہ کے قاصد بن کے آئے ہو جو اب بادشاہ نہیں رہا اس لیے میں تمہیں کسی بادشاہ کے وفد کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتا۔ تم لوگ واپس جا سکتے ہو۔"

وفد کے دلیر رکن نے سکندر سے کہا "ہم اپنے بادشاہ کی ناموس کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

سکندر نے جواب دیا "جب میں تمہاری سفیرانہ حیثیت ہی کو تسلیم نہیں کرتا تو بادشاہ کی بیوی، ماں اور بیٹیوں کو تمہارے حوالے کس طرح کر دیا جائے؟"

سکندر نے وفد کو خیمے سے نکلوا دیا۔

بطلیوس نے وفد کو سمجھایا "تم لوگ اپنی جان کے کیوں دشمن بنے ہوئے ہو۔ دارا سے کہہ دو کہ اب اس کی وہ حیثیت نہیں رہی جو تھی اگر اسے کچھ حاصل کرنا ہے تو دوسری جنگ کی تیاری کرے اور میدان جنگ میں وہ یہ ثابت کرے کہ وہ اب بھی ایران کا بادشاہ ہے۔"

وفد ناکام واپس چلا گیا۔

○☆○

سکندر نے شاہی خیموں کا جائزہ لیا، ہر خیمے میں جو ساز و سامان موجود تھا اسے دیکھ دیکھ کر سکندر کی حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

سکندر کی ایماندار، مطیع اور تابعدار فوج کے کسی شخص نے بھی کسی شاہی خیمے میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی تھی اس لیے جو چیز جہاں تھی وہیں اب بھی موجود تھی اور اس وقت اس کے

ساتھ پارمینیو' بطلیوس' انتی گونس اور نیارکس کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ ہر خیمے میں سونے چاندی کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اور ساز و سامان کی افراط کو دیکھتے ہوئے یہی قیاس کیا جا سکتا تھا کہ دارا نے اپنے عظیم الشان لشکر کے لیے سال بھر کا انتظام کر لیا تھا۔

آخر میں سکندر کو دارا کے خاص خیمے میں لے جایا گیا۔ سکندر اس کی وسعت اور ساخت کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ وہ شاہی محل میں آگیا ہے۔ خیمے میں خواب گاہ بھی تھی۔ درباریوں کے لیے دیوان خاص بھی۔ غسل خانہ چمڑے کی سلوں سے بنایا گیا تھا۔ ایک کونے میں لباس اور دوسرے کپڑوں کے ذخائر تھے۔

غسل خانے سے ملحق نہانے کا سامان موجود تھا۔ مختلف قسم کی خوشبویات بھی موجود تھیں کئی طرح کے ابٹن تھے ان کی خوشبو دور تک پھیل گئی تھی۔

سکندر نے گرد و غبار میں اٹے ہوئے اپنے پاؤں اور لباس کے دوسرے حصوں کو دیکھا۔ دوران جنگ داہنی ران زخمی ہو گئی تھی جس سے خون رس کر زیر جامے کو داغ دار کر گیا تھا۔ سکندر کو غسل کرنے کی حاجت محسوس ہوئی۔

چند خدمت گاروں کے سوا سبھی وہاں سے چلے گئے اور سکندر نے غسل کرتے ہوئے بے اختیار کہا "تو اسے کہتے ہیں بادشاہی۔"

غسل کے بعد لباس تبدیل کیا اور خیمے کے ماحول کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے کہا "دارا نے تیری وقعت خاک میں ملا دی تھی لیکن میں نے تجھ میں قدم رنجہ فرما کے تیری عزت و وقعت دوبالا کر دی ہے۔"

سکندر نے اپنے جرنلوں کو ہدایت کر دی تھی کہ جن خیموں میں دارا کی ماں' بیوی اور بیٹیاں ہیں اور ان کی حفاظت اور خدمت گاری پر جو ایرانی شاہی عملہ پہلے سے متعین ہے اسے بہ جنسہ برقرار رکھا جائے۔

رات کو شاہی خواتین کے خیمے سے رونے کی آوازیں سنائی دیں۔

سکندر سونے کی کوشش کر رہا تھا مگر عورتوں کے رونے کی آواز سن کر ان کے خیمے میں پہنچ گیا۔ شاہی کنیزوں سے کہا "بادشاہ کی ماں سے کہو کہ سکندر ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد شاہی خواتین سکندر کے سامنے حاضر ہو گئیں' وہ اس وقت بھی زار و قطار رو رہی تھیں۔

سکندر نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو دارا کی ماں نے جواب دیا "لوگ کہتے ہیں کہ میرے بیٹے دارا کی جوتیاں' تلوار' نیزہ اور ڈھال تجھے مل گئے ہیں۔ جس کا یہ مطلب ہوا کہ میرا بیٹا دارا قتل کر دیا گیا ہے۔"

سکندر نے کہا "نہیں' دارا ابھی زندہ ہے۔ تم لوگ اسی طرح اس خیمے میں رہو گی جس طرح دارا کی موجودگی میں رہتی تھیں۔

تمہارے خدمت گار اور پہرے دار اس وقت موجود ہیں اور یہ بدستور موجود رہیں گے۔"

شاہی خواتین کا خیال تھا کہ سکندر انہیں دیکھے گا لیکن سکندر نے لاتعلقی اور غیریت کے انداز میں مختصر باتیں کیں اور وہاں سے سارے کر دارا کے خیمے میں واپس چلا گیا۔

چند دنوں میں مخبروں نے سکندر کو دارا کے بارے میں مطلع کر دیا کہ وہ دریائے فرات کو عبور کر کے شمالی علاقوں میں چلا گیا جس کا سکندر نے یہ مطلب لیا کہ دارا فوج جمع کر کے دوبارہ مقابلے پر آئے گا۔

دارا کی شکست نے شام کے ایرانی باج گزاروں کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ سکندر کی اطاعت قبول کر لیں اور دارا کو فراموش کر دیں۔

ان باج گزاروں نے سکندر کی خدمت میں اظہار اطاعت کے طور پر اپنے وفود بھیجے اور یہ وفود اپنے ساتھ اطاعت ناموں کے ساتھ ساتھ قیمتی تحائف اور نقد نذرانے بھی لائے تھے۔ کئی نے سکندر کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے کسی لائق اور تجربے کار جرنل کو دمشق روانہ کرے کیونکہ شکست خوردہ ایرانی اور اجیر یونانی دمشق میں پناہ گزین ہیں۔ اس کے علاوہ دمشق میں ایران کے خزانے بھی موجود ہیں۔ اگر وہاں پہنچنے میں دیر کی گئی تو یہ خزانے پرسی پولس منتقل کر دیے جائیں گے۔

یہی مشورہ پارمینیو پہلے دے چکا تھا۔ سکندر نے پارمینیو کو دمشق روانہ کر دیا اور تاکید کی کہ بھگوڑوں کو کہیں اور بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے اور خزانے فوراً قابو میں کر لیے جائیں۔

پارمینیو نے یہ کام نہایت قابلیت اور دیانت داری سے انجام دیا۔

دمشق سکندر کے دبدبے سے سہا ہوا تھا۔ کسی مزاحمت کے بغیر شہر کے دروازے کھل گئے۔ اجیر یونانی گرفتار کر لیے گئے لیکن ایرانی دمشق کے بجائے ایران کے مختلف شہروں میں پناہ گاہیں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

دمشق سے بہت سی وہ عورتیں بھی پارمینیو کے ہاتھ آئیں جن کے شوہر یا دوسرے عزیز اور رشتے دار میدان جنگ میں قتل کیے جا چکے تھے اور انہوں نے اپنی عزت و ناموس کو اس سانحے سے پہلے ہی دمشق بھجوا دیا تھا۔

پارمینیو نے یہ سارے کام بہت جلد تکمیل کو پہنچائے اور سکندر کی ہدایات کا انتظار کرنے لگا۔

پارمینیو عورتوں اور یونانی قیدیوں کو لے کر سکندر کی خدمت میں پہنچا۔ سکندر دمشقی خزانے کو دیکھ کر بہت حیران ہوا جو اس کی توقعات سے کہیں زیادہ تھا۔

پارمینیو کو دو مسئلے مقدم نظر آ رہے تھے۔ ایک مسئلہ تو اجیر یونانیوں کا تھا۔ پارمینیو کی نظر میں یہ غدار تھے اور انہیں عبرت

ناک سزا ملنی چاہیے تھی۔ دوسرا مسئلہ ان عورتوں کا تھا جو مفتوحہ علاقوں سے حاصل ہوئی تھیں اور ابھی تک سکندر نے ان کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں دیا تھا صرف یہ حکم ملا تھا کہ ان عورتوں سے کوئی زیادتی نہ کی جائے۔ نوجوان سکندر کا یہ حکم ان سب کی نظروں میں عجیب و غریب تھا۔

پارمینیو کو فوجیوں نے اپنا نمائندہ بنایا کہ وہ اس سلسلے میں سکندر سے بات کریں۔ فوجیوں کو یہ شکایت تھی کہ انہیں یونان چھوڑے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا اور ابھی تک وہ مسلسل یا تو حالت سفر میں ہیں یا کیفیت جنگ و جدل میں۔ دل بستگی اور جسمانی تکان دور کرنے کے لیے ان کو ملاعین کی عورتیں ملنی چاہئیں۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ سکندر بھی ان سے لطف اندوز ہو اور پہلے اپنے لیے عورتوں کا انتخاب کرے بقیہ کو فوج میں تقسیم کر دے۔

پارمینیو نے جب یہ مسائل سکندر کے سامنے رکھے تو اس نے اسیر خواتین کے مسئلے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی اور پارمینیو کو جواب دیا "تمہاری فوج میں بڑے بڑے جرنلوں کے پاس ان کی اپنی عورتیں موجود ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں بطلیوس اپنے ساتھ ایتھنز کی مشہور طوائف تائیس کو لایا ہے انتی گونس نے بھی کئی عورتیں اپنے ساتھ رکھی ہیں۔ تو خود بھی اقرار کرے گا کہ فوج میں جہاں تیرے بیٹے فوجی خدمات انجام دے رہے ہیں وہیں تیرے خیمے میں عورتیں بھی موجود ہیں۔ نیارکس بھی کسی سے پیچھے نہیں۔ جن کے پاس عورتیں نہیں ہیں انہیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ میں عورتوں کو اپنی فوج میں تقسیم کروں۔"

پارمینیو نے دارا کے طویل و عریض خیمے پر سرسری نظر ڈالی۔ "آپ نوجوان ہیں مگر آپ کا یہ خیمہ عورتوں سے خالی ہے۔"

سکندر نے کہا "ہاں پارمینیو میں یہی کہنا چاہتا تھا ان فوجیوں سے کہہ دے کہ وہ میری طرح صبر و تحمل سے کام لیں۔"

پارمینیو لاجواب ہو گیا اس نے گھبرا کے اجیر یونانی قیدیوں کا مسئلہ پیش کر دیا "ٹھیک ہے فی الحال اسیر خواتین کا مسئلہ ملتوی کیا جائے لیکن غدار یونانی اجیر سپاہیوں کو سزا دی جائے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور وہ ایرانیوں کی اعانت سے باز رہیں۔"

سکندر نے پارمینیو کو ہدایت دی "ان قیدیوں کو ریاستوں کے اعتبار سے الگ الگ پیش کیا جائے تاکہ مجھے معلوم ہو کہ کس ریاست نے کتنے آدمیوں کی مدد بہم پہنچائی تھی۔"

پارمینیو نے اس کے لیے کچھ وقت مانگا اور وہ دو دن تک انہیں ان کی ریاستوں اور شہروں کے اعتبار سے جتھے کی شکل دیتا رہا۔ بہادر اور مظلوم الحیان تھبیز کو الگ کیا۔ اسپارٹا کے لوگ ایک طرف بٹھا دیے گئے۔ ایتھنز کے قیدی ان دونوں سے الگ کیے گئے۔ جزیرہ رہوڈز کے لوگوں کو ایک الگ خیمے میں بٹھایا گیا۔

پارمینیو نے سب سے پہلے تھبیز والوں کو سکندر کے سامنے پیش کیا "جناب! یہ وہ بدمعاش ہیں جو آپ کے خلاف دارا سے مدد

قاضی شہباز امدجانی سے ایک شخص نے آکر کہا "میری اجازت کے بغیر میری بیوی سیڑھی پر چڑھ گئی۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ ابھی اس نے آدھا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ میں نے کہا' اگر تو اس سیڑھی پر مزید چڑھی یا نیچے اتری یا تو نے اپنے آپ کو نیچے گرایا یا کسی نے تجھے نیچے اتارا تو تجھ پر تین طلاق۔ اب وہ اسی جگہ رکی ہوئی ہے۔ تین پہر گزر چکے ہیں۔ مجھے بھی قلق ہو رہا ہے۔ کوئی ترکیب بتایئے کہ وہ نیچے اتر آئے اور اس پر طلاق بھی نہ پڑے۔"

قاضی شہباز نے کہا "تجھ جیسے شخص کی یہی سزا ہے۔ تاہم اگر تو وعدہ کرے کہ آئندہ پھر کبھی کسی قصور کے بغیر اپنی بیوی پر ناراض نہ ہو گا تو میں تجھے ترکیب بتا سکتا ہوں۔"

اس نے وعدہ کیا۔ قاضی شہباز نے کہا۔ "طلاق سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس سیڑھی کے برابر دوسری سیڑھی رکھ دی جائے اور تیری بیوی اس پر منتقل ہو جائے۔ پھر وہ اوپر بھی جا سکتی ہے اور نیچے بھی اتر سکتی ہے۔"

حاصل کرنے آئے تھے اور پھر ایرانی فوج میں ملازم ہو گئے۔"

سکندر نے ان سے پوچھا "تم نے ایسا کیوں کیا؟"

تھبیز کے ایک محب وطن اور دلیر سپاہی نے جواب دیا "آپ نے ہم پر ظلم کیا ہمارے شہر کو برباد کر دیا۔ جنہوں نے مقابلہ کیا وہ قتل کر دیے گئے جو گرفتار ہوئے اور وہ شہری جنہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا انہیں غلاموں کی طرح بردہ فروشوں کے ہاتھ بیچ دیا گیا۔ کیا ہم اپنے وطن کے لیے دارا سے مدد مانگنے میں حق بجانب نہیں تھے اور اگر ہم نے دارا کی ملازمت اختیار کر کے آپ سے جنگ کی تو کیا ہمیں حب الوطنی کے لیے یہ سب کرنے کا حق نہیں پہنچتا تھا؟"

سکندر نے کچھ دیر تھبیز کے محب وطن کے دلائل پر غور کیا اور پارمینیو سے کہا "پارمینیو! انہیں پہلے ہی سزا مل چکی ہے اور انہوں نے حب الوطنی کے جوش میں جو کچھ کیا اس کا انہیں حق پہنچتا تھا۔ میں انہیں معاف کرتا ہوں۔"

پارمینیو نے اسپارٹا والوں کو پیش کیا "جناب! تھبیز والے تو معافی کے مستحق تھے معاف کر دیے گئے۔ یہ اسپارٹا کے لوگ ہیں ہمیشہ کے ایران کے حلیف۔ جب تمام یونانی ریاستوں نے ایران کے خلاف آپ کی متحدہ فوج میں شمولیت اختیار کی تھی تو تنہا اسپارٹا یونان کے اس اتحاد سے باہر رہا اور ایران کی دوستی کا دم

بھرتا رہا۔ انہیں ان کی غداری کی سزا ضرور ملنا چاہیے۔"

سکندر نے اسپارٹا والوں سے پوچھا "تم اپنے دفاع میں کیا دلیل دو گے؟"

ایک اسپارٹی چرب زبان نہایت بے باکی سے گویا ہوا۔ "جناب! ہماری حکومت نے ایران سے دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا اور یہ معاہدہ یونانی ریاستوں کے اتحاد سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ کیا کسی قوم اور حکومت کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ معاہدہ شکنی کرے۔ ہماری حکومت نے معاہدے کے مطابق ہمیں ایرانی حکومت کے حوالے کر دیا۔ اسپارٹا کی حکومت معاہدے کی پابند تھی اور ہم اپنی حکومت کے احکام کی بجا آوری پر مجبور تھے۔"

سکندر نے پارمینیو سے پوچھا "پارمینیو! سچ بتا کر اگر میں تجھ سے کہوں کہ تو دارا کی مدد کر تو تو کیا کرے گا؟"

پارمینیو نے جواب دیا "میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔"

سکندر نے کہا "واقعی اسپارٹا کی حکومت معاہدے کی پابند تھی اور اسپارٹا کے یہ لوگ حکومت کے احکامات ماننے کے پابند تھے اس لیے میں انہیں بھی معاف کرتا ہوں۔"

پارمینیو حیران تھا کہ سکندر اتنی آسانی سے غداروں کو معاف کیے چلا جا رہا ہے۔

تیسرا جتھا ایتھنز والوں کا تھا۔ اس جتھے میں سب سے آگے ایفی کریٹز نامی شخص تھا۔ یہ ایتھونیوں کے سپہ سالار کا بیٹا تھا۔ اس کے پیچھے ایتھنز کے جو سپاہی تھے ان کے جسم سکندر کو بہت پسند آئے۔

سکندر نے ایفی کریٹز سے پوچھا "تو نے ہم سے کیوں جنگ کی؟"

ایفی کریٹز نے جواب دیا "میرا باپ سالہا سال سے اجیر سپاہیوں کی سپہ سالاری کرتا چلا آ رہا ہے۔ ہم سب برسوں سے ایران کے بادشاہ سے تنخواہیں لیتے رہے اور کہیں لڑنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ یہ بالکل اتفاق کی بات تھی کہ جب ہمیں میدان جنگ میں لایا گیا تو ہمارے سامنے یونانی ریاستوں کا متحدہ لشکر تھا۔ سالوں کے تنخواہ یافتہ اور ایرانی سلطنت کے پروردہ سپاہی کس طرح منہ موڑ سکتے تھے۔ ہمارا یہ فرض تھا کہ ہم نے زمانۂ امن میں ایرانی بادشاہت سے جن خدمات کا صلہ وصول کیا تھا موقع پڑنے پر وہ خدمات انجام دیں۔ کم از کم انسانی اور قومی شرافت کا یہی تقاضا تھا۔"

سکندر نے کہا "تو نے ہم سے جنگ کی اور شرافت کا تقاضا پورا کر دیا گویا تو نے ایرانی حکومت سے جو کچھ لیا تھا اس کا حساب بے باق کر دیا ہے۔ اب تو میری ملازمت میں آ جا۔ آج سے تو میرا مشیر ہے۔"

پارمینیو بے حد مایوس تھا کہ سکندر اب تو معاف کرنے کے ساتھ ساتھ دشمنوں کو عہدے اور مناصب بھی دینے لگا ہے۔

پارمینیو نے عام ایتھنزی سپاہیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان کے لیے کیا حکم ہے؟"

سکندر نے ان سب سے باری باری ان کی صحت اور ورزشوں کے بارے میں سوالات کیے تو معلوم ہوا کہ یہ وہ ایتھنز کے منتخب جوان تھے جنہوں نے کسی نہ کسی ورزشی مقابلے میں انعامات حاصل کیے تھے۔ کوئی گھڑ سواری میں اول رہا تھا کسی نے عام دوڑ میں سبقت حاصل کی تھی کوئی پہلوانی میں منفرد تھا کوئی بہترین تیر انداز تھا کسی کی نیزہ بازی بے مثل تھی۔

سکندر نے پارمینیو سے کہا "پارمینیو اب تو خود ہی بتا کہ ایسے یکتا اور منفرد لوگ بار بار نہیں پیدا ہوتے۔ میں انہیں کس طرح قتل کرواؤں۔ یہ ایتھنز کے یگانہ روزگار لوگ ہیں اور اپنے باپ کی طرح میں بھی ایتھنز اور اہلیان ایتھنز کی عزت کرتا ہوں۔"

ان سب کو بھی معاف کر دیا گیا۔

چوتھے جتھے میں جزائر کے لوگ تھے۔ قبرص، کریٹ اور رہوڈز کے لوگ۔

سکندر نے پارمینیو سے کہا "جب تو دمشق گیا تھا تو جزائر کے لوگ میرے پاس آئے تھے۔ ان میں مذہبی مقتدا بھی تھے اور ہنرمند اور تاجر بھی۔ باہر جا اور ان لوگوں کو بلا تاکہ اس مقدمے کا فیصلہ بھی کر دیا جائے۔"

جب یہ لوگ بھی اندر آ گئے تو سکندر نے مذہبی مقتداؤں سے پوچھا "ہاں اب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

مذہبی پروہتوں نے جواب دیا "ایک عرصے سے جزیرے کے لوگ دیوی دیوتاؤں پر توجہ نہیں دے رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو قرار حاصل نہیں تھا۔ کبھی ان پر ایران کا حکم چلتا تھا کبھی یونانی ریاستوں کا۔ اب آپ کی ایران پر فتح نے یہ امکان پیدا کر دیا ہے کہ ایران اور یونان پر آپ کی بالادستی رہے گی۔ ہم واپس جا کے آپ کے نام سے دیوی دیوتاؤں پر چڑھاوے چڑھائیں گے ہمارے ہنرمند آپ کی مدد کریں گے اور ہمارے تاجر آپ کے مال کو دور دراز منڈیوں تک پہنچا دیں گے۔"

سکندر نے کہا "پارمینیو! اب پھر یہ جزائر کے لوگ بھی ہمارے لیے بڑے کارآمد ہیں۔ انہیں بھی آزاد کر دے اور ان سے کہہ کہ ان کے مذہبی مقتدا جو وعدے کر رہے ہیں انہیں پورا کریں۔"

اب پارمینیو کسی دیوانے پاگل کی طرح سکندر کو دیکھ رہا تھا۔

سکندر نے اپنی فوج میں ایک عجیب اور پراسرار سی بے چینی محسوس کی۔ یہ لوگ جنگ اسوس کے بعد اپنا فارغ وقت زیادہ سے زیادہ عورتوں میں صرف کرنا چاہتے تھے۔ عورتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ دارا کی شکست کے بعد یونانیوں کو بہت سی عورتیں مل گئی تھیں۔ ان میں مشرقی عورتیں بھی تھیں اور مغربی بھی۔ بحیرۂ ایجین کے جو جزائر دارا کے حلیف تھے اور ان کے فوجی دارا کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے تھے انہیں شکست ہوئی تو ان کی عورتیں یونانیوں کے قبضے میں آ گئیں۔ یہ رہوڈز، کریٹ اور قبرص کی عورتیں تھیں ان عورتوں کو بناؤ سنگار خوب آتا تھا اور یہ اپنے بناؤ سنگار سے اپنی معمولی شکل و صورت کو بھی حسن بخش دیتی تھیں۔

ان میں جنگجو قبائل کی بھی عورتیں تھیں جنہیں لوگ بربری کہتے تھے۔ بربری عورتیں حسین تو تھیں لیکن انہیں انداز معشوقانہ پیدا کرنے اور دکھانے کا ہنر نہیں آتا تھا۔

ایرانی عورتیں نسبتاً زیادہ حسین تھیں۔ ان میں رکھ رکھاؤ تھا۔ حیا تھی اور طبیعتوں میں دھیما پن تھا۔ یہ اگر کسی سے محبت کر لی تھیں تو اپنی محبت کا عاشق پر اظہار نہیں ہونے دیتی تھیں۔ ان کی تصنع آمیز بے اعتنائی عاشق کے لیے بڑی جان لیوا ہوتی تھی اور شاید ان کا یہی وہ مشرقی حربہ تھا جو ان کے عاشق کو ان کا ہمیشہ گرویدہ رکھتا تھا۔ عشق و محبت میں بھی اپنے حسن کا وقار برقرار رکھنا ان کی روایت میں داخل تھا۔

ان عورتوں کو جس حصے میں رکھا گیا تھا، سکندر نے اپنے فوجیوں کو ادھر جانے سے روک دیا تھا۔

لشکر میں جو کچھ ہو رہا تھا، سکندر کو ساری خبریں دارا کے خیمے میں پہنچ رہی تھیں۔ اسے یہ بھی بتایا گیا کہ فوج کے کئی افسروں نے مقامی عورتوں سے شادیاں کر لی ہیں اور یہ بھی بتایا گیا کہ جن فوجی افسروں کے پاس کوئی عورت نہیں وہ جنسی بھوک میں بولائے پھر رہے ہیں۔

اسے یہ بھی بتایا گیا کہ عام فوجی بھی عورت کی شدت سے ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور وہ اجتماعی طور پر سکندر سے یہ درخواست کرنے والے ہیں کہ قیدی عورتوں کو ان میں تقسیم کر دیا جائے۔ فی الحال وہ شرابیں پی رہے ہیں، عورتوں کے حوالے سے گندی باتیں کرتے ہیں، اپنی اپنی قوت مردی بیان کر کے اپنے ساتھیوں سے شرطیں لگاتے ہیں اور جب یہ بحث طول پکڑ جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کا گریبان پکڑ لیتے ہیں اور آپس میں الجھاؤ شروع ہو جاتا ہے۔

لیکن سکندر پر ان خبروں کا کوئی خاص اثر نہیں ہو رہا تھا البتہ اس نے اپنے احکامات سخت کر دیے اور واضح لفظوں میں اعلان کیا۔

"کوئی شخص کسی دوسرے کی بیوی یا داشتہ سے تعلق نہیں رکھے گا، بدکاری سے بچے گا۔ جن شہروں پر ہمیں فتح حاصل ہو گئی ہے ان کی عورتوں سے زبردستی دست درازی نہیں کی جائے گی۔ قیدی خواتین سے دوری رکھی جائے گی۔ وہاں کسی کو بھی جانے کی اجازت حاصل نہیں سوائے اس فوجی دستے کے جو ان کی حفاظت پر مامور ہے مگر اس دستے کا بھی کوئی سپاہی ان خیموں میں نہیں جائے گا۔ جو میرے ان احکامات کی خلاف ورزی کرے گا وہ دردناک سزاؤں کا مستحق قرار پائے گا۔"

اس اعلان نے فوج کی رہی سہی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

یوں تو سکندر سے کئی جرنیل اور شاہی خاندان کے افراد بہت قریب تھے مگر ان میں پارمینیو سب سے زیادہ جہاں دیدہ، تجربہ کار اور کسی حد تک سکندر کے مزاج میں دخیل تھا۔

بطلیموس اور نیارکس نے پارمینیو سے کہا "جناب! اگر فوج کے لیے عورتوں کا مسئلہ حل نہیں ہوا تو فوج میں انتشار پھیل سکتا ہے اس لیے تو سکندر سے کہہ کہ وہ عورتوں کو فوج میں تقسیم کر دے۔"

پارمینیو نے یہ ذمے داری مشکل سے قبول کی اور سکندر کے پاس چلا گیا۔

اس وقت سکندر غسل کے بعد چادر میں لپٹا بیٹھا ہوا تھا اور پوری فضا خوشبو میں بسی ہوئی تھی۔ پارمینیو کے لیے یہ بڑی عزت و افتخار کی بات تھی کہ سکندر نے اسی عالم میں اسے اندر بلوا لیا تھا۔

پارمینیو نے چادر میں لپٹے ہوئے مخصوص مجلے کے حوالے سے بات شروع کی "جناب! اس طویل و عریض، آراستہ و پیراستہ شاہی خیمے میں کوئی عورت تو نظر نہیں آتی حالانکہ حضور والا کے غسل سے کچھ اور ہی شبہ ہوتا ہے۔"

سکندر نے پارمینیو کی بات سمجھ تو لی مگر وہ اس موضوع پر بے تکلفی سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا "تیرے بے وقت آنے کا سبب؟"

پارمینیو نے اپنے بیٹوں کا ذکر شروع کر دیا "جناب! آپ تو جانتے ہیں کہ میرے کئی بیٹے ہیں۔ فلوٹس، نکانور اس وقت بھی فوج میں موجود ہیں۔ میرے تیسرے بیٹے ارپالوس کا بیٹا آپ کی فوج میں ایک افسر کی حیثیت سے موجود ہے۔ کئی فوجی افسروں نے یہاں یا تو شادیاں کر لی ہیں یا طوائفیں رکھ لی ہیں۔ آپ کا علاتی بھائی بطلیموس تائیس کے ساتھ مزے کر رہا ہے۔ پوری فوج عورتوں کے لیے بے چین ہو رہی ہے لیکن آپ عورت کی طرف التفات بھی نہیں کرتے اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

سکندر نے پارمینیو کو غور سے دیکھا تو اس کی نظریں جھک گئیں۔ "کیا تجھے عورتوں کی ضرورت ہے۔ اگر ہے تو اس ہوس سے تجھے فائدہ کیا ہو گا؟"

پارمینیو نے کسمساتے ہوئے کہا "مجھے تو آپ کی فکر ہے انسان بڑے بڑے کام عورت کی وجہ سے انجام دیتا ہے۔ کیا خالی پیٹ بڑے کام انجام دیے جا سکتے ہیں۔ خالی پیٹ سے میری مراد

جنسی بھوک سے ہے۔"

سکندر نے جواب دیا "جس دن میں اس کی ضرورت محسوس کروں گا میرے پہلو میں بھی عورت آجائے گی۔ اگر میں فاتح نہ ہوا تو یہ جانشین کبھی ہو گا۔"

پارمینیو نے کہا "آپ یہ جو فتوحات حاصل کرتے جارہے ہیں اس کا کوئی جانشین تو ہونا چاہیے اور یہ جانشین کوئی عورت ہی دے سکتی ہے۔"

سکندر کے ہونٹوں پر ایک زہریلی اداس مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر غائب بھی ہو گئی۔

"بادشاہوں کے ساتھ یہ المیہ ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک عورت پر بس نہیں کرتے' اختیارات اور فتوحات عورتوں میں اضافے کرتے رہتے ہیں اور بادشاہ کے جانشینوں کی ایک فوج تیار ہو جاتی ہے اور یہ دشمنوں سے لڑنے والے لوگ اپنے محلوں میں جنگیں لڑنے لگتے ہیں اور انجام کار عظیم الشان فتوحات یہ عورتیں اور ان کی اولاد ضائع کر دیتی ہیں۔ بادشاہ اولادیں پیدا کرتے ہیں اولاد کو اولاد کے ذریعے قتل کروانے کے لیے۔"

یہاں پارمینیو کی کوئی دلیل کام نہیں آرہی تھی۔ وہ سکندر کی نفسی کیفیات کا اندازہ لگانے کی فکر میں تھا۔ وہ ان وجوہ اور اسباب کی جستجو میں تھا جو سکندر کو عورت سے بیزار کیے ہوئے تھے لیکن وہ ناکام رہا اور اس مسئلے کو خود سکندر نے حل کر دیا۔ اس نے اپنی ماں اولمپیاس اور اپنے باپ فیلقوس کا ذکر کیا "ان دونوں کے اختلافات اور کشمکش نے سب سے زیادہ مجھے متاثر کیا۔ زیادتیاں دونوں نے کیں۔ میری ماں نے میرے باپ کی تحقیر کر کے اور میرے باپ نے آئے دن شادیاں کر کے جنسی بے راہ روی اختیار کرلی۔ میں جب بھی اپنے لیے کسی عورت کا خیال کرتا ہوں تو مجھے اپنی ماں اولمپیاس یاد آجاتی ہے۔"

پارمینیو نے پوری فوج کی وکالت کی "بہر حال فوج کے بیشتر سپاہی عورتوں کے لیے بے چین ہیں۔ آپ ان تمام عورتوں میں سے کسی ایک کو اپنے لیے الگ کرلیں اور باقی کو فوجی سرداروں اور سپاہیوں میں تقسیم کر دیں ورنہ اندیشہ ہے کہ ان کی یہ بھوک کوئی ہنگامہ کھڑا کر دے گی اور یہ عورتیں سارا فوجی نظم و ضبط برباد کر دیں گی۔"

سکندر نے مسئلے کی نزاکت کو سمجھ لیا تھا اور ابھی وہ اس سلسلے میں کوئی عملی قدم نہیں اٹھا پایا تھا کہ اسے خبر ملی کہ دارا کا وفد سکندر کے لیے کوئی پیغام لایا ہے۔

ڈھیلے ڈھالے لباسوں میں ملبوس اس وفد کو انتظار گاہ میں بٹھا دیا گیا۔

ایرانی وفد کو کئی دن تک باریابی کی اجازت نہیں ملی۔ اس طرح سکندر انھیں یہ احساس دلا رہا تھا کہ ان کے بادشاہ کی اب کوئی اہمیت نہیں رہ گئی اور وفد کو یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ وہ جس شخص کے نمائندے بن کے سکندر کے پاس آئے ہیں سکندر اس کو اپنی رعایا سمجھتا ہے۔

کئی دن بعد سکندر نے کوچ کا حکم دے دیا۔ اب ان کا اگلا محاذ صور تھا۔ فنیقیہ والوں کا یہ اہم شہر سمندر میں واقع تھا۔ انھیں اپنی مالی اور فوجی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ ان کے پاس بحری بیڑا بھی تھا اور انھیں یہ امید بھی تھی کہ جب ان کی سکندر سے جنگ ہوگی تو کوئی نہ کوئی ایرانی بحری بیڑا ان کی مدد کرے گا۔

سکندر کے فوجی اب بھی بے چین تھے کہ ان کا مسئلہ ہنوز التوا میں پڑا ہوا تھا۔ ان کی ہچکچاہٹ اور تذبذب کو دیکھتے ہوئے سکندر نے انھیں حکم دیا کہ وہ صفوں کی شکل میں کھڑے ہو جائیں۔

اس کے بعد اس نے اپنا مخصوص فوجی لباس پہنا' سر پر شیروں والا خود رکھا پھر بیوسی فالس پر سوار صفوں کے سامنے سے گزرتا رہا۔

آخر اس نے خطاب کے لیے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں سے اس کی آواز افسروں اور سپاہیوں تک پہنچ سکتی تھی۔

سکندر نے انٹی گونس کو اپنے قریب بلایا اور کہا "سنتا ہوں کہ تیری آواز بہت دور دور تک پہنچ جاتی ہے۔"

انٹی گونس نے اقرار کیا "جب میں اپنے ماتحت سپاہیوں کو بآواز بلند احکامات دیتا ہوں تو ایک سپاہی بھی یہ نہیں کہتا کہ اس کے کانوں تک میرے احکامات نہیں پہنچے۔"

سکندر نے کہا "اس وقت میں اپنی فوج سے جو کچھ کہوں گا تو اسے دوسروں تک پہنچا دے۔"

اس کے بعد سکندر نے افسران اور قریب کھڑے ہوئے سپاہیوں سے کہا "میں جانتا ہوں کہ تمھیں اپنے وطن سے نکلے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے تمھاری شجاعت سے دارا کو شکست دی۔ اس کی اتحادی فوج کو یا تو قتل کر دیا یا قید کرلیا یا بھیڑ بکریوں کی طرح منتشر کر دیا۔ ہم نے اپنے دشمن کی زمینوں پر قبضہ کیا۔ ان کے خزانے ہمارے ہاتھ آگئے۔ ان کی عورتیں ہماری قید میں ہیں۔ دشمن کی زمین تم لوگوں کے تصرف میں رہے گی۔ تم لوگ یہاں حکومت کرو گے۔ خزانوں کا کچھ حصہ مقدونیہ بھیج دیا گیا۔ تین سو ٹیلنٹ استاد ارسطو کو بھیج دیے گئے۔ بہت سا حصہ تم لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جو ہمارے پاس محفوظ ہے وہ ہم سب کے کام آتا رہے گا۔

"سنا ہے تم عورتوں کے لیے بہت پریشان ہو اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ تم شرابیں پی کر عورتوں کے حوالے سے گندی گندی باتیں کرتے ہو۔

"میں اگر یہ چاہوں بھی کہ ہر شخص کو ایک عورت مل جائے تو ان کی قلیل تعداد تم سب کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے میں یہ نہیں چاہتا کہ کچھ لوگ عورتوں سے لطف اندوز ہوں اور اکثریت محرومی کا شکار رہے۔ ابھی کئی شہروں اور کئی ملکوں کی تسخیر باقی ہے۔ یہ کام مکمل ہونے دو پھر ہمارے پاس اتنی عورتیں ہو جائیں گی کہ ایک

ایک سپاہی کئی کئی عورتوں سے اپنا خیمہ آباد کرے گا۔

"تم یہ فتوحات جتنی جلدی حاصل کرو گے اتنی ہی جلدی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرو گے۔

"میں نے تو یہ عہد کر رکھا ہے کہ میں جب تک تمھیں کئی کئی عورتوں کا مالک نہیں بنا دوں گا' خود کو بھی عورت سے محروم رکھوں گا۔ ہمارا اگلا محاذ صور اور غزہ ہیں۔ ہمیں وہاں سے خزانے بھی ملیں گے اور عورتیں بھی۔ اس کے بعد ہم مصر اور دوسرے افریقی شہروں کو فتح کریں گے اور تم سب کو عورت اور دولت سے مالا مال کر دیا جائے گا۔"

سکندر کے دیے ہوئے لالچ نے فوجیوں کی زبانیں بند کر دیں اور یہ لوگ شب و روز سفر کرتے ہوئے صور کے سامنے پہنچ گئے۔ یہ شہر بحیرۂ روم میں ساحل سے کسی قدر فاصلے پر اندر آباد تھا اور صور والوں نے اپنے بحری بیڑے شہر کے چاروں طرف لگا دیے تھے۔

سکندر نے کشتی کے ذریعے صور والوں کو پیغام بھیجا "یونان کے انتہائی طاقتور اور بہادر شخص ہرقل کا صور میں ایک مندر ہے اور یہ شخص ہمارے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ میں ہرقل کے مندر میں قربانی دینا چاہتا ہوں اس لیے مجھے شہر میں آنے دیا جائے۔"

صور والوں نے سکندر کی قوت کا اندازہ لگایا اور پھر یہ دیکھ کر کہ اس کے پاس ایک کشتی بھی نہیں ہے تو وہ مغرور ہو گئے اور جواب میں سکندر کو ذلت آمیز لہجے میں مخاطب کیا "ہم لوگ شہنشاہ ایران کو خاطر میں نہیں لاتے اور اسے صور میں داخلے کی بھی اجازت نہیں دی تو تجھے کس طرح آنے دیا جائے گا۔"

سکندر کے لیے اہل صور کا یہ جواب انتہائی ہتک آمیز تھا۔ اس نے اس صوری وفد کو جو یہ جواب لے کر آیا تھا' اپنے خیمے میں بٹھا کے حکم دیا کہ دارا کا وفد پیش کیا جائے۔

دارا کے وفد کو ابھی تک اذن باریابی ...... نہیں دیا گیا تھا۔

سکندر نے بطلیوس کو اپنے قریب بٹھایا اور اس سے کہا "اس صوری وفد کو بتایا کہ اس کی حکومت جس ایرانی شہنشاہ کا فخریہ ذکر کر رہی ہے' اسی ایرانی شہنشاہ کا یہ وفد اپنے بادشاہ کا خوشامد نامہ لے کر میری خدمت میں آیا ہے۔"

جب یہ باتیں صوری وفد کے علم میں آئیں تو وہ تعجب سے دارا کے وفد کو دیکھنے لگے۔ انھیں یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ شہنشاہ ایران دارا کا وفد ہے۔

پارمینیو کسی قدر فاصلے پر تھا۔ سکندر نے اسے بھی اپنے پاس بلا لیا۔ بطلیوس نے سکندر کے اشارے پر دارا کے وفد سے پوچھا "ہاں اب بتا دارا کیا چاہتا ہے؟"

دارا کے وفد نے اپنے قائد کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا۔ "جناب! ہمیں شہنشاہ ایران دارا نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اسوس کے میدان میں جو کچھ ہوا اسے ہم دونوں کو بھلا دینا چاہیے۔ جب دو فوجیں لڑتی ہیں تو ایک فاتح ہوتا ہے اور دوسرا شکست سے دوچار ہوتا ہے۔ لڑائی کا فیصلہ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ اب شہنشاہ ایران کی یہ خواہش ہے کہ صلح کی شرائط طے کرلی جائیں۔ ایشیائی ممالک کو نقصان نہ پہنچایئے' مصالحت پر تیار ہو جایئے اور شاہی خاندان کی عورتوں کو واپس بھیج دیجیے۔"

بطلیوس نے وفد سے پوچھا "یہ شہنشاہ ایران دارا کی خواہش ہے یا تم لوگ اپنے طور پر یہ باتیں کر رہے ہو؟"

وفد نے خوشامدانہ روش اختیار کی اور کہا "ہم جو کچھ بھی کہیں گے اس میں شہنشاہ ایران کی مرضی شامل ہو گی۔ جس طرح بھی آپ چاہیں' صلح ہو سکتی ہے۔ آپ جن شرائط پر چاہیں' صلح ہو جائے گی۔"

سکندر نے پارمینیو سے پوچھا "تو مشورہ دے کہ مجھے اس کا کیا جواب دینا چاہیے؟"

پارمینیو نے جواب دیا "اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو صلح کرلیتا اور ایرانی شہنشاہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیتا۔"

سکندر نے کہا "اگر میں پارمینیو ہوتا تو شہنشاہ ایران سے صلح کرلیتا اور اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیتا لیکن سکندر کی حیثیت سے میرا جواب کچھ اور ہے۔"

سکندر نے نیارکس کو بلوایا اور دارا کے نام فرمان لکھوانے لگا۔

"تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمام یونانیوں کا سپہ سالار اعظم ہوں اور مجھے اس لیے یہاں آنا پڑا کہ تیرے کارندوں نے میرے باپ کے قتل کی سازش کی۔ انھوں نے میرے دوستوں کو رشوتیں دے کر خرید لیا۔ تو نے اسپارٹا کو ہزاروں ٹیلنٹ دے کر اپنا حلیف بنایا اور اسے میرے خلاف کر دیا اسی لیے وہ متحدہ یونانی فوج میں شامل نہیں ہوا۔

"تو کہتا ہے کہ لڑائی کا فیصلہ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ تجھے شکست ہو گئی اور مجھے فتح حاصل ہو گئی۔ اس میں خدا کی مرضی شامل تھی اور اب میں خدا کی مرضی پوری کرنے کے لیے تیرے علاقوں پر قابض ہونے کے لیے آگیا ہوں۔

"تجھ کو میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میں تیرے ان آدمیوں کی حفاظت کر رہا ہوں جو اپنی خوشی سے میرے پاس چلے آئے ہیں۔

"کبھی اس سرزمین کا مالک اردشیر ہوا کرتا تھا پھر تو نے اس پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ تیرا یہ فعل ایرانی اخلاقیات کے تمام ضوابط کے خلاف تھا۔

"تو میرے پاس آ۔ اپنی ماں' اپنی بیوی اور اپنی بیٹیوں کو مجھ سے مانگ۔ میرا یہ وعدہ ہے کہ تو مجھ سے جو مانگے گا میں دوں گا۔ یہاں تجھے کوئی نقصان بھی نہیں پہنچے گا کیونکہ میں نے تیری حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ تجھے یہاں آکر اس شہنشاہ ایشیا سکندر سے سوال کرنا چاہیے تھا جو اب تیرا ہمسر اور ہم رتبہ نہیں بلکہ تیرا آقا ہے۔ اگر تو میرے اس منصب کو قبول نہیں کرتا تو ایک اور لڑائی کر دیکھ لیکن خبردار! میدان چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنا اس لیے کہ تو جہاں

جائے گا میں ضرور تیرے پیچھے پہنچوں گا۔"

حاضرین کا خیال تھا کہ سکندر کا یہ جواب ایرانی وفد کے حوالے کر دیا جائے گا لیکن سکندر نے یہ خط اپنے سفیروں کے حوالے کیا اور کہا "تمہارا کام صرف یہ ہو گا کہ میرا یہ خط دارا کے ہاتھ میں دے دو' اپنی طرف سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔"

صوری وفد نے سکندر کا دبدبہ دیکھا تو کچھ دیر کے لیے حیرت زدہ رہ گئے لیکن وہ اب بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ دارا کو جنگ میں شکست ضرور ہوئی ہے مگر ابھی کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوا جس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ سکندر پورے ایران کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ سکندر کے خط کا آخری فقرہ کہ دارا ایک اور جنگ لڑ سکتا ہے' سے پتا چلتا تھا کہ ابھی فیصلہ کن معرکہ باقی ہے اور اس فیصلہ کن معرکے میں سکندر کو شکست بھی ہو سکتی تھی۔

صوری وفد ان تمام باتوں کو ایک نوجوان کی ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی سمجھتا رہا جس میں شیخی کا عنصر زیادہ تھا۔

سکندر نے صوری وفد کے چہرے پر اطمینان کے آثار دیکھے تو کہا "اب تم لوگ بھی جا سکتے ہو۔ ہم نے اخلاقی طور پر تمہاری حکومت سے صور میں داخلے کی اجازت چاہی تھی۔ ہمارا مقصد نیک تھا کیونکہ ہم ہرقل دیوتا کو چڑھاوا پیش کرنا چاہتے تھے مگر تمہاری حکومت نے ہمیں اس کی اجازت نہیں دی اور ہم یہ فرض ادا کیے بغیر آگے نہیں جائیں گے۔ اب تم ہمیں اندر آنے سے روک سکتے ہو تو روک لو مگر یہ یاد رکھو کہ جب ہم اپنی مرضی سے صور میں داخل ہو جائیں گے تو تم لوگ کسی مروت اور رعایت کے مستحق نہیں رہو گے۔"

صوری وفد کے ایک رکن نے طنزیہ سوال کیا "نوجوان! تمہارے پاس ہمارے شہر صور تک پہنچنے کے لیے ایک کشتی بھی نہیں اور ہمارے بحری جہاز صور کو چاروں طرف سے دفاعی حصار میں لیے ہوئے ہیں۔ کیا تمہاری فوج سمندر میں تیر کر صور میں داخل ہو گی؟"

سکندر نے جواب دیا "تم سفارتی نمائندے آزادی سے باتیں کر سکتے ہو لیکن یاد رکھو کہ بحری بیڑے' سمندر کی گہرائی اور قلعوں کی مضبوطی انسانی عزائم کے مقابلے میں ہمیشہ کمزور اور کم تر رہی ہیں۔"

صوری حکومت کے نمائندے اب بھی اپنے شہر کے لیے وہ خطرات نہیں محسوس کر رہے تھے جو ان کے شہر اور قوم کو درپیش تھے۔ انہیں سکندر کو دیکھ کر صرف اتنا اندازہ ہوا تھا کہ یہ نوجوان فاتح اپنے ساتھ بحری قوت نہیں رکھتا اور اب تک اسے جو اتفاقی کامیابیاں حاصل ہوتی رہی ہیں ان سے یہ ضرورت سے زیادہ خوش فہمیوں میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ابھی تک دارا زندہ ہے اور چند ساحلی شہروں کو فتح کر لینے سے عظیم الشان ایرانی شہنشاہیت ختم نہیں ہو سکتی۔ سمندر میں ایرانی بحری بیڑے موجود ہیں۔ خشکی پر شہنشاہِ

ایران کی بڑی قوت موجود ہے۔ ان خطرناک حالات میں سکندر کا صور سے جھگڑا مول لینا اس کی نادانی اور ناتجربے کاری ہے۔

یہ وفد صور واپس پہنچا اور اس نے سکندر کے دربار میں جو کچھ دیکھا تھا اپنی حکومت کے سامنے بیان کر دیا۔

دارا کو سکندر نے جو ذلت آمیز جواب لکھوا کے اپنے نمائندوں کے ذریعے روانہ کیا تھا اسے صوری حکومت سکندر کی جنگی اور سیاسی چال سمجھ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح سکندر صوری حکومت اور قوم کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور صوری حکومت کو یہ یقین تھا کہ یہ خط دارا تک کبھی نہیں پہنچے گا کیونکہ خط لے جانے والے سکندر کے نمائندے ہیں۔ وہ راستے ہی سے واپس آ جائیں گے۔

لیکن جب انہیں کچھ دنوں بعد یہ خبر ملی کہ یونانی فوجیں صور کی طرف بڑھ رہی ہیں تو کچھ تشویش ہوئی لیکن اب صوری قوم اس غلط فہمی کا شکار تھی کہ سکندر کچھ بھی کر لے اپنی فوج سے صور کو نہیں فتح کر سکتا۔

سکندر نے صور سے پہلے اسی قوم کے ساحلی شہر صیدا کو فتح کر لیا۔ یہ بھی فنیقی قوم کا شہر تھا۔ یہ تاجر لوگ اپنے عہد کی تجارت پر چھائے ہوئے تھے۔ صیدا والوں کو صور سے یہ شکایت تھی کہ ان کی قوم کے یہ لوگ بہت سے معاملات میں صیدا پر سبقت لے گئے تھے حالانکہ صور صیدا کا نومولود تھا۔ صور کی طرح صیدا والے بھی ارغوانی رنگ' جواہرات' شیشے کی اشیا' خوشبویات اور غلاموں کی تجارت میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ بحیرۂ روم کے جزیرے ان کے زیرِ اثر تھے اور صیدا کے لوگوں کی کاروباری اجارہ داریاں مسلم تھیں۔

صور سے پہلے ایک عرصے بعد صیدا پر کئی طرف سے خشکی سے حملے ہونے لگے۔ حملہ آوروں نے صیدا والوں کو بار بار تنگ کیا تو ان کے جہاں دیدہ اور موقع شناس لوگوں نے اس چھوٹے سے جزیرے کو اپنے لیے پسند کر لیا۔ یہ لوگ یہاں منتقل ہو گئے اور اس کا نام صور رکھ دیا۔ مکانات بنائے۔ جزیرے میں آباد ہونے کی وجہ سے کشتیوں اور جہازوں کی ضرورت پیش آئی اور انہوں نے اس صنعت کی طرف خاص توجہ دی۔ ان کے یہ بحری جہاز تجارتی معاملات میں بھی کام آتے اور جنگ و جدل میں بھی کار آمد ثابت ہوتے۔ ان کے یہ جہاز تجارتی اشیا اور غلاموں سے لدے ہوئے

کبھی قبرص پہنچ جاتے' کبھی رہوڈز اور کریٹ کے ساحلوں پر کھڑے نظر آتے۔ انتہا یہ کہ اسپارٹا' یہاں تک کہ سسلی اور اس کے آس پاس موجود جزائر تک ان کی تجارتی سرگرمیاں جاری رہتیں۔

جنوب میں مصر کی طرف اور وہاں سے مغرب میں شمالی افریقہ کے ساحلوں تک صوری تجارتی جہاز رواں دواں نظر آتے۔ مشرق میں خشکی کا کچھ حصہ طے کر کے یہ بحیرۂ احمر میں داخل ہو جاتے اور پھر یہ اپنی داہنی جانب حبشہ کے ساحلی شہروں میں تجارت کرتے بائیں جانب عرب اور یمن کے ساحلی علاقوں میں داخل ہو گئے تھے۔ ان کی ان تمام شہروں میں تجارتی کوٹھیاں موجود تھیں۔ اسی لیے صور کے یہ فنیقی بہت طاقتور سمجھے جاتے تھے۔ بوقتِ ضرورت انہیں مصر اور شمالی افریقہ کے ساحلی شہروں تک مدد بھی مل سکتی تھی۔

حالانکہ اسی قوم کے کچھ لوگوں نے صیدا کی طرح صور کو بھی غیر محفوظ خیال کر کے شمالی افریقہ میں لیبیا کے ساحل پر کارتھیج نامی ایک نیا شہر بسایا تھا۔ عرب کارتھیج کو قرطاجنہ کہتے گویا کارتھیج صور کا نومولود تھا لیکن سکندر کے زمانے تک صور کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ان کا فنِ جہاز سازی لاجواب تھا۔ تجارتی کوٹھیاں تعمیر کرنے میں بھی انہیں غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ قلعے بھی بڑی شہرت رکھتے تھے اور یہی وہ برتریاں تھیں جن پر صور کے لوگوں کو ناز تھا اور وہ سکندر کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے۔

سکندر کو معلوم تھا کہ صیدا اور صور میں کاروباری رقابت نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی ہے اسی لیے اس نے صیدا والوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ صور کو سزا دینا چاہتا ہے تو صیدا کے لوگوں نے سکندر کے ورود کو تشکر آمیز جذبوں سے قبول کر لیا۔

سکندر نے بھی شہریوں کو خوش کرنے کے لیے شہر کی عقبی پہاڑی پر ایک بہت بڑا اسٹیڈیم بنانے کا حکم دیا۔ جب یہ اسٹیڈیم تعمیر ہو رہا تھا تو صور والوں نے یہ سوچا بھی نہ ہو گا کہ ان کے شہر صور کی تسخیر کا عمل شروع ہو چکا ہے۔

سکندر نے پریوں کے مندر کے کاہن اریسٹانڈر سے پوچھا "ذرا بتا کہ صور کتنی مدت میں فتح ہو جائے گا؟"

تجربہ کار کاہن اچھی طرح جانتا تھا کہ سکندر کو کئی دوسرے کاہنوں نے متنبہ کر رکھا ہے کہ وہ سمندروں سے دور رہے کیونکہ سمندر سے اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کاہن نے جواب دیا "جناب! آپ زیوس دیوتا کے بیٹے ہیں اس لیے سمندری دیوتا پوسیڈون آپ کا دشمن ہے۔ خود کو پانی سے دور رکھیے اور کوشش کیجیے کہ صور سے جنگ نہ ہو اور آپ کو اپنا مقصد بھی حاصل ہو جائے۔"

سکندر نے کاہن کی تجویز سنی اور کہا "میں نے تجھ سے مشورہ نہیں مانگا تھا۔ تجھ سے مستقبل کے لیے پیش گوئی طلب کی تھی۔"

کاہن نے کہا "آپ کے لیے سمندری معاملات میں جو پیش

گوئیاں کی جا چکی ہیں' میں ان میں کیا اضافہ کر سکتا ہوں۔"

سکندر نے اینٹی گونس' پارمینیو اور دوسرے کئی دوسرے فوجی سرداروں کے سامنے کاہنوں کی پیش گوئیوں کو مسترد کر دیا اور کہا۔ "رات میں نے خواب میں دیکھا کہ صور کے مندر سے ہرقل نمودار ہوا اور پانی پر سفر کرتا ہوا میرے پاس آیا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور اسی طرح مجھے لے کر اپنے مندر میں واپس گیا۔ میں نے ہرقل کے بت پر چڑھاوا چڑھایا اور جانوروں کی قربانی دی۔ کیا میرا یہ خواب ہمیں یہ خبر نہیں دے رہا کہ ہم صور کو فتح کر لیں گے۔"

اس خواب نے کاہن پر سکتہ طاری کر دیا اور فوجی سرداروں کے حوصلے بلند کر دیے۔

سکندر نے اسٹیڈیم کی تعمیر کے بعد صور کی طرف دیوار اٹھانی شروع کر دی۔ وہ اس دیوار کو اٹھا کر صور تک لے جانا چاہتا تھا۔ اس کی آڑ میں وہ اپنی فوج کو صور کی طرف بڑھانا چاہتا تھا۔ صور والوں نے اپنی بحری قوت سے اس دیوار کو مکمل نہیں ہونے دیا اور توڑ پھوڑ کے زمیں بوس کر دیا۔

اب سکندر صور کے جنوب میں چلا گیا اور کچھ عرصہ وہیں رہتا رہا۔

یہ سکندر کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے جن جزائری قیدیوں کو معاف کیا تھا اور ان کے مقتدایانِ دین کو قربانی کی اجازت دی تھی' وہ سب سکندر کے زیرِ بار احسان ہو رہے تھے۔ اس موقع پر ان لوگوں نے سکندر کی مدد کی۔ رہوڈز' کریٹ اور قبرص کے بحری جہاز سکندر کی مدد کو آ گئے۔ اس کے اپنے بحری جہاز اور کشتیاں جو دراے سے سلیشیا کے ساحل تک پھیلے ہوئے تھے ان میں کے بھی کچھ جہاز سکندر کی مدد کو پہنچ گئے۔

اب سکندر اپنے بحری بیڑے کے اعتبار سے صور کا مدمقابل تو نہیں تھا مگر وہ اپنے اس بیڑے کے ذریعے حکمتِ عملی سے صور تک پہنچ ضرور سکتا تھا۔

صور والوں کا جنوبی حصہ کمزور تھا کیونکہ وہ اسے محفوظ سمجھ رہے تھے اور سکندر نے اپنے حملے کے لیے اس کمزور حصے کا انتخاب کیا تھا۔

سکندر کو جو بحری قوت حاصل ہوئی تھی ان میں بارہ قبرصی جہاز تھے' دس رہوڈز کے اور چند دوسرے جزائر کے۔ فنیقیہ والوں نے بھی اسی جہاز فراہم کر دیے تھے۔ یہ فنیقی صیدا سے تعلق رکھتے تھے۔

سکندر کو صور کے جنوب میں جو جہاز ملے تھے وہ سمندر کا لمبا چکر کاٹ کر اس کے پاس پہنچے تھے اور اہلِ صور اس سے بے خبر تھے۔ ان کی پوری توجہ اپنے شمال میں تھی۔

یونانی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے ان کو سمندر میں بڑے بڑے پتھر پھینکے پڑے۔ یہ پتھر یونانی بحری جہاز کو آگے بڑھنے سے روک رہے تھے لیکن یونانی بھی ہمت ہارنے والے نہیں تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ زیوس کا بیٹا سکندر ان کی کمان کر رہا

ہے اس لیے وہ شکست نہیں اٹھائیں گے۔ ان کے کچھ جہاز سکندری پتھروں کے ہٹانے اور اٹھانے میں مشغول ہو گئے اور دوسرے جہاز ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ کئی جہاز دائیں بائیں تھے اور یہ صور والوں کو سامنے آنے سے روک رہے تھے۔ یہ لڑائی آہستہ آہستہ شدت اختیار کر گئی اور یونانیوں نے آگے بڑھنے کی کوششوں میں شدت پیدا کر دی اور صور کے لوگ انہیں روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ یونانیوں کو کچل کر رکھ دینا چاہتے تھے اسی لیے انہوں نے سوچے سمجھے بحیرۂ لاطمی میں اپنی جنوبی بحری قوت کو بھی شمال میں طلب کر لیا۔ گویا سکندر کے لیے جنوب سے صور میں داخلے کا راستہ صاف ہو چکا تھا۔

صوری جنگ آزما اور حکمران اپنے شمالی محاذ پر ہی مزاحمت کرتے رہے اور سکندر جنوب سے آگے بڑھتا رہا۔

سکندر چاہتا تھا کہ وہ پہلے اپنے دشمن کی بحری قوت کو پارہ پارہ کر دے اس کے بعد اطمینان سے شہر میں داخل ہو۔ چنانچہ جب سکندر کا بحری بیڑا جنوب سے شمال کی طرف بڑھا تو گویا صوری ان کی دونوں طرف سے زد میں تھے۔ ان پر دونوں طرف سے حملہ ہو رہا تھا اور صوری بیڑے کی فرار کی راہیں بند کر دی گئی تھیں۔

صوری حکومت نے اپنے بحری بیڑے کو تباہی سے بچانے کے لیے بندرگاہ میں واپس چلے آنے کا حکم دیا گویا اس بحری لڑائی میں صور کو زک اٹھانی پڑی تھی۔ اب وہ پوری فوج کو اپنی فصیلوں کی حفاظت پر متعین کر چکے تھے۔

سکندر نے ان کی بحری قوت کو توڑ دینے کے بعد فصیلوں کی طرف توجہ دی۔ اس کی فوج فصیل کے کمزور حصوں کی جستجو کرنے لگی۔

صور کے سپاہی فصیل کے اوپر سے سکندری فوج کو چاروں طرف چکر لگاتے دیکھ رہے تھے۔ ان کی تیزی، طراری اور چستی سے صور کے حکمران یہ سمجھ چکے تھے کہ اس وقت یونانی بھوکے شیر کی طرح اپنے شکار کو ہلاک کرنے کی فکر میں ہیں۔

سکندر اور اس کے ساتھیوں کو یہ تو اندازہ ہو گیا تھا کہ صور کی بحری طاقت غیر معمولی ہے۔ اس کے باوجود اگر انہوں نے بحری جنگ سے گریز کیا تھا تو اس میں بھی ان کی دانائی اور جنگی حکمت عملی موجود تھی۔ جب یونانی جہاز صور میں داخلے کی راہیں تلاش کر رہے تھے تو یونانیوں پر اوپر سے پتھر برسائے گئے اور سمندر میں موجود بحری جہازوں سے تیر اندازی بھی ہوئی۔ منجنیقوں کے ذریعے بڑے بڑے پتھر بھی پھینکے گئے اور سکندر کو بہت جلد یہ اندازہ ہو گیا کہ اس طرح وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور کبھی بھی صور میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ صور میں داخلے کے لیے خشکی کا راستہ درکار تھا اور صور خشکی سے نصف میل دور سمندر میں ایک چٹان پر کھڑا تھا۔

سکندر نے سمندر میں ناک ٹوئیاں مارنے کے بجائے خشکی سے صور تک پہنچنے کی ترکیبیں سوچنی شروع کر دیں۔ وہ اپنے جہازوں کو ساحل پر لے آیا۔ اب اس کے جہاز شمالی جنوبی ساحلوں پر مصری اور صیدائی بندرگاہوں کے مقابل کھڑے ہوئے تھے اور اس کی فوج ساحل پر دور دور تک خیموں میں آباد ہو گئی تھی۔

سکندر نے مقامی قوموں کو اپنے حسن سلوک سے رام کرنا شروع کر دیا۔ اسے مقامی لوگوں میں ایسے کوئی درکار تھے جو خشکی سے نصف میل دور صور کے بحری گراؤ سے واقف ہوتے۔ صور کی شمالی بندرگاہ جسے صیدائی بندرگاہ کہا جاتا تھا اور جنوبی بندرگاہ جسے مصری بندرگاہ کہتے تھے اسے ان دونوں بندرگاہوں سے متعلق وسیع معلومات رکھنے والے درکار تھے۔

سکندر یہ بھی چاہتا تھا کہ یہ مقامی لوگ صور کے لوگوں سے رابطہ قائم کریں اور ان میں سکندر کے لیے غدار تلاش کیے جائیں جو خطیر دولت کے عوض سکندر کو صور میں داخلے کا راستہ دکھا دیں۔

لیکن مقامی لوگوں نے سکندر کو بتایا کہ ایسا تقریباً ناممکن ہے کیوں کہ صوریوں نے آج تک اپنے وطن سے کبھی غداری نہیں کی۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو ایرانی بہت پہلے اس شہر میں داخل ہو چکے ہوتے۔

ساحلی آبادی کے ایک بزرگ نے سکندر کو یہ عجیب و غریب قصہ سنایا کہ ماضی میں بابل کے مشہور بادشاہ بخت نصر نے بھی ایک بار صور کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے کسی نہ کسی طرح صور کا محاصرہ کیا اور پھر محاصرے کی طوالت سے تنگ آ کر واپس چلا گیا۔

سکندر نے پوچھا "تجھے کچھ پتا ہے کہ بخت نصر نے کتنے عرصے اپنا محاصرہ جاری رکھا تھا؟"

بوڑھے نے ذہن پر زور دیا اور یاد کرتے ہوئے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد آنکھیں کھول دیں اور کہا "پندرہ سال تک۔ سوچئے تو سہی کہ پندرہ سال کا عرصہ کتنا طویل ہوتا ہے اور ان پندرہ سالوں میں بخت نصر کو صور سے ایک غدار بھی نہ مل سکا۔"

سکندر نے ساحل پر جا بجا ایسے آثار دیکھے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کبھی یہاں بھی آبادی رہی ہوگی۔

سکندر نے بوڑھے سے دریافت کیا "اس ساحل پر آباد بستی کو اجڑے کتنا عرصہ ہوا ہوگا؟"

بوڑھے کو ہنسی آ گئی "آپ اس اجڑے دیار کو بستی کہتے ہیں! بستی تو کسی معمولی آبادی کو کہتے ہیں۔ یہاں تو پورا شہر آباد تھا۔ وہی شہر جو یہاں سے اٹھ کر نصف میل دور سمندر کے اندر آباد ہو گیا۔ پہلے صور یہیں آباد تھا لیکن حملہ آوروں اور لٹیروں نے اس شہر کو چین سے نہیں رہنے دیا اور بالآخر یہ چالاک تاجر قوم اس جزیرے پر آباد ہو گئی۔"

سکندر نے مقامی لوگوں سے باتیں کرنے کے بعد یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہ مقامی لوگ اسے معلومات تو بہم پہنچا سکتے ہیں مگر صور تک پہنچنے اور شہر میں داخلے کی ترکیب نہیں بتا سکتے پھر اب اسے

خود ہی ترکیبیں سوچنا ہیں۔ سکندر نے کچھ گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا "ہاں تو یہ نصف میل سمندری پانی کتنی گہری ہوگی؟"

بوڑھے نے جواب دیا "زیادہ سے زیادہ اٹھارہ فٹ۔ یہ لوگ تو یہی بتاتے ہیں۔"

سکندر نے بوڑھے سے دریافت کیا "صوریوں کو رسد کس طرح پہنچائی جاتی ہے؟"

بوڑھے نے جواب دیا "کشتیوں کے ذریعے۔ یہ کشتیاں کبھی صیدائی بندرگاہ تک اور کبھی مصری بندرگاہ سے وہاں پہنچ جاتی ہیں۔"

بس سکندر کے ذہن میں یہ تجویز آ گئی کہ صوریوں کو رسد نہ پہنچنے دی جائے اور جب وہ بھوک سے تلملائیں گے تو باہر نکلیں گے۔ اس وقت وہ انہیں شکار کر لیں گے پھر وہ انہیں صور تک پہنچائیں گے۔

فوج میں ماہر انجینئر دیادس موجود تھا۔ اسے طلب کیا گیا۔ جب وہ آیا تو اسے یہ بات کہی گئی "تم اونچے اونچے درختوں کو کاٹ کر شہتیر اکٹھا کرو کیونکہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ خشکی سے صور تک نصف میل لمبی سڑک تیار کرواؤں اور اس سڑک کے ذریعے اپنی فوج صور تک لے جاؤں۔"

دیادس نے اس عجیب و غریب منصوبے پر غور کیا اور حیرت سے پوچھا "سمندر میں نصف میل سڑک کی تعمیر کس طرح ممکن ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "یہ بالکل ممکن ہے۔ کیا قدرت اٹھارہ فٹ گہرے سمندر کی تہ سے پتھریلی چٹان نمودار نہیں کر سکتی۔ اگر یہ ممکن ہے تو میں پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے سمندر کو پاٹ دوں گا اور صور کے جزیرے کو جزیرہ نما بنا دوں گا۔"

اس کے بعد سکندر نے دور دور تک ناکہ بندی کر دی کہ صور والوں کو رسد نہ پہنچے۔

اور دوسری طرف مقامی آبادیوں سے مزدوروں کی ایک فوج تیار کر لی۔ اس فوج نے ساحل منہدم اور ویران شہر سے کھود کھود کے پتھر نکالنا شروع کر دیے۔ ان پتھروں سے کم گہرے سمندر کی پٹائی شروع ہو گئی گویا ساحل سے جزیرۂ صور تک سڑک کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا تھا۔

صور والوں کو سکندر کے اس منصوبے کا ایک عرصے تک علم نہ ہو سکا لیکن انہیں یہ حیرت ضرور تھی کہ یونانی فوجیں ساحل پر کس چیز کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ یہ پتا چلانے کے لیے صور والوں نے اپنا ایک وفد سکندر کے پاس بھیجا۔ بظاہر یہ وفد جذبۂ خیر سگالی کے ساتھ سکندر کو کچھ مشورے دینے آیا تھا۔

اس وفد نے ساحل تک پہنچتے پہنچتے سمندر کے پاٹنے کا منظر دیکھ لیا اور حیرت زدہ رہ گیا کہ یہ نوجوان اپنی دھن کا کتنا پکا ہے جو سمندر میں سڑک تعمیر کروا رہا ہے۔

اس وقت سکندر اپنے خیمے میں موجود نہیں تھا وہ ساحل کے کنارے کنارے دور تک یہ جائزہ لیتا پھر رہا تھا کہ اگر پتھر کم پڑ جائیں تو وہ کہاں کہاں سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ یہاں ہر طرف پہاڑیاں تھیں، سنگلاخ راستے تھے اور اونچے نیچے پتھریلے ٹیلے تھے۔

ڈرپوک اور امن پسند چھوٹی چھوٹی آبادیاں نقل مکانی کر گئی تھیں لیکن ان میں سے بعض کو جب یہ معلوم ہوا کہ یونانی فاتح مقامی لوگوں سے بیگار کے بجائے اجرت سے کام لے رہا ہے تو وہ خوشی خوشی واپس آ گئے اور انہیں بھی مزدوری مل گئی۔

یہاں بھی سکندر کا یہ حکم تھا کہ اس کے فوجی مقامی عورتوں کو زبردستی اپنے مصرف میں نہ لائیں۔

ان باتوں کا مقامی لوگوں پر یہ اثر پڑا کہ یونانیوں کا اعتماد بحال ہو گیا اور سکندر کو آسانیاں فراہم ہوتی چلی گئیں۔

سکندر اپنے خیمے میں واپس پہنچا اور صوری وفد کے ارکان نے اس نوجوان کی جھلک دیکھی تو ششدر رہ گئے اور انہیں کسی طرح بھی یہ یقین نہیں آیا تھا کہ اس نوجوان نے اسوس کے میدان میں ایران کے شہنشاہ دارا کو شکست دی ہے اور اس وقت وہ مشکل ترین جزیرے کے شہر صور کو فتح کرنے کے درپے ہے۔

کافی دیر بعد سکندر نے صوری وفد کو باریابی کا شرف بخشا۔

وفد کے ارکان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے سکندر نے پوچھا "تم تاجر لوگ فوجیوں سے زیادہ چالاک اور حکمرانوں سے زیادہ منتظم اور موقع شناس ہوتے ہو۔"

وفد کے ایک رکن نے دریافت کیا "ہم نہیں جانتے کہ نوجوان یونانی سپہ سالار اعظم ہماری تعریف کر رہا ہے یا مذمت؟"

سکندر نے دریافت کیا "تم لوگ میں حالتِ جنگ میں میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

صوری رکن نے جواب دیا "جذبۂ خیر سگالی سے سرشار یہ مشورہ دینے کہ آپ صور کی تسخیر اور صور میں داخلے کا خیال خام دل سے نکال دیں اور یہ معلوم کرنے کہ آپ صور شہر میں کیوں داخل ہونا چاہتے ہیں؟"

سکندر نے حقارت سے جواب دیا "میں تیری حکومت کو بتا چکا ہوں کہ تیرے شہر صور میں ہرقل کا مندر ہے اور ہرقل کا تعلق میرے بزرگوں سے ہے۔ میں اس کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ چڑھاوے چڑھاؤں گا اور کچھ جانور قربان کروں گا۔"

صوری رکن نے اپنا سابقہ جواب دہرایا "جناب! آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے شہنشاہ ایران کو بھی شہر میں داخلے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں قریب ہی ایک پرانا مندر ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں ہم اس کی زیارت کروا دیں گے۔"

سکندر نے کہا "غلط! جھوٹ سراسر جھوٹ۔ تم لوگ یہاں یہ جتانے آئے ہو کہ اہل صور امن پسند ہیں، وہ لڑائی نہیں چاہتے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ تم یہ جائزہ لینے آئے ہو کہ ہم ساحل پر کیا کر رہے ہیں۔"

صوری ارکان بے چین ہو گئے "جناب! ایسی کوئی بات نہیں

ہم آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اور یہ درخواست کرنے آئے ہیں کہ دوستی کا ہاتھ بڑھائیں اور اس جنگ و جدل سے باز آئیں کیونکہ اس وقت تو آپ لوگ خود ایک قسم کے محاصرے میں ہیں۔ آپ کے عقب سے شہنشاہ ایران دارا حملہ کر سکتا ہے اور سامنے سے ہماری فوجیں آپ کو بے بس کر دیں گی۔"

سکندر نے کہا "اگر تم واقعی دوستی کے خواہاں ہو تو ہمارے لیے صور کے دروازے کھول دو ورنہ موجودہ صورت حال کو اس وقت تک برقرار رہنے دو کہ جنگ آپ ہی فیصلہ کر دے اور یہ فیصلہ کس کے خلاف ہو گا اور کس کے حق میں یہ وقت بتائے گا۔"

صوری وفد نے کہا "ٹھیک ہے مگر ہمارے خیال میں اگر دوستی نہیں تو ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی نہ رہیں۔ یوں آپ کو اختیار ہے جو پسند کریں اس پر قائم رہیں۔"

سکندر نے ہنستے ہوئے کہا "تم اپنی حکومت کو بتا دو کہ وہ یا تو دوست بن جائے اور ہمارے لیے اپنے شہر کے دروازے کھول دے یا پھر دشمنی کا رشتہ قائم رہنے دے اور ہماری یہ دشمنی کسی ایک دشمن کی شکست اور تباہی کے بعد خود بخود اپنی موت مر جائے گی۔ ان دونوں کے درمیان تیسرا کوئی رشتہ نہیں۔ میرا اصول ہے کہ یا تو دوست بنا لیتا ہوں یا تباہ و برباد کر دیتا ہوں۔ دوستی اور دشمنی کے درمیان کوئی رشتہ یا واسطہ نہیں رکھتا۔"

وفد کے ایک رکن نے سکندر کو ڈرانے کی کوشش کی "میرے اس شہر کو چودہ سال تک بخت نصر نے محاصرے میں رکھا اس نے بھی صور تک پہنچنے کے رسدی رسائل و وسائل منقطع کر دیے تھے مگر میری قوم نے کوئی پروا نہ کی۔ ہم مچھلیوں پر گزارہ کرتے رہے اور اس عرصے میں بخت نصر کسی غدار کی خدمات بھی نہ حاصل کر سکا اور ناکام و نامراد بابل واپس چلا گیا۔"

سکندر نے جواب دیا "مگر میں بخت نصر نہیں ہوں۔ میں سکندر ہوں جو منصوبوں کے وسیع ذخائر رکھتا ہے۔ میں صور فتح کر کے رہوں گا اور تمہیں تمہاری منافقت کی سزا ضرور دی جائے گی۔"

یہ وفد سکندر کی تیاریوں کا جائزہ لے کر واپس چلا گیا۔

جب صور والوں کو یہ معلوم ہوا کہ اٹھارہ فٹ اتھلے سمندر پر سڑک تعمیر ہو رہی ہے تو انہوں نے اپنے بحری بیڑے کو اس سڑک کی تباہی اور بربادی پر مامور کر دیا۔

سکندر اٹھارہ فٹ گہرے سمندر کو پاٹتا ہوا صور کے قریب پہنچ گیا۔ سڑک کے دونوں طرف دیوار کے شہتیر کھڑے کر دیے گئے اور سکندر کے بحری جہاز اور کشتیاں ان کی حفاظت کرنے لگیں۔

حالانکہ صوریوں نے رال، کول تار اور دوسرے آتش گیر مادوں سے لدے ہوئے جہاز آگے بڑھائے۔ وہ سکندر کے جہاز، کشتیاں اور شہتیروں کو نذر آتش کرنا چاہتے تھے۔

سکندر صوریوں کی ان جنگی تیاریوں سے لاعلم تھا چنانچہ وہ اپنی تعمیر کردہ سڑک پر جیسے ہی آگے بڑھا، صوری بیڑے نے آتش گیر مادے سے اس پر حملہ کر دیا۔ آگ نے جہازوں اور کشتیوں میں تباہی مچا دی اور کشتیوں اور جہازوں کے ساتھ سڑک کے آس پاس استادہ شہتیروں کو بھی جلا کر خاک کر دیا۔

سکندر اب پھر وہیں کھڑا تھا جہاں بحری جہازوں، کشتیوں اور اونچے اونچے شہتیروں کی موجودگی سے پہلے تھا۔

صور کے لوگ فصیل کے اوپر سے یہ دلچسپ تماشا دیکھ رہے تھے۔

بظاہر ایسا لگتا تھا جیسے سکندر ہمت ہار جائے گا اور وہ یہیں سے بابل یا دارا کے دارالسلطنت پرسی پولس کا رخ کرے گا لیکن سکندر نے دوبارہ شہتیروں کو قطار میں استادہ کرنے کا حکم دیا۔ ان کی حفاظت کے لیے بحری جہاز کھڑے کر دیے گئے۔ یہ صوری جہازوں کو شہتیروں کے پاس پہنچنے سے روک رہے تھے۔

صوریوں نے اپنے ہم قوم کارتھیج سے بحری مدد طلب کی تھی اور انہیں یہ بتا کے خوفزدہ کر دیا تھا کہ اگر صور اس یونانی فاتح کے قبضے میں چلا گیا تو گویا مصر اور لیبیا تک پہنچنے کا پروانہ راہداری سکندر کو حاصل ہو جائے گا لیکن سکندر کی خوش قسمتی کہ قبرص نے اس کے مطالبے کے بغیر ہی ایک سو بیس بحری جہازوں کا بیڑا اسے پہنچا دیا۔

اب سکندر خود کو انتہائی طاقتور اور توانا محسوس کر رہا تھا۔ سڑک کی تعمیر کا سلسلہ سرعت اختیار کر گیا۔ پتھروں سے سمندر کی اٹھارہ فٹ گہری سطح پر ایک شاندار سڑک نمودار ہو گئی۔

صور کے لوگ اب کچھ پریشان نظر آ رہے تھے لیکن انہیں اب بھی یہ یقین تھا کہ وہ آتش گیر مادے سے سکندر کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیں گے۔

سکندر نے اپنے بحری بیڑے کی مدد سے سمندر میں جنگ شروع کر دی اور اس جنگ کا مقصد یہ تھا کہ صور کی بحری قوت سڑک کی تعمیر میں مزاحم نہ ہو۔

سکندر کے بحری بیڑے سے صوری جہازوں پر منجنیقوں سے سنگ باری شروع کر دی گئی لیکن جلد ہی یہ اندازہ ہوا کہ منجنیقیں پانی کی سطح پر ہلتے ڈولتے جہاز پر صحیح کام نہیں کر رہی ہیں۔ ان کے لیے ٹھوس اور ساکن سطح درکار تھی۔

سکندر نے اپنے فوجی سرداروں میں صرف نیارکس کو سمندری معاملات میں ماہر محسوس کیا تھا۔ اسی نے سکندر کو یہ مشورہ دیا کہ جہازوں پر برج تعمیر کیے جائیں۔ ان برجوں میں سپاہی بٹھا دیے جائیں۔ کچھ جہازوں پر مسطح اور چوڑے چکلے پلیٹ فارم بنائے جائیں اور یہ پلیٹ فارم جہاز کے بیچ میں ہونا چاہئیں۔ صور والے ان تبدیلیوں سے ناواقف اور لاعلم رہیں۔ کشتیاں اور جہاز آگے بڑھ بڑھ کے دوسرے جہازوں پر حملہ آور ہوتے رہیں۔ یہ مصلحتاً دکھاوے کے حملے صور والوں کو الجھانے اور غافل رکھنے میں کامیاب ہو گئے اور سکندر کا اصل کام جہازوں پر ہوتا رہا۔

یہ جہاز پلیٹ فارموں کے ساتھ صور کی طرف بڑھے تو ان پلیٹ فارموں پر نصب منجنیقوں نے اچانک سنگ باری شروع

کر دی۔ انہیں نئی تعمیر شدہ سڑک کے قریب رسوں کے ذریعے لنگر انداز کر دیا گیا کیونکہ جہاز کے ایک جگہ رکے رہنے سے عمدہ کارکردگی ظاہر ہوتی تھی۔

چالاک اور بیباک صوریوں نے سمندر میں غوطہ لگایا اور وہ اندر ہی اندر جہاز کے رسوں تک پہنچ گئے اور انہیں کاٹ کر جہازوں کو ڈانواں ڈول کر دیا۔

جہاز کا عملہ حیران تھا کہ ان کے لنگر کو کیا ہو گیا لیکن جب انہوں نے صوری غوطہ خوروں کو رسے کاٹ کے بھاگتے دیکھا تو حقیقت واضح ہو گئی۔

نیارکس نے رسوں کی جگہ فولادی زنجیروں کے استعمال کا مشورہ دیا اور جب ان جہازوں کو فولادی زنجیروں سے لنگر انداز کیا گیا تو صوری بیباک اپنے مقصد میں ناکام رہے اور سکندر نے فصیل پر شدید سنگ باری شروع کر دی۔

اب صور والوں پر واضح ہو چکا تھا کہ سکندر اس شہر کو سر کیے بغیر نہیں رہے گا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے لیکن مزاحمت جاری رہی۔

سکندر کو اب بھی کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جسے صور کے اندر فصیلوں کے کمزور حصوں کا علم ہوتا۔ ایسے جاننے والے بہت تھے جنہیں فصیلوں کے ان حصوں کا علم تھا جن کے متوازی دوہری اور تہری فصیلیں کھڑی کر دی گئی تھیں۔

اب فصیلوں کے ان کمزور حصوں کو منجنیقوں نے اپنا نشانہ بنانا شروع کر دیا اور ان میں شگاف پڑنے لگے۔ ان فصیلوں کے محافظ پتھروں کی ضربات سے ہلاک ہونے لگے۔ کسی کا سر پاش پاش ہو گیا، کسی کی پڑی ٹوٹ گئی، کسی کے بازو اڑ گئے اور کوئی اپنی ٹانگوں سے محروم ہو گیا۔

یہ ہیبت ناک مناظر دیکھنے والوں پر دہشت اور ہیبت طاری کر رہے تھے۔ وہ اپنے مورچوں سے راہِ فرار اختیار کرنے لگے۔ سکندر نے اس سے فائدہ اٹھایا اور برجوں والے جہاز آگے بڑھائے۔ اب ان برجوں میں بیٹھے ہوئے سپاہی فصیلوں کے شگافوں سے اندر داخل ہو سکتے تھے۔

صوری بحری بیڑوں نے پوری شدت سے سکندر کے حملے کو ناکام بنا دینا چاہا مگر وہ خود ناکام ہو گئے اور کافی عرصے بعد نہایت تدبیروں اور کوششوں سے سکندر کی فوجیں اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئیں۔

صور والوں کو آج تک کسی ایسی طوفانی قوت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا تھا۔ یونانی کوئی اور ہی مخلوق لگ رہے تھے۔ ایسی مخلوق جو اپنی دنیا کی انسانی مخلوق سے الگ اور نمایاں تھی۔

سکندر کے جہازوں نے چاروں طرف سے صور کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اور صوری جہاز کائی کی طرح چھٹ گئے۔ کوئی کہیں بھاگ گیا اور کسی نے کہیں کی راہ لی۔ کچھ نے مصری اور صیدائی بندرگاہوں میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن اب ان کی جگہ سکندر کے جہاز لے چکے تھے اور اچانک صوری جہازوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ سکندر کے بحری بیڑے کے نرغے میں آ چکے ہیں کیونکہ اب ان پر کئی طرف سے حملے ہو رہے تھے۔

شہر کے دروازے کھل گئے اور سکندر کی فوج فاتحانہ شہر میں داخل ہو گئی۔ اب ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔

سکندر نے ایک طرف صوری وفد کے اس رکن کو سراسیمہ کھڑے دیکھا جو اس سے بڑی لفاظی کر چکا تھا اور بخت نصر کے حوالے سے یہ بتایا تھا کہ وہ چودہ سال محاصرے کے بعد ناکام و نامراد واپس چلا گیا تھا۔

سکندر نے اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور کہا "دیکھ بخت نصر اور سکندر کے فرق کو محسوس کر اور حساب لگا کہ صور کتنے مختصر عرصے میں فتح کر لیا گیا۔"

وفد کے رکن نے جواب دیا "یہ فرق بخت نصر اور سکندر کا نہیں بلکہ ان دو نسلوں کا ہے جن میں سے ایک نسل نے تو بخت نصر کو چودہ سال روکے رکھا تھا اور دوسری نسل نے نہایت مختصر عرصے میں اپنا شہر سکندر کے حوالے کر دیا۔"

سکندر نے اس صوری لفاظ کو ساتھ رہنے کا حکم دیا۔ ابھی اس کی پوری فوج صور میں داخل نہیں ہوئی تھی اور سکندر اس صوری لفاظ کو رہنما کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔

سکندر نے اپنی فوج کو یہ حکم دے دیا تھا کہ جو جنگجو ہیں اور اس جنگ میں حصہ لیتے رہے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ پرامن شہریوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

اسی دوران سکندر کو بتایا گیا کہ یہیں کہیں فصیل کے اوپر سے کچھ مقدونوی سپاہی ٹکڑے ٹکڑے کر کے سمندر میں پھینکے گئے تھے۔ یہ سپاہی صور والوں کے ہتھے کس طرح چڑھ گئے تھے، کوئی بھی نہ جانتا تھا۔

سکندر نے چرب زبان صوری سے کہا "مجھے مذکورہ فصیل پر لے چل۔"

سکندر نے دیکھا کہ صوری رہنما اسے جس فصیل کی طرف لے جا رہا تھا اسی سمت سے شہر میں داخل ہونے والی یونانی فوج قتل عام کرتی بڑھی چلی آ رہی تھی۔

سکندر نے صوری جوان سے پوچھا "کیا یہی وہ مذکورہ فصیل ہے جہاں میرے سپاہی قتل عام کرتے بڑھتے چلے جا رہے ہیں؟"

صوری جوان نے شکستہ خاطری سے کمزور لہجے میں جواب دیا۔ "جی ہاں یہی وہ بدنصیب فصیل ہے۔"

سکندر نے اپنے مار کاٹ میں مشغول فوجی دستے کو حکم دیا۔ "خبردار جو اس فصیل کا ایک سپاہی بھی زندہ بچا۔"

سکندر یہیں سے واپس ہوا کیونکہ جو بھیانک کام وہ خود انجام دینے والا تھا اسے دوسرے دستے کے حوالے کر دیا گیا تھا اور اس کی قیادت اینٹی گونس کر رہا تھا۔

سکندر نے اپنے رہنما سے پوچھا "تیرے بادشاہ کا نام کیا ہے

اور اس وقت وہ کہاں ہوگا؟"

صوری جوان نے جواب دیا "ازے ملکوس۔ اسے اپنے محل میں ہونا چاہیے لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ کہیں چھپ گیا ہو یا پھر کسی کشتی میں بیٹھ کر فرار ہو گیا ہو۔"

سکندر نے ایک نیا سوال کیا "اس شہر میں خاص اہالیٔ صور کے علاوہ کن ملکوں یا شہروں کے لوگ مقیم ہوں گے؟"

صوری جوان نے جواب دیا "فی الحال میرے علم کے مطابق کچھ ایتھنزی آئے ہوئے ہیں اور کارتھج کے سفرا بھی چند دن پہلے آئے تھے اور یہ لوگ شاہی مہمان خانے میں موجود ہوں گے جنہیں آپ کی فوج قتل کر دے گی۔"

سکندر نے ہرقل کے مندر کے بارے میں سوالات کیے۔ وہ سب سے پہلے اس مندر کی زیارت کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ ہرقل کو اپنے آباؤ اجداد میں سے ایک اہم بزرگ سمجھتا تھا۔

ہرقل کا مندر ایک بلند مقام پر واقع تھا۔ یہ بلند مقام ایک طویل و عریض پہاڑی چٹان تھی۔

اس وقت سکندر کے ساتھ اس کے ایک سو خاص محافظ تھے۔ وہ ان سب کے ساتھ ہرقل کے مندر پہنچا تو وہاں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اپنے صوری رہنما سے پوچھا "کیا یہ سب زائرین ہیں؟"

صوری جوان نے یہاں اپنے بادشاہ ازے ملکوس کو دیکھا جو ایتھنزی مہمانوں اور کارتھج کے سفرا کے درمیان بدحواس کھڑا ہوا تھا۔

ازے ملکوس نے بھی سکندر کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا اور اندازے سے اس مقدونوی نوجوان فاتح کو پہچان بھی لیا تھا۔ اب اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔

سکندر بے نیازی سے ازے ملکوس کو اپنے بائیں جانب چھوڑتے ہوئے آگے بڑھ گیا اور ہرقل کے بت کے سامنے احتراماً جھک گیا۔

صوری رہنما حیران تھا کہ سکندر نے اس کے بادشاہ کو کیوں نظر انداز کر دیا۔

سکندر نے مندر کے پروہتوں سے خوشبویات طلب کیں اور پھر انہیں مٹھیوں میں لے لے کر عود دان میں ڈالنا شروع کر دیا۔ پورا مندر معطر ہو گیا۔ سکندر نے پلٹ کے دیکھا کہ ازے ملکوس اب بھی لوگوں میں گھرا ہوا سکندر کو خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

سکندر نے صوری نوجوان سے کہا "تیرا بادشاہ ضرورت سے زیادہ گستاخ واقع ہوا ہے۔ اس کو میرے پاس حاضری دینی چاہیے تھی مگر وہ دور کھڑا احمقوں کی طرح مجھے دیکھ رہا ہے۔"

صوری جوان نے اپنے بادشاہ کے لیے رحم کی درخواست کی۔ "شاید آپ نہیں جانتے کہ ہمارے بادشاہ نے اس جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ شہر کے بڑے تاجروں نے ایک جنگی کونسل بنا رکھی ہے' وہی کونسل جنگ لڑتی رہی اور یہ بے بس بادشاہ بھاگ کے ہرقل کے مندر میں پناہ گزیں ہو گیا۔"

سکندر نے کہا "اپنے بادشاہ سے کہہ کہ وہ میرے پاس آئے۔ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ دور کھڑا رہ کر بچ جائے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔"

صوری جوان اپنے بادشاہ کے پاس گیا اور اسے ایتھنزی مہمانوں اور کارتھج کے سفیروں کے ساتھ سکندر کے پاس لے آیا۔

سکندر نے بادشاہ کے چہرے پر نظر ڈالی تو وہ زرد پڑ گیا۔ صوری جوان نے معاملہ دگرگوں دیکھا تو ایک بار پھر لفظوں کے ہیر پھیر سے اپنے بادشاہ کے لیے رحم کی درخواست کی "جناب! جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس جنگ میں ہمارے بادشاہ نے کوئی حصہ نہیں لیا اس لیے بادشاہ کی ذات پاک و صاف ہے۔"

سکندر نے بادشاہ سے کہا "تو کیوں خاموش ہے' تجھے بھی تو کچھ کہنا چاہیے؟"

ازے ملکوس نے جواب دیا "بے شک' میں یہی چاہتا تھا کہ تیرے لیے دروازے کھول دیے جائیں اور تو ہرقل کے مندر کی زیارت کرے اور جو بھی رسوم ادا کرنا چاہتا ہے' ادا کر کے صور میں مہمانوں کی طرح رہ اور مہمانوں کی طرح واپس چلا جا مگر شہری جنگی کونسل نے میری ایک نہ چلنے دی۔"

سکندر نے صوری جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تجھ سے زیادہ ہوشیار اور عقلمند تو یہ صوری جوان ہے جس نے مجھے بتایا کہ تو نے اس مندر میں پناہ لی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس نے اس مندر میں پناہ لی وہ معافی کا مستحق ٹھہرا۔ میں نے تجھے بھی معاف کیا اور تیرے ایتھنزی مہمانوں اور کارتھج کے سفارتی نمائندوں کو بھی۔"

بادشاہ کو اس نوجوان فاتح سے یہ توقع نہیں تھی۔ وہ فورِ جذبات سے رونے لگا۔

سکندر نے صوری جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے بخت نصر کے چودہ سالہ محاصرے کا ذکر کر کے مجھے خوفزدہ کرنا چاہا تھا لیکن میں نے اسی وقت اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں بخت نصر نہیں' سکندر ہوں اور میں صور کو بہت جلد فتح کر کے دکھاؤں گا۔ حساب لگا کر دیکھ کہ میں نے یہ مشکل کام صرف سات ماہ میں انجام دے دیا۔"

ازے ملکوس نے صوری جوان کو ڈانٹا "تجھ کو زیوس کے بیٹے سکندر سے ایسی فضول بات نہیں کہنا چاہیے تھی۔ بابل کا بخت نصر محض ایک انسان تھا جب کہ سکندر آسمانی دیوتا زیوس کا بیٹا ہے۔"

سکندر نے صوری جوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "لیکن یہ بدبخت اس طرح کو بھی دو نسلوں کی بہادری اور بزدلی کے موازنے سے سمجھا رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ بخت نصر کا مقابلہ کرنے والی صوری نسل بہادر تھی جس نے چودہ سال تک بخت نصر کو روکے رکھا جبکہ موجودہ صوری نسل بزدل ہے جس نے سات ماہ کے مقابلے میں اپنے شہر کو میرے حوالے کر دیا۔"

ازے ملکوس نے صوری جوان کو پھر ڈانٹا "ایک فیاض اور شریف فاتح کو اپنی بے جا اور فضول دلیلوں سے غصہ نہیں دلانا چاہیے۔"

سکندر نے اسی مندر میں قیام کیا اور کئی دن بعد پارمینیو نے سکندر کو بتایا کہ اس جنگ میں آٹھ ہزار صوری قتل کر دیے گئے اور تیس ہزار قیدی بنا لیے گئے جب کہ یونانی تقریباً چار سو مارے گئے۔

سکندر نے حکم دیا "ان تیس ہزار قیدیوں کو فروخت کر دیا جائے اور جن دو منجنیقوں نے فصیلوں میں دراڑیں ڈال دی تھیں انہیں ہرقل کے مندر میں نذرانے کے طور پر رکھ دیا جائے۔"

صور سے بھی سکندر کو بہت زیادہ دولت ملی۔ یہیں سکندر کے سفیر دارا کے پاس سے واپس آ گئے۔ ان کے ساتھ دارا کے سفیر بھی آئے تھے۔ دارا نے ایک بار پھر صلح کی کوشش کی تھی اور اس نے سکندر کو یہ رائے دی تھی کہ وہ دارا کی جس بیٹی سے چاہے شادی کر لے اور اس نے ایشیائے کوچک سے لے کر صور تک جو علاقے فتح کر لیے ہیں وہ سب سکندر کی تحویل میں رہیں گے بلکہ دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ اور ان کے جنوب میں جو شہر ہیں وہ سب سکندر کو بخش دیے گئے۔ ان کے علاوہ شہنشاہِ ایران دارا تاوانِ جنگ میں کئی ہزار ٹیلنٹ بھی دینے کو تیار تھا۔

سکندر دارا کی اس پیشکش پر مسکرایا اور وفد سے کہا "اپنے بادشاہ سے کہنا جو چیزیں میری ہیں انہیں وہ کس طرح مجھے دے سکتا ہے۔ اس کی بیٹیاں میرے قبضے میں ہیں۔ مفتوحہ شہروں میں میرے نمائندے حکمران ہیں۔ دجلہ اور فرات کے درمیان اور ان کے جنوب کا علاقہ میرا انتظار کر رہا ہے اور کئی ہزار ٹیلنٹ تو کیا اس کے خزانوں میں جو کچھ ہے میری امانت ہے۔ میں جب چاہوں گا' لے لوں گا۔"

ایرانی وفد ایک بار پھر ناکام واپس گیا۔

سکندر کا ذہن ان تمام شہروں اور علاقوں کو احاطۂ تصور میں لیے ہوئے تھا جو ایران کے زیرِ تسلط تھے اور جہاں سے دارا کو مدد مل سکتی تھی۔ یہ شہر اور یہ علاقے ایران' ملتان' بحیرۂ روم کے جزائر' ساحلی شہر مصر اور لیبیا تک پھیلے ہوئے تھے اور سکندر کی جنگی حکمتِ عملی یہ اس کے ذہن نشین کرا چکی تھی کہ اگر پورے ایران کو فتح کرنا ہے تو مذکورہ شہروں اور علاقوں پر اس کا قبضہ اور تسلط بہت ضروری ہے۔

صور کے متوازی جنوب میں تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر غزہ نامی شہر تھا۔ یہ بھی صوری جیسا تھا اور سکندر نے صور کی تسخیر کے بعد ہی اپنا ایک وفد غزہ روانہ کر دیا تھا۔ غزہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صور کے انجام سے سبق حاصل کرے اور سکندر اور اس کی فوج کو بہ امن و امان غزہ میں داخل ہونے دے ورنہ غزہ کو بھی صور کی طرح برباد کر دیا جائے گا۔

غزہ کے لوگوں نے ایران کی طاقت پر بھروسا کیا کیونکہ انہیں ابھی تک جنگِ اسوس کی تفصیلات کا صحیح علم نہیں تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایران سے سکندر کی جنگ جاری ہے اور ایران کا خوفناک بحری بیڑا کسی وقت بھی نمودار ہو کر یونانیوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔

غزہ نے مزاحمت کی اور اس کی مزاحمت نے صرف سات ہفتوں میں دم توڑ دیا۔ اہلِ غزہ کے ساتھ بھی صور جیسا سلوک ہوا۔ بیشتر قتل ہوئے اور بقیہ کو غلام بنا کے فروخت کر دیا گیا۔

اب سکندر کے سامنے مصر تھا۔ مصری ساحلی علاقوں میں ایرانی نمائندے حکومت کر رہے تھے مگر یہ نسلاً مصری تھے۔ یہاں ایرانی فوج نہیں تھی اور سالوں سے انہیں ایران کی طرف سے کوئی مدد بھی نہیں ملی تھی۔ یہ مصری ایرانی تسلط کو اپنی بے عزتی اور ذلت سمجھتے رہے تھے۔ انہوں نے سکندر کو ایک فاتح کی حیثیت سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو آگے بڑھ کے خوش آمدید کہا اور کسی لڑائی کے بغیر سکندر کو اپنے بادشاہ کے طور پر قبول کر لیا۔

سکندر کے ساتھی حیران تھے کہ سکندر ایران کے بجائے مصر کی طرف کیوں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

سکندر نے کوہِ ایتھوس سے مصر تک تقریباً چودہ سو میل کا فاصلہ خشکی سے طے کیا تھا اور پھر دریائے نیل کے ذریعے بحیرۂ روم کے کنارے پہنچا۔ وہاں اسے جھیل ماریوٹس نظر آئی۔ اس کے گرد چکر لگا کر وہ خشکی پر اتر گیا۔ اسے یہ جگہ پسند آئی۔ جھیل کا پانی بھی کھاری تھا۔ سمندر اور جھیل کے درمیان خشکی کا حصہ سرکنڈوں سے گھرا ہوا تھا۔ سکندر نے یہاں ایک نیا شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔

کام شروع کرنے سے پہلے اس نے پریوں کے مندر والے کاہن ارسٹانڈر کو طلب کیا اور اس سے پوچھا "میں یہاں ایک نیا شہر تعمیر کرنا چاہتا ہوں۔ تو بتا کہ میرا یہ آباد کیا ہوا شہر ترقی کرے گا یا مٹ جائے گا؟"

کاہن نے کچھ دیر بعد سکندر کو بتایا "یہ شہر بہت ترقی کرے گا اور صدیوں آباد رہے گا۔"

سکندر اس شہر کی حد بندی خود کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے چونے یا چاک سے زمین کی حد بندی شروع کر دی لیکن جب چونا یا چاک ختم ہو گئے اور حد بندی کا کام ادھورا رہ گیا تو سکندر نے بقیہ کام فوجیوں کے آٹے سے کیا اور تعمیر کا کام شروع ہو گیا لیکن کئی دن بعد سکندر کو بتایا گیا کہ آٹے کی لائنیں غائب ہو چکی ہیں کیونکہ یہ آٹا یا تو پرندے چٹ کر گئے یا زمین کے کیڑے مکوڑے کھا گئے۔

سکندر نے اسے بدشگونی سمجھا اور کاہن کو دوبارہ زحمت دی۔ "اب بتا اگر یہ شہر آباد ہو گیا تو یہ خوشحال رہے گا یا نہیں؟"

کاہن نے پیش گوئی کی "آپ کے آٹے نے پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کو غذا فراہم کر دی جس کا مطلب ہوا کہ یہ شہر معاشی طور پر نہایت خوشحال ہوگا اور یہاں کے لوگ بھوکے نہیں رہیں گے' ہمیشہ آسودہ حال رہیں گے۔"

شہر کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا اور سکندر ممفس روانہ ہو گیا۔ یہ قدیم مصری بادشاہوں کا دارالخلافہ تھا اور یہیں اہرامِ مصر واقع

ہیں اور مصریوں کی عبادت گاہیں بھی۔

اس سفر کے دوران سکندر کو جو بھی عبادت گاہ نظر آئی وہاں چڑھاوے چڑھائے۔ یہاں اس نے پتھر کی دیواروں پر کندہ ایک بے ریش شکل کی جگہ دیکھی۔ یہ شکل کسی جانور پر بیٹھے ہوئے معبود کی تھی اور اس کا رخ آسمان کی طرف تھا۔

لوگوں نے سکندر کو بتایا کہ یہ دریائے نیل کا دیوتا آمن رع ہے۔ اسے ایک ہی پتھر سے مینار یا لاٹ کی شکل میں علیحدہ تعمیر کیا گیا ہے۔ عقل حیران تھی کہ اتنا اونچا مینارہ آخر ایک ہی پتھر سے کس طرح کھڑا کر دیا گیا اور یہ کوئی ایک مینار نہیں تھا، جگہ جگہ یہ سر اٹھائے کھڑے تھے۔ یہ اتنے بلند تھے کہ ایک روز کی مسافت تک صاف نظر آتے تھے۔

یہاں سکندر کی ملاقات مصر کے ایک عالم دین سامن سے کرائی گئی اور سامن نے سکندر کو بتایا "تحقیق ایک الٰہی قوت ہے اور اس کا منبع ہمارا سب سے بڑا دیوتا آمن ہے۔ ہم جسے آمن رع کہتے ہیں تم یونانیوں میں وہ زیوس کہلاتا ہے۔ تمہارے ہاں عالم آخرت کا دیوتا اپالو ہے اور ہمارے ہاں وہ اوسیریس (OSIRIS) ہے۔"

سکندر کو افلاطون کی ایک کتاب سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ افریقہ میں کہیں سیوہ نامی جگہ پر زیوس کا مندر ہے لیکن وہاں کے لوگ اسے زیوس کے بجائے آمن رع کہتے ہیں۔ اور افریقہ کا یہ علاقہ سائرینی کہلاتا تھا۔ افلاطون نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ... آمن رع کے مندر میں جو سوالات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات ڈیلفی کے مندر سے زیادہ سچے ہوتے ہیں اسی لیے یونانی زائرین اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر وہاں پہنچتے ہیں اور اپنے سوالات کے سچے جوابات حاصل کرتے ہیں۔

سکندر نے سامن سے پوچھا "کیا تو بتا سکتا ہے کہ افلاطون کا مذکورہ مقام سائرینی اور یہاں کے بقول سیوہ اس جگہ سے کتنی دور واقع ہے؟"

سامن نے جواب دیا "تقریباً ایک سو اسی میل مگر راستہ پُرخطر اور دشوار گزار ہے۔"

یہ باتیں پارمینیو، بطلیوس، اینٹی گونس، نیارکس اور دوسرے ذمے دار فوجی سردار بھی سن رہے تھے مگر ان سب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ سکندر آخر سیوہ جا کے کیا کرے گا۔ اسے وہاں سے کیا حاصل ہوگا۔ پوری فوج سیوہ جانے سے رہی اور جو لوگ سکندر کے ساتھ سیوہ جائیں گے ان کی جانیں بھی خطرے میں رہیں گی۔

پارمینیو نے مخالفت تو نہیں کی لیکن اس خطرناک سفر کا مقصد ضرور دریافت کیا "سامن کہتا ہے کہ سیوہ یہاں سے ایک سو اسی میل دور ہے مگر کون جانے یہ فاصلہ درست ہے بھی یا نہیں؟"

بعد میں پارمینیو کا خیال صحیح نکلا۔ ایک سو اسی میل سفر طے کرنے کے بعد انہیں مغربی سمت مڑنا پڑا اور رہبروں سے معلوم ہوا کہ سیوہ بہت دور ہے۔ چلتے چلتے وہ بالکل بنجر صحرائی علاقے میں داخل ہو گئے اور اچانک جنوب کا رخ اختیار کیا۔ سردیوں کا زمانہ تھا پھر اچانک آندھیاں اٹھنی شروع ہو گئیں۔ ان آندھیوں نے سکندر کو زیادہ پریشان کیا۔ وہ اپنے رہبروں سے پوچھ رہا تھا "تم لوگ ہمیں جس راستے سے آمن رع کی خدمت میں لے جا رہے ہو، یہ طویل ترین راستہ ہے۔ وہاں تک پہنچنے کا کوئی مختصر راستہ نہیں ہے؟"

ایک رہبر نے جواب دیا "مختصر راستہ بھی ہے لیکن وہ بہت خطرناک ہے۔ راستے میں اونچی نیچی غیر ہموار پہاڑیاں ہیں، بیسیوں قسم کے سانپوں کی آماجگاہیں ہیں۔ بزرگوں کا خیال ہے کہ کئی جگہ بدارواح کے مسکن ہیں اسی لیے لوگ اس مختصر راستے کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس مختصر راستے میں پانی کی دقتیں بھی پیش آتی ہیں جب کہ اس طویل راستے میں ہمیں کہیں بھی پانی کے لیے پریشان نہیں ہونا پڑا۔"

اچانک چلتے چلتے زیتون اور تاڑ کے درخت نظر آنے لگے۔ سکندر کا ایک یونانی ساتھی اس نخلستان کو دیکھ کر بے اختیار چلایا۔ "یہی جگہ تو ایمونیم ہے۔ میں یہاں پہلے بھی آ چکا ہوں۔"

رہنما نے یونانی کو ٹوکا "تم لوگوں نے آمن رع کی وجہ سے اپنی زبان میں اس جگہ کا نام ایمونیم رکھ دیا ورنہ اس جگہ کا واقعی نام سیوہ ہے۔"

سکندر کو یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ وہ اچانک سیوہ پہنچ چکا تھا جہاں آمن رع کا مندر تھا اور جس مندر کی پیش گوئیاں پورے یونان میں مشہور تھیں۔

لیبیا کی مشرقی سرحد پر واقع اس مصری حصے کو آج بھی وادیٔ سیوہ کہتے ہیں۔ یہاں کے چشموں کا پانی بہت ٹھنڈا تھا اور یہاں نمک کی چٹانیں بھی پائی جاتی تھیں۔

کچھ دیر بعد سکندر آمن رع کے عظیم مندر کے سامنے پہنچ گیا۔ ایک رہنما مندر کے اندر گیا اور سکندر کی تشریف آوری سے پروہتوں کو مطلع کیا۔ وہ ڈھیلے ڈھالے چغے پہنے ہوئے سکندر کے استقبال کے لیے باہر آ گئے۔

معلوم نہیں کس طرح ان پروہتوں کو اس مقدونوی نوجوان فاتح کے بارے میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بظاہر تو فیلقوس کا بیٹا ہے مگر اس کی ماں نے اس کو زیوس کے بیٹے کی حیثیت دے رکھی ہے۔ یہ پروہت آمن رع کے مذہبی پیشوا تھے اور آمن رع سیوہ میں زیوس ہی کا مظہر تھا۔ گویا سکندر آمن رع کا بیٹا تھا۔

یہ مندر اور اس کے پروہت آمن رع کے معتقد یونانیوں سے بہت چڑھاوے حاصل کر چکے تھے اس لیے سکندر ان کے لیے غیر نہیں تھا۔

پروہتوں کے سردار نے آگے بڑھ کے سکندر کا استقبال کیا اور اس کے قدموں میں گرتے ہوئے کہا "آمن رع بہت دنوں سے اپنے بیٹے کا انتظار کر رہا ہے۔"

سکندر یہ چھوٹا سا فقرہ سننے کے لیے اتنی لمبی مسافت طے کر کے یہاں آیا تھا۔

پروہتوں نے سکندر سے درخواست کی "آپ مندر میں آمن رع کے سامنے تشریف لے چلیں گو کہ اندر اندھیرا ہے مگر موم بتیوں کی روشنی میں آپ کو کسی قسم کی زحمت نہیں ہوگی۔"

سکندر نے اپنے ہمراہیوں کو مندر کے باہر رہنے کا حکم دیا اور خود پروہتوں کے ساتھ مندر میں داخل ہو گیا۔ وہاں دور تک اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا تھا۔ آس پاس طاقوں میں چند موم بتیاں جھلملا رہی تھیں۔

کافی چلنے کے بعد وہ ایک صحن میں داخل ہو گیا اور یہیں ایک چبوترے پر آمن رع کا بے ریش مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ وہ سر اٹھائے آسمان کی طرف پرواز کی نیت سے مستعد نظر آ رہا تھا۔

سکندر نے بزرگ پروہت سے دریافت کیا "میں اپنے باپ کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

پروہت نے جواب دیا "کیا میں نے پہلے ہی یہ تصدیق نہیں کر دی کہ تو زیوس یعنی آمن رع کا فرزند ہے۔"

سکندر نے کہا "بیشک تو نے مندر کے باہر یہ تصدیق کر دی تھی لیکن میری خواہش تھی کہ تو یہی بات میرے باپ آمن رع کے سامنے بھی کہہ دے۔"

بزرگ پروہت نے دوسرے پروہتوں سے کہا "تم سب بھی گواہی دو کہ سکندر آمن رع کا بیٹا ہے۔"

سارے پروہت یک زبان بول اٹھے "بیشک سکندر آمن رع کا فرزند ہے۔"

سکندر نے بزرگ پروہت سے پوچھا "میرے مجازی باپ کو آئی گائی کے محل میں قتل کر دیا گیا تھا۔ میں نے اپنے باپ کے قاتلوں کو سزا دے دی تھی۔ یہاں مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ اصل قاتل سمیت اٹالوس اور کئی دوسروں کو جو قتل کیا گیا تو کیا وہ سب میرے مجازی باپ کے واقعی قاتل تھے اور میں نے اپنے باپ کے قاتلوں کو واقعی سزا دے دی ہے یا نہیں؟"

بزرگ پروہت نے کہا "اگر تو اپنے اس دشوار سوال کا جواب چاہتا ہے تو پہلے اپنے مجازی باپ کا نام ضرور بتا۔"

سکندر نے جواب دیا "میرے مجازی باپ کا نام فیلقوس تھا اور وہ مقدونیہ کا بادشاہ تھا۔"

اچانک آمن رع کے بت کی طرف سے آواز آئی "مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس کے قاتل کیفر کردار کو پہنچ گئے۔"

اس غیبی آواز نے سکندر کو اتنی خوشی بخشی کہ وہ اپنے آپے میں نہیں رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ شراب کے نشے میں بدمست ہو گیا ہو۔

کچھ دیر بعد سکندر نے آمن رع کے مجسمے کی طرف رخ کر کے سوال کیا "براہ کرم مجھے بتایا جائے کہ میں نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوگی؟"

فوراً جواب ملا "ضرور حاصل ہوگی۔"

یہاں تک تو سکندر نے واقعات سبھی کو بتا دیے اور یہ بھی بتایا کہ اس نے پروہتوں اور مندر کے کاہنوں کو سونے کے سکوں سے نواز دیا۔ وہ مندر میں کافی دیر رہا اور اس عرصے میں وہاں کیا کچھ پیش آیا اور کتنی باتیں ہوئیں، کوئی نہیں جانتا۔ انگلستان کے مشہور شاعر ٹینی سن کے بقول "وہاں بڑی بڑی باتیں ہوئیں جو ہم تک نہیں پہنچیں۔" لوگوں نے صرف یہ دیکھا کہ سکندر مقام اسرار سے واپس آ رہا ہے۔ چہرہ تمتمایا ہوا ہے اور آنکھوں میں غیر معمولی چمک ہے۔

اور خود سکندر نے اپنی ماں کو اپنے ایک خط میں لکھا "مجھ پر بڑے بڑے اسرار کھلے ہیں جنہیں میں بھی خود حاضر ہو کر زبانی عرض کروں گا۔"

مندر سے باہر نکل کے بزرگ پروہت نے سکندر کے فوجیوں کے سامنے اعلان کر دیا "تمہارا یہ نوجوان بادشاہ آمن رع کا بیٹا ہے کیونکہ اندر آمن رع نے خود اقرار کیا ہے کہ سکندر میرا فرزند ہے۔ مصر کے جملہ فرعون آمن رع کے فرزند تھے لیکن ان کی حکومتیں مصر سے شام تک محدود تھیں جب کہ سکندر کو یونان، ایشیا اور افریقہ کی حکومتیں عطا کی گئی ہیں۔"

یہ زبردست اعلان سکندر کے ساتھیوں کے دل و دماغ پر یقین اور اعتماد کو حد درجہ راسخ کرنے کے لیے کافی تھا۔ پہلے وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس لشکر کی قیادت سکندر کرے گا وہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا لیکن اب اس خیال نے ایمان اور یقین کی حیثیت حاصل کر لی تھی اور سیوہ تک آنے کا شاید مقصد بھی یہی تھا۔ اب وہ مسلمہ زیوس یا آمن رع کا بیٹا تھا۔

اس یقین اور ایمان کو اور زیادہ تقویت پہنچانے کے لیے اس نے اعلان کیا کہ اب وہ واپسی کے لیے مختصر راستہ اختیار کرے گا۔

اس کے رہنما اس کو ڈراتے رہے کہ اس مختصر راستے میں خطرات ہیں، بلائیں ہیں، تباہیاں ہیں، بدارواح ہیں کیونکہ آج تک جس نے بھی یہ مختصر راستہ اختیار کیا، بے نام و نشان ہو گیا۔

لیکن سکندر نہیں مانا اور وہ اسی راستے سے واپس ہوا۔

وہ جنوب میں کنارے کنارے چلتا رہا اور اچانک بحیرۂ فیوم کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ بہت بڑی جھیل تھی اور یہیں نہر یوسف تھی۔ اس نہر کو حضرت یوسف علیہ السلام نے بنوایا تھا۔

سکندر کو اس مختصر راستے کو طے کرتے ہوئے کچھ پریشانیاں تو ہوئیں مگر اس کے رہنما بالکل پریشان نہیں تھے۔ وہ حیرت زدہ تھے کہ یونانیوں نے اس خطرناک حصے کو کھیتوں اور آبادیوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ سکندر کے سپاہی انہی راستوں میں سکندر کو تلاش کر رہے تھے اور جب وہ اپنے بیوسی فالس پر سوار اپنی فوج کے سامنے پہنچا تو وہ مصریوں کے انداز میں گھٹنوں کے بل سکندر کے سامنے جھک گئے۔ مصریوں نے انہیں بتایا تھا کہ فرعون آمن رع کے فرزند ہوتے ہیں۔ سکندر بھی اب فرعون ہے یعنی آمن رع کا

فرزند اسی لیے مخلوق کو اپنے معبود کے سامنے سجدہ کرنا چاہیے۔
سکندر کے محافظوں نے بھی یہ گواہی دی کہ آمن رع کے مندر میں غیبی آواز نے سکندر کو آمن رع کا فرزند کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

یہ خبر جیسے جیسے فوج میں مشہور ہوتی گئی، سکندر کی معبودی حیثیت مستحکم ہوتی چلی گئی۔ اب وہ یونانیوں اور بالخصوص اپنی افواج کا خدا تھا گویا اب یونانی افواج کے نزدیک سکندر اور یونانی ناقابل تسخیر ہو چکے تھے۔

سکندر شہنشاہ ایران دارا سے فیصلہ کن معرکے سے پہلے اپنی فوج میں یہی یقین پیدا کرنا چاہتا تھا اور اس میں کامیاب ہو چکا تھا۔

○☆○

مصر کا نیا ساحلی شہر تعمیر ہوتا رہا اور بعد میں اس کا نام اسی کے نام پر اسکندریہ رکھ دیا گیا۔

یہاں سکندر کی ملاقات ایتھنز کے سوفسطائی انگزار کس سے ہوئی۔ یہ نیا نیا ایتھنز سے آیا تھا۔ سوفسطائیوں کو لوگ پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ انفرادی طور پر اجرت لے کر لوگوں کو تعلیم دیتے تھے مگر ان کی علمیت اور دانائی میں کوئی شبہ نہ تھا۔

اس نے سکندر سے بھی ملاقات کی اور سکندر اس سے عزت و احترام سے پیش آیا۔ سوفسطائی نے سکندر کو بادشاہ یا سپہ سالار کے بجائے خدا کی شکل میں دیکھا تو اسے مصریوں سے زیادہ یونانیوں پر حیرت ہوئی کہ انہوں نے ایک انسان زادے کو خدا تسلیم کر لیا تھا۔ اس نے سکندر میں بھی انداز خدائی محسوس کیا یعنی سکندر اپنی افواج میں خود کو خدا ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

منفس کے کسی اہرام پر وہ خدائی شان سے چڑھ جاتا اور اپنے محافظوں کو اپنے قریب تک نہ آنے دیتا۔ بالکل ایسا لگتا جیسے آمن رع زادہ آسمان کی طرف جا رہا ہو۔

سوفسطائی نے سکندر کو اس حال میں دیکھا تو اسے متنبہ کیا "تو دیوتا زادہ بن کے اپنی افواج کو مرعوب اور متاثر کر سکتا ہے مگر ڈیماس تھینز کے نزدیک تو اب بھی فیلقوس کا بیٹا ہے۔"

سکندر نے پوچھا "کیا میری فتوحات اور کامیابیوں کی خبریں ایتھنز تک نہیں پہنچیں؟"

سوفسطائی نے جواب دیا "پہنچیں کیوں نہیں۔ وہ لوگ تجھے ایک غیر معمولی فاتح سمجھتے ہیں مگر دیوتا زادہ سمجھنے کو تیار نہیں۔"

سکندر نے کہا "میری فتوحات کے شہرے نے ایتھنزیوں کی نظر میں ڈیماس تھینز کی حیثیت کم کر دی ہوگی۔ شاید اب اس کے چند ماننے والے رہ گئے ہوں گے۔"

سوفسطائی نے جواب دیا "نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ ڈیماس تھینز اب بھی ایتھنز کا غیر معمولی خطیب، مدبر اور منتظم ہے۔"

سکندر نے سوفسطائی سے بحث فضول سمجھی اور اسے کچھ دے کر رخصت کر دیا۔

یہاں سکندر نے سرگوشیوں میں کچھ پراسرار باتیں سنیں۔

اس کے محافظ سیوہ کے مندر میں خزانے دیکھ آئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی جو مندر جگہ جگہ موجود تھے ان میں بھی خزانے موجود تھے۔ یہاں جو مقامی لوگ مالدار یا کاشتکار تھے ان کے پاس بھی دولت اور اناج کی فراوانی تھی۔ محافظوں اور سپاہیوں کا یہ خیال تھا کہ اگر انہیں حاصل کر لیا جائے تو یونانیوں کو بہت بڑا خزانہ مل جائے گا اور سپاہیوں کو اناج کے اتنے ذخائر ہاتھ آ جائیں گے جو... کم از کم سال بھر کے لیے کافی ہوں گے۔

جب یہ تجویز سکندر کے سامنے رکھی گئی تو اس نے سختی سے منع کر دیا کہ اب وہ اس علاقے کا دیوتا زادہ ہے اس لیے وہ ان سب کا محافظ بن گیا ہے۔ اس نے کہا "جن دیوتاؤں کے سامنے تم نے نذرانے پیش کیے کیا اب تم ان سے اپنے یہ نذرانے واپس لے لو گے اور اگر تمہیں غلہ درکار ہے تو بازار سے خرید سکتے ہو اور ہاں دیکھو! کسی مقامی لڑکی یا عورت سے چھیڑ چھاڑ بھی نہ کرنا کیونکہ وہ ہماری پناہ میں ہیں۔"

سکندر نے مصر میں ایک سال قیام کیا اور دارا کے خلاف منصوبہ بندی کرتا رہا۔

مصر سے جانے سے پہلے وہ یہاں کا نظم و نسق کسی کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ ارسطو نے اس کی فتوحات کی خبروں پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی رائے دی تھی۔ ارسطو کے پیش نظر بھی یہی مسئلہ تھا کہ سکندر جن شہروں، علاقوں اور ملکوں کو فتح کر رہا ہے انہیں قابو میں کس طرح رکھا جائے گا اور ان مفتوحہ علاقوں میں کس قسم کی حکومت قائم کی جائے گی جو مقامی لوگوں کے لیے بھی مفید ہو اور سکندر کو بھی کسی مشکل میں نہ ڈالے۔

ارسطو نے اسے مشورہ دیا تھا "دیکھ سکندر! فتوحات حاصل کرنا بہت دشوار ہے مگر ان فتوحات کو برقرار رکھنا دشوار تر ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ تو اس ملک میں کس قسم کی حکومت یا نیابت قائم کرے گا۔ یہ تو وہاں کے لوگوں، ان کے مزاجوں، ان کے عقائد، مذہبی رواجوں اور جغرافیائی کیفیتوں پر منحصر ہے کہ کہاں کس قسم کی حکومت قائم کی جائے۔"

اس تمہید کے بعد ارسطو نے نظام حکومت کے چھ نمونے بیان کیے تھے۔ اس نے لکھا تھا۔

"ایک تو شہری ریاست ہوتی ہے جسے تعلیم یافتہ شہری نمائندے چلاتے ہیں۔ دوسری جمہوریت ہوتی ہے جس کا انتظام عوام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور یہ عوام جائیداد سے محروم ہوتے ہیں۔ تیسری رؤسا کی حکومت ہوتی ہے۔ اسے بہترین آدمیوں کی ایک مختصر جماعت چلاتی ہے۔ چوتھا طریقہ حکومت امرا کی حکومت کہلاتا ہے۔ اس کا نظام حکومت دولت مندوں اور ممتاز آدمیوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ پانچویں ملوکیت ہے۔ اسے بادشاہت بھی کہتے ہیں۔ ایک حد درجہ جوہر قابل کا حامل فرد حکومت کرتا ہے اور چھٹا استبدادی طریقہ حکومت ہے یعنی ایک فرد کی حکومت جو فوجی طاقت کے ذریعے کامیاب حکومت

چلائے۔

"تجھے مفتوحہ علاقوں کے لیے کسی ایک نظام حکومت کو اختیار کرنا ہوگا۔"

مصر کو چھوڑنے سے پہلے سکندر کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ یہاں کس قسم کی حکومت ہونی چاہیے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے پارمینیو سے مشورہ کیا۔ اس کے سامنے بھی ارسطو کے نظام ہائے حکومت رکھ دیے۔

پارمینیو نے مشورہ دیا "آپ یہاں دیوتا زادے تسلیم کر لیے گئے ہیں گویا آپ یہاں کے فرعون ہیں۔ فرعون کے لیے استبدادی نظام حکومت مناسب ہوگا لیکن جب ہم یہاں سے چلے جائیں گے تو یہاں کسی کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے حکمران بنا دیجیے گا جو بادشاہ بن کے حکومت کرے گا اور یہ بادشاہ صرف آپ کے سامنے جواب دہ ہوگا۔"

سکندر متذبذب تھا مگر ایران جانے سے پہلے مصر کو کسی کے حوالے کرنا ہی تھا۔ یہاں اسے اپنا علاتی بھائی بطلیوس یاد آیا۔ فیلقوس کا بیٹا اور ماں کی طرف سے اری نوئی کا فرزند، جس نے اس کے ساتھ پرورش پائی تھی۔ اسی کے ساتھ تعلیم حاصل کی تھی اور اسی کے ساتھ فوجی تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہا تھا۔

جب بطلیوس کے سامنے مصر کی حکومت رکھی گئی تو وہ خوشی سے از خود رفتہ ہو گیا۔ وہ ایک عرصے سے بادشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا تھا جو آخر کار پورا ہو گیا۔

سکندر نے اسے تلقین کی "دیکھ بھائی! جب کوئی انسان کسی پہاڑی کی چوٹی سے نیچے دیکھتا ہے تو بہت بڑی بڑی چیزیں اسے چھوٹی نظر آتی ہیں اور چھوٹی چیزیں بالکل اوجھل ہو جاتی ہیں لیکن پہاڑی کی چوٹی سے نیچے دیکھنے والے کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ چھوٹے نظر آنے والوں کو نہ نظر آنے والوں کے برابر سمجھے کیونکہ نہ نظر آنے میں قصور چھوٹی چیزوں کا نہیں ہوتا بلکہ کمزور بینائی قصوروار ہوتی ہے۔ تجھے نیچے اتر کر چھوٹوں کو بھی دیکھنا پڑے گا اور ان کے حقوق بھی ادا کرنے ہوں گے۔"

بطلیوس کو سکندر کی ہدایات قبول تھی لیکن اب پارمینیو کو یہ بات گراں گزری اور وہ سکندر کو اتنا بااختیار تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا کہ وہ اپنی مرضی سے حکومتیں عطا کرے۔

پارمینیو نے بطلیوس کی موجودگی میں سکندر سے پوچھا "جب آپ متحدہ یونانی افواج لے کر روئے دانیال سے چلے تھے تو آپ کی کیا حیثیت تھی؟"

سکندر نے جواب دیا "میں یونانی افواج کا سپہ سالار اعظم تھا۔"

پارمینیو نے پوچھا "اور اب آپ کیا ہیں؟"
سکندر نے جواب دیا "میں اب بھی وہی ہوں۔"

پارمینیو نے اعتراض کیا "تو ایک سپہ سالار اعظم شہر اور ملک فتح تو کر لیتا ہے مگر اپنی مرضی سے کسی کو کہیں کا حکمران نہیں بنا سکتا۔ آپ بطلیوس کو مصر کا بادشاہ بنا کے اپنے محدود اختیارات کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں۔"

سکندر نے کہا "تو متحدہ یونانی افواج کی بات کر رہا ہے۔ سچ سچ بتا کہ میری ماں اولمپیاس اور انٹی پیٹر کے سوا کسی ریاست نے بھی میری خبر لی۔ میرے بارے میں معلومات حاصل کیں کہ میں کیا کر رہا ہوں، مجھے بحیثیت سپہ سالار اعظم کن کن چیزوں کی ضرورت ہے اور یونانی ریاستوں کے کیا فرائض ہیں جو انہیں ادا کرنا چاہئیں۔"

پارمینیو نے پوچھا "اگر آپ یونانی ریاستوں کے فرائض یاد دلا رہے ہیں تو یہ بھی بتائیے کہ آپ نے ان سے فوجیں حاصل کرنے کے بعد ان کے کون سے حقوق ادا کیے ہیں؟ آپ نے یونانی ریاستوں سے آدمی لیے، ہتھیار لیے، مال و زر لیا لیکن ان سب کے بدلے ان کو دیا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ فتوحات سے جو کچھ حاصل کیا، اسے اپنی ماں کے پاس روانہ کر دیا یا مقدونیہ کی حفاظت کے لیے انٹی پیٹر کو بھیج دیا گیا۔ یونانی ریاستوں کو کچھ بھی نہیں ملا اور یہ ان کی حق تلفی ہے۔"

سکندر کو پارمینیو کی یہ بحث ناگوار گزر رہی تھی "اگر یونانی ریاستیں مجھے سپہ سالار اعظم کے بجائے بادشاہ تسلیم کر لیتیں تو میں ان کا حصہ ضرور بھیجتا اور اگر وہ مجھے اپنا بھی بادشاہ تسلیم کر لیتیں تو پھر ان ریاستوں کا وجود ہی ختم ہو جاتا۔"

پارمینیو نے افسوس کیا "آپ کچھ بھی کہیں مگر یہ حقیقت ماننی پڑے گی کہ آپ بحیثیت سپہ سالار اعظم جو کچھ کر رہے ہیں وہ آپ کے اختیارات اور حقوق سے تجاوز ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ کا کوئی بحری بیڑا اسپارٹا کے آس پاس گشت میں ہے۔ کیا آپ اسپارٹا پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں؟ آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ اپنے اس اقدام کے لیے آپ کو یونانی ریاستوں کی حمایت حاصل کرنا ہوگی۔"

سکندر کے نزدیک یہ بحث فضول تھی "میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایران کی اس جنگ میں کہیں اسپارٹا معاہدے کے مطابق ایران کی مدد تو نہیں کر رہا۔ اگر اسپارٹا ایران کی مدد کے لیے اپنی فوج بھیجے گا تو اسے راستے میں ہی تباہ کر دیا جائے گا۔"

پارمینیو کو بھی یہ احساس ہو گیا اس لیے اس نے بحث کا سلسلہ بند کر دیا اور خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔

بطلیوس نے پارمینیو کے بارے میں شبہ ظاہر کیا "مجھے تو یہ غداری کی طرف مائل نظر آتا ہے۔"

سکندر نے جواب دیا "نہیں۔ پارمینیو کے دلائل درست ہیں لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں فوراً فوراً اہم اور نازک معاملات میں ریاستوں سے فوری مشورے نہیں حاصل کر سکتا۔"

بطلیوس کو شبہ گزر رہا تھا کہ شاید اسے مصر کی بادشاہت سے محروم کر دیا جائے گا کیونکہ پارمینیو کے نقطہ نظر سے سکندر کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ بطلیوس کو اپنی طرف سے مصر کا بادشاہ بنا دے۔

سکندر نے اس کے تذبذب کو دیکھتے ہوئے کہا "میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ جب تک ایرانی شہنشاہیت موجود ہے میری مہم جوئی ناقص اور نامکمل ہے۔ دارا کی موجودگی میں میں ایشیا کا حکمران نہیں تسلیم کیا جاؤں گا اس لیے تو مصر میں بادشاہ بن کے بیٹھ جا۔ میں بابل اور پری پولس کا رخ کرتا ہوں۔"

سکندر نے وقت ضائع کیے بغیر بابل کا رخ کیا کیونکہ پری پولس بابل کے سامنے قریب ہی واقع تھا۔

ساحلی شہروں سے مزاحمتوں کے امکانات کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اس ایک سال میں سکندر کو دارا کی ہمت اور حیثیت کا بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ جنگوں میں سستی اور تساہل کا مطلب ہوتا ہے ہزیمت اور پسپائی۔ سکندر کا خیال تھا کہ دارا اس کی عدم موجودگی میں سلیشیا سے غزہ تک جملہ ساحلی شہروں میں اپنی بحری قوت سے داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن کسی ایک بھی ساحلی شہر سے یہ اطلاع نہیں ملی کہ دارا نے ادھر کا رخ کیا ہو۔

وہ پتا نہیں ایران کے کس گوشے میں روپوش ہو گیا تھا۔ پری پولس سے اس کے مخبر واپس آچکے تھے اور انہوں نے یہ خبر دی تھی کہ شہنشاہ ایران کا دارالخلافہ خالی پڑا ہے۔ یہاں کے شاہی محلات میں شاہی خاندان کے لوگ اب بھی آباد تھے مگر ان میں شہنشاہ نہیں تھا۔

کچھ مخبر یہ خبر لائے کہ دارا اپنے سرمائی دارالخلافے سوسہ میں موجود ہے۔ یہاں اس کے فوجی بھی تھے اور شہنشاہ ایران سکندر کے متوقع حملے کے پیش نظر دفاعی جنگ لڑنے کے لیے تیار تھا۔

سکندر نے کچھ فوج بطلیموس کو دے دی اور اپنے لائق جرنیلوں کے ہمراہ سپاہیوں کے ساتھ بابل روانہ ہو گیا۔ وہی بابل جہاں کبھی بخت نصر کی حکومت تھی اور صور والوں نے جس کے پندرہ سالہ محاصرے کا ذکر کر کے سکندر کا مذاق اڑایا تھا۔

بابل میں کسی نے اس کا راستہ نہیں روکا۔ کسی جگہ مزاحمت بھی نہیں ہوئی۔ سکندر نہایت آسانی سے بابل پر قابض ہو گیا۔

سکندر کو حیرت تھی کہ بابل جنگی نقطہ نظر سے دارا کے لیے ایک بہترین شہر تھا۔ یہاں سے ایران کا تحفظ کیا جا سکتا تھا۔ پری پولس کا دفاع یہاں سے زیادہ ممکن تھا کیونکہ سکندر کو ابھی تک یونان سے کوئی فوجی مدد بھی نہیں ملی تھی اور اس کی فوج کا کچھ حصہ بطلیموس کے ساتھ مصر میں رہ گیا تھا۔

یہاں سکندر کو بتایا گیا کہ گاگاسیلا نامی گاؤں کے آس پاس فوجی نقل و حرکت دیکھی گئی ہے۔ گاگاسیلا کو مقامی زبان میں اربیل کہتے تھے اور یہیں کہیں دارا کی سرمائی قیام گاہ تھی۔

دارا کے قریب پہنچنے کے بعد سکندر کو معلوم ہوا کہ وہ ابھی تک دارا کی تیاریوں سے پوری طرح باخبر نہیں ہے کیونکہ مقامی لوگوں نے سکندر کو خبردار کر دیا تھا کہ دارا نے نئے ساز و سامان کے ساتھ یونانیوں سے جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس وقت دارا کے لشکر میں دو سو بالکل نئی رتھیں ہیں جن کے آس پاس درانتیاں لگی ہوئی ہیں اور اگر یہ رتھیں دشمن کی صفوں میں داخل کر دی جائیں تو اپنے دشمن کو کاٹتی چلی جائیں گی۔

ان رتھوں کے علاوہ جنگی ہتھیار بھی بالکل نئے اور یونانیوں جیسے تھے کیونکہ دارا نے اپنی شکست کے اسباب میں یونانی ہتھیاروں کو بھی ایک بڑی وجہ قرار دیا تھا۔ ان میں لمبے لمبے یونانی نیزے بہت اہم تھے لیکن سکندر کے بقول ان ایرانیوں کو ان لمبے نیزوں سے لڑنے کی تربیت کس نے دی ہو گی۔ لمبے لمبے نیزے صرف ہاتھوں میں پکڑ لینے سے تو کام نہیں چلے گا۔

اس وقت سکندر کے پاس چالیس ہزار پیادے اور سات ہزار سوار تھے جب کہ مقامی لوگوں کے بقول دارا کی فوج ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ تھی۔

سکندر نے اسے ایشیائیوں کی مبالغہ آمیزی قرار دیا۔ فوج سکندر کی فوج سے زیادہ تو ہو سکتی تھی لیکن یہ فوج پانچ گنا زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔

سکندر نے پارمینیو سے کہا "تو ان مقامی لوگوں سے پوچھ کہ یہ اپنے بادشاہ کے خلاف مخبری کیوں کر رہے ہیں؟"

پارمینیو ان مقامی لوگوں سے دیر تک پوچھ گچھ کرتا رہا پھر سکندر کو بتایا "یہ وہ مظلوم لوگ ہیں جو دریائے دجلہ کے متوازی آباد تھے اور کھیتی باڑی پر ان کی گزر بسر تھی۔ دارا نے ان کی فصلیں برباد کر دیں اور انہیں ان کی بستیوں سے بے دخل کر دیا گیا۔ اب یہ خانماں برباد آوارہ گردی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ہمیں بتاتے ہیں کہ دارا تک پہنچنے کے لیے ان کے کھیتوں اور برباد علاقوں کا راستہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے کیونکہ وہ راستے اس وقت بھی گرمی سے تپ رہے ہوں گے۔"

سکندر کے لیے اتنی معلومات بھی کافی تھیں لیکن پارمینیو پر ان خبروں کا برا اثر پڑا۔ ان خبروں سے پارمینیو نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ دارا یہ جنگ ایران، ایرانی حکومت، ایرانی شاہی خاندان اور اپنی موت اور زندگی کی جنگ سمجھ کر لڑ رہا ہے۔ سینتالیس ہزار کے مقابلے میں ڈھائی لاکھ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

سکندر نے پارمینیو کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ دیکھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے پارمینیو کیا تو ایرانیوں سے ڈر گیا؟"

پارمینیو نے جواب دیا "میں ان کی تعداد پر غور کر رہا تھا جو یقیناً ہم سے بہت زیادہ ہے اور آمنا سامنا ہونے پر ہماری فوج پر اس کا برا اثر ضرور پڑے گا۔"

سکندر نے دارا تک پہنچنے کا قریبی راستہ اختیار کیا تو علاقے کی شدید حدت نے اسے یاد دلایا کہ یہی وہ راستے ہیں جسے دارا نے جلا کے ویران کر دیا اور یہاں کے خانماں برباد آوارہ گرد مارے مارے پھر رہے ہیں اور اپنے بادشاہ کے خلاف مخبری میں مشغول ہیں۔

اب اس کے سامنے جو طویل راستہ تھا وہ پہاڑیوں کے اندر سے گزرتا تھا۔ یہ اس طویل راستے سے دارا کے قریب پہنچ گیا۔

یہاں دارا نے اپنے دو فوجی سردار رکھ چھوڑے تھے اور ان دونوں کو یہ حکم دیا تھا کہ سکندر کا راستہ دریائے فرات روکے گا۔ وہ دونوں بھی سکندر کو دریا عبور نہیں کرنے دیں۔

لیکن ان دونوں نے یونانی لشکر سامنے دیکھا تو خوف سے راہ فرار اختیار کی جب کہ جنگی نقطہ نگاہ سے اس معرکے کا اثر یونانیوں پر انتہائی برا مرتب ہوتا اور اس جنگ میں جو یونانی مارے جاتے، اتنے کم ہو جاتے اور آئندہ پیش آنے والی بڑی جنگ اور بڑے لشکر کے بقیہ یونانیوں پر برے نفسیاتی اثرات پڑتے۔

سکندر نے نہایت آسانی سے کسی نقصان کے بغیر فرات کو عبور کیا اور دارا کے سامنے پہنچ گیا۔

اب ان دونوں لشکروں کے درمیان سات میل کا فاصلہ حائل تھا۔ سکندر اب بھی بلندی پر تھا اور دارا اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ کھلے میدان میں۔

بلندی سے دارا کے لشکر میں جلتے ہوئے الاؤ صاف نظر آ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے بہت بڑے حصے میں آگ لگ گئی ہو۔

سکندر کی فوج نے ایک وسیع رقبے میں آگ جلتی دیکھی تو اس پر خوف طاری ہو گیا کیونکہ فوج کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ دارا کا لشکر ان سے پانچ گنا بڑا ہے۔

دونوں فوجیں تین دن تک یونہی پڑی رہیں۔ کسی میں بھی آگے بڑھنے اور جنگ میں پہل کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

ایران کا مازا نامی سردار خندقوں کے درمیان اپنے دستے کے ساتھ محفوظ بیٹھا ہوا تھا۔ دارا کی طرف سے مازا بابل کا حکمران تھا۔ لیکن دارا نے اسے اپنے پاس بلا لیا تھا اور بابل اپنے حکمران کے بغیر آسانی سے سکندر کے قبضے میں چلا گیا۔

اگر دارا اس معرکے میں مازا کی نفسی کیفیات کا اندازہ لگاتا تو صاف پتا چل جاتا کہ وہ یونانیوں سے جنگ نہیں لڑنا چاہتا۔

چوتھی شب سکندر نے اپنے فوجی سرداروں سے مشورہ کیا کہ اسے کب تک جنگ کا انتظار کرنا چاہیے۔

پارمینیو نے سب سے پہلے زبان کھولی اور کہا "جناب! وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اس لیے ہمیں جنگ کا آغاز شب خون مارنے سے کرنا چاہیے۔ اس طرح ہم رات کے اندھیرے میں دشمن کو بہت زیادہ نقصان پہنچا دیں گے۔"

انٹی گونس نے بھی پارمینیو کی تائید کی۔

نیارکس نے کہا "یہ شب خون جنگی حکمت عملی سے مارا جائے۔ اس طرح کہ اس سے کم سے کم وقت میں دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچے۔"

سکندر کچھ دیر ان مشوروں پر غور کرتا رہا اور بطور خاص پارمینیو سے پوچھا "تو جس شب خون کی بات کر رہا ہے اور نیارکس جس منصوبہ بندی اور فائدے کی بات سوچ رہا ہے، یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ایرانی نہایت احمق اور سادہ لوح ہوں۔ کیا انہیں یہ نہیں معلوم کہ ان پر شب خون بھی مارا جا سکتا ہے؟"

انٹی گونس فوراً پلٹ گیا اور سکندر کا ہم خیال ہو گیا "وہ یقیناً غافل نہیں ہوں گے اور انہوں نے بھی کچھ اس طرح اپنے پہرا دار دستے اور طلایہ گرد دستے پھیلا دیے ہوں گے کہ ہم تو شب خون مار رہے ہوں گے اور وہ ہمیں اپنے محاصرے میں لے لیں گے۔ اس طرح یہ جنگ تاریخ کی وہ بے مثل جنگ ہوگی جس کا فیصلہ رات کے اندھیرے میں ہو جائے گا۔"

سکندر نے انٹی گونس کی تائید کی "بالکل صحیح، بالکل ایسا ہی ہو سکتا ہے۔"

پارمینیو نے فکر مند لہجے میں کہا "ایرانی تعداد میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔"

سکندر نے ایرانی لشکر کی کثرت کا مذاق اڑایا "میری معلومات کے مطابق ایرانی فوج میں مختلف قومیتوں کے لوگ شامل ہیں۔ ان میں باختر کے لوگ بھی ہیں۔ سیتھی بھی ہیں اور ہندی بھی۔ ان کی زبانیں مختلف ہیں۔ ان کے مزاج اور عادات بھی جدا جدا ہیں۔ جب کسی ایک کمزور حصے کی طرف سے دوسرے مضبوط حصے سے مدد مانگی جائے گی تو دونوں کی زبانوں کا فرق اور باہمی عصبیت رکاوٹ بن جائے گی۔ وہ سب اپنی اپنی جنگ لڑیں گے اور جو ہارے گا، میدان چھوڑ جائے گا۔ میدان چھوڑ کے بھاگنے والا میدان میں ڈٹے ہوئے حصوں پر اثر انداز ہو گا اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایرانی فوج انسانوں کا ایک بہت بڑا ہجوم تو ہے مگر یہ مرد میدان نہیں ہیں۔ اس لیے ہم یہ جنگ دن کے اجالے میں لڑیں گے اور دارا کو شکست دیں گے۔"

پارمینیو کو سکندر سے اتفاق نہیں تھا۔ اس کے خیال میں یہ سکندر کے نظریات تھے جب کہ واقعات اس کے برعکس تھے۔

دوسرے دن صبح جنگ کے آغاز کا فیصلہ کیا گیا۔

رات بھر یہ لوگ تیاریوں میں مشغول رہے۔ سکندر اپنی فوج کو میدان میں لے آیا۔

مازا پہلے ہی سے موقع کا منتظر تھا۔ اس نے خندقوں والا حصہ چھوڑ دیا اور سکندر کی خالی کی ہوئی بلند جگہ پر پہنچ گیا۔

اب مازا کی جگہ سکندر کے قبضے میں تھی اور صاف نظر آ رہا تھا کہ مازا جنگ سے گریز کر رہا ہے اور اپنی حرکتوں سے سکندر کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔

ایرانیوں نے یونانیوں کو اپنے قریب دیکھا تو وہ بھی جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کے چمکتے ہوئے ہتھیار اور رتھوں کی چمک دمک یونانیوں کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہی تھی۔ ان کی کثرت بھی یونانیوں کو خوفزدہ کیے ہوئے تھی۔

سکندر کو پہلے ہی یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ رتھوں میں لگی ہوئی درانتیاں اس کی پیادہ فوج میں تباہ کاریاں مچا دیں گی۔ ان رتھوں کا سکندر کے پاس کوئی توڑ نہ تھا۔

میسرے پر پارمینیو کو کھڑا کیا گیا اور میمنہ سکندر نے خود سنبھال لیا۔ قلب کو رتھوں کے لیے اس لیے خالی چھوڑ دیا گیا کہ دارا کی

ساری رتھیں قلب میں تھیں کیوں کہ وہ اپنے شاہی خاندان کے ساتھ خود بھی قلب میں موجود تھا۔

سکندر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا "جب رتھیں تمہاری طرف آئیں تو سپاہیوں کے بجائے گھوڑوں کو نشانہ بنایا جائے۔"

ایرانیوں کو اپنی کثرت کے پیشِ نظر فتح کا یقین تھا۔

جنگ کی پہل یونانیوں نے کی۔ نقاروں پر چوٹ پڑی اور پیادوں نے تیر اندازی سے جنگ چھیڑ دی۔

ایرانی کوشش کر رہے تھے کہ یہ حملہ یونانیوں کو گھیرے میں لے کر کیا جائے لیکن یونانی مسلسل گھوڑوں کا نشانہ لے رہے تھے اور یہ گھوڑے زخمی ہو ہو کر اپنے سواروں کو نیچے گرا رہے تھے یا پھر راہِ فرار اختیار کر رہے تھے لیکن ایرانی تعداد میں بہت زیادہ تھے اور ان کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ کئی رتھیں انتہائی تیز رفتاری سے پیادہ فوج میں داخل ہوئیں اور زد میں آنے والے یونانیوں کو کاٹتی ہوئی دوسری طرف نکل گئیں لیکن اسی دوران یونانیوں نے رتھوں کے گھوڑوں کو زخمی کرنا شروع کر دیا جس سے کئی گھوڑے شدید زخمی ہو کر گر گئے، رتھیں الٹ گئیں اور ان پر سوار فوجی زخمی ہو گئے اور انہیں یونانیوں نے آسانی سے قتل کر دیا۔

دارا کی اپنے لیے خطرناک حکمتِ عملی یہ تھی کہ اس نے اپنے چاروں طرف عزیزوں اور رشتے داروں کو جمع کر رکھا تھا جو بچپن سے زیادہ آرام طلب لوگ تھے۔

دارا کو مازا کی حرکت بھی گراں گزری کہ اس نے ایک محفوظ جگہ اختیار کر لی تھی اور اس جنگ میں اس کا کوئی حصہ نہ تھا۔

کئی بار یونانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر سکندر نے اپنی فوج کے حوصلے بڑھائے رکھنے کی کوشش جاری رکھی اور اس کے توی چیخ چیخ کر اعلان کرتے پھر رہے تھے "ایرانی سردار مازا نے دارا کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور دوسرے سردار 'ساتراپ' نے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ باختری بھاگ رہے ہیں۔ وحشی سیتھی بس دیکھنے ہی دیکھنے کے ہیں، انہیں دوبدو جنگ لڑنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ دارا کو اس کے رشتے دار پناہ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اگر اسی طرح دارا کے محافظوں کو نقصان پہنچا دیا جائے تو وہ بھی اپنے بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور بادشاہ اس بار بھی راہِ فرار اختیار کرے گا اور یہ جنگ اچانک ختم ہو جائے گی۔"

اب یونانیوں کی پوری توجہ دارا، اس کے محافظوں اور رتھوں کی طرف تھی۔

یونانی تاک تاک کے رتھوں کے گھوڑوں کو زخمی کر رہے تھے اور کچھ تیر ایرانی سواروں کی طرف بھی جا رہے تھے۔

کئی گھنٹوں بعد اس کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ دارا کے زخمی رشتے داروں نے اپنے بادشاہ کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ رتھوں کے گھوڑے زخمی ہو ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور وہ اپنی ہی فوج میں ہلاکتوں کا بازار گرم کیے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود یونانیوں کے حوصلے پست تھے کیوں کہ ایرانی کم ہوتے نظر نہیں آ رہے تھے۔

پارمینیو کا میسرہ کمزور پڑ گیا اور وہ سکندر سے مدد طلب کرنے لگا۔ سکندر نے اپنے قلب کا کچھ حصہ پارمینیو کو دے دیا اور تاکید کی کہ جس طرح ممکن ہو دارا کے گرد رتھوں کے حصار کو توڑ دو۔ اگر کسی طرح ان رتھوں کو منتشر کر دیا گیا تو دارا بے امان ہو جائے گا۔

یونانیوں کا پورا حملہ رتھوں کے خلاف تھا۔ رتھوں کے گھوڑے زخمی ہوتے جا رہے تھے اور دارا کا حصار ٹوٹتا جا رہا تھا۔ زخمی گھوڑے رتھوں سمیت اپنی جگہ چھوڑ چکے تھے اور اسی دوران معلوم نہیں کن کے تیروں نے دارا کی رتھ کے گھوڑوں کو بھی زخمی کر دیا۔ وہ بادشاہ کو لے کر فرار ہونا ہی چاہتے تھے کہ اس کے محافظوں نے اسے رتھ سے اتار لیا اور ایک نئی رتھ سواری کے لیے بادشاہ کی طرف بڑھا دی۔

دارا اتنا بدحواس اور خوفزدہ تھا کہ اس نئی رتھ پر بیٹھتے ہی میدان چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ سکندر کے ایما پر یونانیوں نے چیخنا شروع کر دیا "دیکھو! دارا کو بھاگنے نہ دیا جائے" "اس کا پیچھا کرو اور اس کو زندہ گرفتار کرو۔"

بچے ایرانیوں نے بادشاہ کے سرخ خیمے کی طرف دیکھا تو اسے راہِ فرار اختیار کرتے دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی۔ ان کے بھی حوصلے جواب دے گئے۔ انہوں نے کچھ دیر اس لیے یونانیوں کا مقابلہ کیا کہ وہ لڑتے لڑتے فرار کے منصوبے بنا رہے تھے۔

پہلے یہ پسپائی آہستہ آہستہ شروع ہوئی اور بعد میں اس میں بے تحاشا پن آ گیا اور جس کا جدھر منہ اٹھا اسی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

یونانی حیران تھے کہ یہ پانچ گنا قوت کس طرح شکست کھا گئی۔ پارمینیو کو بھی حیرت تھی مگر اسے سکندر کی اس تجویز اور منصوبے کی داد دینا پڑی جس کا تعلق رتھوں کے حصار توڑنے سے تھا۔ رتھوں کے گھوڑوں کو نشانہ بنانے سے تھا اور دارا کو خوفزدہ کر کے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کر دینے سے تھا۔

ایک شخص کی پسپائی نے ڈھائی لاکھ سپاہیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

انٹی گونس نے مشورہ دیا "بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے۔"

لیکن پارمینیو کا خیال تھا کہ اس سے انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ بھاگنے والوں کو بھاگنے کا موقع دیا جائے کیونکہ جو جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جائے گا اور دارا تنہا رہ جائے گا اور اس جنگ کے بعد دارا انہیں دوبارہ میدانِ جنگ میں نہیں لا سکے گا۔

فوج کا پیچھا نہیں کیا گیا۔

مازا پہلے ہی بابل چلا گیا تھا۔ اس نے سکندر کے لیے یہ پیغام

بھجوایا تھا "آپ بابل تشریف لائیں۔ ہم آپ کا نہایت شاندار استقبال کریں گے۔"

سکندر نے بابل کا یہ سفر سوسی پولس کے بجائے دارا کی رتھ میں کیا۔ یہ سفر نہایت پُرآسائش تھا اور سکندر کو شہنشاہیت کا احساس کچھ عجیب سا سرور بخش رہا تھا اور اس کا دل کچھ کچھ شہنشاہیت کی طرف مائل ہوتا جا رہا تھا۔

وہ کھجان درختوں کے درمیان سے گزرتا ہوا باغ شہر سے بابل میں داخل ہوا۔ یہاں مازا اس کے استقبال کے لیے موجود تھا۔

سکندر کو اس محل میں لے جایا گیا جہاں بخت نصر رہا کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے سکندر کو محل کے دوران قیام متاثر کیا کیوں کہ محل کی ہر چیز مقامی ہنرمندوں کی بہترین صناعی کا نمونہ تھی۔ یہاں جو کچھ تھا بابل والوں کا تھا۔ کمرے، دیواروں کی آرائش، خوبصورت فرش اور کمروں میں گلی کتب خانے۔ یہ ساری چیزیں سکندر کو حیرت زدہ کیے ہوئے تھیں۔ مٹی کی تختیوں پر میخی خط میں بہت کچھ لکھا ہوا تھا اور ان مٹی کی تختیوں کو آگ میں پکا کر استحکام بخش دیا گیا تھا۔

مازا کی طرف سے جو عالم سکندر کی رہنمائی کر رہا تھا اس نے کتب خانے کی گلی اینٹوں اور سلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان کتابوں میں سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ ملکی قانون، شہری نظم و نسق، عبادت کے طریقے، دیوتاؤں کی فضیلت، سرکاری حساب کتاب، فصلوں کی تفصیل، عہدیداروں کے نام، ان کے فرائض، ان کی خدمات اور دیگر بھی درج ہے۔"

سکندر یہاں کی ہر چیز غور سے دیکھ رہا تھا۔ پارمینیو نے اپنی جگہ اپنے بیٹے فلوٹس کو سکندر کی خدمت میں مستقلاً چھوڑ دیا تھا۔ وہ سائے کی طرح سکندر کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ اس وقت بھی فلوٹس سکندر کے ساتھ تھا۔

سکندر نے اس ذہین فوجی سردار سے پوچھا "کیا تم بھی وہی سب کچھ دیکھ اور محسوس کر رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، محسوس بھی کر رہا ہوں اور غور بھی کر رہا ہوں۔"

فلوٹس نے جواب دیا "جناب! میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ بابل کی کسی بھی چیز میں یونان کے اثرات نہیں پائے جاتے۔ ان کی ہر چیز اپنی ہے۔"

سکندر نے بخت نصر کا معلق باغ بھی دیکھا اور اسے اعتراف کرنا پڑا کہ ممفس کے عجائبات سے اس معلق باغ کی حیثیت کسی طرح کم نہیں ہے۔ فلوٹس بھی سکندر سے کچھ کم حیران نہیں تھا مگر انہی مصروفیات کے دوران سکندر نے فلوٹس میں ایک عجیب سی جرأت اور بیباکی محسوس کی۔ شاید اسے اپنے باپ پارمینیو کی غیر معمولی حیثیت کا کچھ زیادہ ہی احساس ہو گیا تھا اور اسی احساس نے فلوٹس میں غرور، جرأت اور گستاخی کی حد تک بیباکی پیدا کر دی تھی۔

سکندر نے اس کی یہ خصوصیات بہت جلد محسوس کر لی تھیں اور اسے یہ بات بھی معلوم تھی کہ فلوٹس نے دمشق کی انٹی گونی نامی ایک طوائف رکھ چھوڑی ہے اور یہ اس طوائف کی ہر جا بے جا خواہش پوری کرتا رہتا ہے لیکن یہ پارمینیو کا بیٹا تھا جو اس کے متعلق باپ بیٹوں کے بقول ہمیشہ سکندر کا وفادار رہے گا۔

سکندر نے بابل کا عظیم الشان مینارہ بھی دیکھا جس کا دنیا بھر میں شہرہ تھا اور آخر میں بیل دیوتا کے قدموں میں قربانی کی اور کئی ایسے بت دوبارہ تیار کروائے جنہیں یونانی بادشاہوں نے تڑوا دیا تھا۔

یہ ساری باتیں بابل کے مذہبی پیشواؤں کو بہت پسند آئیں اور شہریوں نے بھی سکندر کی ان خدمات کو بے حد سراہا۔ اس طرح سکندر نے ایرانی بادشاہوں سے زیادہ بابل والوں کے دلوں میں جگہ پائی۔

سکندر نے اسی دوران فلوٹس کو سمجھایا "تم بہت زیادہ باتیں مت کیا کرو اور آج میں تجھے تیری اصل خدمت کے بارے میں بتاتا ہوں۔ تجھے درپردہ ان لوگوں پر نظر رکھنی ہو گی جو فوج میں میرے خلاف باتیں کرتے ہوں یا کسی سازش کے مرتکب ہوں۔"

فلوٹس نے حیرت سے پوچھا "کیا میرے باپ کی موجودگی میں ایسا ہو سکتا ہے؟"

سکندر نے کسی قدر ترش لہجہ اختیار کیا "میں اپنی بات کر رہا ہوں تیرے باپ پارمینیو کی نہیں۔"

فلوٹس نے رعونت سے جواب دیا "آپ عجیب بات کر رہے ہیں کیا آپ کی ان ساری فتوحات میں میرا باپ برابر کا شریک نہیں ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "ہرگز نہیں۔ انٹی گونس، دیناسش اور دوسرے نامی گرامی فوجی سرداروں کی طرح تیرا باپ بھی ایک فوجی سردار ہے اور ان میں سے کوئی بھی میرے خلاف باتیں بھی کر سکتا ہے اور سازش بھی۔"

اس وقت یہ دونوں سکندر کے چند محافظوں کے ساتھ بخت نصر کا معلق باغ دیکھ رہے تھے۔ فلوٹس نے حیرت سے سوال کیا "کیا آپ اپنے خلاف باتیں اور سازش کرنے والوں میں میرے باپ پارمینیو کو بھی شریک کر رہے ہیں؟"

سکندر نے مختصر جواب دیا "ہاں۔ تیرے باپ پارمینیو کو بھی۔"

فلوٹس کو اس جواب سے تکلیف پہنچی۔ اسے حیرت تھی کہ سکندر پارمینیو جیسے وفادار اور جاں نثار پر بھی شبہ کر رہا تھا۔ اس کے خیال میں سکندر میں یہ تبدیلی شہنشاہِ ایران دارا کی رتھ میں بیٹھنے کے بعد آئی تھی۔ اب سکندر سپہ سالارِ اعظم کے بجائے شہنشاہ کے لب و لہجے میں باتیں کر رہا تھا۔

سکندر بابل کے اہم مقامات دیکھنے کے بعد آرام کرنے چلا گیا اور خیمے میں دارا کی ماں کو طلب کیا۔ وہ اسوس سے یہاں تک دارا

کی ماں سے نہایت عزت و احترام سے پیش آ رہا تھا۔ چنانچہ اس بار بھی جب دارا کی ماں سکندر کے سامنے آئی تو وہ احتراماً کھڑا ہو گیا۔

سکندر نے اس بوڑھی عورت سے پوچھا "تیرا بیٹا شاہوں کا شاہ کہلایا اور اس کے بزرگ بھی شہنشاہ کہلاتے تھے جب کہ ہمارے یونان میں اس کا متبادل کوئی لفظ نہیں ہے لیکن کیا اب میں تمہاری زبان میں شہنشاہ نہیں ہوں؟"

دارا کی ماں نے جواب دیا "تو شہنشاہ ہے کیونکہ تو نے مصر تک اور مصر سے بابل تک سارے علاقے زیر کر لیے۔ جب تک میرا بیٹا دارا اپنی حدودِ سلطنت میں کہیں بھی موجود ہے وہ بھی شہنشاہ ہے اور تو بھی شہنشاہ ہے۔"

سکندر سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کس قسم کی بات کر گئی۔ سکندر نے اس کے بیٹے دارا کو دو محاذوں پر عبرتناک شکست دی تھی اور دارا کی ماں اپنے مفرور بیٹے کو اب بھی شہنشاہ کہہ رہی تھی۔

دارا کی ماں نے سکندر کو کچھ سوچتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ سکندر کیا سوچ رہا ہے؟ اس نے سکندر کو سمجھایا "سکندر! شاید تو ابھی تک نہیں جانتا کہ ایرانی شہنشاہوں کے چار صدر مقام ہیں۔ اربیل، استخر جسے تم لوگ پرسی پولس کہتے ہو۔ ہمدان لیکن اسے تم اکبتانہ کہتے ہو اور شوش جسے تم سوسہ کہتے ہو۔ ایرانی شہنشاہوں کے یہ چار صدر مقام ہیں۔ تم نے میرے بیٹے دارا کو دو جنگوں پر شکست دے دی مگر ابھی تک کسی ایک صدر مقام پر بھی تمہارا قبضہ نہیں ہے پھر تمہیں کس طرح ایران کا شہنشاہ تسلیم کر لیا جائے۔"

سکندر کو دارا کی ماں کی دلیلیں تسلیم کرنا پڑیں۔

دارا کی ماں نے سکندر سے پوچھا "لیکن مجھے تو یہ بتایا گیا ہے کہ تو تو محض یونانی افواج کا سپہ سالار ہے تو پھر تو شہنشاہ کس طرح بنے گا؟"

سکندر نے دریافت کیا "شہنشاہ بننے کے لیے کیا ضروری ہے اور کیا نہیں، یہ جاننے کے بعد میں یونانی فوج کو واپس بھیج سکتا ہوں اور ایشیا کے مختلف علاقوں سے نئی فوج تیار کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد تو میں شہنشاہ کہلاؤں گا۔"

دارا کی ماں نے بے بسی سے کہا "مگر تو تو دیوتا زادہ ہے۔ اگر تو ایشیائی اقوام کی فوج تیار کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تب بھی تو شہنشاہوں کا مزاج کہاں سے لائے گا؟"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "یہ شہنشاہی مزاج کیا ہوتا ہے؟"

دارا کی ماں نے جواب دیا "کسی دیوتا زادے کی طرح شہنشاہ بھی نہایت مقدس اور محترم ہوتا ہے۔ وزیر اور سپہ سالار سے لے کر ایک ادنیٰ سپاہی اور معمولی کاشتکار تک، شہنشاہ کی رعایا ہوتا ہے۔ یہ سب شہنشاہ کی خدمت کرتے ہیں اور اپنی جانیں شہنشاہ پر نثار کر دیتے ہیں۔ شہنشاہ اور ان کے درمیان ایک خاص فاصلہ ہمیشہ قائم رہتا ہے جب کہ تیرے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں۔ سبھی تجھ سے قریب ہیں اور تجھ کو سپہ سالارِ اعظم کے سوا کوئی اعلیٰ حیثیت دینے کو تیار نہیں۔ ہاں اگر تو اپنی یونانی افواج کو یونان واپس بھیج دے اور ایشیائی افواج سے اپنی فوج تیار کرے اور یہ فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رہے شہنشاہوں کی طرح تیرا حرم بھی ہو تو تو واقعی شہنشاہ کہلائے گا اور حقیقتاً شہنشاہ ہو جائے گا۔"

سکندر نے دارا کی ماں کا شکریہ ادا کیا "تیری معلومات اور مشوروں کا شکریہ۔ اب میں یہاں کے معاملات میں تجھی سے مشورے لیا کروں گا۔"

دوسرے دن دوپہر کے بعد سکندر کے کسی مخبر نے یہ خبر دی کہ فلوٹس اپنی محبوبہ اینٹی گونی کو بابل کی سیر کروا رہا ہے اور مجمع میں کہتا پھر رہا ہے کہ سکندر کی ساری فتوحات اس کے باپ پارمینیو کی مرہونِ منت ہیں۔

فلوٹس کی یہ باتیں سکندر کو بہت بری لگ رہی تھیں۔

اسی دن شام کو اربیل سے اس کا ایک فوجی سوار یہ خوشخبری لایا کہ اربیل کے شاہی خزانے کو سیل کروا دیا گیا ہے۔ اب سکندر ہی اس سیل کو توڑے گا۔

اور یہیں اسے یہ خبر بھی ملی کہ دارا کو باختر کے حاکم نے قید کر لیا ہے۔ کئی دوسرے حاکم بھی باختر کے حکمران کے ساتھ دارا کو اپنے ساتھ لیے پھر رہے ہیں۔ شاید وہ دارا کے ذریعے ایران کی شہنشاہی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

سکندر نے پوچھا "باختر کے حکمران کا نام کیا ہے؟"

مخبر نے بتایا "بسوس۔"

اب سکندر کے لیے مزید آرام کرنا محال تھا۔ وہ دارا کو اس لائق نہیں سمجھتا تھا کہ وہ اب بھی کوئی عظیم الشان لشکر فراہم کر سکتا ہے لیکن بسوس اور اس کے ساتھی دوسرے حکمران دارا کے نام سے ایک عظیم الشان لشکر ضرور تیار کر سکتے تھے اور اب سکندر کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ کوئی تیسری بڑی جنگ نہ ہونے دے۔

وہ ابھی تک جن قیدی عورتوں کو اپنے ساتھ لیے پھر رہا تھا انہیں بابل میں چھوڑ دیا، یہاں تک کہ بطلیموس کی محبوبہ تائیس کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ ان عورتوں کے ساتھ وہ بھی بابل میں ہی رہے لیکن دارا کی ماں کو اپنے ساتھ رکھا کیونکہ اب اسے سکندر کے مشیر کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ وہ ایرانی نظم و نسق اور شاہی معاملات کے بارے میں غیر معمولی معلومات رکھتی تھی۔

سکندر نے سب سے پہلے اربیل کے خزانے پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد سوسہ روانہ ہو گیا۔ وہاں بھی اس کا ایک فوجی سردار قابض ہو چکا تھا اور اسی جگہ امنتاس نامی ایک فوجی سردار یونان سے پندرہ ہزار سپاہی لے کر سکندر کے پاس پہنچا۔ سکندر کو اس فوجی مدد سے بے حد خوشی ہوئی۔ اربیل اور سوسہ سے ملنے والے خزانے کو فوجیوں میں تقسیم کیا گیا اور ان کا بیشتر حصہ اولمپیاس اور انٹی پیٹر کو روانہ کر دیا گیا۔

ہمدان پر پارمینیو قابض تھا بس ایک اہم صدر مقام پرسی

پولس بچا ہوا تھا لیکن دارا کا تعاقب اور اس کا انجام پرسی پولس کے قبضے سے زیادہ ضروری تھا۔ تین اہم صدر مقاموں پر قابض ہونے کے بعد پرسی پولس کا قبضہ فوری طور پر زیادہ ضروری نہیں تھا چنانچہ سکندر نے دارا کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔

اس موقع پر سکندر نے دارا کی ماں سے مشورہ کیا کہ اسے کون سا کام پہلے کرنا چاہیے 'دارا کا تعاقب یا پرسی پولس پر قبضہ۔'

دارا کی ماں نے جواب دیا "پرسی پولس پر قبضہ۔"

سکندر نے خیال کیا کہ دارا کی ماں شاید اس طرح اپنے بیٹے کو عارضی تحفظ دے رہی ہے۔ سکندر نے پوچھا "پرسی پولس پر قبضہ مقدم کیوں ہے؟"

دارا کی ماں نے جواب دیا "پرسی پولس میں ایرانی شہنشاہوں کے سب سے زیادہ خزائن ہیں۔ اس افراتفری میں پرسی پولس کے لوگ انہیں ادھر ادھر کر سکتے ہیں۔ انہیں اتنا وقت نہیں ملنا چاہیے۔"

سکندر نے خدشہ ظاہر کیا "اور اگر اس دوران تیرے بیٹے نے بڑا لشکر تیار کر لیا تو مجھے تیسری جنگ بھی لڑنی پڑے گی۔"

دارا کی ماں نے نہایت کرب سے کہا "جو شہنشاہ قیدی بن کے باختر کے حکمران بسوس کے ساتھ ذلیل و خوار ہو رہا ہے وہ بڑا لشکر تو ایک طرف، اپنے آس پاس سو پچاس جان نثار بھی نہیں جمع کر سکتا۔"

دارا کی ماں کی یہ بات سکندر کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے فی الحال دارا کے تعاقب کا خیال ہی دل سے نکال دیا اور پرسی پولس کا رخ کیا۔ اس کے ایرانی رہنماؤں نے سکندر کو بتایا کہ پرسی پولس تک پہنچنا دشوار امر ہے کیونکہ وہ انتہائی بلندی پر پہاڑی سلسلوں میں واقع ہے اور وہاں تک پہنچنے کے لیے نہایت دشوار گزار راستے طے کرنے پڑیں گے۔ اسے ایک سو تیرہ میل کا فاصلہ طے کرنا تھا اور کہیں کہیں یہ پہاڑ چودہ ہزار فٹ بلند تھے۔ یہاں جگہ جگہ برف جمی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں دریا بھی حائل تھے اور سکندر کو یہ خبر بھی مل چکی تھی کہ جب وہ اس دشوار گزار راستوں کو عبور کر رہا ہوگا تو ایرانی فوجی دستے سکندر کا مقابلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ چالیس ہزار پیادے اور دو ہزار سوار اس کا راستہ روک کر صف آرا ہو جائیں گے۔ دارا کی یہ فوجیں پرسی پولس کی حفاظت پر ہمیشہ مامور رہتی تھیں۔

پارمینیو بھی اپنی فوج کے ساتھ سکندر سے آملا لیکن سکندر نے اسے حکم دیا کہ وہ کسی دوسرے راستے سے اوپر پہنچنے کی کوشش کرے۔

اہواز سے گزرتے ہوئے سکندر نے دریا عبور کیا اور جب وہ پیچ راستے طے کرتا ہوا اوپر پہنچا تو ہوزا نامی قبائل نے سکندر کا راستہ روک لیا۔ یہ اوپر بیٹھے سکندر سے راہ گزر کا محصول طلب کر رہے تھے۔

سکندر نے ان سے پوچھا "کس قسم کا محصول؟"

قبیلے کے آدمی نے جواب دیا "یہاں سے گزرنے کا محصول۔"

سکندر نے انہیں مشورہ دیا "اگر تمہیں مال و زر درکار ہے تو میری فوج میں شامل ہو جاؤ، مالا مال ہو جاؤ گے۔"

قبیلے کے چند آدمیوں نے سکندر کو سمجھایا "ہم لوگ مویشی پالتے ہیں اور یہاں سے گزرنے والوں سے محصول لیتے ہیں اس لیے تیری ملازمت میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

سکندر نے پوچھا "محصول ہم تمہیں اوپر پہنچا دیں یا تم وصول

کرنے پہنچے آؤ گے؟"

ہوزا کے قبائلی سردار اپنے چیدہ چیدہ آدمیوں کے ساتھ پہنچ آگئے۔ سکندر نے ان سب کو گرفتار کرلیا اور اپنی فوج کو لے کر اوپر چڑھ گیا۔ ہوزا کے لوگ یہ سمجھتے رہے کہ ان کے سرداروں کو محصول ادا کردیا گیا اور انہوں نے سکندر کو گزرنے کی اجازت دے دی لیکن جب یونانیوں نے ان کی پٹائی شروع کردی تو وہ بدحواس ہوکر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ان کے بہت سے سردار مارے گئے اور جو بچے وہ اپنے مویشیوں کو لے کر روپوش ہو گئے۔

یہ ساری باتیں دارا کی ماں کے علم میں آئیں تو اس نے سکندر کو سمجھایا "افسوس کہ ان چرواہوں کے ساتھ بہت برا سلوک ہوا کیونکہ یہ جنگجو لوگ نہیں ہیں۔"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "پھر انہوں نے ہمیں روکا کیوں؟ وہ ہم سے کیا چاہتے تھے؟"

دارا کی ماں نے سکندر کو بتایا "انہیں میرا بیٹا بھی محصول دیتا رہا ہے کیونکہ ان کی گزربسر کا ذریعہ یا تو مویشی ہیں یا یہ محصول کی آمدنی۔ یہ شہنشاہوں کی ایک قسم کی غریب پروری ہے۔"

سکندر نے اس غریب پروری پر خوب غور کیا اور یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ شہنشاہ جو رقم انہیں محصول کے نام پر دیتا رہا ہے اسے وہ غریب پروری کس طرح کہہ سکتا ہے لیکن دارا کی ماں کی سفارش پر اس نے روپوش قبائل کو دوبارہ اپنے اپنے گھروں میں آباد ہونے کی اجازت دے دی لیکن ان پر مویشیوں کی شکل میں محصول عائد کردیا۔ یہ بھولے بھالے چرواہے حیران تھے کہ یہ کیسا خبیث انسان ہے کہ محصول ادا کرنے کے بجائے ان کے مویشیوں کو خراج کے نام پر طلب کر رہا ہے۔

انہوں نے مویشیوں کا خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اور اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو گئے۔ طوفس یہاں بھی شیخیاں بگھار رہا تھا۔ ہمیشہ کہتا تھا کہ میرے باپ پارمینیو کے بغیر سکندر کوئی خطرناک مہم سر نہیں کرسکتا۔ اب وہ آچکا ہے اور اب وہ پرسی پولس پر قابض ہو جائے گا۔"

دوسرے فوجیوں کو بھی طوفس کی باتوں میں مزہ آنے لگا۔ ایک نے طوفس کو مشورہ دیا "ایسی باتیں ہر ایک کے سامنے مت کیا کریں۔ سکندر اب سپہ سالار اعظم نہیں شہنشاہ ہے اور شہنشاہ اس قسم کی باتیں پسند نہیں کرتے۔"

طوفس نے شہنشاہیت کا مذاق اڑایا "تم سب شہنشاہ ایران کا حشر دیکھ تو رہے ہو۔ ملک اور شہر سپہ سالار فتح کرتے ہیں اور شہنشاہ پناہ گاہیں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ سکندر کا شہنشاہ بن جانا اچھی خبر نہیں ہے۔"

یہ ساری خبریں سکندر تک پہنچ رہی تھیں مگر وہ خاموش تھا صرف اس لیے کہ فی الحال وہ اس مسئلے کو اہمیت دے کر اسے سب کی نظروں میں نہیں لانا چاہتا تھا۔

سکندر نے دوران سفر اپنے سپاہیوں کو یہ ہدایت کردی تھی کہ راستے میں کسی غریب کو نہ ستایا جائے۔ اس کو ایک بار پھر اپنے کاہن ارسٹانڈر کی ضرورت پیش آئی اور اس بار کاہن نے سکندر کو خوشخبری سنائی "اس مہم میں بھیڑیا تیری رہنمائی کرے گا۔"

سکندر نے کاہن کی اس پیش گوئی کو کوئی اہمیت نہ دی اور جب اس نے اپنے سامنے ہزاروں ایرانی سپاہی دیکھے تو اسے کاہن پر سخت غصہ آیا۔

سکندر نے ان سپاہیوں کو بتایا کہ اب اس کا راستہ روکنا... بےکار ہے کیونکہ ان کا شہنشاہ دارا دوبارہ شکست اٹھا کر فرار ہوچکا ہے اور اب وہ باختر کے حاکم بسوس کی قید میں ہے۔

ایرانی فوج کے سپہ سالار نے سکندر کو بتایا "ہمارے پاس چالیس ہزار پیادے اور دو ہزار سوار موجود ہیں۔ شہنشاہ ہم میں موجود ہو یا نہ ہو ہم پرسی پولس کی حفاظت کریں گے۔"

جس راستے کو روک کر یہ ایرانی فوج کھڑی ہوئی تھی وہ نیچے سے اوپر جاتا تھا اور اوپر بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جنہیں وہ اوپر چڑھنے والی یونانی فوج پر لڑھکا سکتے تھے۔ سکندر نے اندازہ لگانے کے لیے چند آدمیوں کو اوپر چڑھنے کا حکم دیا۔ اوپر سے ایک بھاری پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور ان چڑھنے والوں کا کام تمام کر گیا۔

اب سکندر مزید جانی نقصان اٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا اور بظاہر اوپر چڑھنے کا ارادہ ترک کردیا گیا۔

سکندر نے طوفس کو حکم دیا "تم یہیں موجود رہو اور ایرانی فوج کو یہ محسوس نہ ہونے دو کہ ہم اوپر چڑھنے کا ارادہ ترک کر کے کوئی اور تدبیر کر رہے ہیں۔"

طوفس سکندر کی جگہ اپنے فوجی دستے کے ساتھ بیٹھ گیا اور سکندر اوپر چڑھنے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ یہاں ڈھالوں سے کام نہیں چل سکتا تھا۔

ابھی وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچا تھا کہ ایک چرواہا سکندر سے ملا اور کہا "آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں ایک ایسے دوسرے راستے سے واقف ہوں جہاں کوئی فوج نہیں اور اس راستے کا کسی اور کو پتا بھی نہیں۔"

سکندر نے پوچھا "یہ دوسرا راستہ ہمیں کہاں تک پہنچا دے گا؟"

چرواہے نے جواب دیا "اس فوج کے عقب میں جس نے آپ کا راستہ روک رکھا ہے۔" سکندر نے یہ خبر کسی اور تک نہیں پہنچنے دی اور خاموشی سے طوفس کو ہدایت کی "تم جیسے ہی ترنوں کی آوازیں سنو، اپنے دستے کے ساتھ اوپر پہنچ جانا۔"

طوفس نے تشویشناک لہجے میں پوچھا "اگر اوپر سے ہم پر پتھر گرنے لگیں تو ہم کیا کریں؟"

سکندر نے جواب دیا "جب ترنوں کی آواز آئے گی تو ایرانی

فوج یہ جگہ چھوڑ چکی ہوگی اور تم کسی نقصان کے بغیر اوپر پہنچ سکو گے۔"

سکندر نے چرواہے کو ساتھ لیا اور جھاڑیوں کے پیچھے سے اوپر چڑھنے لگا۔ سکندر حیران تھا کہ بظاہر جنہیں وہ جھاڑیاں اور عمودی پہاڑی چٹانیں سمجھ رہا تھا ان کے درمیان اوپر تک پہنچنے کا یہ ایک بہترین اور محفوظ راستہ تھا۔ راستے کے دونوں طرف کی چٹانیں اور جھاڑیاں اوپر چڑھنے والوں کو چھپائے ہوئے تھیں اور سکندر نے اوپر پہنچتے ہی غافل ایرانی سپاہیوں کی پشت پر حملہ کردیا۔ یہ حملہ اتنا اچانک اور شدید تھا کہ ایرانی بدحواس ہوگئے۔ انہوں نے پلٹ کر یونانی حملہ آوروں کو جواب دینا چاہا مگر یونانیوں کے لمبے لمبے نیزے انہیں قریب پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر رہے تھے۔

اب پوری ایرانی سپاہ سکندر کی طرف متوجہ ہوچکی تھی اور سکندر کی فوج سے ترنوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

ایرانی بالکل نہیں سمجھ سکے کہ یہ ترنے کیوں بج رہے ہیں اور طوفس اپنے دستے کو لے کر کسی نقصان کے بغیر اوپر پہنچ گیا۔ اب ایرانی دونوں طرف سے گھیر لیے گئے تھے اور یونانی انہیں نہایت سرعت سے ہلاک کر رہے تھے۔

ایرانی سپہ سالار نے بھاگنا چاہا مگر پکڑا گیا اور اس کی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔

○☆○

اب ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ جگہ جگہ مختصر تعداد میں تیر انداز موجود تھے مگر ان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ یہ یونانی لشکر کے سامنے دیوار بن جاتے۔ ان تیر اندازوں نے یونانی لشکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنی کمانیں اور ترکش زمین پر رکھ کر مقابلے سے دستبردار ہوگئے۔ اس طرح وہ سکندر سے امن طلب کر رہے تھے۔

سکندر نے انہیں امان دے دی۔

اب ان کے سامنے پرسی پولس کے شاندار محلات تھے۔ یہاں کا حاکم نیازمندانہ سکندر سے ملاقات کا خواہش مند تھا لیکن اسے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔

یونانی فوج اپنے پیچھے آنے والی پارمینیو کی فوج کی منتظر تھی۔ طوفس نے یہاں بھی اپنی شیخی کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہ اب بھی یہی کہتا پھر رہا تھا کہ یہ فتح بھی اس کے باپ پارمینیو کی حکمت عملی کا نمونہ ہے۔ فوج کے جو لوگ سکندر میں تبدیلیاں محسوس کر رہے تھے ان میں سے ایک نے طوفس سے طنزیہ پوچھا۔

"اگر سکندر تیرے باپ کے مشوروں پر عمل کر کے اتنا بڑا فاتح بن گیا ہے تو اپنے باپ سے پوچھ کر یہ بھی بتا دے کیا وہ ایشیا کا شہنشاہ بننے میں بھی سکندر کی مدد کر رہا ہے؟"

طوفس نے جواب دیا "نہیں۔ یہ سکندر کا ذاتی فیصلہ ہے کیوں کہ ہم یونانی اپنے بادشاہوں کو سجدہ نہیں کرتے جب کہ ایشیائی شہنشاہ اپنے درباریوں سے سجدے کرواتا ہے۔"

طوفس اور اس کے ساتھیوں نے یونانیوں کو دیوانوں کی طرح بھاگتے دوڑتے دیکھا۔ یہ سب پرسی پولس کی عمارتوں میں گھس کر لوٹ مار کر رہے تھے۔ اس دوڑ میں طوفس پیچھے کیوں رہتا وہ بھی لوٹ مار میں مشغول ہو گیا۔ سکندر کے محافظ دستے نے خاص ایرانی شہنشاہ کے محلات کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا کیوں کہ یہاں کا شاہی خزانہ سکندر کی امانت تھا۔

سکندر نے پارمینیو کو حکم دیا "تم شاہی محلات کی نگرانی کرتے رہو تاکہ یہاں کے خزائن محفوظ رہیں۔"

وہ ایرانی چرواہا جو سکندر کو ایک دوسرے راستے سے یہاں تک لے آیا تھا، سکندر کے ساتھ ساتھ تھا۔ اس نے واپسی کی اجازت بھی چاہی تھی مگر سکندر نے اسے حکم دیا تھا "تم میرے ساتھ ساتھ رہو۔ آج میں تجھے ان شاہی محلات کی سیر کرواؤں گا جہاں تو خواب و خیال میں بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

سکندر نے محلات کے سامنے اپنے خیمے نصب کروائے اور اپنے خیمے میں بیٹھ کر کاہن ارسٹانڈر کو طلب کیا۔

غریب چرواہا اس اندیشے میں مبتلا تھا کہ شاید سکندر اس کو اپنے وطن سے غداری کرنے کے جرم میں قتل کروا دے گا۔ وہ زرد پڑتا جا رہا تھا۔

سکندر نے دیکھا کہ اس کے لوگ شرابوں کے مٹکے اٹھائے چلے آرہے ہیں۔ یہ مٹکے انہیں امرا کے محلوں سے مل گئے تھے اور اس شہر میں امرا کے محلات کی بھی کوئی کمی نہیں تھی۔

پارمینیو نے سکندر سے اجازت طلب کی "شاہی محلات میں بھی اعلیٰ درجے کی شراب موجود ہوگی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہ شراب تلاش کروں اور آپ کی خدمت میں پیش کروں۔"

سکندر نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی تاکید کی "اور پارمینیو سن! محل میں شاہی خواتین سے دور رہنا۔ خزانے تک پہنچنے کا اپنے دل میں خیال تک نہ لانا اور شراب کے مٹکے اٹھا کر لانا کہ ہمارے امرا اور مقربین بھی ہمارے ساتھ مے نوشی کرسکیں۔"

کاہن ارسٹانڈر سکندر کے سامنے مؤدب کھڑا ہوا تھا۔ اسے بھی یہ اندیشہ پریشان کر رہا تھا کہ شاید اس کی کوئی پیش گوئی غلط ثابت ہوچکی ہے اور سکندر سب کے سامنے اس کا مذاق اڑائے گا۔

سکندر نے ارسٹانڈر سے پوچھا "آخر کیا بات ہے کہ تیری پیش گوئیاں اکثر غلط ہو رہی ہیں۔ کیا دیوی ایتھینا نے تجھ کو مجبور اور لاچار چھوڑ دیا ہے۔"

ارسٹانڈر نے جواب دیا "میری ہر پیش گوئی درست ہوتی ہے بس ذرا پیش آنے والے واقعات کی چھان بین کر کے میری پیش گوئیوں کی صداقت تلاش کرنا چاہیے۔"

سکندر نے کہا "تو نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ میں پرسی پولس کی

ہم ایک بھیڑیے کی رہنمائی میں سفر کریں گا حالانکہ مجھے ابھی تک کوئی گیدڑ یا کتا تک نہیں ملا جو یہاں تک پہنچنے میں میری رہنمائی کرتا۔"

ارسٹاندر نے چرواہے سے پوچھا "تو نے سکندر کی رہنمائی کی تھی؟"

چرواہے نے جواب دیا "ہاں۔"

کاہن نے پوچھا "تیرے جانوروں کا گلہ کہاں ہے اور تم لوگ تو اپنے جانوروں کی حفاظت کے لیے ایک آدھ بھیڑیا بھی اپنے ساتھ رکھتے ہو۔"

چرواہے نے جواب دیا "میرے ساتھ بھی ایک بھیڑیا رہتا ہے لیکن تمہارے لشکر کی رہنمائی کے دوران نہ تو میرے ساتھ کوئی مویشی تھا اور نہ بھیڑیا۔"

سکندر کا اب کاہنوں اور ان کی پیش گوئیوں پر سے اعتماد اٹھتا جارہا تھا۔ اس نے کاہن سے کہا "اگر اس چرواہے کے ساتھ اس کا بھیڑیا ہوتا تو تو دعویٰ کر دیتا کہ بھیڑیے نے رہنمائی کی۔"

چرواہے نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "آخر یہ جھگڑا کس بات پر ہے؟"

سکندر کے ایک آدمی نے چرواہے کو پورا واقعہ بتایا اور کہا۔ "اس کاہن کے بقول سکندر کو یہاں تک ایک بھیڑیے کی رہنمائی میں پہنچنا چاہیے تھا جب کہ یہاں تک ہم سب کو تو لایا ہے۔"

چرواہے کو ہنسی آگئی اور اس نے حاضرین کو بتایا "کاہن کی پیش گوئی حرف بہ حرف سچ نکلی۔ میرا نام گرگ ہے اور گرگ کے معنی ہیں بھیڑیا۔ آپ لوگ ایک بھیڑیے کی رہنمائی میں یہاں تک پہنچے ہیں۔"

کاہن شیر ہوگیا "میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میری پیش گوئیوں میں صداقت تلاش نہیں کی جاتی۔"

پارمینیو شراب کے مٹکے لے کر خیمے میں داخل ہوا۔

سکندر نے کاہن کا دل رکھنے کے لیے اسے اپنے پاس بٹھایا اور کہا "آج کی مے نوشی میں تو بھی میرا شریک ہوجا اور میرے اعتراض کو اپنے دل و دماغ سے نکال باہر کر۔"

اس روز سغدی نگان شراب نوشی سے دور رہنے کی کوشش کی گئی حالاں کہ سکندر زیادہ شراب پینے کا قائل نہیں تھا مگر پری پولس فتح کرنے کی خوشی میں اس نے بھی جی بھر کے شراب پی۔ چرواہے کو بھی شراب پلائی گئی کیوں کہ اس وقت وہ سکندر کا معزز مہمان تھا۔

پارمینیو نے کم شراب پی اور آخر تک اپنے ہوش و حواس میں رہا۔

طولس کو اپنی محبوبہ اینتی گونی یاد آرہی تھی جو سکندر کے حکم سے دوسری تمام خواتین کے ساتھ بابل میں روک دی گئی تھی۔

یہ بڑا شہر جس کی کل آبادی چار لاکھ کے لگ بھگ تھی اس کے شہری اپنے گھروں میں قید ہوگئے تھے۔ گلیاں سنسان تھیں اور بازار ویران۔ یونانی سپاہی دکانوں کے دروازے توڑ توڑ کر لوٹ مار کررہے تھے کیوں کہ انہیں سکندر کے نادر الوجود دل و دماغ کی آگہی حاصل تھی اور انہیں معلوم تھا کہ سکندر انہیں کسی وقت بھی لوٹ مار سے روک سکتا ہے۔ سکندر شہنشاہ بننے کی فکر میں تھا اور وہ ایرانی شہنشاہ کی حیثیت سے اپنے بازاروں اور آبادیوں کو ویران اور برباد نہیں ہونے دے گا۔

حیرت انگیز طور پر دوسرے دن بابل کی خواتین بھی پری پولس میں داخل ہوگئیں اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ سب بھی پری پولس کی فتح کے جشن میں حصہ لینے کی خواہش مند تھیں۔ پری پولس میں ان کا ورود سکندر کی مرضی کے خلاف ہوا تھا اس لیے لوگ خوفزدہ تھے کہ سکندر خواتین کے داخلے کو ہرگز خوشگوار کیفیت سے گوارا نہیں کرے گا۔

ان خواتین کی نمائندگی تائیس کررہی تھی جو بطلیموس کی محبوبہ تھی۔ تائیس کا تعلق ایتھنز سے تھا۔

سکندر نے تائیس کو طلب کیا۔ وہ ادائے دلبرانہ سے سکندر کے سامنے کھڑی ہوگئی اور سکندر کو ایتھنز کے وہ دن یاد آئے جب وہ کارانیا کی فتح کے بعد اپنے باپ کے نمائندے کی حیثیت سے ایتھنز گیا تھا۔ وہاں کے مشہور مقامات دیکھتا پھررہا تھا اور ایتھنز کے مشہور لوگوں سے ملاقاتیں کررہا تھا۔ یہیں وہ ایک دن تائیس سے ملنے اس کی عالی شان رہائش گاہ پہنچا تھا۔ تائیس کے ساتھ گزارے ہوئے وہ پُرلطف اور لذت آمیز لمحے اسے آج بھی یاد تھے۔ سکندر اس کو مستقل اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا اس لیے اس کے ساتھ ایک شب گزار کر جدا ہوگیا لیکن بطلیموس نے اس کو محبوبہ بنا کے ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیا اسی لیے سکندر تائیس کا احترام کرتا تھا۔

سکندر نے اپنے سامنے کھڑی ہوئی تائیس کو دیکھا "میں پوچھتا ہوں کہ تجھے یہاں تک لایا کون ہے اور تم سب ہمارے پیچھے پیچھے کس طرح اچانک یہاں پہنچ گئیں؟"

تائیس نے سکندر کے افرضیافت کا نام لیا "وہ ہمارے ساتھ ہی بابل میں تھا کیوں کہ دورانِ جنگ آپ کو افرضیافت کی ضرورت نہیں تھی پھر مجھے اچانک یاد آیا کہ پری پولس کی فتح کے بعد فتح مندی کے جشن میں افرضیافت کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ میں نے افرضیافت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور اس کے ساتھ ہم سب یہاں آگئے۔"

سکندر نے اس خوشی کے موقع پر تائیس اور افرضیافت کی اس جرأت اور گستاخی کو برداشت کرلیا۔ اسے افرضیافت کی عادت بہت پسند تھی۔ اس نے آج تک کبھی بھی سکندر سے کوئی فرمائش نہیں کی تھی اور اس وقت بھی جب کسی شہر کی فتح کے بعد سکندر اپنے سرداروں اور مقربین کو ان کی فرمائشوں کے مطابق

انعام و اکرام دے رہا ہوتا" یہ افرضیافت اس وقت بھی ایک طرف کھڑا رہتا اور سکندر سے کوئی فرمائش نہ کرتا۔ یہ عجیبہ بردبار اور اعلیٰ ظرف کا حامل افرضیافت خواتین کو بابل سے اپنے ساتھ لایا تھا اس لیے سکندر افرضیافت سے بھی کوئی باز پرس نہ کرسکا۔

تائیس سکندر کے سامنے بیٹھ گئی اور ایران کے سابق شہنشاہ اور فاتح اردشیر کی شکایت کی "اس ذلیل شہنشاہ نے یونان کو بہت نقصان پہنچایا۔ ایتھنز کے خلاف لشکر کشی کی۔ ایتھنز کے بازار لوٹے گئے انہیں آگ لگائی گئی اور وہاں کے کئی مقدس بت اردشیر اٹھا کے پری پولس لے آیا۔ اگر انہیں ان محلات میں تلاش کیا جائے تو وہ ہمیں یقیناً مل جائیں گے۔ آج میں ایتھنز کی تباہی کا بدلہ پری پولس کی تباہی سے لینا چاہتی ہوں۔"

سکندر کو تائیس کی حب الوطنی پسند آئی — وہ اپنے باپ فیلقوس کی طرح خود بھی ایتھنز کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتا تھا۔

سکندر ابھی تک پری پولس کے بے شمار ستونوں والے شاہی محلات میں داخل نہیں ہوا تھا اور فتح کا جشن محلات کے باہر کھلی جگہ میں منایا جارہا تھا۔

سکندر نے اس جشنِ فتح میں دارا کی ماں کو بھی شامل کرنا چاہا! مگر اس بوڑھی عورت نے معذرت کرلی اور کہا "جس محل میں ایک شہنشاہ کی ملکہ اور دوسرے شہنشاہ کی ماں کی حیثیت سے رہ چکی ہوں اس حکومت کی موت' اس شہنشاہیت کے زوال کی تقریب میں مجھے نہ شریک کر۔"

اس موقع پر تائیس نے کہا "بڑی بی! آخر ہم نے بھی تو ایتھنز کی شہنشاہِ ایران کے ہاتھوں بربادی کو گوارا کیا تھا۔"

دارا کی ماں اس طوائف کے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی۔ اس نے جواب دیا "تجھے ایک شہنشاہ کی ملکہ اور ایک شہنشاہ کی ماں کے مقام کو سمجھنا چاہیے۔ اسے کسی طوائف کے برابر نہیں بٹھانا چاہیے۔ ہم دونوں کی حیثیتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

سکندر نے بھی تائیس کو منع کیا "دارا کی ماں ایک عظیم عورت ہے اور میں اس کی ماں جیسی عزت کرتا ہوں۔"

رات کو جب یونانی سپاہی پری پولس کے گلی کوچوں میں مشعلیں لیے فتح کی خوشیاں منا رہے تھے اور سکندر مشعلوں کی روشنی میں اپنے دوستوں اور سرداروں کے ساتھ اپنے عظیم الشان خیمے میں شراب نوشی کررہا تھا تو اس محفلِ مے نوشی میں تائیس بھی شریک تھی اور نشے کی حالت میں بھی اسے دارا [illegible] کے زہریلے مجھے ہتک آمیز جملے یاد آرہے تھے۔ وہ آتشِ انتقام میں جل بھن رہی تھی۔

سکندر نے اس کی بے چینی اور کرب کا اندازہ لگایا اور پوچھا۔ "کیا بات ہے کہ اس خوشی کے موقع پر بھی تیرے چہرے پر غم و یاس کے سائے موجود ہیں؟"

تائیس نے جواب دیا "آج مجھے اردشیر کے ہاتھوں ایتھنز کی تباہی و بربادی یاد آرہی ہے۔ جب تک میں اس شاہی محل کو اپنے ہاتھوں سے آگ نہیں لگاؤں گی مجھے سکون نہیں ملے گا۔"

سکندر نے کوئی جواب دینے کے بجائے اس جشن میں شریک سرداروں سے کہا "تم سب اپنے اپنے ہاتھوں میں مشعلیں لے لو اور میرے ساتھ آؤ۔"

سکندر نے خود بھی ایک مشعل اپنے ہاتھ میں لے لی اور تائیس سے کہا "تو بھی میرے ساتھ چل تاکہ میں تیری حقیر سی خواہش پوری کروں اور تو خوشی سے قہقہے لگانے پر مجبور ہوجائے۔"

تائیس سکندر کے ساتھ ہوگئی اور سکندر مشعل بردار سرداروں کا جلوس لیے شہنشاہِ ایران کے محل میں داخل ہوگیا۔

محل کی چھتوں اور ستونوں میں آبنوسی لکڑیاں استعمال کی گئی تھیں اور انہیں سونے چاندی کے اوراق میں چھپا دیا گیا تھا۔

سکندر نے محل کی چھت میں نصب آبنوسی لکڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تائیس! تو اس لکڑی کو مشعل سے جلادے۔"

یہ کہہ کر سکندر نے اپنی مشعل تائیس کے ہاتھ میں دے دی اور تائیس نے اس مشعل سے آبنوسی لکڑی جلادی۔ تائیس کی دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی اپنی اپنی مشعلوں سے محل میں آگ لگانا شروع کردی۔

سکندر نے ایک خاموش تماشائی کی طرح جلتے محل کا نظارہ کیا۔ کچھ دیر کھڑا یہ نظارہ دیکھتا رہا پھر اعلان کیا "ایرانی شہنشاہیت یونانی مشعلوں کی آگ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جل کے خاک ہوئی اور یونانی شہنشاہیت کا آفتاب طلوع ہوا۔"

اس اعلان نے یونانی سپاہیوں پر نہایت خوشگوار اثر ڈالا اور یہ اعلان پری پولس کے ہر گھر میں کسی نہ کسی کے ذریعے پہنچ گیا۔

محل کے سونے چاندی کے پترے پگھل پگھل کر فرش پر گررہے تھے اور پردے جل جل کر شعلوں کی شکل اختیار کرچکے تھے۔

کچھ دیر بعد سکندر کو احساس ہوا کہ اسی محل کے تخت پر بیٹھ کر اسے اپنی شہنشاہیت کا اعلان کرنا ہے۔

اس نے آگ بجھانے کا حکم دیا "میرا مقصد پورا ہوا۔ ایرانی شہنشاہیت ختم ہوگئی اور تائیس کی دلی خواہش پوری ہوئی۔ اب مجھے کل صبح شہنشاہِ ایران کے شاہی تخت پر بیٹھ کر یونانی شہنشاہیت کا اعلان کرنا ہے۔"

اس جشنِ فتح میں طولس اپنی محبوبہ اینتی گونی کے ساتھ شریک تھا۔ جس طرح سکندر کے ساتھ تائیس تھی اسی طرح طولس کے ساتھ اینتی گونی تھی۔

تائیس نے اینتی گونی کو دیکھا تو حسد سے سکندر سے شکایت کی۔

"اس جشنِ فتح میں یہ دوسری عورت کون ہے جو میری ہمسری کر رہی ہے؟"

سکندر نے بھی انتی گونی اور طوس کو دیکھا "یہ طوس ہے میرے رفیقِ خاص سپہ سالار پارمینو کا بیٹا اور یہ عورت دمشق کی مشہور طوائف انتی گونی ہے طوس کی محبوبہ۔"

تائیس نے پیشانی پر بل ڈالے اور طوس پر طنز کیا "طوس میں بڑی ہمت ہے کہ وہ سکندر کی ہمسری کر رہا ہے۔"

سکندر نے کہا "یہ میری طرف سے فوج میں میرا عزیز بھی ہے شاید اسی لیے اس کا حوصلہ بڑھ گیا لیکن کل کے بعد اس کے حوصلے میں کمی واقع ہونے لگے گی اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ ایک شہنشاہ اور اس کے خدمت گاروں میں حیثیتوں کا کیا فرق ہوتا ہے؟"

اس وقت بھی طوس انتی گونی سے کہہ رہا تھا "ان ساری خوشیوں کے پیچھے میرے باپ پارمینو کا ہاتھ ہے۔"

انتی گونی نے طوس کو مشورہ دیا "تجھے اپنی زبان پر قابو رکھنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے حاسد تیری ان باتوں کو سکندر تک پہنچا دیں اور یہ نوجوان سپہ سالارِ اعظم تیرے خلاف ہو جائے۔"

طوس ہنسنے لگا "یہ سپہ سالارِ اعظم میرے باپ پارمینو کے تعاون کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

سکندر کے ایک مخبر نے یہ باتیں سکندر کے گوش گزار کر دیں اور سکندر نے برداشت سے کام لیتے اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "پارمینو کا بیٹا کچھ زیادہ ہی بکواس کرنے لگا ہے۔"

رات بھر جشن ہوتا رہا اور لوگ شاہی محلات اور امرا کے گھروں کی لذیذ شراب پیتے رہے۔ صبح ہوتے ہوتے اتنا کھلکھل ہو گئے۔

صبح سکندر ایران کا شاہی لباس پہن کر اردشیر کے تخت پر بیٹھ گیا۔ محل کے خدام اور درباری امرا سرخ لباسوں میں ملبوس اپنی اپنی جگہ موجود تھے۔

یونانی سردار اور سکندر کے ساتھی جب دربار میں پہنچے تو یہ منظر دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ اس وقت سکندر کے پاس پری پولس کا حاکم موجود تھا۔ اس نے سکندر کی خدمت میں ایرانی دربار کے مطابق نذرانہ پیش کر کے اپنے نئے شہنشاہ کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا۔

بعد میں دوسرے ایرانی درباریوں نے بھی اسی طرح سکندر کی خدمت میں نذرانے پیش کیے اور اس کے قدموں میں سر بسجود ہو گئے۔

سکندر کے اشارے پر پری پولس کے حاکم نے یونانی سرداروں سے کہا "آپ لوگ بھی ایران کے نئے شہنشاہ کی خدمت میں نذرانے پیش کریں اور ایرانی شاہی آداب کے مطابق شہنشاہ کو سجدہ کریں۔"

یونانیوں کا خیال تھا کہ پری پولس کا حاکم یہ اعلان اپنی طرف سے کر رہا ہے اور سکندر یونانیوں سے نہ تو نذرانے لے گا اور نہ انہیں اپنے قدموں میں گرنے کا حکم دے گا۔ وہ سب دربار میں ساکت و صامت کھڑے رہے۔

پری پولس کا حاکم یونانی سرداروں کے قریب گیا "تم لوگوں نے سنا نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔"

طوس نے جواب دیا "ہمارے یونان میں یہ سب نہیں ہوتا اس لیے ہم نہ تو نذرانے پیش کریں گے اور نہ سجدہ کریں گے۔"

پری پولس کے حاکم نے اپنے حکم کی وضاحت کی "اس وقت میں اپنے نئے شہنشاہ کی طرف سے امیر کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ تم لوگ ایران کے شاہی آداب سے واقف نہیں اس لیے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی تعمیل کرو۔ یہ میرا حکم نہیں ہے بلکہ ہمارے نئے شہنشاہ کا حکم ہے۔"

طوس نے آگے بڑھ کے سکندر سے پوچھا۔ "یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں اور پری پولس کا حاکم ہمیں یہ کیا حکم دے رہا ہے؟"

دوسرے یونانی سردار آنکھیں مل مل کر اور اپنی پوری آنکھیں کھول کر سکندر کو ایرانی شہنشاہی لباس میں دیکھ کر حیرت زدہ تھے۔ بعض سکندر کے سر پر دارا کا تاج دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور آپس میں پوچھ رہے تھے "دوستو! ذرا غور سے دیکھو اور ہمیں بتاؤ کہ یہ سکندر ہی ہے یا کوئی ایرانی دارا کی جگہ تاج و تخت سنبھال کے بیٹھ گیا۔"

طوس سکندر سے جھگڑ رہا تھا "آخر ہم کس طرح ایرانی رسوم ادا کریں گے؟"

سکندر نے پری پولس کے حاکم سے کہا۔ "شیخی خورے سردار کو بتاؤ کہ یہ شہنشاہ کا دربار ہے اور اسے ہر حال میں درباری آداب ادا کرنے ہوں گے۔"

طوس کو اور تکلیف پہنچی کہ سکندر اس سے براہِ راست باتیں کرنے کے بجائے پری پولس کے حاکم کے ذریعے مخاطب تھا۔

ایک یونانی سردار نے کہا۔ "یہ ایشیائی شاہی دربار ہے اس لیے ایشیائیوں کو درباری رسوم ادا کرنا چاہئیں ہمیں اس پر مجبور نہ کیا جائے۔"

طوس نے دربار کا بائیکاٹ کیا اور ساتھیوں سے کہا۔ "ہم یہاں غلطی سے آ گئے تھے۔ آؤ ہم سب واپس چلیں۔"

پری پولس کے حاکم نے انہیں روکنا چاہا مگر اس میں انہیں روکنے کی طاقت نہیں تھی۔ بے بسی سے سکندر کی طرف دیکھا۔ شاید وہ پوچھ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے یا انہیں کس طرح روکا جائے۔

سکندر نے آہستہ سے کہا۔ "انہیں جانے دیا جائے۔ اب پہلے

انہیں درباری آداب و رسوم کی تعلیم دی جائے گی اس کے بعد یہ درباری رسوم اور آداب خود ادا کرنے لگیں گے۔"

پورا دربار یونانی سرداروں سے خالی ہو گیا۔

سکندر کو شہنشاہی تاج پہن کر اور اردشیر کے تخت پر بیٹھ کر درباریوں سے شاہی رسوم ادا کروانے میں ایک ناقابلِ بیان لذت محسوس ہو رہی تھی۔

پری پولس کے حاکم نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔ "آپ شاہی لباس میں اردشیر جیسے عظیم شہنشاہ کا تاج اپنے سر پر رکھ کر بہت عظیم نظر آ رہے ہیں اور جب درباری آپ کی خدمت میں نذرانے پیش کر رہے تھے اور آپ کے قدموں میں سر رکھ رہے تھے تو اس وقت آپ شہنشاہ سے زیادہ ایک خوب صورت دیوتا لگ رہے تھے۔"

سکندر کو یاد آیا کہ وہ حقیقتاً دیوتا زادہ ہے۔ وہ یونان کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کا بیٹا ہے اور اس کی تصدیق مصر کے آمن رع نے بھی کر دی تھی۔ سکندر نے پری پولس کے حاکم سے کہا۔ "جب میں تجھے دیوتا لگ رہا تھا تو تو نے یونانی سرداروں سے یہ کیوں نہیں کہا کہ اپنے دیوتا کو نذرانے پیش کرو اور اس کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔"

پری پولس کے حاکم نے جواب دیا۔ "غلطی ہو گئی۔ کل کے دربار میں میں یہی کہوں گا لیکن حضور والا!۔۔۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ سکندر نے بے چینی سے دریافت کیا۔ "ہاں ہاں تو کہتے کہتے رک کیوں گیا؟"

پری پولس کے حاکم نے درخواست کی۔ "جناب! اجازت دیں تو میں کل پری پولس کے جوانمردوں کی چھوٹی سی فوج لا کے یہیں کہیں چھپا دوں تاکہ یہ ہتھیار بند جوان درباری رسوم و آداب سے منحرف ہونے والوں کی گردنیں اڑا دیں۔"

سکندر نے اس شاطر اور چالاک پری پولس کے حاکم کا عندیہ پا لیا تھا' ہنس کر کہنے لگا۔ "بہت خوب تو جن یونانی سرداروں سے میدانِ جنگ میں نہیں نمٹ سکا تھا اب انہیں دربار میں چالاکی سے مروانا چاہتا ہے۔"

پری پولس کا حاکم گھگیانے لگا اور سکندر کے پاؤں پکڑ لیے۔ "جناب! آپ میری طرف سے سوئے ظنی میں مت مبتلا ہوں۔ میں تو آپ کی شانِ شہنشاہی کا نظارہ کرنا چاہتا تھا اور اگر آپ واقعی شہنشاہ بننے کے خواہش مند ہیں تو آپ کو اپنے منحرفین سے اسی قسم کا سلوک کرنا پڑے گا۔"

سکندر نے کہا "تو ان یونانیوں کو نہیں جانتا۔ یہ کبھی بھی ایرانی رنگ میں نہیں رنگیں گے۔ تو اپنی کوشش کر کے دیکھ لے۔"

لیکن پری پولس کے حاکم کی کوششیں بیکار گئیں کیونکہ ایک بھی یونانی ایشیائی درباری رسمیں ادا کرنے کو تیار نہ تھا۔

یونانی سکندر کے شہنشاہ بن جانے سے بہت ناراض تھے۔ وہ آپس میں نہایت جارحانہ انداز میں سکندر پر تنقید کر رہے تھے۔ ان سب کے پاس سکندر کے خلاف ایک ہی دلیل تھی۔ وہ کہتے تھے کہ سکندر تمام یونانی قوتوں کا سپہ سالارِ اعظم بن کر آیا تھا اسے شہنشاہ بننے کے لیے جملہ یونانی ریاستوں سے اجازت لینی چاہیے تھی۔ جب تک سب اجازت نہ دے دیں' سکندر کو محض سپہ سالارِ اعظم ہی رہنا چاہیے۔

سکندر کو ایرانی درباری سجدے بھی کر رہے تھے اور اسے آسمانی دیوتا بھی مان رہے تھے۔

سکندر نے بڑی کوششیں کیں کہ طوس اور پارمینو جیسے لوگ اگر زیوس اور آمن رع کے بیٹے کی حیثیت سے اس کے قدموں میں گر جائیں تو دوسرے یونانی بھی ایسا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

جب کوئی حل سمجھ میں نہ آیا تو سکندر نے دارا کی ماں سے مشورہ کیا۔ سارا واقعہ تفصیل سے دارا کی ماں کے گوش گزار کر دیا اور بے بسی سے کہا "میری قوم کے لوگ مجھے شہنشاہ ماننے پر تیار نہیں۔ میرے دربار میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ایرانی تو نذرانے پیش کریں اور میرے قدموں میں سر بسجود ہو جائیں اور اسی دربار کے یونانی نہ تو نذرانے پیش کریں اور نہ میرے قدموں میں سر رکھیں بلکہ مسکرا مسکرا کے میرا مذاق بھی اڑائیں۔"

دارا کی ماں نے فی الفور مشورہ دیا۔ "یہ تو بہت برا ہے۔ اس سے تو ایرانی بھی برگشتہ ہو جائیں گے اور یاد رکھ حکومت کے لیے سیاست بہت ضروری ہے۔ سیاست سے میری مراد یہی ہے۔ اگر شاہی خدمت گاروں میں سے کچھ لوگ باغیانہ روش اختیار کریں تو سیاست سے انہیں کچل دینا چاہیے۔"

سکندر نے مجبوری ظاہر کی "مادرِ محترم! میں دراصل یونانیوں کا سپہ سالارِ اعظم ہوں۔ وہ اس برتری کے سوا دوسری برتری تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ رہ گئی سیاست تو یونان کی کسی ریاست میں ایسا کوئی قانون نہیں کہ اس قسم کی حکم عدولی کرنے والے کو قید خانے میں ڈال دیا جائے یا مار دیا جائے۔"

دارا کی ماں نے کہا۔ "تو پری پولس میں ایرانیوں کے ہخامنشی خاندان کے تخت پر بیٹھ کر شہنشاہ بھی بننا چاہتا ہے اور رسم و رواج اور قوانین یونانی جمہوری ریاستوں کے ذہن میں رکھتا ہے۔ اس طرح تو بیک وقت دو گھوڑوں یا دو کشتیوں کی سواری نہیں کر سکتا۔ یا تو تو بدستور یونانی ریاستوں کے سپہ سالارِ اعظم کی حیثیت سے سارے کام انجام دیتا رہ یا پھر طبیعت پر جبر کر کے سب کے لیے ایرانی شہنشاہ بن جا۔"

سکندر نے دارا کی ماں سے کہا "میں اپنے چند سرداروں کو تیرے سامنے بلواتا ہوں۔ تو ان سے خود اس مسئلے پر بات کر اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کر۔ بیچ بیچ میں میں بھی مدد کرتا رہوں گا۔"

دارا کی ماں نے کہا۔ "ٹھیک ہے بلوا لے لیکن وعدہ کر۔ اگر وہ کسی طرح قائل نہ ہوئے تو تجھے سیاست کرنا ہوگی کیوں کہ میں خود بھی دارا کی ماں ہونے کی حیثیت سے زندگی بھر سیاست کرتی رہی ہوں اور کبھی اپنی رعایا کے کسی بھی شخص کو معاف نہیں کیا کیونکہ بغیر سیاست کے حکومت نہیں چلتی۔"

سکندر کو دارا کی ماں کی ہر بات منظور تھی مگر سیاست سے اختلاف تھا۔ اگر سیاست کے ذریعے اس کے چند جاں باز بھی قتل کروئیے جاتے تو اس کے اس کی فوج پر منفی اثرات پڑ سکتے تھے۔

مگر سکندر کا اب بھی یہی خیال تھا کہ اگر اینٹی گونس، پارمینیو، ہیفاسشن، فلوٹس اور نیارکس اس کی باتیں مان لیں گے تو دوسرے یونانی بھی ان کے رنگ میں رنگ جائیں گے اس لیے واقعی ان سب کو بلوا کر راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سکندر نے ان سب کو اپنے دربار میں طلب کیا۔

کچھ دیر بعد جب یہ سردار حاضر ہو گئے تو سکندر نے دارا کی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو انہیں سمجھا کہ اگر یہ مجھے شہنشاہ نہیں مانتے اور دیوتا زادہ سمجھتے ہیں تب بھی میرے قدموں میں سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ یہ دربار میں دیوتا ہی سمجھ کر سر بسجود ہو جائیں تاکہ میری ایرانی رعایا بے دلی کا شکار نہ ہو۔"

پارمینیو نے کہا "جب آپ فتوحات سے فراغت حاصل کر کے اور مقدونیہ پہنچ کر بادشاہی کریں گے تو ہم لوگ پورے یونان میں آپ کے بحیثیت دیوتا زادہ بہت سے بت نصب کروا دیں گے۔ اس وقت یونانی قوم جو فیصلہ کرے گی اس پر ہم بھی کاربند ہو جائیں گے۔"

فلوٹس نے بھی بولنے کی جسارت کی۔ "یونانی کبھی بھی آپ کو سجدہ نہیں کریں گے۔ آپ یقین کریں کہ ہمارے یونانی بھائی آپ کو ایرانی ڈھیلے ڈھالے سرخ لباس میں دیکھ کر مذاق اڑا رہے تھے۔ آپ نے بھی انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا ہوگا۔"

دارا کی ماں نے ان یونانی سرداروں سے پوچھا "ہمیں تو تم یہ بتاؤ کہ تم نے سکندر کو شہنشاہ کی حیثیت سے قبول کیا یا نہیں؟"

پارمینیو نے سب سے زیادہ مخالفت کی۔ "ہم سکندر کو ایشیا کا مالک مان لیں گے اسے شہنشاہ بھی تسلیم کر لیں گے مگر ہم ایرانی شہنشاہی رسوم نہیں ادا کریں گے کیونکہ یہ ہتک آمیز ہیں۔"

فلوٹس نے بھی تند و تیز لہجے میں کہا۔ "اگر ایران کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ ہمیں ایرانی بنا لیں گے تو وہ غلطی پر ہیں۔ یونانی اپنے جیسے آدمیوں کو سجدہ نہیں کرتے۔"

دارا کی ماں نے آہستہ سے کہا۔ "یہ تو تجھ سے اس طرح باتیں کر رہے ہیں جیسے یہ سب تیرے ہم رتبہ ہوں۔"

سکندر نے جواب دیا۔ "یہی تو مشکل ہے کہ یونان اور مقدونیہ میں یہ سب نہیں ہوتا۔"

دارا کی ماں نے پھر دربار میں پارمینیو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تو اس تجربہ کار بوڑھے کو حکم عدولی کے الزام میں قتل کر دے تو یہ سارے ابھی اسی وقت تیرے قدموں میں گر جائیں گے۔"

سکندر کانپ گیا اور آہستہ سے دارا کی ماں کو سمجھایا۔ "اگر میں اپنے اس تجربہ کار سردار کو قتل کرا دوں گا تو یہ سارے درباری امرا بغاوت کر بیٹھیں گے اور مجھے ان کے تعاون سے محروم ہونا پڑے گا۔"

دارا کی ماں ضد کرتی رہی اور سکندر انکار کرتا رہا۔

فلوٹس سمجھ چکا تھا کہ دارا کی ماں سکندر کو ورغلا رہی ہے۔ یہ کھرا اور بدلحاظ جوان کہنے لگا۔ "بڑی بی! تم ان معاملات میں مت بولو اور سکندر کو سکندر ہی رہنے دو۔"

سکندر نے فلوٹس کو ڈانٹا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنی حد اور اوقات سے نکلا جا رہا ہے۔"

پارمینیو نے بھی فلوٹس کو سمجھایا۔ "دیکھو فلوٹس! تجھے جو خدمات سونپی گئی ہیں انہیں انجام دیتا رہ۔"

اینٹی گونس نے ہیفاسشن کو کہنی ماری اور پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

ہیفاسشن نے جواب دیا۔ "جو کچھ ہو رہا ہے میں بھی دیکھ رہا ہوں تو بھی دیکھ رہا ہے۔ ہم سب کو فی الحال خاموش رہنا چاہیے۔"

سکندر نے جب یہ محسوس کیا کہ بات نہیں بنے گی تو اس نے نہایت بدمزگی سے سب کو چلے جانے کا حکم دیا اور دارا کی ماں سے کہا۔ "میں جو کہتا تھا وہی ہوا۔"

دارا کی ماں نے دلاسا دیا "یہ ایک دن کا کام نہیں ہے کوششیں جاری رکھ۔ جب تو نے شہنشاہ بننے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ابھی شہنشاہی کے بہت سے لوازمات باقی ہیں۔ پہلے انہیں تو پورا کر۔"

سکندر نے پوچھا "مثلاً کون سے لوازم؟"

دارا کی ماں نے جواب دیا۔ "شہنشاہوں کی حرم ہوتی ہیں اور تیرے پاس ایک عورت بھی نہیں۔ تو محل کے اندر چل اور اپنے لیے بہت سی لڑکیوں اور عورتوں کا انتخاب کر لے۔"

سکندر نے جواب دیا۔ "آپ فی الحال مجھے محل کے اندر نہ لے جائیں کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ آنے والے زمانے کے لوگ یہ کہیں کہ سکندر نے جس قوم کے مردوں کو شکست دے دی تھی ان کی عورتوں نے سکندر کو فتح کر لیا۔"

لیکن دارا کی ماں سکندر کو زبردستی محل کے اندر لے گئی اور سمجھایا۔ "تیرا عورتوں سے فی الحال دور رہنا ضروری بھی ہے مگر کسی ایک کو اپنے ساتھ رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔"

اسے عورتوں کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ وہ حسن و جمال کے اس مجموعہ میں گم ہو کر رہ گیا۔ کچھ دیر بعد ہوش آیا اور ان لڑکیوں اور عورتوں کو دیکھتا رہا۔ لڑکیاں اور عورتیں بھی سکندر کو

اپنے قریب دیکھ کر حیران بھی تھیں اور خوش بھی کیوں کہ اس وقت ایشیا کا فاتح ان کے درمیان موجود تھا۔

سکندر کافی دیر بعد ایک عورت کے انتخاب میں کامیاب ہو گیا اور اس کا بازو پکڑ لیا۔

دارا کی ماں نے سکندر سے پوچھا "تو یہ برسین تجھے پسند ہے؟"

سکندر نے جواب دیا۔ "بہت زیادہ۔ یہ کون ہے؟"

دارا کی ماں نے اس عورت کو اپنے قریب بلایا اور سکندر سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ برسین ہے۔ رہوڈز کے امیر البحر ممنان کی بیوہ۔"

سکندر نے حیرت سے کہا "تو یہ بیوہ بھی ہے مگر بیوہ لگتی نہیں۔"

دارا کی ماں کو ہنسی آ گئی "تو کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر عورتوں کے معاملے میں تو بالکل ناتجربہ کار ہے بلکہ بھولا بھالا۔"

سکندر کو شبہ گزرا کہ شاید اس نے برسین کو پسند کر کے کوئی غلطی کی ہے۔ دارا کی ماں نے برسین کی بڑی تعریفیں کیں۔ "ممنان اس کا عاشق تھا اور یہ بھی اس پر جان چھڑکتی تھی مگر یہ تجھ سے دو تین سال بڑی ہے۔"

سکندر کو بڑی حیرت ہوئی "مگر یہ بڑی لگتی نہیں۔"

برسین نے دارا کی ماں کے کہنے سے سکندر کا ہاتھ پکڑ لیا اور دارا کی ماں نے سکندر کو سمجھایا۔ "یہ بڑی غم زدہ عورت ہے۔ دیکھ سکندر! کبھی بھی اس کے سامنے ممنان کا ذکر نہ کرنا کیونکہ یہیں سے تم دونوں میں تلخیوں کا آغاز ہوگا۔"

سکندر نے وعدہ کیا۔ "میں کوشش کروں گا کہ برسین مجھ سے خوش رہے۔"

اس کے بعد سکندر نے برسین سے کہا۔ "تجھے اپنا ماضی بھولنا ہوگا۔ کیا تو اس میں کامیاب رہے گی؟"

برسین نے آہستہ سے جواب دیا۔ "ماضی کا بیشتر حصہ ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ بس اس کا کچھ حصہ یاد رہ جاتا ہے۔"

سکندر نے گھبرا کر پوچھا "بس تو یہ بتا دے کہ تجھے اپنے ماضی کا کون سا حصہ یاد ہے؟"

برسین کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دارا کی ماں نے سکندر کو سمجھایا۔ "جو باتیں یہ چھپانا چاہتی ہے انہیں جاننے کی کوشش نہ کر۔"

سکندر کو دوسری بہت سی لڑکیوں نے بھی گھیر لیا مگر سکندر نے برسین کا ہاتھ پکڑا اور محل کے اس حصے میں لے گیا جس میں دارا رہا کرتا تھا۔

سکندر چاہتا تھا کہ برسین سے ممنان کے بارے میں کچھ باتیں کرے کیوں کہ لوگ کہتے تھے کہ وہ بحری جنگی معاملات میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ سکندر نے کسی تمہید کے بغیر کہا "میں نے کئی ایرانیوں سے سنا ہے کہ اگر ممنان زندہ ہوتا تو شاید مجھے یہ کامیابی حاصل نہ ہوتی۔"

برسین نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا "ممنان بھی تمہاری طرح صاحب تدبیر اور بہادر انسان تھا۔ بس قسمت دھوکا دے گئی ورنہ آج تجھے میرا قرب حاصل نہ ہوتا۔ وہ ایک نہایت بہادر، باحیا اور غیرت مند سردار تھا۔ وہ شہنشاہ ایران کو بھی اپنی رائے کے سامنے کچھ نہیں گردانتا تھا۔"

برسین جس طرح ممنان کی تعریفیں کر رہی تھی اس سے سکندر خوف زدہ تھا۔ یہ بیوہ عورت اپنی عمر کے مطابق باتیں نہیں کر رہی تھی اور باتوں سے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ برسین کے دل و دماغ پر ممنان اب بھی حاوی ہے مگر یہ عجیب بات تھی کہ وہ سکندر کو بھی بڑی اہمیت دے رہی تھی۔ اس موقع پر سکندر نے برسین کو قیمتی تحائف بھی پیش کیے جنہیں برسین نے نہایت خوش دلی سے قبول کر لیا۔

باہر خبریں پہنچیں تو اس روز برسین ہی سب کا موضوع گفتگو بنی رہی اور جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ برسین ممنان کی بیوہ ہے تو سکندر کی پسند پر تعجب ہوا کہ اس نے اپنی عمر سے بڑی ایک بیوہ کو اپنے لیے کیوں پسند کر لیا۔ فوج میں بھی کھسر پھسر ہونے لگی۔ ان کے تبصرے کچھ اور ہی تھے۔ پارمینیو کا خیال تھا کہ سکندر عورتوں سے ڈرتا ہے ورنہ وہ یہ بھی نہ کہتا کہ میں محل کے اندر اس لیے نہیں جاؤں گا کہ آنے والے ادوار کے لوگ یہ نہ کہیں کہ جس سکندر نے ایران کے مردوں کو فتح کر لیا تھا ان کی عورتوں نے سکندر کو فتح کر لیا۔

لیکن اینٹی گونس نے پارمینیو کو سمجھایا۔ "عورتیں تو سب ہی مردوں کو فتح کر لیتی ہیں۔ اس میں سکندر کی کیا تخصیص ہے۔"

فلوٹس نے بلاوجہ دخل دیا۔ "آپ لوگوں کی جاں نثاریاں اور بہادریاں سکندر کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں حالاں کہ اب تک جو فتوحات حاصل ہوئی ہیں ان میں میرے باپ پارمینیو کا بڑا ہاتھ ہے مگر اب سکندر اتنا بددماغ ہو گیا ہے کہ وہ ساری کامیابیاں اپنی ذات سے منسوب کرتا ہے اور شاید وہ اسی لیے دیوتا بن گیا اور شہنشاہ ایران بن کے ہم سب سے سجدہ کروانا چاہتا ہے۔"

پارمینیو نے اس کا اعتراف کیا۔ "ہم لوگ سکندر کے ہاتھ پیر ضرور ہیں مگر یہ ساری کامیابیاں صرف سکندر کی خوش تدبیری، اقبال مندی اور خوش طالعی سے حاصل ہوئی ہیں۔"

ہیفاسشن نے بھی پارمینیو کی تائید کی۔ "سکندر بہت خوش قسمت ہے اور خطرناک حالات میں اس کا دماغ خوب کام کرتا ہے۔"

نیارکس نے کہا۔ "مگر افسوس کہ اسے شہنشاہ ایران بننے کی خواہش نے کچھ مخبوط الحواس کر دیا ہے۔"

پارمینیو نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا۔ "ہمیں اس طرح بیٹھ کر سکندر کے بارے میں تبصرہ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ہمارے دشمن ایک کی چار لگائیں گے اور سکندر کو ایسی خبریں پہنچائیں گے

جن کا ہم سے کوئی تعلق ہی نہ ہو گا۔"

سب ہی منتشر ہو گئے تو پارمینیو نے اپنے بیٹے فلوٹس کو سمجھایا۔ "تجھے کب عقل آئے گی۔ میں نے بڑی مشکل اور بڑے جوڑ توڑ کر کے تجھ کو سکندر کا مقرب دربار گھڑ بنایا ہے اور تو غیر ذمہ دارانہ باتوں سے اپنی تباہی اور بربادی کے درپے ہے۔"

فلوٹس نے انٹی گونی کو اپنے پیچھے سے بلوایا اور کہا۔ "میں اس وحشی حسینہ سے عشق کرتا ہوں اور سکندر بھی اپنے بھائی کی محبوبہ تائیس کو اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے اور آج یہ سننے میں آیا ہے کہ اس نے رہوڈز کے امیر البحر ممنان کی بیوہ کو بھی اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ اگر وہ میری انٹی گونی پر اعتراض کرے گا تو میں بھی اس پر اعتراض کروں گا۔"

پارمینیو نے فلوٹس کی عقل پر افسوس کیا۔ "تو عجیب احمقانہ باتیں کر رہا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ تیری اور سکندر کی حیثیتوں میں کیا فرق ہے؟"

فلوٹس نے جواب دیا۔ "میں سکندر کا ایک حیثیت سے جاسوس بھی ہوں اور اس کے آس پاس نادیدہ دشمنوں کا نگران بھی۔"

پارمینیو نے کہا۔ "تیری جگہ میں ہوتا تو آج جو ہم سب میں باتیں ہوئی ہیں انہیں سکندر تک پہنچا دیتا۔ تجھے بھی یہ باتیں دیانتداری سے سکندر کو بتا دینی چاہئیں۔"

فلوٹس نے غصے میں کہا۔ "آپ کب تک سکندر کی خدمت کریں گے۔ بہتر یہی ہے کہ ایران کا کوئی صوبہ یا کوئی علاقہ سکندر سے لے لیجئے اور زندگی کے آخری دن آرام و سکون سے گزار دیجئے۔"

پارمینیو نے انٹی گونی سے کہا۔ "تجھے بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ اگر سکندر کے ساتھ تائیس رہتی ہے اور اب برسین رہے گی تو اسے نہ کوئی محسوس کرے گا اور نہ معترض ہو گا لیکن جب سکندر تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھے گا تو حسد ضرور کرے گا اور حسد کی آگ بہت بری ہوتی ہے۔"

فلوٹس نے جواب دیا۔ "پرسوں بہت مزہ آئے گا۔ سنا ہے پرسوں فتح کا جشن منایا جائے گا۔ اس میں سکندر بھی عام آدمی کی حیثیت سے شریک ہو گا۔ لوگوں میں انعامات بھی تقسیم ہوں گے کیا آپ اس میں شریک ہوں گے؟"

پارمینیو نے جواب دیا "یہ ساری فضول باتیں ہیں۔ تو اسی وقت سکندر کے پاس جا اور اسے یہاں ہونے والی ساری باتیں بتا دے۔"

فلوٹس نے جواب دیا "آپ مجھے یہ بے کار قسم کے مشورے مت دیا کریں۔"

پارمینیو نے پھر سمجھایا۔ "دیکھ فلوٹس! یہاں کے فوجی ماحول پر گہری نظر رکھ۔ جب سے سکندر نے شہنشاہیت کا لباس پہنا ہے تاج رکھا اور شاہی تخت سنبھالا ہے اسی وقت سے فوج میں سکندر کے خلاف سازشیں شروع ہو گئی ہیں۔ تجھے ان سازشوں کی خبر ملنی چاہیے اور انہیں سکندر تک پہنچاتے رہنا چاہیے کیونکہ اسی میں تیری بھلائی اور عافیت ہے۔"

پارمینیو بیٹے کو سمجھا کر سکندر کے پاس چلا گیا۔

سکندر نے کچھ توقف سے پارمینیو کو اندر آنے کی اجازت دی۔

پارمینیو نے ایک دوسرے دروازے سے انٹی گونس کو جاتے دیکھا۔

جب یہ اندر پہنچا تو سکندر کا مزاج اعتدال پر نہیں تھا۔ دیکھتے ہی پارمینیو سے پوچھا۔ "یہ تم لوگ میرے خلاف کیا سازشیں کرتے رہتے ہو؟"

پارمینیو نے جواب دیا۔ "وہاں آپ کے خلاف سازش نہیں ہو رہی تھی بلکہ حالات حاضرہ پر تبصرے ہو رہے تھے اور اس وقت میں وہ ساری باتیں بتانے یہاں آیا تھا۔"

سکندر نے نہایت برہمی سے کہا۔ "کیا یہ بھی غلط ہے کہ تو اور تیرا بیٹا فلوٹس برسین کے انتخاب پر میرا مذاق اڑا رہے تھے۔ تیرے بیٹے نے کہا کہ میں نے اپنی عمر سے زیادہ کی عورت پسند کر لی ہے اور وہ عورت بیوہ بھی ہے اور خطرناک بھی۔"

پارمینیو نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔ "نہیں۔ وہاں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اگر انٹی گونس نے اس قسم کی باتیں کی ہیں تو جھوٹ ہے۔"

سکندر نے فلوٹس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ "تو اپنے بیٹے کو سمجھاتا کیوں نہیں کہ وہ میری فتوحات کو تجھ سے منسوب کر کے ہر روز فوج میں بکواس کرتا رہتا ہے۔ میں نے اسے اپنے قریب اس لیے رکھا تھا کہ وہ فوج پر نظر رکھے گا اور میرے خلاف ہونے والی سازشوں سے مجھے خبردار کرتا رہے گا لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس نے خود ہی میرے خلاف باتیں اور سازشیں کرنی شروع کر دی ہیں۔"

پارمینیو نے معذرت کی۔ "آپ ایک بار اسے معاف کر دیں۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے اب وہ محتاط رہے گا اور اپنے فرائض منصبی دیانتداری سے انجام دیتا رہے گا۔"

سکندر نے پارمینیو کو ہدایت کی۔ "اس سے کہہ کہ وہ مجھے انٹی گونی کے ساتھ نہ نظر آئے۔"

پارمینیو نے درخواست کی۔ "اب میں کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں اور ایران بھی فتح ہو چکا ہے۔ بہتر ہو گا کہ آپ مجھے کسی ایسے علاقے میں بھیج دیں جہاں میں کچھ دن آرام سے رہ سکوں اور سکون کا سانس لے سکوں۔"

سکندر نے کہا۔ "بس تو پری پولس کے خزانے کو یونان روانہ کروا دے۔ اس کے بعد اکبتانہ کی حکومت سنبھال لے اور جب تک جی چاہے آرام کر۔ اکبتانہ میں بھی خزانہ ہے اسے بھی یونان روانہ کروا دیا جائے۔"

پارمینیو کو اکبتانہ پسند بھی تھا اور یہ ایران کے چار دارالحکومتوں میں سے ایک تھا۔

جب پارمینیو رخصت ہونے لگا تو سکندر نے کہا۔ "تو پرسوں کے بعد اکبتانہ جائے گا کیونکہ پرسوں کے جشن فتح میں تجھے موجود ہونا چاہیے۔"

پارمینیو نے سکندر کا شکریہ ادا کیا اور جاتے جاتے کہا۔ "جناب! فلوٹس انتہائی مخلص اور وفادار ہے۔ بس کبھی کبھی نادانی میں الٹی سیدھی باتیں کر جاتا ہے۔ آپ درگزر سے کام لیں۔ ویسے اب وہ انٹی گونی کے ساتھ بہت کم نظر آئے گا۔"

پارمینیو نے محل سے نکلتے ہوئے شدت سے یہ محسوس کیا کہ اب سکندر سپاہ سالار اعظم نہیں رہا۔ اس کا لہجہ، اس کی باتیں شاہانہ تھیں۔

پارمینیو نے اپنی نگرانی میں پری پولس کا خزانہ نکلوایا.... باربرداری کے لیے دس ہزار خچروں اور پندرہ ہزار اونٹوں کا بندوبست کرنا پڑا اور یہ کام کچھ آسان نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ یہاں سے جو مال و دولت ملی اس میں ڈیڑھ کروڑ ٹیلنٹ بھی تھے۔

○☆○

جشن فتح کا انتظام جن لوگوں نے کیا تھا ان میں خاموش طبع اور بے لوث افسر ضیافت کا خاص ہاتھ تھا۔ سکندر کو یہ شخص سب سے الگ تھلگ اور منفرد نظر آتا تھا۔ یہ شخص ہر کام نہایت ذوق، شوق اور اہتمام سے انجام دیتا تھا۔

جب سکندر لوگوں میں انعام و اکرام تقسیم کرتا تھا تو انعام و اکرام کی قابیں اور طشت اسی کی تحویل میں ہوتے تھے۔ خدام انہیں دونوں ہاتھوں سے سنبھالے قطار میں کھڑے ہو جاتے اور افسر ضیافت کے ہاتھ میں ان کا سارا انتظام ہوتا تھا۔

تیسرے دن شام کو تقریب کا آغاز انعام و اکرام کی تقسیم سے ہوا۔ برسین سکندر کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ انعام یافتگان کی فہرست ایک شخص کے ہاتھ میں تھی۔ وہ نام پکارتا اور انعام کا طالب حاضر ہو جاتا اور سکندر برسین کے ذریعے اس کا انعام اس کے حوالے کرتا۔

محل کی خواتین دور سے یہ دلچسپ منظر دیکھ رہی تھیں۔

انعام پانے والوں میں پارمینیو، انٹی گونس، ہیفاسشن اور نیارکس بھی تھے۔ فلوٹس کا نام نہیں پکارا گیا۔

فلوٹس بھی انٹی گونی کے ساتھ تقریب میں شامل تھا اور جب انعام یافتگان انعام لے کر اپنی اپنی جگہوں پر واپس گئے تو انٹی گونی نے فلوٹس سے پوچھا۔ "کیا سکندر تجھ سے ناراض ہے؟"

فلوٹس بہت کھسیایا ہوا تھا۔ غصے میں کہا۔ "اس بیوہ نے سکندر کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ شاید وہ تجھ سے جلتی ہے۔"

انٹی گونی نے کہا "شاید یہ بات نہیں ہے۔ تو جو سکندر کے خلاف بکواس کرتا رہتا ہے، اس سے سکندر ناراض ہو گیا ہو گا۔"

اچانک سکندر نے فلوٹس کو آواز دی اور جب وہ سکندر کے قریب پہنچا تو سکندر نے افسر ضیافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھا! ایک یہ شخص بھی ہے جس نے کبھی انعام و اکرام میں کچھ مانگا ہی نہیں۔"

اور اس کے فوراً بعد ہی انٹی گونی کا نام پکارا گیا۔

انٹی گونی ہانپتی کانپتی سکندر کے پاس پہنچی تو برسین نے موتی کا ہار انٹی گونی کے گلے میں ڈال دیا۔

سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا "دراصل تو مجھے فلوٹس کا نام لینا چاہیے تھا لیکن انٹی گونی کو اس لیے بلایا کہ یہ تجھے بے حد خوش و خرم رکھتی ہے۔ یہ خوش ہو گی تو تو خوش ہو گا اور یہ ایسا اعزاز ہے جس سے کوئی یونانی نہیں نوازا گیا۔"

فلوٹس نے ناشکرے پن کا ثبوت دیا اور کہنے لگا "انٹی گونی کے ساتھ اگر مجھے بھی انعام و اکرام سے نوازا جاتا تو میں یہ سمجھتا کہ پوری یونانی سپاہ میں میں منفرد حیثیت رکھتا ہوں۔"

سکندر نے کہا "مجھے ایسا لگتا ہے کہ تیری زبان تجھے کوئی ایسا نقصان پہنچائے گی جس کی تلافی ناممکن ہو جائے گی۔"

فلوٹس مزید کچھ کہے بغیر انٹی گونی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

سکندر نے متذکرہ خزانے کے ساتھ دو خط بھی روانہ کیے۔ ایک خط استاد ارسطو کے نام تھا جس میں اس نے ارسطو سے درخواست کی تھی کہ اسے دیوتا تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اگر استاد ارسطو اسے دیوتا مان لیں گے تو یونانی بھی اس کی دیوتائی حیثیت تسلیم کر لیں گے۔

دوسرا خط اپنی ماں اولمپیاس کو لکھا تھا "ماں! سننے میں آیا ہے کہ انٹی پیٹر آپ سے الجھتا رہتا ہے۔ اسے سمجھا دیں کہ آپ دیوتا زادے کی ماں ہیں اور اس کی ساری خدمات اور وفاداریاں آپ کی ذرا سی پیشانی کی شکن پر قربان کر دی جائیں گی۔ اب میں ایشیا کا شہنشاہ بھی ہوں۔ آپ شاید شہنشاہ کا مفہوم بھی نہیں سمجھیں گی کیونکہ یونانی میں اس کا مترادف نہیں ملے گا۔ یونان میں صرف بادشاہ ہوتا ہے اور ایشیا میں بادشاہوں کا بادشاہ شہنشاہ کہلاتا ہے۔

"میں نے شہنشاہ کا لباس پہن لیا ہے۔ اردشیر کا تاج میرے سر پر رہتا ہے اور اس کے تخت پر بیٹھ کر میں دربار لگاتا ہوں۔ امرا اور درباری میری خدمت میں نذرانے پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ میرے تخت کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں۔

"ماں! جب لوگ نذرانے پیش کر کے مجھے سجدہ کرتے ہیں تو مجھے عجیب سی لذت محسوس ہوتی ہے۔

"آپ استاد ارسطو سے کہیں کہ وہ مجھے دلائل عقلی سے دیوتا ثابت کر دے۔"

اولمپیاس اور ارسطو کو یہ خط ملے تو دونوں مختلف اندرونی کیفیات محسوس کرنے لگے۔

ارسطو سکندر کی ذہانت اور کارناموں سے خوش تو تھا مگر سکندر کے دیوتا کہلانے کی خواہش کو وہ ایک معصوم بچے کی ضد سے زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہ تھا جو آسمان پر چاند کو دیکھ کر اس کا مطالبہ کرتا ہے اور محرومی پر ہاتھ پاؤں پٹخنے لگتا ہے۔

اس نے سکندر کو مختصراً لکھ دیا "میں نے تجھ کو ہمیشہ ہی دیوتا زادہ کہا ہے۔ اس وقت بھی یہی کہہ سکتا ہوں لیکن میں تو بادشاہت ہی کو پسند نہیں کرتا نہ کہ شہنشاہیت یا شہنشاہ بننا۔ اگر تو شہنشاہ بن جانے کے بعد خوشی محسوس کر رہا ہے تو تُو نے خود کو بڑا نہیں ثابت کیا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تجھے ایشیا کچھ زیادہ پسند آگیا ہے۔ مزید یہ کہ میں بادشاہت ہی کو پسند نہیں کرتا اور تو شہنشاہیت کی بات کر رہا ہے۔

"دیوتائی کے معاملے میں میں تیری صرف اتنی مدد کر سکتا ہوں کہ میں تجھے زیوس کا بیٹا ثابت کردوں۔ شاید اس سے تیرا کام نکل جائے۔"

جب اولمپیاس نے بھی درخواست کی تو ارسطو نے کراہت سے پیش گوئی کی "تو نے سکندر کو زیوس کا بیٹا بنا کے اسے اولمپس پہاڑ کا راج سنگھاسن دے دیا۔ اب وہ ایشیا کی شہنشاہی کے مزے لوٹ رہا ہے اور اب تم دونوں شاید کبھی بھی ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکو۔"



سکندر نے شہنشاہ بن جانے کی خوشی میں عجیب عجیب حرکتیں کیں۔ لوگوں نے کئی طرح کے کرتب دکھائے۔ کچھ نے دوڑ میں حصہ لیا۔ سکندر برسین کے ساتھ یہ سارے مناظر دیکھ رہا تھا۔ خود تو خوش ہو رہا تھا لیکن برسین کو ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

افرِ ضیافت سائے کی طرح سکندر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کا بھی جی چاہتا تھا کہ سکندر اس کو نوازے مگر درخواست کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ اس نے ایک نئے کھیل کا بندوبست کیا۔ بہت سی رنگ برنگی گیندیں جمع کیں کپڑے کی بنی ہوئی گیندیں بہت سے لوگوں کی طرف اچھالی جاتیں اور جس کی طرف گیند جاتی وہ کسی دوسرے کے پکڑنے سے پہلے ہی دبوچ لینے کی کوشش کرتا۔ لوگ گیند پانے والے سے درخواست کرتے کہ وہ گیند اس کی طرف پھینکے اور جب گیند اس کی طرف پھینکی جاتی تو اسے کوئی درمیان ہی سے اچک لیتا اور گیند طلب کرنے والا اپنی محرومی پر شرمندہ ہوتا۔

یہ مزے دار کھیل سکندر کو بہت پسند آیا۔ کچھ دیر تو وہ دیکھتا رہا پھر برداشت نہ کرسکا اور اس کھیل میں خود بھی شریک ہوگیا لیکن اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ گیند افرِ ضیافت سے مانگ نہیں سکتا تھا۔ مانگنا سکندر کی شان کے خلاف تھا اور کسی اور کی طرف اچھالی گئی گیند کو پھرتی سے دبوچ لینا اس کی نظر میں کمتر حیثیت شخص کی حق تلفی تھی۔

وہ افرِ ضیافت کی طرف معصومیت سے دیکھتا رہا کہ شاید وہ سکندر کا مطلب سمجھ لے اور ایک گیند اس کی طرف بھی اچھال دے۔

جب یہ دلچسپ کھیل ختم ہوگیا تو سکندر نے افرِ ضیافت کو تخلیے میں طلب کیا اور کہا "آج تو نے مجھے بہت شرمندہ کیا۔"

افرِ ضیافت نے کہا "مجھے اگر یہ معلوم ہوتا کہ آپ کو بھی گیند درکار ہے تو میں ایک گیند آپ کی طرف اچھال بھی دیتا کیا واقعی آپ گیندوں کے اس کھیل میں دلچسپی لے رہے تھے؟"

سکندر نے جواب دیا "بالکل۔ میں نے ہمیشہ کھیلوں میں بڑی دلچسپی لی ہے۔"

افرِ ضیافت نے معذرت کی "جناب والا! اس کھیل کا بنیادی اصول یہ تھا کہ لوگ جب گیند مجھ سے طلب کرتے تھے تو میں گیند ان کی طرف اچھال دیتا تھا۔"

سکندر نے کہا "میں تجھ سے گیند طلب کرتا! یہ میرے ظرف میری حیثیت اور میرے وقار کے خلاف تھا۔"

افرِ ضیافت نے کہا "اور گیند نہ طلب کرنے والے کو گیند دینا اس کھیل کے اصول کے خلاف تھا۔"

سکندر نے کہا "تو نے میرے چہرے کی طرف دیکھا ہوتا تو سوال نظر آجاتا۔ تیرے کھیل کا یہ کیسا بے ہودہ اصول ہے کہ جب کوئی گیند تجھ سے طلب کرے تو تو اس کی طرف اچھال دے۔"

افرِ ضیافت نے آہستہ سے کہا "وقار، حیثیت، ظرف اور انسان کی اپنی ذاتی انا اسے اکثر محروم ہی رکھتے ہیں۔ میں نے آج تک بھی آپ سے کچھ بھی نہیں مانگا اور ہمیشہ محروم رہا۔ آپ نے مجھ سے گیند نہیں مانگی اور آپ محروم رہ گئے۔"

سکندر کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ تو یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ خاموش طبع اور بردبار افرِ ضیافت کے اندر اتنا زبردست طوفان چھپا ہوا ہے۔

اس کے بعد سکندر نے افرِ ضیافت کو اتنا نوازا کہ اس کے پاس انعام و اکرام رکھنے کی اتنی جگہ بھی نہ تھی۔

اس واقعے نے شہرت حاصل کی تو فلوٹس نے اپنے ساتھیوں میں ڈینگیں مارتے ہوئے کہا "سکندر کو جو کچھ ملا یا مل رہا ہے یہ سب کچھ میرے باپ پارمینیو کی وجہ سے ہے۔ جو انعام و اکرام سکندر برسین کے ذریعے تقسیم کروا رہا تھا اسے میرے باپ پارمینیو کے ذریعے تقسیم کروانا تھا۔"

یہ خبریں بھی سکندر تک پہنچ گئیں کہ فلوٹس سکندر کی حیثیت کم کرنے کا کوئی موقع بھی ضائع نہیں جانے دیتا۔



سکندر کو برسین میں غیر معمولی کشش محسوس ہوتی تھی۔ اس نے دارا کی ماں سے برسین کے بارے میں پوچھا "آپ کے خیال میں برسین کیسی ہے؟"

دارا کی ماں نے جواب دیا "بہت اچھی لیکن تجھے برسین کے

بجائے کسی کنواری لڑکی سے تعلق رکھنا تھا۔ برسین تو پہلے ہی ایک غیر معمولی شخص کی بیوی رہ چکی ہے اور تجھے ممنان جتنا بڑا بننے کے لئے ایک وقت درکار ہے۔"

سکندر کو بڑی حیرت ہوئی کہ دارا کی ماں کیسی فضول بات کر رہی ہے۔ سکندر نے... حقارت آمیز لہجے میں کہا "تو ممنان کو مجھ سے بڑا کہہ رہی ہے حالانکہ وہ شہنشاہِ ایران کا ایک ملازم تھا اور میں نے اس شہنشاہ کو دو بار شکست دے کر ایرانی شہنشاہیت ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اب کسی سے بھی پوچھ لے کہ ممنان بڑا ہے یا سکندر۔"

دارا کی ماں نے سکندر کو سمجھایا "میں جو کچھ تجھے بتا رہی ہوں اسے برسین کی نظر سے بتا رہی ہوں کیوں کہ برسین یہ سمجھتی ہے کہ تیری ساری فتوحات فوجی سرداروں اور قسمت کی مرہونِ منت ہیں۔"

سکندر نے کہا "یہی باتیں فلوٹس کہتا پھر رہا ہے۔ میرے خیال میں اب اس قصے کو ختم کر دینا چاہئے۔"

سکندر بدمزگی سے اٹھا، برسین کا ہاتھ پکڑا اور اس سے شکایتاً پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ تو ابھی تک ممنان کو بڑا آدمی سمجھتی ہے جب کہ اب تو ایشیا کے شہنشاہ کی بیوی ہے۔"

برسین نے جواب دیا "کسی شخص کا بڑا یا چھوٹا ہونا شہنشاہیت یا امیر البحر کے منصب پر منحصر نہیں۔ ممنان بھی بڑا آدمی تھا اور آپ بھی بڑے آدمی ہیں اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں دو بڑے آدمیوں میں سے ایک کی بیوہ اور دوسرے کی بیوی کہلاتی ہوں۔"

سکندر اس کو محل میں گھماتا پھراتا رہا۔ وہ بہت بے چین اور بے قرار تھا۔ اسے اپنی نوعمری کا بھی احساس تھا کہ شاید اسی نوعمری کی وجہ سے لوگ اس کو نظرانداز کر دینے کے عادی ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ اگر اس کا سینتالیس سالہ باپ فیلقوس پری پولس کے تخت پر شہنشاہ بن کے بیٹھتا تو سارے یونانی سردار سربسجود ہو جاتے لیکن یہ لوگ ایک نوجوان کے آگے سجدہ کرنے کو تیار نہیں۔

برسین نے سکندر کو فکرمند دیکھا تو اپنی صفائی پیش کی "میں طبعاً کم سخن واقع ہوئی ہوں اسی لئے میں آپ کی فتح پر بہت زیادہ خوش نہیں ہو سکتی اور اس خوشی کا اظہار بھی نہیں کر سکتی۔ فلوٹس آپ کے خلاف باتیں کرتا پھرتا ہے میں اس کا بھی کوئی خاص اثر نہیں لیتی۔"

سکندر نے کہا "لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ خوش رہے۔ میری خوشی کا احساس تجھے بھی ہو اور میرے غم کی تکلیف تو بھی محسوس کرے۔"

کسی نے بتایا کہ پارمینیو ہمدان (اکبتانہ) چلا گیا۔ اسے شبہ گزرا کہ شاید یہ کسی منصوبے کے ماتحت ہو رہا ہے۔ اب وہ کسی گہری سوچ میں جلا تھا اور اس کے کئی آدمی اب صرف فلوٹس کی نگرانی کر رہے تھے۔

پری پولس کے قریب ہی تختِ جمشید نامی جگہ تھی۔ یہاں رہتا شی خاندان کے حکمران دفن تھے۔ سائرس اعظم بھی یہیں دفن تھا اور سکندر کو اس عظیم حکمران سے عقیدت تھی۔

سکندر نے انٹی گونس سے کہا "میں سائرس اعظم کے مزار پر جانا چاہتا ہوں۔ تو ہمارے ساتھ چلے گا۔"

انٹی گونس نے اسے اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا حالاں کہ یہ کام پارمینیو کے بیٹے فلوٹس کو انجام دینا چاہئے تھا۔ اسے یہ شبہ بھی گزرا کہ شاید فلوٹس کا منصب انٹی گونس کو منتقل ہونے والا ہے۔

انٹی گونس نے تختِ جمشید جانے کی تیاریاں شروع کر دیں اور جب کسی نے فلوٹس کو یہ بتایا تو اسے تجسس ہوا اور وہ بھی پہنچا وہ انٹی گونی کے پہلو میں بیٹھ کر سکندر کی شکایتیں کرنے لگا "اب سکندر کچھ زیادہ ہی الٹے سیدھے فیصلے کرنے لگا ہے۔"

انٹی گونی نے خطرہ محسوس کیا "میں کہتی ہوں کہ زبان اپنے قابو میں رکھ کیوں کہ یہ غیر ذمے دارانہ زبان ہی ہوتی ہے جو کسی کو ذلیل و خوار کرواتی ہے اور کبھی کبھی جان بھی گنوا دیتی ہے۔"

فلوٹس نے کہا "اگر سکندر ایک بار اپنی زبان سے یہ اعتراف کر لے کہ اس کی کامیابیوں کے پس پردہ میرے باپ پارمینیو کا ہاتھ ہے تو میں سکندر کے خلاف بولنا چھوڑ دوں گا۔"

انٹی گونی نے پوچھا "یہ جو کچھ تو بکواس کر رہا ہے کبھی یہ بھی سوچا کہ اس کا حاصل کیا ہے؟"

فلوٹس نے جواب دیا "اب میں سکندر کی ہم نشینی سے تنگ آگیا ہوں اور کسی علاقے کی خود مختار حکومت چاہتا ہوں۔ میرے باپ کی بھی یہی خواہش ہے اور شاید اسی لئے وہ ہمدان (اکبتانہ) چلا گیا۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے سکندر سے ڈر لگنے لگا ہے کہ وہ مجھ سے سجدے کے لئے کہے اور میں انکار کردوں اور بات بگڑ جائے۔"

انٹی گونی نے کہا "اگر کبھی یہ امکان پیدا ہو کہ تجھے کہیں کی حکومت مل سکتی ہے تو تُو دمشق کی حکومت کی بات کرے گا۔ مجھے اپنا وطن بہت یاد آرہا ہے۔"

فلوٹس نے باہر نکل کے دیکھا انٹی گونس تختِ جمشید جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

فلوٹس اس کے پاس بیٹھ گیا اور پوچھا "کہاں کی تیاریاں ہو رہی ہیں؟"

انٹی گونس نے اسے ٹالتے ہوئے کہا "تیرے اس سوال کا جواب سکندر کے پاس ہے۔"

فلوٹس نے انٹی گونس کو ورغلایا "میرے باپ کی طرح تو بھی فیلقوس کے زمانے سے مقدونیہ کے شاہی خاندان کی خدمت کرتا چلا آرہا ہے مگر اس کا تمہیں صلہ کیا ملا۔ یہ ناتجربے کار نوجوان خدا بن بیٹھا اور ہم سے سجدے کروانے پر تلا ہوا ہے۔"

انٹی گونس کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

طولس غصے میں بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔ اس کے اندر ایک آتش فشاں باہر نکلنے کے لیے بے چین تھا۔ راستے میں ایک لڑکے نے طولس کو بتایا "وہ سامنے درخت کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ وہ لوگ آپس میں کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔"

طولس نے غصے میں لڑکے کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا "جا! بے وقوف یہاں سے۔"

لڑکے نے کہا "مجھے سکندر نے جس کام کے لیے رکھا ہے وہ کر۔"

طولس نے پوچھا "مجھے سکندر نے کس کام کے لیے رکھا ہے تو کیا جانے؟"

لڑکے نے کہا "یہ سب میں نہیں جانتا۔ تو ان یونانیوں میں جا تو سہی۔"

طولس نے لڑکے کے بتائے ہوئے مقام کی طرف دیکھا تو سامنے ایک پتھر کی دیوار نظر آئی اور اس دیوار کے اوپر درختوں کی شاخیں جھانک رہی تھیں۔

طولس نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور اس جگہ پہنچ گیا۔ پتھر کی دیوار کی آڑ میں درختوں کے نیچے واقعی پانچ یونانی سر سے سر جوڑے بیٹھے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ یہ معمولی حیثیت کے یونانی تھے۔ کوئی دو سو کا سردار تھا اور کوئی صرف پچاس کا سردار۔ ان میں کا ایک تو باربردار جانوروں کا نگراں تھا اور وہ فن تیر اندازی میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔

ان لوگوں نے طولس کو دیکھا تو احتراماً کھڑے ہو گئے۔

طولس نے پوچھا "یہاں ویرانے میں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟"

ایک تیر انداز نے جواب دیا "معلوم نہیں کیا بات ہے کہ جب میں کسی نامی گرامی آدمی کو دیکھتا ہوں تو جی میں آتا ہے کہ نشانہ لوں اور اس کا کام تمام کر دوں۔"

طولس نے پوچھا "کہیں تو نشے میں تو نہیں ہے کہ ہر بڑے آدمی کو نشانہ بنانا چاہتا ہے؟"

دو صدی سردار نے جواب دیا "تم لوگ یقین کرو کہ جب ہم سے نذرانوں اور سجدے کے لیے کہا گیا تو غصے میں سکندر کو قتل کر دینے کو دل چاہا مگر خود کو اکیلا محسوس کر کے خاموش رہا۔"

دوسرے تیر انداز نے ہنستے ہوئے کہا "میں تو چھپ کے کچھ اس طرح سکندر کو مار سکتا ہوں کہ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ یہ کام کس نے کیا؟"

پچاس سپاہیوں کا سردار کہنے لگا "میں کتنی ہی کوشش کروں لیکن کسی علاقے کی حکومت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ تاریخ میں کہیں میرا نام آئے گا حالانکہ مجھے دو چیزوں کا بہت شوق ہے۔"

طولس نے پوچھا "کن دو چیزوں کا؟"

اس نے جواب دیا "ایک تو یہ کہ مجھے کہیں کی حکومت مل جائے اور دوسری یہ کہ مجھے تاریخ میں غیر معمولی جگہ مل جائے؟"

دونوں تیر انداز ہنسنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کس قدر احمقانہ خواہش ہے کہ جس کی اوقات نہیں تو وہ چاہتا ہے دیوتا تجھ پر رحم کرے۔"

طولس کو یہ سب خیالی لوگ نظر آ رہے تھے جو اپنی خواہشات کی تکمیل خیالوں میں کر رہے تھے۔ بظاہر یہ اتنے اہم بھی نہیں تھے کہ فوج میں کوئی ہنگامہ کھڑا کر سکیں۔ اب سکندر بھی ایشیا کا شہنشاہ بن چکا تھا، ہخامنشی خاندان کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ ایران کے چاروں دارالخلافے سکندر کے قبضے میں تھے۔ چار لاکھ کی آبادی کے نہایت اہم شہر پرسی پولس پر سکندر نے ایسا فیصلہ کن قبضہ کیا کہ اب وہ ہخامنشی خاندان کے نہایت اہم شہنشاہ اردشیر کا تاج پہن کر اس کے تخت پر بیٹھ جاتا ہے۔ امرا اور درباریوں سے نذرانے لے کر ان کو اپنے قدموں میں سجدہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ عام یونانی عقیدے کے مطابق سکندر زیوس کا بیٹا بھی ہے۔ اس کی تصدیق مصر کے سب سے بڑے دیوتا آمن ساع نے بھی کر دی ہے۔ پوری یونانی فوج کا یہ عقیدہ ہے کہ جس جنگ میں سکندر شامل ہو گا وہ قطعی فتح حاصل کرے گی۔ ایسے فاتح دیوتا زادے اور مقبول عام شہنشاہ کے خلاف یہ چھوٹے موٹے پانچ شخص خود سے کوئی سازش کس طرح کر سکتے ہیں۔

طولس ان پانچوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا کہ اس کی موجودگی کا ان کی باتوں اور خیالی منصوبے پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

جو شخص شہرت کا طالب تھا، کہنے لگا "اگر میں کسی طرح سکندر کو قتل کر دوں تو مجھے زبردست شہرت حاصل ہو جائے گی۔ یونانی ایشیائی، افریقی اور سکندر پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں میرا ذکر ضرور ہو گا۔"

طولس نے اس کو دھمکی دی "میں تجھ کو گرفتار کر سکتا ہوں۔"

لیکن دو صدی سردار نے بھی سکندر کا شکوہ کیا "بھائیو! یہ بھی تو سوچو کہ سکندر یونانی روایات کے خلاف حرکتیں کر رہا ہے۔ جب تک اسے غیر معمولی فتوحات حاصل نہیں ہوئی تھیں وہ متحدہ یونانی افواج کا سپاہ سالار تھا مگر اب وہ اچانک شہنشاہ بن بیٹھا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب سکندر بابل یا ایران میں ہی رہے گا، یونان واپس نہیں جائے گا کیوں کہ یونانی شہنشاہ کی حیثیت سے سکندر کو قبول نہیں کریں گے۔ کچھ عرصے بعد فوج میں مقامی لوگوں کی بھرتی شروع ہو جائے گی اور ہم یونانیوں کو فارغ کر دیا جائے گا اور حکم ملے گا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔"

یہ ساری معلومات اور انکشافات ایسے نہیں تھے کہ انھیں بھی خیالی کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا۔ طولس بھی یہ سب کچھ محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سکندر کی نظر میں اپنے باپ پارمینیو کی عزت و توقیر کم ہوتی محسوس کی تھی۔

انھیں اپنے آس پاس کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوا۔

طولس نے اٹھ کے دبے قدموں آس پاس کا جائزہ لیا اور آخر کار ایک درخت کے پیچھے سے اسی بارہ تیرہ سالہ لڑکے کو پکڑ لیا۔ لڑکا بھی یونانی تھا۔

طولس اس کو گردن سے پکڑے ہوئے پانچوں کے پاس لے گیا اور کہا "یہ چھپ کے ہماری باتیں سن رہا تھا۔"

اب ان پانچوں نے لڑکے پر جرح شروع کر دی تو معلوم ہوا کہ وہ کسی ایرانی کی یونانی بیوی کا بیٹا ہے اور اس کی ماں نے اس کی پرورش یونانیوں کے انداز میں کی ہے اور وہ زبان بھی یونانی بولتا ہے۔

انھیں یونانی عورت کی بڑائی کا احساس ہوا جس نے ایرانی مرد سے شادی کر کے ایران میں رہتے ہوئے یونانیت کو زندہ رکھا تھا۔

پانچوں نے باری باری جتنے سوال کیے ان کا مطلب یہی تھا کہ اس کی ماں یونان کے کس شہر سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے ایرانی باپ کا کیا نام ہے۔ وہ حکومت کا کوئی عہدیدار ہے یا کوئی عام شہری اور وہ ان کی گفتگو چھپ کے کیوں سن رہا تھا؟

لڑکے نے بتایا کہ اس کی ماں کا تعلق تھسلی سے ہے۔ اس کا باپ ایرانی فوج میں افسر تھا جو پرسی پولس کی جنگ میں مارا گیا اور اس کی ماں چاہتی ہے کہ اس لڑکے کو بھی یونانی فوج میں ملازمت مل جائے اور یہ کئی دن سے کسی ذریعے کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ اس وقت پانچ چھ یونانیوں کو درخت کے نیچے باتیں کرتے دیکھا تو انھیں ذریعہ سمجھ کر چھپ کر کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر بعد وہ ان سے مطلب کی بات کرتا۔

ان سب کو اس لڑکے پر رحم آیا اور ہر کوئی اسے ملازمت دلوانے پر آمادہ ہو گیا۔

طولس نے کہا "تو میرے ساتھ رہ۔ میں تجھے اپنے فوجی دستے میں رکھ لوں گا۔"

دوسرے یونانیوں نے بھی پیشکش کی اور ہر کوئی لڑکے کو اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ تھا لیکن لڑکے نے طولس کو پسند کر لیا۔

اب طولس نے ہنستے ہوئے شہرت کے طالب یونانی سے پوچھا۔ "ہاں تو تو نے دائمی شہرت حاصل کرنے کا کوئی طریقہ سوچا؟"

یونانی نے جواب دیا۔ "مجھے جو کچھ سوچنا تھا سوچ لیا۔ اس سے بہتر دائمی شہرت حاصل کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔"

طولس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "آپ ذرا یہ بھی بتا دے کہ تیرے جیسا کم تر حیثیت کا آدمی سکندر تک کس طرح رسائی حاصل کرے گا؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں فریادی بن کے سکندر کے پاس جاؤں گا اور اپنے خنجر سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔"

دو صدی سپاہیوں کے سردار کو ہنسی آ گئی۔ "تو تو بالکل احمق نکلا کہ یہ بھی نہیں جانتا کہ جب سکندر کے محافظ تجھے فریادی کی حیثیت سے سکندر کے پاس لے جائیں گے تو وہ پہلے تیری تلاشی لیں گے اور ہتھیار ہاتھ ہی برچھے تجھ سے لے لی جائے گی۔"

شہرت کا طالب یونانی کچھ فکر مند ہو گیا شاید اسے اپنے منصوبے کی ناقص حکمت عملی کا علم پریشان کر رہا تھا۔

اس وقت بھی اس کی کمر میں ایک خنجر لٹکا ہوا تھا اور ہاتھ میں ایک کمان اور دو تیر تھے۔ اس نے کمان میں ایک تیر جوڑا اور تقریباً بیس پچیس گز دور درخت کے موٹے تنے کے بل اکھڑے ہوئے نشان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں اتنی دور سے اس نشان کو نشانہ بنا سکتا ہوں۔"

اس نے نشانہ لیا اور تیر چھوڑ دیا۔ تیر ٹھیک نشانے پر لگا۔

طولس کے علاوہ سب ہی نے تالیاں بجائیں اور لڑکا تو اس قدر خوش ہوا کہ تیر انداز کے دونوں ہاتھ چومنے لگا۔ "میں تجھ سے ہی تیر اندازی سیکھوں گا۔"

طولس نے پوچھا۔ "باتیں تو کچھ اور ہو رہی تھیں پھر یہ اچانک ہمارے درمیان تیر اندازی کہاں سے آ گئی؟"

شہرت کے طالب تیر انداز نے جواب دیا۔ "میں اسی طرح زہر میں بجھے تیر سے سکندر کو دوری سے نشانہ بناؤں گا۔"

طولس کے علاوہ سب ہی اس تجویز پر ہنسنے لگے۔

طولس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب فضول بکواس کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے اور ہاں دیکھ شہرت کے طالب انسان! یونان کے اندھے شاعر ہومر نے لینڈیا اور ایلیڈ لکھ کے غیر معمولی شہرت حاصل کر لی اور آنکھوں والے شاعر اور ڈراما نگار ایسی شہرت سے محروم رہے۔ تیری ناقص سوچ اور جاہلانہ ارادوں کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ ایک روز پوری یونانی فوج میں یہ خبر گرم ہو گی کہ ایک یونانی حالت جنون میں سکندر پر حملہ آور ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ اس جنونی قاتل کا کوئی نام پوچھنا بھی گوارا نہ کرے گا اور جو شخص سکندر کے حکم سے قتل کرے گا، تاریخ میں اس کا نام ضرور آئے گا اس لیے بہتر ہے کہ تو کچھ اور سوچ۔"

وہ سب اپنی اپنی راہ ہو لیے۔ طولس بارہ تیرہ سالہ یونانی نژاد لڑکے کو لے کر اینٹی گونی کے پاس چلا گیا۔

اس وقت وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

اینٹی گونی نے لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

طولس نے مختصر جواب دیا۔ "یہ ایک یونانی ہے اور ملازمت کے چکر میں بھاگا بھاگا پھر رہا ہے۔"

اس کے بعد طولس نے پورا واقعہ بیان کر دیا اور کہا۔ "معلوم نہیں کیسے کیسے لوگ فوج میں آ گئے ہیں اور غیر ذمے دارانہ باتیں کرتے رہتے ہیں۔"

اینٹی گونی نے کہا۔ "تو سکندر کے فوجی دستوں میں مخبری اور خبر گیری کے لیے رکھا گیا ہے۔ تجھے یہ ساری خبریں سکندر تک پہنچا دینی چاہئیں۔"

طولس نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں یہ خبریں سکندر

تک پہنچا تو وہاں مگر یہ کوئی خطرناک فوجی سازش نہیں ہے۔ یہ ان سب کا انفرادی خیال تھا اور میرا خیال ہے کہ یہ پانچوں ہمیشہ خیال ہی رہیں گی اور وہ سادہ معصوم لوگ بلاوجہ قتل کر دیے جائیں گے۔"

انٹی گونی نے کہا "دیوتا تجھ پر رحم کرے۔ مجھے تو یہ طوفان کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہیں۔"

فلوٹس کو ایک مرتبہ پھر پار مینیو کی معظم حیثیت کا احساس ہوا۔ "میں پار مینیو کا بیٹا ہوں۔ سکندر کی فتوحات پار مینیو کی مرہون منت ہیں۔ وہ پانچوں میری نظر میں ہیں۔ میرے آدمی ان کی نگرانی کریں گے اور جب میں انہیں موقع واردات پر پکڑوں گا تو ان کی یہ ساری باتیں سکندر کے گوش گزار کروں گا۔ اس وقت سکندر میری واہ واہ کرے گا اور اسے اندازہ ہو جائے گا کہ پار مینیو کا بیٹا بھی کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔"

انٹی گونی نے طنز کیا۔ "تو پار مینیو کا بیٹا ہے مگر پار مینیو اور سکندر کے اس فرق کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ پار مینیو عمر میں بہت بڑا ہونے کے باوجود مرتبے اور مقام میں سکندر سے بہت چھوٹا ہے۔ وہ سکندر کی مرضی اور اجازت کے بغیر اپنے خیمے سے ایک قدم بھی نہیں نکال سکتا۔ معلوم نہیں تو اپنے باپ پار مینیو کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ سکندر کے سامنے خود کو غیر محفوظ سمجھتا ہے اس لیے وہ ہمدان (اکبتانہ) چلا گیا اور تو سکندر سے بہت زیادہ قریب ہونے کے باوجود اس کو محکوم سمجھ رہا ہے۔"

پار مینیو کو انٹی گونی نے ضرورت سے زیادہ حقیر اور کمزور سمجھنے کی جو غلطی کی تھی فلوٹس اس پر بہت ناراض ہو گیا اور دونوں میں گفت و شنید بند ہو گئی۔

دوسرے دن سکندر انٹی گونس کے ساتھ تخت جمشید چلا گیا لیکن فلوٹس کو اپنے ساتھ نہیں لے گیا۔

تخت جمشید جانے سے پہلے سکندر نے فلوٹس کو بلوا کے سخت تاکید کی۔ "میں نے سنا ہے کہ کئی یونانی مجھے نہ تو زیوس کا بیٹا سمجھتے ہیں اور نہ ایشیا کا شہنشاہ۔ وہ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ مجھے تو ساری خبریں پہنچتی رہتی ہیں مگر تو لاعلم رہتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟"

فلوٹس نے جواب دیا۔ "جب چار فوجی کہیں بیٹھتے ہیں تو خود کو آزاد فضا میں آزاد محسوس کرتے ہیں اور غیر ذمے دارانہ باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ کم از کم میں تو یہی سمجھتا ہوں اور اگر ان پر توجہ دی جائے اور ان گپ شپ کرنے والوں کو سزائیں دی جائیں تو فوج کا بیشتر حصہ ٹھکانے لگ جائے گا۔"

سکندر انٹی گونس کے ساتھ تخت جمشید روانہ ہو گیا اور فلوٹس ایک ٹیلے سے ان جانے والوں کو دیکھتا رہا۔ ان جانے والوں میں وہ پانچوں منصوبے باز بھی تھے جو ایک درخت کے سائے میں بیٹھے گپ شپ میں مشغول تھے اور ان میں ایک غیر معمولی شہرت کا طلب گار بھی تھا۔

> ایک مجلس میں کسی واعظ نے کہا "بندہ نشے کی حالت میں مر جائے تو جب تک دفن رہے گا' نشے میں ہی رہے گا اور جب زندہ کرکے اٹھایا جائے گا' اس وقت بھی نشے ہی میں ہوگا۔"
>
> اس مجلس کے ایک کونے میں حضرت بہلول دیوانے بھی بیٹھے تھے' وہیں سے چلا کر بولے "واللہ یہ اتنی اعلیٰ درجے کی شراب ہے' جس کا ایک جام بیس درہم میں سستا ہے۔"

پھر اس نے اچانک دیکھا کہ بارہ سالہ لڑکا بھی ان پانچوں کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔

فلوٹس نے لڑکے کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ لڑکا شہرت کے طلب گار یونانی کے پاس پہنچ کر ساتھ چلنے کی خوشامد کر رہا تھا اور پھر اس یونانی نے اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔

فلوٹس نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔ "تو اس کو کہاں لے جا رہا ہے؟"

یونانی نے جواب دیا۔ "یہ مجھ سے تیر اندازی سیکھنا چاہتا ہے اور اب یہ میرے ساتھ رہے گا۔"

فلوٹس کو ایک جھٹکا سا لگا اور لڑکے سے کہا۔ "تو نے کمال ہی کر دیا۔ مجھے بتائے بغیر اس کے ساتھ ہو لیا۔ میں تو تجھے ڈھونڈتا ہی رہ جاتا۔"

جب تک سکندر کا قافلہ جاتا ہوا نظر آتا رہا' فلوٹس اسے دیکھتا رہا۔ واپسی میں اس کے گھوڑے کی رفتار بہت سست تھی۔ اب وہ واقعی بے حد فکر مند تھا۔

انٹی گونی سے بول چال پہلے ہی سے بند تھی۔ اس وقت فلوٹس کو بے حد فکر مند دیکھ کر انٹی گونی نے پوچھ ہی لیا "کیا بات ہے۔ سکندر تخت جمشید چلا گیا اور تجھ کو اپنے ساتھ نہیں لے گیا؟"

فلوٹس نے جواب دینے کے بجائے پوچھا۔ "وہ لڑکا کہاں ہے؟"

انٹی گونی نے جواب دیا۔ "یہیں کہیں ہوگا' کچھ دیر میں آ جائے گا۔"

فلوٹس نے کہا۔ "لیکن وہ نہیں آئے گا۔"

انٹی گونی نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔ "مگر کیوں؟ وہ کیوں نہیں آئے گا؟"

فلوٹس نے تھکے ہارے فوجی سردار کی طرح جواب دیا۔ "میں نے اس کو سکندر کے قافلے میں دیکھا ہے۔ اب وہ کسی ماہر تیر انداز سے فن تیر اندازی سیکھے گا۔"

انٹی گونی نے محسوس کیا کہ فلوٹس کو پسینے آ رہے ہیں۔ دونوں

طرف کنپٹیوں کے نیچے پسینے کے قطرات چمک رہے تھے۔

انٹی گونی نے پوچھا "شاید کوئی اور بات بھی ہے جسے تو چھپا رہا ہے؟"

فلوٹس سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ "مجھے حیرت تو یہ ہے کہ وہ پانچوں سازشی بھی سکندر کے ہم رکاب ہیں اور میں ڈر رہا ہوں کہ تخت جمشید میں کوئی حادثہ رونما ہو جائے۔"

○☆○

سکندر تخت جمشید میں ہخامنشی خاندان کے مرے ہوئے حکمرانوں کے مزارات دیکھتا رہا اور آخر میں سائرس اعظم کے مزار پر گیا۔ وہ ایران کے اس فاتح سے بے حد متاثر تھا اور دل سے اس کی عزت کرتا تھا۔

مزار پر تعینات محلے نے آگے بڑھ کے سکندر کا استقبال کیا۔ یہ لوگ کاہن بھی تھے۔

ایک کاہن نے سکندر کو سجدہ کیا اور خوش خبری سنائی۔ "ہمیں تیرا بہت دنوں سے انتظار تھا تو یقیناً شمس کا بیٹا ہے اور شمس کے بیٹے کو موت بھی نہیں چھو سکتی۔"

سکندر نے اس کاہن کو انعام و اکرام سے نواز دیا اور اس کاہن نے سکندر کو...... مزار کی سیر کرائی۔ مزار کئی جگہ سے شکستہ تھا۔ سکندر نے ان شکستہ حصوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان کی مرمت کرائی جائے اور مزار کو خوشبویات سے مہکایا جائے۔ یہ ایران کی عظمت رفتہ کی یادگار ہے۔"

کئی دن بعد وہ پرسی پولس واپس پہنچا اور پہلا قدم یہ اٹھایا کہ انٹی گونس نے فلوٹس کو گرفتار کر لیا۔ بھرے دربار میں سکندر کے روبرو قیدی فلوٹس کو مجرم کی طرح پیش کر دیا گیا۔

یہیں ایک طرف پانچوں یونانی سازشی بھی موجود تھے اور بارہ تیرہ سالہ لڑکا سکندر کے قریب تخت کے بائیں جانب کھڑا تھا۔

سکندر نے فلوٹس کو خشمگیں نظروں سے دیکھا۔ "تو تو پار مینیو کا بیٹا ہے!"

فلوٹس نے دلیری سے جواب دیا۔ "بے شک' شک و شبے سے بالاتر۔"

سکندر نے انٹی گونس کی طرف دیکھا۔ "یہ کہتا ہے کہ میری ساری فتوحات اس کے باپ پار مینیو کی مرہون منت ہیں۔ انٹی گونس تو کیا کہتا ہے؟"

انٹی گونس نے کہا۔ "ساری فتوحات زیوس کی مہربانیوں کا نتیجہ ہیں اور آپ زیوس کے بیٹے ہیں ورنہ پار مینیو کی کیا حیثیت ہے جو ٹرائے سے مصر تک ان علاقوں کو فتح کراتا۔ ڈیلفی کا مندر اپنی غیبی آواز سے آپ کو زیوس کا بیٹا کہتا ہے۔ مصر کے سائیرنی کے مندر سے خوش خبری سنائی گئی کہ آپ آمن رع کے بیٹے ہیں۔

بابل میں بلند جنائے کے اندر سے غیب کی آواز آئی کہ آپ زمین پر مردوخ کے بیٹے ہیں اور تخت جمشید میں سائرس اعظم کا کاہن آپ کو دلیر اعظم کہہ رہا تھا۔ ان تمام خوش خبریوں کی موجودگی میں پار مینیو کے دعوے کو کوئی کس طرح مان سکتا ہے۔"

سکندر نے تخت کے بائیں جانب کھڑے ہوئے لڑکے سے پوچھا۔ "تو نے ان پانچ آدمیوں کو فلوٹس کی موجودگی میں کس قسم کی باتیں کرتے سنا تھا؟"

لڑکے نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا سب کچھ صاف صاف بیان کر دیا۔

سکندر نے فلوٹس سے کہا۔ "میرے خلاف یہ سازش تیری موجودگی میں ہوئی مگر تو نے مجھے اس سے لاعلم رکھا۔"

فلوٹس نے جواب دیا۔ "جسے آپ سازش کہہ رہے ہیں وہ چند فوجیوں کی خوش گپیاں تھیں۔ ان میں صرف ایک لاف زنی کر رہا تھا' جسے ہم سازش نہیں کہہ سکتے۔"

انٹی گونس نے کہا۔ "یہ ایک خطرناک سازش تھی۔"

یہیں ہپاسٹس بھی موجود تھا اور اسے صاف گو اور غیر جانبدار سمجھا جاتا تھا۔ سکندر نے اس سے پوچھا۔ "ہپاسٹس تیرا کیا خیال ہے؟"

ہپاسٹس نے بطور خاص' طالب شہرت یونانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس سازش سے متعلق آپ کے ہر سوال کا جواب یہ شخص بالکل صحیح دے سکتا ہے۔"

سکندر نے اس شخص سے پوچھا۔ "کیا تو اپنی شہرت کی خاطر مجھے قتل کرنا چاہتا تھا؟"

شہرت کے طلب گار یونانی نے جواب دیا۔ "مجھ سے جو کچھ کہا گیا تھا میں نے کہہ دیا۔"

مقدمے کی کارروائی ختم ہو گئی اور اس طالب شہرت یونانی سے کسی نے بھی یہ نہیں پوچھا کہ تجھ سے کس نے کیا کہا تھا جو تو نے کہہ دیا۔

سکندر نے فلوٹس سمیت پانچوں کو جلاد کے حوالے کر دیا اور کچھ ہی دیر بعد انٹی گونی کو سر کے بغیر اپنے محبوب کا لاشہ موصول ہو گیا۔

اسی روز دس آدمیوں کا ایک خاص دستہ ہمدان (اکبتانہ) روانہ کر دیا گیا جسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ سکندر کی فتوحات کے نام نہاد شریک سہیم پار مینیو کو بے خبری میں ہلاک کر دیا جائے۔

پار مینیو کو خاموشی سے قتل کر دیا گیا۔

گویا اب سکندر کی ساری فتوحات اور کامرانیاں ایک دیرینہ زاویے کی کامرانیاں کہلائیں گی۔ اپنے باپ کے وقتوں کے لائق' وفادار' جان نثار بلکہ محسن کو قتل کروا دینے کے بعد سکندر خود کو بے حد بھلا محسوس کر رہا تھا۔

فلوتس اور پارمینیو کے قتل سے یونانی خوش نہیں تھے لیکن وہ سکندر کی مخالفت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر فلوتس سے کوئی کوتاہی ہوئی تھی تو ایک بار تیرہ سالہ لڑکے کو اتنی حیثیت کیوں حاصل ہو گئی کہ اسے سکندر کے دربار میں بائیں جانب کھڑا کیا گیا۔ یہ لڑکا سازش کرنے والوں کے پاس کس طرح پہنچا اور کس نے پہنچایا اور یہ کہ اس کی گواہی کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی؟ ایک انتہائی کارگزار افسر کو اس لڑکے کے بیان پر سزائے موت دے دی گئی اور اگر فلوتس مجرم تھا بھی تو پارمینیو کو کیوں قتل کروا دیا گیا؟

ان تمام سوالوں کا ایک ہی جواب تھا "جذبۂ حسد"۔ اسی حسد نے عزازیل کو حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے روک دیا تھا۔ فلوتس کا بار بار یہ کہنا کہ سکندر کی فتوحات میں اس کے باپ پارمینیو کا بڑا ہاتھ ہے، یونانی بھی اس کا اقرار کرنے لگے تھے لیکن سکندر دیوتا زادہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے کی برتری تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا۔ پارمینیو کو قتل کر دینے کا حکم دینے سے پہلے سکندر کو اپنے باپ فیلقوس کی وہ بات بھی یاد نہیں رہی کہ پارمینیو ہر حال میں زندگی بھر اس کا وفادار رہے گا۔

پارمینیو اور اس جیسے دوسرے مظلوموں کی افسوسناک موت سے یہی سبق ملتا ہے کہ انتہا پسندی کیسی بھی ہو، اچھی نہیں ہوتی۔ بہت زیادہ وفادار یا نیک ہونا بھی برائی میں شمار کیا جاتا ہے۔ انسان کو وفادار ہونا چاہیے لیکن کتے جتنا نہیں۔ کتے کی وفاداری... مثال اور حوالہ بن گئی مگر انسان اور کتے میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔

انتی گونی نے بر سین سے ملاقات کرنی چاہی مگر یہ ملاقات بہت مشکل سے ہوئی۔ جب بر سین کو یہ بتایا گیا کہ مقتول فلوتس کی محبوبہ انتی گونی بر سین سے ملنا چاہتی ہے تو اسے نہ تو تجسس ہوئی نہ حیرت۔ اس وقت وہ لکڑی کے ایک چھوٹے سے صندوقچے کو لیے بیٹھی تھی۔ اس کھلے ہوئے صندوقچے کو پہلے تو اس نے بند کیا اس کے بعد کپڑوں میں چھپا کر رکھ دیا اور انتی گونی کو طلب کر لیا۔

انتی گونی روتی ہوئی بر سین کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ بر سین نے پوچھا "کیا بات ہے تو کیوں رو رہی ہے؟"

انتی گونی نے جواب دیا "تیرے شوہر نے میرے محبوب کو قتل کروا دیا حالانکہ فلوتس سکندر کا نہایت وفادار ساتھی تھا۔"

بر سین نے لاتعلقی اختیار کی "لیکن اس واقعے کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟"

انتی گونی نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا "سکندر تیرا شوہر ہے اور تیرے شوہر کے حکم سے میرے محبوب کو قتل کر دیا گیا۔ یہ کوئی تعلق ہی نہیں!"

بر سین نے کہا "مجھے سکندر کے کسی بھی کام سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر وہ شہروں کو فتح کرے گا تو مجھے کوئی خوشی نہیں ہوگی اور اگر سکندر کو کسی معاملے میں ہزیمت ہوئی... تو مجھے دکھ نہیں ہوگا۔"

انتی گونی نے روتے ہوئے کہا "کیا تو عورت نہیں ہے کیا تو نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی ہے؟"

بر سین نے جواب دیا "ان فضول باتوں سے تجھے کیا حاصل ہوگا؟ اب تو تیرا محبوب فلوتس قتل بھی ہو چکا اب اگر میں سکندر سے کوئی سفارش کروں تو اس سے کیا کہوں۔ کیا یہ کہ وہ مقتول کو زندہ کر دے؟"

انتی گونی نے کہا "میں تیرے شوہر کو تیرے سامنے اتنا برا بھلا کہوں گی کہ وہ غصے میں مجھے بھی قتل کروا دے گا۔"

انہی باتوں کے درمیان سکندر بھی آ گیا۔ وہ انتی گونی کو پہچانتا نہیں تھا، بر سین سے پوچھا "یہ کون ہے اور کیوں رو رہی ہے؟"

انتی گونی نے غم و غصے میں سکندر کو قاتل، وفا ناشناس، احسان فراموش، محسن کش، حاسد اور قاتل جیسے القاب سے نواز دیا۔

بر سین نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا "حکومت کے معاملات سے میرا کیا تعلق؟"

سکندر کو بر سین کی یہ ادا کچھ عجیب سی لگی اور انتی گونی سے کہا "عورت! وہ سارے القاب جن کا مستحق فلوتس تھا تو نے مجھے دے ڈالے۔ فلوتس سازشی تھا، حاسد تھا، احسان فراموش تھا، محسن کش تھا گو کہ وہ قتل نہیں کر سکا لیکن وہ اپنے منصوبے کے اعتبار سے ناکام قاتل تھا۔"

انتی گونی نے پوچھا "اب میں کہاں جاؤں، کس کے پاس جاؤں؟"

سکندر نے جواباً پوچھا "فلوتس کے پاس آنے سے پہلے تو کہاں تھی کس کے پاس تھی؟"

اس سوال نے انتی گونی کو چکر میں ڈال دیا۔

سکندر نے کہا "جنگی افراتفری اور شکست خوردگی کا زخم کھانے والی عورتیں اور لڑکیاں کہاں جاتی ہیں؟ عموماً فاتحین کے دلوں اور گھروں میں جگہ پا جاتی ہیں۔ تو بھی کوئی دوسرا فلوتس تلاش کر لے۔"

انتی گونی نے بر سین کے ساتھ رہنا چاہا تو سکندر نے اس کی یہ درخواست رد کر دی۔ بر سین نے ان دونوں کی باتیں سنیں تو اسے کسی قدر تعجب ہوا۔ انتی گونی بہت حسین تھی اور بر سین کے خیال میں اگر سکندر انتی گونی کو بھی رکھ لیتا تو کوئی بری بات نہ تھی۔

سکندر نے انتی گونی کو مشورہ دیا "اگر تو پسند کرے تو یونان سے آیا ہوا فوجی سردار اینٹلاس مناسب رہے گا۔ تو اس سے ملاقات کر۔ اگر پسند آ جائے تو میں تیری سفارش کروں گا۔"

انتی گونی نے جواب دیا "کل تیری بھی تیرے حسد اور انتقام کا نشانہ بن سکتا ہے اس کے بعد تو مجھے کسی تیسرے فوجی سردار کے پاس بھیج دے گا اس لیے مجھے دمشق بھیج دیا جائے تاکہ میں بقیہ زندگی سکون سے بسر کر سکوں۔"

سکندر نے اس کو دمشق جانے کی اجازت دے دی۔ اس وقت اس کے دل و دماغ پر دارا اور بسوس مسلط تھے۔ ایک غیر مصدقہ خبر کے مطابق دارا باختر کے حکمران بسوس کی قید میں تھا اور وہ دارا کے سارے فوج اکٹھا کر رہا تھا۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ دارا کی موجودگی میں بسوس نے اردشیر کا لقب اختیار کر لیا ہے اور خود کو ایران کا شہنشاہ کہتا ہے۔

اب سکندر کے لیے وقت ضائع کرنا خطرناک تھا۔ اس نے چند مجوسی رہنما ساتھ لیے اور بجیمہ کا تیپن کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ اطلاعات کے مطابق دارا کو اسی نواح میں دیکھا گیا تھا۔ جب وہ بابِ کاتیپن جسے ایرانی باب قزوین کہتے تھے میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ دارا مشرقی علاقوں میں فرار ہو گیا۔ اس افواہ کی بھی تصدیق ہو گئی کہ دارا بسوس کا قیدی ہے اور تین دوسرے علاقائی حکمران بسوس کی مدد کر رہے ہیں۔

سکندر جلد از جلد مشہد (خراسان) اور باختر (بلخ) پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اسے ایک طویل راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اگر وہ چاہتا تو کاروانی راستوں سے باختر پہنچ سکتا تھا مگر اچانک باختر کی پشت پر پہنچ کر حملہ آور ہونے سے وہ زیادہ فائدے اٹھا سکتا تھا۔ اس نے مجوسی رہنماؤں سے پوچھا "باختر کی پشت پر پہنچنے کے لیے قریبی راستہ کون سا ہے جو عام کاروانی راستوں سے الگ، مخفی اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو؟"

ایک مجوسی رہنما نے جواب دیا "ایک قریبی راستہ ہے تو ضرور لیکن یہ ریگستان سے گزرتا ہے یعنی صحرائے لوط سے، یہ ہمیں افغانستان تک پہنچا دے گا جہاں سے ہم کوہستانی سلسلوں کو عبور کر کے باختر کے عقب میں پہنچ جائیں گے۔"

سکندر نے پوچھا "اس قریبی ریگستانی راستے میں کس قسم کی دشواریاں پیش آئیں گی؟"

مجوسی رہنما نے پانی اور خوراک کا ذکر کیا "یہاں نہ تو پانی ملے گا اور نہ خوراک۔ اگر ان دونوں مشکلوں پر قابو پا لیا جائے تو پھر راستہ بہت مختصر ہو جاتا ہے اور کوئی ہمیں سفر کرتے ہوئے دیکھ بھی نہیں سکے گا۔"

سکندر مجوسی رہنما کی تجویز پر غور کرتا رہا پھر سخت جان پیادوں کو گھوڑے دیے گئے اور جیش پسند سواروں کو ہمراہ جانے کا حکم دیا گیا۔

سکندر نے خوراک اور پانی کا مجوسی رہنماؤں کے اندازوں کے مطابق انتظام کیا اور اس دشوار گزار راستے پر چل دیا۔ مجوسی رہنماؤں کو یہ ہدایت بھی کی گئی کہ وہ اس ریگستان میں پانی کے ذخائر کی بھی جستجو کرتے رہیں۔

انتی گونس نے اس صحرائی راستے کے انتخاب کو سکندر کے جنون سے تعبیر کیا۔ اس نے اس خطرناک راستے کی مشکلات کا اندازہ لگایا تھا اور اب وہ خود بھی سکندر کو ایک جنونی خود اعتماد سمجھ رہا تھا۔ راستے کو جلد از جلد عبور کرنے کے لیے سکندر نے ایک زبردست غلط مول لے لیا تھا۔ راستے میں پانی کم پڑ گیا اور لوگ پیاس سے تلملانے لگے۔

سکندر نے خود بھی پانی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے۔ مجوسی رہنما شرمندہ تھے کہ پانی اور خوراک کے معاملے میں ان کے اندازے غلط ثابت ہوئے تھے۔

لوگ سفر کے ساتھ ساتھ پانی بھی تلاش کر رہے تھے یہاں تک کہ ایک فوجی کہیں سے تھوڑا سا پانی لے آیا۔ یہ پانی چند انسانوں کے حلق تر کر سکتا تھا۔ اسے سکندر کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ انتی گونس نے درخواست کی "جناب! آپ یہ پانی پی سکتے ہیں۔"

سکندر نے پانی کو کچھ دیر دیکھا پھر دریافت کیا "اس پانی سے کتنوں کی پیاس بجھ سکتی ہے؟"

انتی گونس نے جواب دیا "چند نہیں مگر آپ کی پیاس ضرور بجھ سکتی ہے۔"

سکندر نے یہ پانی زمین پر گرا دیا "جو پانی پوری فوج کی پیاس نہ بجھا سکے وہ ہمارے لیے بیکار ہے۔"

اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے سفر کی رفتار تیز کر دی اور ہرات میں داخل ہو گئے۔ یہاں انہیں وافر مقدار میں پانی میسر آیا۔ فوج نے پیاس بجھائی، کچھ دیر آرام کیا۔

سکندر کو یہ جگہ پسند آئی۔ بالکل اسی طرح جس طرح مصر کا ساحلی علاقہ پسند آیا تھا اور وہاں اسکندریہ نامی شہر بسا دیا تھا۔

ہرات میں ایک نئے شہر کی بنیاد ڈال کر سکندر افغانستان میں داخل ہو گیا۔ یہاں اسے باختر تک پہنچنے کے لیے انتہائی دشوار گزار کوہستانی سلسلوں کو عبور کرنا پڑا۔ کہیں کہیں اسے چودہ ہزار فٹ بلندی پر سفر کرنا پڑا جہاں برف جمی ہوئی تھی اور فوج کے لیے تیزی سے سفر مشکل تھا۔ یہ داغستان کی پہاڑیاں کہلاتی تھیں۔

جب وہ نیچے اترا تو دریائے آمو کے اس پار باختر تھا۔ سکندر اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن بسوس کو بھی اس خطرے کا احساس تھا۔ اس نے آس پاس کے جنگلات کو کٹوا دیا تھا تاکہ ان سے کشتیاں نہ بنوائی جا سکیں اس کے علاوہ دریائے آمو میں موجود کشتیاں بھی جلا دی گئیں۔

سکندر کئی دن تک پریشان رہا۔ آخر اسے ایک ترکیب سمجھ میں آ گئی۔ اس نے جانوروں کی کھالوں میں بھوسا اور گھاس بھروا دی اور حکم دیا کہ دریا کو پار کرنے کے بعد باختر کا محاصرہ کیا جائے۔

پھولی ہوئی کھالوں پر سفر کرنے والے یونانیوں کو روکنے والا کوئی نہ تھا کیونکہ بسوس دارا کو لے کر طوس کی طرف بھاگ گیا تھا۔ یہاں سکندر کو اتنی کامیابی ضرور ہوئی کہ تین علاقائی حکمران جو پہلے بسوس کی مدد کر رہے تھے، انہوں نے سکندر کی خدمت میں حاضری دی اور وفادار رہنے کا اعلان کیا۔ سکندر نے ان میں سے

ایک سے پوچھا "کیا یہ درست ہے کہ بسوس نے اردشیر کا لقب اختیار کر لیا ہے؟"

تینوں حکمرانوں نے تائید کی اور بتایا "وہ دارا کے نام سے فوج اکٹھا کر رہا ہے اور اردشیر کے نام سے خود ایران کے تاج و تخت پر قابض ہو جائے گا۔"

سکندر نے کوچ کا حکم دیا۔ لیکن بسوس اس کے پہنچنے سے پہلے ہی بحیرۂ خزر کی طرف روانہ ہو گیا۔ بسوس اپنے تینوں ساتھیوں کے الگ ہو جانے سے بہت پریشان تھا۔ اس کے یونانی اجرتی سپاہیوں نے ابھی تک محض دارا کی وجہ سے ساتھ دیا تھا لیکن اب انہیں بھی یہ احساس ہو رہا تھا کہ دارا کو ان کی سپاہیانہ خدمات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ نہ اب وہ بسوس سے رہائی حاصل کر سکے گا اور نہ ہی سکندر سے مقابلہ کرنے کے لیے مزید فوج جمع کر سکے گا اس لیے یہ یونانی اجرتی سپاہی بسوس کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ خود بسوس کی سپاہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اس کے سردار نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور وہ سب سکندر کی پناہ میں چلے گئے۔

ستمد (خراسان) کا حکمران سکندر کے ساتھ تھا۔ اسے حکم دیا گیا کہ وہ بسوس کو گرفتار کر کے سکندر کے سامنے پیش کرے۔

اسی دوران کسی نے سکندر کو خبر دی کہ دارا کی رتھ کسی سوار کے بغیر بھاگی چلی جا رہی ہے۔

سکندر نے اس خبر لانے والے کے ساتھ دارا کی رتھ کا پیچھا کیا۔ کچھ دیر بعد یہ رتھ نظر آ گئی جسے دو گھوڑے کھینچے لیے جا رہے تھے لیکن اس پر رتھ بان نظر نہیں آ رہا تھا۔ سکندر کے کسی سپاہی نے ایک پریشان حال گھبرائے ہوئے آدمی کو درختوں کے پیچھے چھپتے ہوئے دیکھا تو اسے گرفتار کر لیا۔

اس عرصے میں سکندر بھی دارا کی رتھ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ سپاہیوں نے رتھ کو روکا۔ سکندر نے رتھ میں دارا کی خون میں لت پت لاش پڑی ہوئی دیکھی۔ دارا کو خنجر کے پے در پے وار سے ہلاک کیا گیا تھا۔ اس کا قیمتی لباس قتل کرنے سے پہلے ہی اتار لیا گیا تھا۔ سکندر نے اپنا سرخ لبادہ دارا کے برہنہ جسم پر ڈال دیا۔

یہیں پریشان حال گھبرائے ہوئے قیدی کو سکندر کے سامنے پیش کیا گیا۔ سکندر نے پوچھا "تو کون ہے اور اس قدر گھبرا کیوں رہا ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا "میں اس رتھ کا شاہی ملازم ہوں اسے میں ہی چلا رہا تھا۔"

سکندر نے سوچا "شاید یہی دارا کا قاتل ہے" مگر رتھ بان کے لباس پر خون کا کوئی دھبا تک نہ تھا "اس کو کس نے قتل کیا؟"

رتھ بان نے جواب دیا "باختر کے حکمران بسوس نے جو خود کو ایران کا شہنشاہ اردشیر ثانی کہتا ہے۔"

سکندر نے سپاہیوں کو حکم دیا "اس رتھ کو فوج تک لے چلو۔" اور رتھ بان سے کہا "اس رتھ کو تو ہی چلائے گا۔"

رتھ بان رتھ پر بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ اسے چلاتا ہوا سکندر کے لشکر تک لے گیا۔

سکندر بے حد اداس تھا۔ وہ دارا کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا مگر بسوس نے اس کی خواہش نہیں پوری ہونے دی۔ سکندر کو یہ یقین تھا کہ بسوس بہت جلد گرفتار کر لیا جائے گا کیونکہ دارا کا قتل رتھ بان کے بقول چند گھنٹے قبل ہوا تھا۔

سکندر نے اسی جگہ پڑاؤ کیا اور بے چینی سے بسوس کی گرفتاری کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد رسوں سے جکڑا ہوا بسوس بھی سکندر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ سکندر نے کھڑے ہو کر بسوس کے چند بید رسید کیے اور دارا کے لاشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "تو نے یہ کیا کیا؟"

بسوس نے جواب دیا "آخر کار جو کام آپ کرتے وہ میں نے کر دیا۔ اس طرح میں آپ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

سکندر نے حکم دیا "اس کی کوڑے سے تواضع کی جائے۔"

شاہی محافظوں میں سے ایک نے کوڑا سنبھالا اور بسوس کی مرمت شروع ہو گئی۔ جب وہ بالکل لہولہان ہو گیا تو سکندر نے حکم دیا "اب اسے قتل کر دیا جائے۔"

بسوس کو قتل کر کے اس کی لاش قریبی ندی کے کنارے پھینک دی گئی اور دارا کی لاش پرسی پولس کے شاہی قبرستان روانہ کر دی گئی۔ ہخامنشی خاندان کا یہ آخری تاجدار دوسرے شاہی مقابر کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ اس موقع پر وہ تمام شاہی رسوم ادا کی گئیں جو ہخامنشی شاہی خاندان میں رائج تھیں۔

دارا کی موت کے بعد ایران میں سارے جھگڑے ختم ہو چکے تھے اور اب سکندر کسی شک و شبے کے بغیر ایران کا شہنشاہ بن چکا تھا۔ یہاں سے وہ ہمدان روانہ ہو گیا اور ہمدان کے شاہی محل میں قیام کیا۔

فوج کو بھی فراغت حاصل ہو گئی تھی۔ وہ بہت پرسکون تھی کہ اب اسے آرام کرنے کا موقع ملے گا۔ یہیں شاہی محل میں سکندر کی خدمت میں ایک نہایت خوبصورت لڑکی پیش کی گئی۔ لانے والوں نے بتایا کہ یہ باختر کی شہزادی اور بسوس کی بیٹی روشنک ہے۔

سکندر نے کسی تذبذب کے بغیر اس خوبصورت لڑکی کو اپنی بیوی بنا لیا اور یہ عجیب بات تھی کہ روشنک جیسی حسین لڑکی کی موجودگی میں بھی سکندر برسین کی بہت عزت کرتا تھا جب کہ برسین کی طرف سے کبھی بھی شدت جذبات کا اظہار نہیں ہوا تھا۔

ہمدان میں سکندر نے شاندار جشن فتح منایا۔ کھیلوں کا اہتمام ہوا' گھڑ دوڑ ہوئی اور اس عہد کے بہترین ڈرامے پیش کیے گئے۔ سکندر نے ان سب میں شرکت کی اور جن سے خوش ہوا انہیں انعام و اکرام سے نوازتا رہا۔

جب وہ تخت پر بیٹھتا اور سر پر دارا کا تاج ہوتا تو لوگ نذرانے پیش کرتے اور اس کے قدموں میں سر رکھ دیتے تو یونانیوں کو یہ

باتیں گراں گزرتی تھیں۔ ان میں ایک بار پھر سکندر کے خلاف جذبات فروغ پانے لگے۔

برسین نے خوشی کی ان تقریبات میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ سکندر کو برسین کی یہ باتیں گراں گزرتی رہیں وہ یہ راز جاننے کے لیے بے چین تھا کہ برسین میں یہ غیر معمولی سنجیدگی کیوں پائی جاتی ہے؟

اسٹیج پر ایک بہترین ڈراما پیش کیا جا رہا تھا۔ اس میں یونان کے صف اول کے اداکار حصہ لے رہے تھے۔ سکندر یہ ڈراما برسین کو بھی دکھانا چاہتا تھا مگر جب برسین نے انکار کیا اور کہا کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے تو سکندر کو بڑی تکلیف پہنچی اور اس نے پوچھ ہی لیا "سچ سچ بتا کیا تو ہمیشہ سے ایسی ہے یا کسی خاص وجہ سے اتنی سنجیدہ ہو گئی ہے؟"

برسین نے جواب دیا "میں تو ہمیشہ سے نہایت باتونی اور مجلسی عورت رہی ہوں مگر ادھر کچھ عرصے سے دل بجھ گیا ہے اور اب اپنی زندگی سے بھی مجھے پہلے جیسی محبت نہیں رہی۔"

سکندر نے برسین کی خدمت میں ایک قیمتی ہار اور کنگن پیش کیے اور درخواست کی کہ وہ انہیں پہن کر دکھائے۔

برسین نے ہار اور کنگن ایک طرف رکھ دیے اور ٹالتے ہوئے کہا "ایک دن پہن کے ضرور دکھاؤں گی۔"

سکندر کو اس ٹال مٹول سے تکلیف پہنچی۔ اس نے پوچھا "ابھی کیوں نہیں؟"

سکندر کا اتنا پوچھنا تھا کہ برسین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور درخواست کی "براہ کرم مجھے تنہا چھوڑ دیں۔"

سکندر نے ہار اور کنگن وہیں چھوڑ دیے اور خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ برسین نے سکندر کی دی ہوئی دونوں چیزیں اندر طاق میں رکھ دیں۔

اس کے بعد جب یہ اطمینان ہو گیا کہ سکندر کہیں قریب موجود نہیں ہے تو وہ چپ چاپ اپنا چوبی صندوقچہ کھول کر بیٹھ گئی۔

سکندر کچھ دیر دل و دماغ پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بعد روشنک کے پاس گیا۔ اس نے نہایت گرمجوشی سے سکندر کا استقبال کیا۔ سکندر اس سے سرد مہری سے پیش آیا اور دریافت کیا "روشنک تو بھی لڑکی ہے' ذرا سوچ کے بتا کہ اگر کوئی خوش مزاج' ہنس مکھ اور باتونی لڑکی یا عورت اچانک سنجیدہ ہو جائے تو اسے کیا کہا جائے گا؟"

روشنک نے جواب دیا "ابھی مجھے دنیا کا زیادہ تجربہ نہیں ہے اگر آپ مجھ سے یہی سوال دس سال بعد کریں گے تو میں بالکل صحیح جواب دے سکوں گی۔"

سکندر مسکرانے لگا "تو گویا مجھے اپنے اس سوال کے جواب کے لیے دس سال انتظار کرنا پڑے گا۔"

روشنک نے جواب دیا "اگر ان دس سالوں میں تجربوں سے جواب میسر آ گیا تو جواب دوں گی ورنہ اور وقت مانگ لوں گی۔"

سکندر نے روشنک کے ساتھ کافی وقت گزارا اور آخر میں کہا۔ "تو برسین سے تعلقات بڑھا اور کسی طرح یہ معلوم کرنے کی کوشش کر کہ یہ اداس کیوں رہتی ہے؟"

روشنک نے وعدہ کیا "میں ایسا ضرور کروں گی۔"

سکندر چلا گیا۔ روشنک نے برسین سے ملاقات کی اور پوچھا۔ "تو سکندر کو ناراض کیوں کر دیتی ہے؟"

برسین نے آہستہ سے جواب دیا "ایک ایسا راز جس کا افشا مناسب نہیں ہے میں کس طرح کسی کو بتا سکتی ہوں۔"

روشنک نے کہا "اس وقت میں تیرے پاس یہی پوچھنے آئی تھی۔"

برسین نے کہا "دیکھ روشنک! تو باختر کی شہزادی ہے جب کہ میں ایران ہی کے ایک غیر معروف بلکہ گمنام خاندان کی بیٹی ہوں۔ جب میری رہوڈز کے امیر البحر ممنان سے شادی ہوئی تھی تو میں خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھتی تھی۔ وہ خوشی کا زمانہ ختم ہو گیا' ممنان مر گیا اور میں خوش قسمتی سے مقدونیہ کے بہت بڑے فاتح کی بیوی بن گئی۔ بظاہر یہ اس سے بھی بڑی خوشی کی بات تھی مگر مجھے پہلے جیسی خوشیاں نہیں مل سکیں۔ جانتی ہے کیوں؟"

اب روشنک نے سب کچھ سمجھ لیا تھا مگر ایک عورت کی حیثیت سے وہ چپ رہنے پر مجبور تھی کیونکہ برسین کی باتوں سے جو انکشاف ہوا تھا وہ سکندر کے لیے ناقابل برداشت ہو سکتا تھا کیوں کہ اسے بہت جلد معلوم ہو چکا تھا کہ سکندر کتنا ہی اعلیٰ ظرف کیوں نہ ہو اپنی اہانت کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔

برسین کی باتوں سے سکندر کی بڑی تذلیل ہو سکتی تھی۔ روشنک سکندر کا سامنا کرتے ہوئے گھبرا رہی تھی اور سکندر اپنے سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا۔

اسی دوران سکندر نے جشن فتح مناتے ہوئے اپنی نئی منصوبہ بندیوں کا اعلان ضروری سمجھا۔ اب وہ ایران کو ترقی دینا چاہتا تھا۔ سکندر کا خیال تھا کہ ایران کی فتح کے ساتھ ہی متحدہ یونانی فوج کا کام ختم ہو گیا اور اسے اب اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ وہ ایران کی مقامی فوج تیار کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس کے بہت سے آدمی اس کام میں مشغول ہو گئے۔

یونانی سپاہی اور افسران یہ سب دیکھ رہے تھے۔ افسر ضیافت کو آمادہ کیا گیا کہ وہ یونانی سپاہیوں کے معاملات پر سکندر سے بات کرے اور معلوم کرے کہ اب انہیں کیا کرنا ہے اور سکندر کو کہاں رہنا ہے؟

افسر ضیافت نے اس خاص ضیافت میں سکندر سے پوچھ ہی لیا "جناب! اب جو ٹھہراؤ پیدا ہو گیا ہے اس میں یونانی آپ کی کیا خدمات انجام دیں گے؟"

سکندر نے جواب دیا "اس خوشی کے موقع پر تو کیوں بدمزہ ہونا چاہتا ہے۔"

افسر ضیافت نے دیکھا کہ بادشاہ کے بائیں جانب روشنک

بھی ہے اور وہ اسی طرف بڑھ رہی ہے۔

افسرِ ضیافت نے ان دونوں کی پروا کیے بغیر یہاں بھی یونانی سپاہیوں کا ذکر چھیڑ دیا "جناب! یونانی سپاہی بہت پریشان ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اب ان سے کیا خدمت لی جائے گی؟"

سکندر نے افسرِ ضیافت کو بھی اپنے قدموں میں بٹھا لیا۔ کچھ دیر بعد شراب کا دور چلنے لگا۔ سکندر نے افسرِ ضیافت کا جواب گول کر دیا۔

یونانی افسر جو سکندر سے کسی قدر قریب تھے وہ بھی شراب کے نشے میں یہ بھول چکے تھے کہ افسرِ ضیافت کے ذریعے انہیں سکندر سے کیا جواب لینا ہے۔

اچانک شراب کے نشے میں انٹی گونس کھڑا ہو گیا اور اپنے یونانی بھائیوں سے کہنے لگا "بھائیو! تمہارا کام ختم ہوا اس لیے تم سب اپنے وطن یونان واپس جاؤ۔ یہاں سکندر کے لیے ایرانی فوج موجود ہے۔"

سکندر نے افسرِ ضیافت سے کہا "دیکھو! یہ انٹی گونس نشے میں محفل بدمزہ کر دے گا۔ تو اسے سنبھال اور اگر ممکن ہو تو اسے یہاں سے لے جا۔"

افسرِ ضیافت نے انٹی گونس کے گلے میں ہاتھ ڈال دیا اور دھکیلتا ہوا باہر لے گیا پھر چپکے سے کان میں کہا "کیا تو پارمینیو اور اس کے بیٹے کا حشر بھول گیا؟"

انٹی گونس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی اور کہا "بند کر اپنی بکواس۔ کیا تو بھی یہی چاہتا ہے کہ یونانی سپاہیوں کی جگہ ایرانی لے لیں؟"

افسرِ ضیافت نے جواب دیا "میں یہ نہیں چاہتا مگر ان باتوں کے لیے یہ وقت، یہ محفل اور یہ لوگ بالکل مناسب نہیں ہیں۔"

انٹی گونس کا خیال تھا کہ اس معاملے میں دوسرے یونانی سردار بھی اس کا ساتھ دیں گے لیکن وہ سب خاموش تھے۔ انٹی گونس نے افسرِ ضیافت سے کہا "یہاں ہم یونانیوں کے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے کیا تو بھی اس پر دوسروں کی طرح خاموش رہے گا؟"

افسرِ ضیافت نے جواب دیا "یہاں کیا ہونے والا ہے؟ جب تک یہ عمل کر سامنے نہ آجائے، ہمیں خواہ مخواہ جذباتی نہیں ہو جانا چاہیے۔"

انٹی گونس نے کہا "سکندر مستقلاً ایشیا میں رہنا چاہتا ہے۔ مصر اور ایران پر قبضہ کر لینے کے بعد وہ یونانی فوج کو غیر ضروری سمجھنے لگا ہے۔ اس کے آدمی ایرانی فوج جمع کر رہے ہیں۔ سکندر نے دارا کا تاج پہن کر اس کے تخت پر بیٹھ کے نذرانے وصول کرنے شروع کر دیے ہیں اور درباریوں سے سجدے کرواتا ہے۔ کیا ہم یونانیوں کی اس طرح تذلیل نہیں کی جا رہی ہے؟"

افسرِ ضیافت نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی "اس معاملے میں میں بھی تیرا ساتھ دوں گا لیکن اس سے پہلے ہمیں اپنے دوسرے اہم یونانی بھائیوں کو بھی اپنا ہم خیال بنا لینا چاہیے ورنہ تو نے کلوٹس اور پارمینیو کا حشر تو دیکھا ہی ہے۔ سکندر میں جو تبدیلیاں آچکی ہیں ہمیں انہیں ذہن نشین رکھ کر اپنا کام کرنا ہو گا۔"

انٹی گونس افسرِ ضیافت کے مشورے پر کچھ دیر غور کرتا رہا اور اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ مشورہ درست ہے۔ وہ خاموشی سے افسرِ ضیافت کے ساتھ سکندر کے پاس واپس گیا اور معذرت کرتے ہوئے کہا "میں نشے میں بہک گیا تھا ورنہ میں تو اپنی زندگی اور موت تیرے نام مقدونیہ ہی میں ہبہ کر چکا ہوں۔"

سکندر کو ہنسی آرہی تھی کہ انٹی گونس جس نشے کا ذکر کر رہا ہے وہ ابھی تک اس سے محروم ہے لیکن درگزر سے کام لیا اور کہا۔ "انٹی گونس! ہمیں یونان سے نکلے ہوئے تین چار سال ہو گئے ہیں۔ ہمارے سپاہیوں نے ان تین چار سالوں میں اپنے وطن اور اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی شکل تک نہیں دیکھی۔ کیا تو نہیں چاہتا کہ یہ اپنے وطن واپس جائیں۔ اگر واپسی کو یہ ضروری سمجھیں گے تو واپس آجائیں گے ورنہ انہوں نے جنگوں سے جو کچھ حاصل کیا ہے اس سے مدتوں عیش کرتے رہیں گے۔"

اس محفل میں جی بھر کے شراب نوشی ہوئی۔ سکندر نے بھی اتنی پی کہ بہکنے لگا اور اسی نشے کی حالت میں اس نے اعلان کیا۔ "میں یونانیوں کی شادیاں ایشیائی عورتوں سے کروں گا تاکہ ایک یونانی اور ایشیائی مخلوط نسل تیار ہو۔"

اور اسی محفل میں یہ بھی اعلان کیا گیا "عن قریب ایک شاندار جشنِ فتح منعقد ہو گا۔ اس کا نظم و نسق اور نقیب کا منصب درباری افسرِ ضیافت کاریوس کے ذمے ہو گا۔"

اب لوگوں کو محسوس ہوا کہ کاریوس نے بڑی اہمیت حاصل کر لی ہے شاید یہ اہمیت اس کی مخلصانہ خدمات کے صلے میں عطا ہوئی ہے۔

سکندر نے محل میں جاتے ہوئے برسین سے کہا "برسین! میں تجھے خوش و خرم دیکھنا چاہتا ہوں مگر ایشیا کو فتح کرنے والا شاید تیرے دل کو فتح نہیں کر سکا۔"

روشنک نے سکندر کو مشورہ دیا "میرے خیال میں برسین سے جس طرح گزر بسر ہو رہی ہے وہ کافی ہے۔ دل کی جستجو میں شرمندگی بھی ہو سکتی ہے اور مایوسی بھی۔"

سکندر نے روشنک کو اس کی ناکامی پر ملامت تو نہیں کی مگر اپنے استاد ارسطو کے حوالے سے اس کو سبق دیا "جب میں نے اپنے استاد ارسطو سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی تھی تو وہ ہمیں پڑھاتا کم تھا، سوالات میں زیادہ الجھاتا تھا۔ وہ کہتا تھا جن چیزوں کو سمجھنا چاہو، انہیں دو سوالوں کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان دو کے جوابات سے علم میں اضافہ ہو گا اور ذہنی استعداد بڑھتی چلی جائے گی۔"

برسین نے نیند کا بہانہ کیا اور ساتھ چھوڑ کر چلی گئی۔

روشنک سکندر کی باتوں میں کوئی کشش یا دلچسپی نہیں محسوس

کر رہی تھی۔ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ارسطو کون ہے۔ اس کے خیال میں سکندر اپنے ایسے ناکارہ استاد کی تعریفیں کر رہا تھا جو کچھ پڑھانے کے بجائے سوالات دے دیتا ہے کہ جاؤ ان سوالوں کے جوابات معلوم کرو اور اپنے علم میں اضافہ کرو۔

سکندر نے روشنک سے کہا "تو برسین کے ساتھ رہ اور برسین کیا ہے کا تفصیلی جواب حاصل کر اور جب یہ سب کچھ معلوم ہو جائے تو یہ جاننے کی کوشش کر کہ وہ ایسی کیوں ہے۔ ان دونوں سوالوں کے تفصیلی جوابات برسین کو کھلی کتاب کی طرح عیاں کر دیں گے۔"

روشنک کے ذمے جو خدمت کی گئی تھی شاید وہ اس کے لیے موزوں نہیں تھی لیکن سکندر نے برسین کے بارے میں مختلف ذرائع سے جو کچھ معلوم کیا اس کے مطابق وہ ایک مشرقی عورت تھی جس کی ایک الگ دنیا ہوتی ہے اور جو اپنے شوہر سے جنون کی حد تک محبت کرتی ہے اور یہ محبت شوہر کی موت یا جدائی سے بالکل ختم نہیں ہو جاتی بلکہ باقی رہتی ہے۔ کبھی کبھی یہ دوسری طرف منتقل بھی ہو جاتی ہے مگر جب یہ منتقل نہیں ہوتی تو ایسی عورت اپنے لیے تو سوہانِ روح ہوتی ہی ہے مگر یہ جس سے وابستہ کر دی جاتی ہے اس کے لیے یہ محض ایک چلتا پھرتا لاشہ ہوتی ہے۔

اپنے دو سوالات کے جواب میں سکندر کو جو کچھ ملا تھا وہ برسین کو سمجھنے کے لیے کافی تھا لیکن اس سنجیدہ اور بردبار عورت نے سکندر کو بے حد متاثر بھی کیا تھا اس لیے وہ اسے علیحدہ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

اب سکندر کی ساری توجہ اپنی نئی مملکت کے نظم و نسق پر تھی اور اس کا باقاعدہ آغاز وہ ایک ایسی تقریب سے کرنا چاہتا تھا جس میں اس کے یونانی سردار بھی موجود ہوں اور ایرانی عہدیدار بھی۔ وہ یونان اور ایشیا کے اشتراک سے ایک نیا نظمِ حکومت دینا چاہتا تھا۔ اب وہ متحدہ یونانی ریاستوں کی افواج کا سپہ سالار بھی نہیں رہنا چاہتا تھا اس لیے اب اسے اس متحدہ فوج کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی اور لفظ متحدہ افواج اس کے لیے غیر ضروری ہو گئے تھے۔ کام نکل جانے کے بعد وہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا خواہشمند تھا لیکن اسے انسانی نفسیات کے اس گوشے کا بھی علم حاصل تھا کہ اگر اپنے ساتھ لائی ہوئی افواج کو اس کے بغیر واپس جانے کا حکم دیا گیا تو یہ فوجی اس میں اپنی ہتک محسوس کریں گے اور خود کو تنہا اور بے یار و مددگار محسوس کریں گے اور ان کا یہ احساس انہیں سازش یا بغاوت پر بھی آمادہ کر سکتا ہے۔

ویناشن کے کانوں میں یہ افواہیں پڑیں تو اس نے سکندر سے پوچھا "کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اب آپ کو متحدہ افواج کی ضرورت نہیں رہی۔ کیا یہ درست ہے؟"

سکندر نے ترش لہجے میں پوچھا "کیا تو بھی انٹی گونس کی طرح سوچنے لگا ہے؟"

ویناشن نے گھبرا کے جواب دیا "نہیں۔ ایسی کوئی بات

قارئین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیے۔

نہیں۔ میں تو اس جشن کا منتظر ہوں جس کی تیاریوں میں کاریوس دن رات کے فرق کو بھی بھلا چکا ہے۔"

سکندر نے ویناشن کو یاد دلایا "تجھ کو یاد ہو گا کہ جب میری تجھ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی اور تو مجھے سکندر کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا اور تو نے ڈینگیں مارتے ہوئے کہا تھا کہ تو سکندر کو شمشیر زنی کے مقابلے میں شکست دے سکتا ہے لیکن بعد میں تجھ کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ تو یہ ڈینگ خود سکندر کے سامنے مار چکا ہے تو تو خوفزدہ ہو گیا تھا اور زندگی بھر مجھ سے وفاداری کا عہد کیا تھا۔"

یہ کہتے کہتے سکندر رک گیا۔

ویناشن نے فدویانہ انداز میں کہا "مجھے یاد ہے اور میں اپنے اس وعدے پر زندگی کی آخری سانس تک قائم رہوں گا۔"

سکندر نے ویناشن کو تسلی دی "اور میرا بھی یہ وعدہ ہے کہ میں تجھ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں گا۔"

ویناشن نے پوچھا "جشنِ فتح کب منایا جائے گا؟"

سکندر نے جواب دیا "اس جشن میں شرکت کے لیے بطلیوس مصر سے آرہا ہے۔ صور اور غزہ کے نائبین بھی شرکت کریں گے بابل کے لوگ بھی آنے والے ہیں۔ جب یہ سب آجائیں گے تو جشن کے دن اور تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔"

ویناشن سکندر کے لہجے میں تکلف اور فرق محسوس کرنے لگا تھا۔ اب سکندر کی گفتگو میں ایشیائی شہنشاہ کا انداز پیدا ہو چکا تھا۔ اس نے ویناشن کے ہر سوال کا جواب دیا تھا مگر ان جوابوں میں ایک قسم کا فاصلہ پایا جاتا تھا، ایسا فاصلہ جو آقا اور غلام کے درمیان ہوتا ہے۔

سکندر نے ویناشن سے باتیں کرنے کے دوران اس سے نظریں تک نہیں ملائیں چنانچہ ویناشن نے اس امتیاز کے پیشِ نظر کچھ بیزاری، اکتاہٹ اور اکیلے پن کے احساس کے ساتھ یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ خود تو زندگی بھر سکندر کا وفادار رہ سکتا ہے لیکن سکندر پہلے جیسا نہ رہا ہے اور نہ آئندہ رہے گا کیوں کہ اب وہ شہنشاہ تھا اور ویناشن محض اس کا ایک درباری خدمت گزار۔

لیکن حیرت انگیز طور پر سکندر نے اس کے احساسات کا اندازہ لگاتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر لے جاتے ہوئے کہا۔ "اس وقت انٹی گونس کہاں ہو گا؟"

ویناشن نے جواب دیا "اگر اس کی ضرورت ہو تو بلوالیا

جائے۔"

سکندر نے ہفاسشن کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا، محل سے نکلتے ہوئے کہا "تم اس کو بتائے کہاں جائے گا۔ میں کسی کو بھیج کے بلوائے لیتا ہوں۔ آؤ ہم دیکھیں کہ ہمارا نقیب اور افسرِ ضیافت کاریس کیا کر رہا ہے۔"

ایک خدمت گار انٹی گونس کے پاس بھیج دیا گیا۔ سکندر ہفاسشن اور چند محافظوں کے ساتھ اس میدان میں پہنچ گیا جہاں دور تک شامیانے ہی شامیانے نظر آرہے تھے۔ ان شامیانوں کے نیچے چاندی کے تخت رکھے گئے تھے۔ ہفاسشن نے ان کی گنتی کی۔ یہ سو تھے ان سے الگ تھلگ اور بالکل مقابل ایک تخت سونے کا تھا۔

سکندر نے چاندی کے تختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تخت ان ایک سو خوش نصیب یونانی سرداروں کے لیے ہیں جن کی میں دل سے عزت کرتا ہوں اور جو ایران میں میرے ساتھ رہیں گے۔ میں ان سب کی ایرانی عورتوں اور لڑکیوں سے شادیاں کروں گا تاکہ یہ بھی یہیں کی طرح یہیں رہ جائیں۔ میرا تخت سونے کا ہے اور میں بحیثیتِ شہنشاہ اس پر بیٹھ کر شادی کی رسوم ادا کروں گا۔"

یہ شامیانے تقریباً نصف میل تک لگے ہوئے تھے۔ سکندر کا سونے کے تخت والا شامیانہ اپنی شان و شوکت اور چاندی کے تختوں کی وجہ سے شاہی ایوان لگ رہا تھا۔ اسی وسیع و عریض شامیانے کے نیچے ایک چبوترے میں پیتل اور کانسی کے بت رکھے ہوئے تھے گویا یہ عارضی مندر تھا جہاں سکندر کو نذر پیش کرنی تھی۔ سکندر نے اپنے خاص مجسمہ ساز سے زیوس، آمن راع، اہورا مزدا اور مردوخ کے مجسمے تیار کروائے تھے۔

ان شامیانوں سے پیچھے جو شامیانے تھے وہ مہمانوں کے لیے تھے۔ اس نے ان ہی مہمانوں میں اپنے ان امرا اور سرداروں کو شامل کیا تھا جو سکندر کی نظروں میں انتہائی خاص اور معزز تھے مگر اس لائق نہیں تھے کہ انہیں چاندی کے تختوں پر بٹھایا جاتا۔

انٹی گونس بھی پہنچ گیا۔ وہ یہ سارے انتظامات دیکھ کر بہت حیران ہوا اور اسے یہ بتایا گیا کہ ایک سو معززین میں ہفاسشن اور انٹی گونس بھی شامل ہیں تو وہ دونوں بے حد خوش ہوئے اور ان کے دل سکندر کی طرف سے کسی قدر صاف ہو گئے۔

سکندر ان دونوں کو سمجھا رہا تھا "میں جانتا ہوں یونانی سپاہیوں نے مجھے جو جانیں دی تھیں اور انہوں نے میری جو مدد کی تھی اس پر انہیں بہت ناز ہو گا لیکن میں زیوس کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ زیوس دیوتا ہر حال میں مجھے فتح و کامرانی سے ہمکنار کرتا رہا اب میں یونانی سپاہیوں کی افواج انہیں واپس کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میرا یونانی سپاہیوں سے واسطہ ختم ہو گیا۔ میں مقدونیہ کا بادشاہ تھا، بادشاہ ہوں اور بادشاہ رہوں گا مگر یونانی سپاہیوں کو میری نئی حیثیت کا علم بھی ہونا چاہیے۔ اب میں شہنشاہ ہوں جو یونان میں نہیں ہوتے۔ ایک شہنشاہ کی تابعداری ان پر واجب ہے۔ جو شخص مصر اور ایشیا کو فتح کر سکتا ہے اس کے لیے کسی یونانی بادشاہت کی کوئی حیثیت نہیں۔"

اور ان دونوں کو اس وقت وہ واقعی شہنشاہ معلوم ہو رہا تھا۔

انٹی گونس نے پیتل اور کانسی کے مجسموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آپ ان دیوتاؤں میں سے بابل کے بیل مردوخ کو نکلوا دیں کہ یونانیوں کو ان دونوں سے نفرت ہے۔"

سکندر نے انٹی گونس کا مطالبہ مسترد کر دیا اور کہا "میں ان دونوں بتوں کو ہٹا کے اپنے بابلی مہمانوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔"

یہاں جگہ جگہ قرنے بھی رکھے ہوئے تھے اور ان قرنوں کے بجانے والوں کے لیے نشستیں بھی موجود تھیں۔

سکندر نے اپنے نقیب اور افسرِ ضیافت کاریس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ لیا۔ جب وہ بالکل قریب آگیا تو سکندر نے درشت لہجے میں دریافت کیا "یہ اتنے بہت سارے قرنے کیوں رکھے ہیں؟"

کاریس نے جواب دیا "جناب! تمام شاہی رسوم ان قرنوں کی آوازوں کے بعد انجام دی جائیں گی اور چونکہ شامیانوں کی طوالت نصف میل پر پھیلی ہے اس لیے بہت سارے قرنوں کی آوازیں ہر جگہ پہنچ جائیں گی۔"

سکندر نے حکم دیا "چاندی کے ان تختوں کو پھولوں سے بھی آراستہ کیا جائے تاکہ دیکھنے والے شادی کی لذتوں کا اپنی قوتِ شامہ اور حس سے داخل ہوتے ہی اندازہ لگا لیں۔"

مصر سے بطلیموس بھی پہنچ گیا۔ اس سے پہلے بابل، غزہ اور صور سے بھی لوگ پہنچ چکے تھے۔ بطلیموس سے انٹی گونس نے شکایت کی "میرا بھائی سکندر اب خود کو شہنشاہ کہلوانے لگا ہے۔ ہم یہ بھی گوارا کر لیں حالانکہ یونان میں شہنشاہ نہیں ہوتے مگر وہ ہم سے نذرانے طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے سجدہ کرو۔ یونان میں تو یہ سب نہیں ہوتا۔"

بطلیموس کو بھی کچھ غصہ آیا "سکندر تو مقدونیہ کا بادشاہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسے یہاں سپہ سالارِ اعظم بنا کے بھیجا گیا تھا۔ وہ ایران میں بھی اسی طرح حکمران مقرر کر سکتا ہے جس طرح مصر کا حاکم مجھے بنا دیا۔ غزہ پر کوئی اور حکومت کرتا ہے اور صور پر کسی اور کی حکومت ہے۔ یہ سب مقدونیہ کے بادشاہ کے مقرر کردہ حاکم ہیں پھر وہ شہنشاہ کس طرح بن سکتا ہے؟"

انٹی گونس نے اسے شامیانوں کے اندر کی سیر کروائی اور سکندر کے سونے کے تخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ تخت شہنشاہ سکندر کا ہے دارا کے جانشین شہنشاہ سکندر کا اور جناب! آپ اس کے سامنے ایک محکوم اور باجگزار کی طرح نذرانے پیش کریں گے۔ اس کو سجدے کریں گے اور وہ اپنے ذہن سے یہ نکال چکا ہو گا کہ آپ اس کے بھائی ہیں اور آپ دونوں کا باپ فیلقوس

تھا۔"

اس دوران سکندر ان سب کے لیے لڑکیوں کا انتخاب کر چکا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ اتنی بڑی تقریب تھی کہ ابھی تک کوئی اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔

سکندر تقریب کے دن اپنے سونے کے تخت پر بیٹھ گیا اور بطلیموس کو اپنے قریب ایک مخصوص تخت بچھوا کر بٹھا دیا۔ اس کے پاس ہی تائیس بیٹھی تھی۔ پھر باری باری سو اصیلوں کے نام پکارے گئے اور وہ آ کر اپنے اپنے تختوں پر بیٹھتے رہے۔ خوشبو سے پوری فضا معطر ہو رہی تھی۔

ہفاسشن، انٹی گونس اور نیارکس کے علاوہ سلیوکس نامی ایک یونانی جرنیل سکندر کے مقابل بیٹھا ہوا تھا۔

اسی شامیانے کے پیچھے دلہنیں بھی لائی گئیں اور انہیں اپنے اپنے ہونے والے شوہروں کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔

کچھ دیر بعد قرنے کی آواز سنائی دی اور سکندر اپنے چند دوستوں کے ساتھ تخت سے اترا۔ اس وقت اس کے ساتھ کاہن ارسٹانڈر بھی تھا۔ سکندر نے بتوں کے سامنے شراب کے جام انڈیلے اور کچھ دیر ان کے سامنے سر جھکائے کھڑا رہا۔

سکندر نے بابل کے بیل اور مردوخ کے قدموں میں شراب لنڈھائی تو کاہن ارسٹانڈر نے احتجاج کیا "جناب! اب میں مزید آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "ساتھ نہ رہنے کی وجہ؟"

ارسٹانڈر نے جواب دیا "زیوس اور ڈایئنی سیس کے مجسموں کے بعد ہمیں آمن راع بھی گوارا تھا مگر اہورا مزدا، بیل اور مردوخ کے مجسموں کی یہاں کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ یہ ہمارے دیوتا نہیں ہیں۔"

سکندر نے پوچھا "اہورا مزدا تو ایران کا سب سے اہم بت ہے مگر تو اس پر معترض ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ تجھے ان پر یہ اعتراض کیوں ہے؟"

کاہن نے غصے میں حقارت سے کہا "آج جو تو ایشیا کا شہنشاہ بیٹھا ہے اس کے پیچھے زیوس کی مہربانیاں ہیں۔ آمن راع کی نوازشیں ہیں مگر بابل اور ایران کے لوگ زیوس اور آمن راع کے بجائے اہورا مزدا، بیل اور مردوخ کو تیرے ان بلند مراتب کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے کیونکہ وہ کہیں گے کہ سکندر کی شہنشاہی ہمارے دیوتاؤں کا فیضان ہے۔"

سکندر نے جواب دیا "جو جیسا کچھ کہہ رہا ہے اسے کہنے دے۔ کسی سے مجادلت کر کے تو میں نے ان سب کو نذرانے پیش کیے ہیں۔"

کاہن نے اس عظیم الشان شادیوں کی تقریب میں شرکت تو کی اور آخر تک موجود بھی رہا مگر بیزاری کے اثرات شروع سے آخر تک اس کے چہرے پر موجود رہے۔

یہاں ہفاسشن، انٹی گونس، نیارکس، سلیوکس اور تقریباً دوسرے چھیانوے یونانی سرداروں کو ایرانی دلہنیں مل چکی تھیں۔ بطلیموس کو روشنک کی بہن عطا ہوئی۔ یہ بابل کی آخری شہزادی تھی۔ بسوس کی بیٹی لیکن یہ بسوس کی دوسری بیوی کے بطن سے تھی۔

ان سو سرداروں کے زیرِ اثر یونانی افواج تھیں اور ان ہی کے ذریعے سکندر کے خلاف سازش یا بغاوت ممکن تھی۔ سکندر نے ان سب کو اس قدر مسرت و شادمانی عطا کی تھی کہ اب وہ اپنے دل میں سازش یا بغاوت کا خیال تک نہیں لا سکتے تھے۔

اسی تقریب میں سکندر نے اعلان کیا "تم ان کے معزز سردار! اب تمہیں اپنی اپنی دلہنوں کے ساتھ اسی ملک میں رہنا ہے بالکل یہیں کی طرح۔ میں نے کئی شہروں کی آبادی اور تعمیر کا ایک بلاور منصوبہ تیار کیا ہے۔ ہرات کے قریب جس شہر کی بنیاد ڈالی تھی وہ تیار ہو چکا ہے اور مصر کے شہر اسکندریہ کی طرح اس شہر کا نام بھی اسکندریہ رکھا گیا ہے۔ تمہارے ماتحت فوج معلوم نہیں ہماری طرح یہاں رہنا پسند کرے گی یا نہیں۔ تم لوگ ان سے پوچھ کر اپنے وطن جانا پسند کریں گے یا ہمیشہ کے لیے یہیں بس جانے کو ترجیح دیں گے۔ جو لوگ واپس جانا چاہیں انہیں واپس بھیج دیا جائے اور جو لوگ یہاں رہنا چاہیں وہ شادیاں کریں اور یہیں رہ جائیں۔"

اس خوشی کی تقریب میں یہ بڑی تکلیف دہ ذمہ داری انہیں سونپی گئی تھی۔

نئے دولہا اپنی اپنی دلہنوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے مگر سکندر کا اعلان یونانی سپاہیوں کے کانوں تک پہنچ چکا تھا اور ان میں بڑی بے چینی پائی جاتی تھی۔ وہ اپنے وطن اور اپنے عزیزوں میں واپس تو جانا چاہتے تھے مگر عارضی طور پر اور یہ بھی چاہتے تھے کہ جس طرح سکندر انہیں یہاں تک لایا تھا اسی طرح وہ یونان تک سپاہیوں کے ساتھ واپس چلے۔ سکندر کے اس عمل میں بے وفائی کا عنصر پایا جاتا تھا مگر وہ بے بس تھے کہ ان کے سردار تو یہیں کے ہو چکے تھے۔

اسی دوران دوسرے امرا اور درباری عہدیداروں کے ساتھ ہی بطلیموس کو بھی سکندر کے شہنشاہی دربار میں بار پانے کا حکم دیا گیا اور اسے بھی دوسروں کی طرح نذرانہ پیش کرنا تھا۔ نذرانے کے بعد دوسروں کی طرح سجدے میں گر جانے کا حکم تھا لیکن بطلیموس نے انکار کر دیا اور کہا "میں شہنشاہ کا بھائی ہوں اور ہمارے یونان میں انسان کی اتنی تذلیل نہیں ہوتی اس لیے میں آج ہی مصر واپس چلا جاؤں گا۔"

اب سکندر اپنے دربار میں براہ راست بات بھی نہیں کرتا تھا۔ ایک ایرانی درباری امیر نے بطلیموس کو سکندر کی طرف سے بتایا "اگر درباری رسوم کی ادائیگی میں پس و پیش اور عذر سے کام لیا گیا تو دوسرے درباریوں پر اس کا برا اثر پڑے گا۔"

بطلیموس نے سکندر کے قریب جاتے ہوئے کہا "میں مقدونیہ کے بادشاہ سے خود بات کروں گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ سکندر کی طرف بڑھا۔ ایرانی امیر نے اسے روکنا چاہا تو سکندر نے اشارے سے منع کیا کہ اسے نہ روکے، قریب آنے دے۔

بطلیوس کی دیکھا دیکھی ایک دوسرا یونانی امیر بھی سکندر کے تخت کے قریب پہنچ گیا۔ سکندر نے شراب کا ایک جام بطلیوس کو دیا اور دوسرا یونانی امیر کو۔ بطلیوس نے وہ جام وہیں کھڑے کھڑے پی لیا لیکن یونانی امیر نے درباری آداب کا خیال کرتے ہوئے ایک گوشے میں جاکر فراغت حاصل کرلی۔

سکندر کے چہرے پر ناگواری بلکہ غصے کے آثار پائے جاتے تھے۔

سکندر نے ایرانی امیر سے کہا "بطلیوس سے کہہ کہ وہ دربار کے بعد مجھ سے ملاقات کرے۔"

بطلیوس نے براہِ راست سکندر سے بات کی "مقدونیہ میں تو لوگ والدِ بزرگوار سے بھی براہِ راست بات کیا کرتے تھے۔ تو یہ کس قسم کی رسم ڈال رہا ہے؟"

سکندر نے منہ پھیر لیا۔ درباری امیر نے بطلیوس کو خبردار کیا۔ "ایرانی شہنشاہ کے دربار میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہاں شہنشاہ واسطوں سے بات کرتے ہیں۔"

بطلیوس نے ایرانی امیر کو ڈانٹ دیا "میں تجھ کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ تیرے ذریعے بات کی جائے۔ میں سکندر سے براہِ راست بات کروں گا ورنہ خاموش رہوں گا۔"

سکندر نے ایرانی امیر کو حکم دیا "اس سے کہو کہ اس وقت یہ مقدونیہ میں نہیں اکبتانہ کے شاہی محل میں شہنشاہِ ایران سے مخاطب ہے جہاں براہِ راست گفتگو نہیں ہوتی۔"

بطلیوس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے دربار سے چلا گیا۔



سکندر نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اسے شاہی آداب و رسوم کی پابندی ہر شخص سے کرانا ہوگی۔ ایرانی امرا بھی سکندر کو یہی باور کرارہے تھے کہ وہ جس ملک میں حکومت کرنے آیا ہے وہاں شہنشاہ لوگوں سے براہِ راست مخاطب نہیں ہوتے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو لوگ بے تکلف ہوجاتے ہیں اور اس بے تکلفی سے شہنشاہ کا احترام مجروح ہوتا ہے۔ خود سکندر بھی ان آداب و رسوم میں بڑی لذت محسوس کررہا تھا۔

یونانی افواج ایرانی ماحول سے تنگ آئی ہوئی تھیں۔ اب سکندر اور ان کے درمیان ایک ایسا پردہ حائل ہوچکا تھا کہ وہ ہر وقت ساتھ رہنے والے سکندر کی صورت کو ترس گئے تھے۔ سکندر کی آواز کو سنے ہوئے عرصہ گزر گیا تھا اور اس پر ظلم یہ ہوا کہ یونانی افواج کو وطن واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ وہ اسے اپنے لیے حکم تصور کررہے تھے گویا سکندر کام نکل جانے کے بعد ان سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں تھا۔ ایرانی امرا اور حکام قدر کی نگاہوں سے دیکھے جارہے تھے۔ اس سے یونانی سپاہیوں کے حسد میں اضافہ ہوا۔

انہیں اپنے وہ سپاہی بھی یاد آرہے تھے جو یونان سے ان کے ساتھ آئے تھے مگر جنگوں میں مارے گئے تھے۔ کچھ بیماریوں میں چل بسے، کچھ اعضائے جسمانی کے کٹ جانے سے معذور یا عیب دار ہوگئے۔ جو باقی بچے تھے انہیں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا گیا۔

اب وہ یہ سوچنے پر مجبور تھے کہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ ان کے سردار شادیاں کرکے ایران ہی میں رہ گئے۔ آخر تھسلی اور مقدونیہ کے شمالی کوہستانی قبائل سے تعلق رکھنے والے سپاہیوں نے اعلان کردیا کہ وہ ایران میں نہیں رہیں گے اپنے وطن واپس جائیں گے۔

سکندر نے حکم دیا "انہیں ڈھائی ہزار ٹیلنٹ دے دیے جائیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے وہ بھی یہ اپنے ساتھ لے جائیں۔"

ان واپس جانے والے فوجیوں نے درخواست کی "ہمیں سکندر سے براہِ راست بات کرنے کا موقع دیا جائے۔" ایرانی امیروں نے اپنی طرف سے جواب دے دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ لیکن فوجی بضد تھے کہ وہ ملے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ وہ شاہی محل کے سامنے جمع ہوگئے۔

ایرانی امرا نے ان کو روکنا چاہا تو انہوں نے ہتھیار سنبھال لیے اور صاف صاف اعلان کردیا "ہم اپنے سپہ سالار سکندر سے ملے بغیر واپس نہیں جاسکتے۔"

اسی وقت اپنے محافظوں کے ساتھ بطلیوس بھی وہاں پہنچا۔ سکندر کے بھائی کو شاہی محل کے دربان نہیں روک سکتے تھے لیکن بطلیوس کے محافظوں کو محل کے پھاٹک پر ہی روک دیا گیا۔

بطلیوس نے سپاہیوں کو جمع دیکھا تو دربانوں سے پوچھا "یہ یہاں کیوں جمع ہوگئے ہیں؟"

ایک دربان نے جواب دیا "یہ شہنشاہ سے ملنا چاہتے ہیں مگر شہنشاہ ان سے نہیں ملنا چاہتا۔"

بطلیوس سپاہیوں میں واپس گیا اور بلند آواز میں کہا "تم میں سے کوئی دو سپاہی مجھ سے بات کرنے آجائیں۔"

سپاہیوں نے شہزادہ بطلیوس کو اپنے قریب دیکھا تو بے حد خوش ہوئے اور خوشی میں نعرے لگائے۔ بطلیوس سے بات کرنے کے لیے دو کے بجائے چھ سپاہی اس کے قریب پہنچ گئے۔

بطلیوس نے ان کے پاس ہتھیار دیکھے تو ناخوشگوار لہجے میں پوچھا "یہ تم کیا کررہے ہو۔ کیا خود کو باغی قرار دینا چاہتے ہو؟"

ایک سپاہی نے جواب دیا "ہمیں آگے بڑھنے سے روکا گیا ہے جب کہ ہم سکندر کی ایک جھلک دیکھنا اور اس کی آواز سننا چاہتے ہیں۔"

بطلیوس نے ان کے ہتھیاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم ان کی مدد سے سکندر کی شکل دیکھ سکتے ہو، اس کی آواز

سن سکتے ہو؟"

ایک سپاہی نے جواب دیا "ہم نے تو یہ درخواست کی تھی لیکن جب ان حرام خور محل کے محافظوں نے ہمیں بھگانا چاہا تو ہم نے ہتھیار سنبھال لیے۔"

بطلیموس نے پوچھا "تم سکندر سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"

سپاہی نے جواب دیا "وہ ہمیں عضوِ معطل کی طرح اپنی فوج سے الگ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ اب تمہاری ضرورت باقی نہیں رہی اس لیے اپنے وطن واپس جاؤ۔"

بطلیموس نے انہیں سمجھایا "یہ حقیقت ہے کہ اب سکندر کو تمہاری ضرورت نہیں رہی کیوں کہ جس مقصد کے لیے تمہیں لایا گیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔"

سپاہیوں نے ایک ساتھ بولنا شروع کر دیا۔ ہر شخص الگ الگ باتیں کر رہا تھا۔ بطلیموس نے انہیں سمجھایا "میں تمہارے لیے سکندر سے بات کرتا ہوں لیکن تمہیں یہ سوچنا چاہیے کہ اب ہمیں تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ تمہاری مثال ان مزدوروں جیسی ہے جنہیں کسی عظیم الشان عمارت کی تعمیر میں لگایا گیا تھا اور جب یہ عمارت مکمل ہو گئی تو فارغ کر دیا گیا کیونکہ ان کا کام ختم ہو گیا۔ جب کوئی دوسری عظیم الشان عمارت بنے گی تو انہیں دوبارہ کام پر لگا دیا جائے گا۔"

جب سپاہیوں سے کچھ نہ بن پڑا اور وہ لاجواب ہو گئے تو آخری خواہش بیان کی "جانے سے پہلے ہماری ملاقات سکندر سے کرا دی جائے۔"

بطلیموس نے انہیں دلاسا دیا "ضرور ملاقات کرا دی جائے گی اب تم اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس جاؤ۔"

سپاہیوں کے نمائندے واپس گئے اور بطلیموس سے جو بات طے پائی تھی اس سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کیا۔ ان میں آپس میں جھگڑے شروع ہو گئے۔ بیشتر سپاہی سکندر سے اسی وقت ملنا چاہتے تھے جب کہ ان کے نمائندے انہیں یقین دلا رہے تھے کہ بطلیموس نے ان سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔

بطلیموس نے سپاہیوں کی طرف سے ایسی پیٹھ موڑی کہ انہیں پلٹ کے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور شاہی محل میں داخل ہو گیا۔

اندر سکندر کو فوجیوں کی آمد کی خبر ہو چکی تھی مگر اب وہ ان سپاہیوں سے براہِ راست کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب بطلیموس سکندر کے سامنے پہنچا تو وہ سکندر کو ایرانی لباس میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کو سکندر کو پہلی نظر میں پہچاننے میں دشواری پیش آئی۔ وہ محل کے ہر خدمتگار کو سرخ وردی میں دیکھ رہا تھا۔ شاید ایرانی حکومت کو یہ رنگ بہت پسند تھا جسے سکندر نے بھی برقرار رکھا۔

سکندر نے بطلیوس کو دیکھتے ہی حکم دیا "اب تجھے مصر واپس چلا جانا چاہیے۔"

بطلیوس نے کچھ شکایتیں کرنی چاہیں تو سکندر نے اسے روک دیا "تجھے میری ہی طرح یہ سوچنا چاہیے کہ ہم نے جن ملکوں میں بودوباش اختیار کی ہے وہاں ہمیں ان کے رسوم و رواج کی پابندی کرنی پڑے گی۔ ہم یونانی رسم و رواج کو پوری ایشیائی اقوام میں رواج نہیں دے سکتے۔"

بطلیوس نے کہا "لیکن آپ کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ ہم انسانوں کو سجدہ کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ آپ ایرانیوں سے سجدہ کروائیں لیکن آزاد خیال یونانیوں کو اس پر مجبور نہ کریں۔"

سکندر نے بطلیوس کو سمجھانا چاہا "میں نے تجھے مصر کی حکومت دے دی۔ تجھے بہت جلد اندازہ ہو جائے گا کہ تجھے مصری رسم و رواج کی پابندی کرنی ہے یا مصریوں کو یونانی رسم و رواج اختیار کرنا ہوں گے۔"

بطلیوس کو خیال آیا کہ وہ مصر میں اسی کشمکش سے دوچار ہے۔

سکندر نے بطلیوس کو اپنی ماں اولمپیاس کا ایک خط دکھایا۔ اس خط میں اولمپیاس نے سکندر کو یونان میں طلب کرتے ہوئے کہا کہ اسے مقدونیہ واپس آجانا چاہیے کیونکہ مصر سے ایران تک کا پورا علاقہ اس کا باج گزار ہو گیا۔ اس لیے اب مقدونیہ کو اس کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایرانیوں کی صحبت سکندر کو خراب کر دے۔

سکندر نے کہا "میری ماں اولمپیاس ہمیشہ حکم چلانے کی عادی رہی ہے۔ جب میں نے دارا کا تاج پہنا اور اس کے تخت پر بیٹھ کر شہنشاہی خود اختیار کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ حکم چلانے میں کتنی لذت ہے۔"

بطلیوس نے محل میں بھی سکندر کے مزاج اور عادات و اطوار میں فرق محسوس کیا۔ یہاں بھی گفتگو میں تکلف اور فاصلہ حائل تھا اور کوئی بھی بات آزادی سے نہیں ہو رہی تھی۔ بطلیوس نے مایوسی سے کہا "میں اگلے ہفتے اپنی بیوی اور تائیس کے ساتھ مصر واپس چلا جاؤں گا۔ شاید یہ ہم دونوں کی آخری ملاقات ہو۔"

سکندر نے رسماً الوداعی ملاقات کے لیے ہاتھ بڑھایا "ٹھیک ہے۔ اگر دوبارہ ملاقات کرنی ہو تو اس کے لیے دو دن پہلے مطلع کر دینا۔"

بطلیوس نے جواب دیا "اب میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ میزا کی درسگاہ میں ساتھ رہنے والے دو بھائی اب ایک دوسرے سے ملنے کے لیے دو دن پہلے مطلع کیا کریں گے، ہم از کم میں ابھی تک اس کا عادی نہیں ہوا۔"

سکندر نے بے پروائی سے جواب دیا "بے شک! چند دنوں میں پرانی عادتیں ترک کرنا مشکل کام ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ بیشتر یونانی شاہی رسوم و آداب کی پابندی کرنے لگے ہیں۔"

سکندر کا خیال تھا کہ ہاتھ ملانے کے بعد بطلیوس واپس چلا جائے گا لیکن وہ اس ملاقات کو باتوں کے ذریعے طول دے رہا تھا۔ "جن یونانیوں کو فارغ کر دیا گیا ہے وہ آپ سے آخری ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ دو چار دن میں یہ ملاقات ہو جائے تو بہتر ہے۔"

سکندر نے کہا "اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ڈھائی ہزار ٹیلنٹ انہیں دلوا دیے ہیں اور وہ جن گھوڑوں پر بیٹھ کر ساحل تک پہنچیں گے، میرے کارندے ان سے وہ گھوڑے لے کر ان کی قیمتیں ادا کر دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ان کی خدمات کا کہیں زیادہ صلہ ادا کر دیا ہے۔"

اسی وقت روشنک اندر داخل ہوئی۔ اس نے اپنی بہن کی سفارش کی "شاید تو بطلیوس ہے، میری بہن کا شوہر۔ اگر مناسب سمجھنا تو دو سال میں کم از کم ایک بار میری بہن سے ملاقات ضرور کروا دینا۔"

بطلیوس نے رشتے داری کے حوالے سے بات کی "اگر وہ دو سال میں ایک بار یہاں آئے گی تو اس کے بعد دوسرے سال تو مصر پہنچے گی کیوں کہ جس طرح وہ تیری بہن ہے، ایک باپ اور دو ماؤں کی بیٹیاں، اسی طرح میری اور سکندر کی رشتے داری ہے، مائیں دو اور باپ ایک۔"

بطلیوس محل سے باہر نکلا اور ہفتے بھر قیام کے بجائے تیسرے ہی دن مصر واپس چلا گیا۔ راستے میں تائیس نے سکندر کی شکایت کی "اب وہ اس قدر بدل گیا ہے کہ شاید یونان کبھی واپس نہ جائے۔ ایران میں اس کو نہ تو اولمپیاس کی فکر ہے اور نہ استاد ارسطو کا خیال۔"

بطلیوس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ہم نے مقدونیہ کے بادشاہ کے محل میں آنکھ کھولی ہے اور شہنشاہوں کے ملکوں کی حکومت سنبھالی ہے۔ سکندر شہنشاہِ ایران کا جانشین قرار پایا اور مجھے فرعونوں کے ملک کی حکومت مل گئی اور یہ فرعون شہنشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کے خدا بھی تھے۔ شاید مجھے بھی بھائی سکندر کی طرح مصر کے شاہی آداب و رسوم اختیار کرنا پڑیں۔"

تائیس نے مشرق کی شکایت کی "یہاں مجھے بڑی ذہنی کوفت رہتی ہے۔ مشرقی لوگ طوائف کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے جب کہ یونان میں انہیں ایک باعزت مقام حاصل ہے۔ ایتھنز کی تھیوڈوراتای طوائف کے افلاطون سے گہرے تعلقات تھے اور افلاطون اس کے پاس بہت باقاعدگی سے جاتا تھا۔"

بطلیوس نے ہنستے ہوئے تائیس کے رخسار پر ہلکی سی چپت رسید کی "تیری عزت اور مقام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ تو مطمئن رہ۔"

بطلیوس مصر واپس پہنچا اور آزادی سے حکومت کرنے لگا۔

لیکن سکندر ایران کی شہنشاہی حاصل کرنے کے بعد بھی بے قرار تھا۔ اس نے میزا کی درسگاہ میں ایشیا اور مشرق کے بارے میں جتنی معلومات حاصل کی تھیں وہ بالکل ناکافی ٹھہری تھیں کیوں کہ اسے ایران کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا لیکن ایران کے

مشرق میں جو کچھ تھا، اس سے ارسطو بھی واقف نہ تھا۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ مشرق میں کسی جگہ دنیا کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اب سکندر کو یہ جستجو تھی کہ یہ سلسلہ کہاں ختم ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ وہ ہمدان میں بیٹھ کے ایرانی عالموں اور واقعہ نگاروں کی مدد سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایران کے ہخامنشی فاتح، اعظم سائرس کی حدودِ مملکت کیا تھیں۔ سکندر سائرس اعظم کی عظمت کا بے حد قائل تھا۔ اب اس کے ذہن سے ہومر کے اکلیز کا خیال نکل چکا تھا اور اس کی جگہ تاریخ کے ایک حقیقی کردار سائرس اعظم نے لے لی تھی۔ اب وہ دنیا کے ان تمام شہروں اور خطوں کو فتح کرلینا چاہتا تھا جنہیں سائرس اعظم نے تقریباً دو صدی قبل فتح کیا تھا۔

اسے یہ تو معلوم تھا کہ ہخامنشی یعنی سائرس اعظم کے آبائی قبائل باختر کے راستے سے ایران میں داخل ہوئے تھے اور ایران کی آل ماد کی قوت ختم کرکے اپنی حکومت قائم کرلی تھی اور پھر ہخامنشیوں نے دارا تک نہایت شاندار حکومت کی۔ یونانی ان سے خوفزدہ رہے، ان سے مدد لیتے رہے اور ان کے دربار میں ملازمتیں کرتے رہے۔ سکندر نے ایران کو فتح کرنے کے بعد یہ نہیں سوچا کہ ایران پر مقدونیہ میں بیٹھ کر حکومت کرنی ہے یا ایران میں یونانی نظم و نسق رائج کرنا ہے کیوں کہ مصر اور مشرق نے اس پر یہ واضح کردیا تھا کہ علمی میدان میں یہ بھی بہت آگے ہیں۔ اب سکندر زیادہ سے زیادہ یہ چاہتا تھا کہ مشرق کے نظام حکومت سے فائدہ اٹھایا جائے اور اس میں یونانی نظم و نسق کی آمیزش کردی جائے۔

اس کے ساتھ مختلف علوم و فنون پر کام کرنے والے اب صرف یونانی نہیں تھے بلکہ ان میں مصری، فنیقی، بابلی اور ایرانی بھی شامل ہو چکے تھے۔ شہروں، پہاڑوں اور دریاؤں کے فاصلے ناپے جارہے تھے۔ قومی اور علاقائی خصائل کا مشاہدہ کیا جارہا تھا۔ اب سکندر کا ان میدانوں میں جارحانہ قدم نہیں اٹھ رہا تھا۔ وہ انہیں استاد تسلیم کرچکا تھا اور ان سے فائدے حاصل کرنے میں کوشاں تھا۔ چنانچہ اس نے اولمپیاس کے خط کے جواب میں لکھ دیا تھا۔ "جب میں مقدونیہ سے چلا تھا تو میرا خیال تھا کہ میں ایران کو فتح کرکے واپس آجاؤں گا لیکن یہاں آنے کے بعد جو کچھ دیکھا اور یہاں مجھے جو کچھ ملا، اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے۔ میرے سامنے ایران کے بعد اس کا مشرق ہے۔ کہتے ہیں کہ یہیں کہیں دنیا ختم ہو جاتی ہے اور میں دنیا کے اس خاتمے کا پتا لگانا چاہتا ہوں۔ استاد ارسطو سے کہیں کہ میں انہیں یہاں کی کون کون سی چیز بھیجوں۔ یہاں تو پودوں اور پرندوں کی بے شمار اقسام ہیں۔ اگر استاد ارسطو خود تشریف لے آئیں تو بہتر ہوگا۔

"آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ یہاں کی دولت آپ کے پاس پہنچ رہی ہے اور مزید پہنچتی رہے گی۔ آپ کے بیٹے نے اپنی فتوحات سے جو دبدبہ قائم کیا ہے اس سے آپ مقدونیہ میں بے خوف و خطر ہوگئی ہیں اور کسی یونانی مخالف ریاست کی مجال نہیں کہ وہ مقدونیہ کو بری نظر سے دیکھے۔"

اپنے کسی خط میں بھی سکندر نے روشنک یا برسین کا ذکر نہیں کیا کیوں کہ سکندر خوب جانتا تھا کہ اولمپیاس اپنی محبت میں کسی کی شرکت گوارا نہیں کرتی۔

سکندر کے سامنے جو دنیا تھی اس کی تقریباً ہر شے کچھ میں آرہی تھی لیکن ایک خاموش طبع، بردبار خاتون برسین مسلسل معما بنی ہوئی تھی۔ اسے سکندر نے جو تحائف دیے تھے، برسین نے انہیں ایک دن بھی نہیں پہنا تھا حالانکہ سکندر اپنے دیے ہوئے ہار اور کنگن برسین کو پہنے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔ سکندر نے برسین کو ساتھ لیا اور اسے شہر کے باہر ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں زبردست ہریالی تھی اور چرواہے اپنے مویشیوں کو چرنے کے لیے چھوڑ کر خود بانسری بجا رہے تھے۔

سکندر کے محافظ دستے نے ان چرواہوں کو بھگانا چاہا تو سکندر نے ان کو منع کردیا اور کہا "میں پُر تکلف اور مصنوعی ماحول سے تنگ آکر اس فطری ماحول میں آیا ہوں اور تم لوگ اسے بھی مصنوعی بنانے پر تلے ہوئے ہو۔"

محافظوں نے اپنی ذمے داریوں کا ذکر کیا "ہمیں تو شہنشاہ کے نامعلوم اور نادیدہ دشمنوں سے خبردار رہنا پڑتا ہے۔"

سکندر نے برسین کا ہاتھ پکڑا اور دونوں گھوڑوں کی آڑ میں بیٹھ گئے۔ اس نے برسین سے پوچھا "آج تجھے اپنی سنجیدگی کے بارے میں یہ بتانا پڑے گا کہ یہ کب سے ہے اور کیوں ہے اور کب تک رہے گی؟"

برسین نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی "میں ایک پُرسکون گھریلو ماحول کی عورت ہوں۔ شاید میں محل کی پُر تکلف زندگی کی عادی نہیں ہوں۔"

سکندر نے اپنی ماں کا ذکر کیا "میں تجھے اپنی ماں سے ملواؤں گا اسے محلاتی زندگی بہت پسند ہے جہاں اس کا حکم چل رہا ہو اور اس کی تابعداری اور خدمت گزاری کے لیے کنیزوں کی ایک فوج صف بستہ ہاتھ باندھے کھڑی ہو۔"

برسین نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا "یہ اپنے اپنے مزاج اور فطرت کی بات ہے۔ میں نہ تو خود کسی کو حکم دینا جانتی ہوں اور نہ خود پر کسی کو حاکم دیکھنا پسند کرتی ہوں۔"

سکندر نے پوچھا "ممنان کیسا آدمی تھا؟"

برسین جھلا گئی اور سکندر کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا "یہ درمیان میں ممنان کا ذکر کہاں سے آگیا؟"

سکندر نے جواب دیا "کہتے ہیں وہ نہایت شاندار انسان تھا۔ بعض ایرانی اس کو مجھ پر ترجیح دیتے ہیں حالاں کہ ممنان نے ایرانی شہنشاہ کی ملازمت کی اور میں نے ایران پر شہنشاہی کی۔ اب تو کسی ممنان کی بیوی نہیں ہے بلکہ تو اس ملک کی ملکہ ہے۔"

پھر اچانک ماحول میں کچھ گڑبڑ سی پیدا ہوگئی۔ ایک سپاہی بدحواس بھاگتا ہوا سکندر کے پاس آیا۔ محافظ اس کا پیچھا کر رہے

تھے۔ یہ محض سکندر کے قدموں میں گر گیا "ہم بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچے ہیں۔"

سکندر نے اسے غور سے دیکھا اور اس کی زبان اور لہجے سے سمجھ لیا کہ وہ تھسلی سپاہی ہے۔ اس کی زبان بھی یونانی تھی۔ برسین دونوں کی گفتگو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی مگر یونانی زبان نہ جاننے کی وجہ سے کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔

ایک محافظ نے آگے بڑھ کے بے بسی سے عرض کیا "جناب والا! ہم پچاس محافظ پانچ سو کے ہجوم کو کس طرح روک سکیں گے؟"

سکندر نے اپنے محافظوں کی طرف دیکھا۔ وہ تقریباً نصف فرلانگ دور ایک ہجوم کو روکے کھڑے تھے۔

سکندر نے تھسلی کے نوجوان سے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا "تم لوگ بالکل غیر مہذب ہو گئے ہو بتاؤ کیا بات ہے؟"

تھسلی کے جوان نے بتایا "ہم ان یونانیوں میں شامل ہیں جو یہاں سے واپس جا رہے ہیں۔"

سکندر نے کہا "جب تمہیں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا گیا اور تمہاری خدمات کا صلہ بھی دے دیا گیا تو تم لوگ مجھے تنگ کرنے پر کیوں تلے ہو؟"

تھسلی کا جوان کہنے لگا "جناب! ہم نے شہزادہ بطلیموس کے ذریعے آپ سے ملاقات کرنی چاہی تھی۔ شہزادے نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ آپ سے ہماری ملاقات کروا دے گا لیکن پھر وہ چپ چاپ سر کھسک لیا۔"

سکندر نے کہا "اس وقت تو تُو جا اور اپنے ساتھیوں سے کہہ دے کہ میں انہیں رخصت کرنے ضرور آؤں گا اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی دباؤ سے مجھے ملاقات کرنے پر آمادہ کر لیں گے تو یہ ان کی بھول ہے۔"

نوجوان چپ چاپ واپس چلا گیا۔ برسین نے کہا "یہ لوگ آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں مگر آپ ان کے جذبوں کی کوئی قدر نہیں کرتے۔ بس یہی چھوٹی چھوٹی باتیں مجھے ملول اور سنجیدہ رکھتی ہیں۔"

سکندر نے یونانی سپاہیوں کے ہجوم کو فکر مند نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "میرے لیے کوئی گوشۂ فراغت نہیں ہے۔ ایک آدمی کے لیے ہزاروں کی خواہشیں پوری کرنا ناممکن ہے۔"

برسین نے کہا "آپ نے اپنے لیے کوئی گوشۂ فراغت رکھا ہی نہیں۔ دنیا کو فتح کرنے کی خواہش ہزاروں لاکھوں سپاہیوں کی مدد کے بغیر ممکن ہی نہیں اس لیے جو لوگ آپ کی خواہشوں کی تکمیل میں معاون و مددگار ہیں "ان کی خواہشات کا احترام تو کرنا ہی پڑے گا۔"

سکندر نے برسین کو اس کے باطن سے نکالنے کے لیے ایک بار پھر ممنان کا ذکر چھیڑ دیا "آخر ممنان میں وہ کون سی خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے آج بھی ایرانی اس کا عزت و احترام سے نام لیتے ہیں اور شاید اس کی یادوں نے تجھے بھی غمزدہ اور سنجیدہ بنا رکھا ہے۔"

برسین نے اپنی روحانی اذیت کو دبانے اور چھپانے کی بڑی کوشش کی۔ وہ ممنان کو موضوعِ گفتگو نہیں بنانا چاہتی تھی "لوگ کہتے ہیں کہ آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک سائرسِ اعظم جیسی وسیع و عریض سلطنت آپ کو حاصل نہ ہو جائے۔"

سکندر نے کفِ افسوس ملتے ہوئے کہا "اے کاش! مجھے بھی دارا کی طرح ممنان جیسا کوئی امیر البحر حاصل ہوتا۔"

برسین نے کہا "میری اطلاعات کے مطابق آپ جملہ ساحلی شہروں پر قابض ہو چکے ہیں اس لیے آپ کو جو بحری قوت حاصل ہے وہ کافی ہے۔ اب آپ خشکی کے حصوں کو فتح کرنے کی فکر کریں اور اس کے لیے آپ کے پاس آدمی موجود ہیں۔"

سکندر نے کہا "جن ساحلی شہروں پر میرا قبضہ ہے ان کی حفاظت کے لیے ممنان جیسا امیر البحر درکار ہے اور جب میں مشرق میں فتوحات کے لیے جاؤں گا تو ساحلی شہروں کے لیے کوئی ممنان تو چاہیے ہی ہو گا۔"

برسین نے بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ اپنے پورے وجود میں وحشت سی محسوس کر رہی تھی "آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ ساحلی شہر، امیر البحر، ممنان، یہ سب کیا ہے؟ آپ تلاش کریں۔ اگر ممنان نہیں تو ممنان جیسا ضرور مل جائے گا۔"

سکندر نے اتنی بہت ساری باتوں سے اتنی کامیابی ضرور حاصل کر لی تھی کہ برسین کا باطن کسی قدر سامنے آ گیا تھا۔ ممنان برسین کے دل ہی میں نہیں تھا اس کے پورے وجود میں موجود تھا اسی لیے برسین مستقلاً غمزدہ اور سنجیدہ رہنے پر مجبور تھی۔ سکندر نے اپنی بے بسی کا ذکر کیا "آج مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ شہروں اور ملکوں کو فتح کرنے سے زیادہ دشوار کام کسی کے دل اور وجود کی تسخیر ہوتی ہے۔ تو نے آج تک میرے دیے ہوئے ہار اور کنگن کو شاید ہاتھ بھی نہیں لگایا اور میں تیرے اس چوبی صندوقچے کے راز سے بھی لاعلم ہوں جسے تو سینے سے لگائے شاہی محل میں گھومتی پھرتی رہتی ہے۔"

چھواہوں نے سکندر کی موجودگی میں اپنے لیے خلوت محسوس کیا اور وہ مویشیوں سمیت کہیں اِدھر اُدھر غائب ہو گئے۔ یونانی بھی جا چکے تھے اب صرف سکندر کے محافظ دور بیٹھے سکندر کی واپسی کے منتظر تھے۔ سکندر نے برسین سے بہت زیادہ باتیں کرنے کی کوشش کی اور اسے مشورہ دیا "تو کچھ عرصے کے لیے مقدونیہ میں اولمپیاس کے پاس چلی جا اور دیکھ کہ ایک ملکہ کس طرح رہتی ہے۔"

برسین نے بے دلی سے جواب دیا "ملکہ کی حیثیت سے باختری شہزادی روشنک بہت خوب ہے۔ مجھے ایک عام عورت کی طرح محل میں رہنے دیں۔"

سکندر نے حسرت سے کہا "مجھے ممنان پر رشک ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ میرے مرنے کے بعد کوئی مجھے اس طرح یاد رکھے

اس کے بعد سکندر نے ممنان کا نام نہیں لیا اور غیر متعلق باتیں کرنے لگا۔ وہ اپنی مشکلات بیان کرتا رہا کہ اس نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے والدین کو آپس میں کس طرح برسرِ پیکار دیکھا تھا۔ اس کی ماں بھی اقتدار پسند ہے اور باپ تو مقدونیہ کا بادشاہ تھا ہی۔ آخر اولمپیاس کے سینے میں کیسا دل رکھ دیا گیا تھا اور برسین کو دل کی کون سی قسم ودیعت ہوئی تھی۔

سکندر نے پوچھا "میں کچھ دنوں بعد ان زمینوں میں جاؤں گا جہاں سے ہخامنشی آئے تھے یعنی باختر کی شمالی سرزمینوں میں پھر وہاں سے مشرق کی ان نامعلوم زمینوں کا پتا لگاؤں گا جن سے یونانی لاعلم ہیں اور کہتے ہیں کہ وہیں کہیں دنیا ختم ہو جاتی ہے جس طرح ہومر کے خیال میں کہ اگر جنوب میں بڑھتے چلے جاؤ تو حبشہ میں دنیا ختم ہو جائے گی۔ جنوب کا پتا ہومر کو تھا مشرق کا پتا میں لگاؤں گا۔ کیا تو اس سفر میں ہمارا ساتھ دے گی؟"

برسین نے جواب دیا "سامانِ سفر کی طرح آپ جہاں چاہیں مجھے لے جائیں لیکن اگر مجھے اختیار دیا جائے تو مجھے مشرقی دنیا کے سرے کو دیکھنے کی نہ تو خواہش ہے اور نہ شوق۔"

سکندر نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "تجھ سے بہتر تو میرا گھوڑا ہے کہ جہاں چاہوں، چلا جاؤں۔"

برسین نے فوراً جواب دیا "گھوڑے اور انسان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ آپ کو اس فرق کا علم ہونا چاہیے۔"

سکندر بہت تیزی سے محل واپس گیا اور برسین کو پیچھے چھوڑ کر اس چوبی صندوقچے تک رسائی حاصل کر لی جسے برسین ابھی تک سکندر سے چھپائے ہوئے تھی۔ اس نے صندوقچے کو کھولا۔ اس میں بھی کئی ہار اور کنگن رکھے تھے۔ غالباً یہ ممنان کی نشانیاں تھیں۔

برسین نے سکندر کے ہاتھ میں کھلا صندوقچہ دیکھا تو شکایتاً کہنے لگی "بادشاہوں کی یہ عادت ڈاکوؤں سے ملتی جلتی ہوتی ہے کہ اپنی پسند کی مطلوبہ چیزیں زبردستی حاصل کر لیتے ہیں۔"

سکندر نے ہار اور کنگن ہاتھ میں لے لیے اور برسین سے پوچھا۔ "کیا یہ ممنان کے تحفے ہیں؟"

برسین نے جواب دیا "ہاں، اس کی بڑی خواہش تھی کہ وہ یہ سب مجھے پہنے ہوئے دیکھے لیکن تمہاری جنگوں نے اس کو بحری جہازوں سے اترنے کی مہلت ہی نہ دی اور وہ یہ حسرت لیے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔"

سکندر نے پوچھا "میرا دیا ہوا ہار اور کنگن کہاں ہیں؟"

برسین نے دونوں چیزیں نکال کے سکندر کے حوالے کر دیں۔ سکندر نے ممنان کے دیے ہوئے زیورات برسین کے حوالے کر دیے اور اپنے ہار اور کنگن لے جاتے ہوئے کہا "تجھے واقعی میرے ہار کنگن سے پرہیز کرنا چاہیے تھا۔ تو اگر چاہے تو ممنان کے زیورات پہن لے مجھے خوشی ہوگی۔"

برسین نے کہا "نہیں۔ میں انہیں بھی نہیں پہنوں گی۔"

اس واقعے کے بعد سکندر نے برسین سے علیحدگی اختیار کر لی کیونکہ اسے اب یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ شہروں اور ملکوں کو فتح کر سکتا ہے لیکن برسین کی تسخیر ناممکن ہے۔ برسین کی عزت و توقیر میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس میں کچھ اضافہ ہی ہو گیا۔

روشنک نے سکندر کی زوجیت کو فخریہ قبول کر لیا تھا۔ پہلے وہ باختر کے حکمران کی بیٹی تھی اور شہزادی کہلاتی تھی اب وہ دنیا کے بہت بڑے فاتح سکندر کی بیوی تھی اور ملکہ کا لقب حاصل کر لیا تھا۔ روشنک کو اس واقعے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ سکندر نے اس کے باپ بسوس کو خود کوڑے لگائے تھے اور اپنے سپاہیوں سے پٹوایا تھا۔ بعد میں اس کو قتل کر کے اس کی لاش بے گور و کفن ندی کے کنارے پھینک دی گئی تھی۔ کسی کو یہ بھی پتا نہ چلا کہ بسوس کی لاش کو کتے کھا گئے یا وہ مردہ خور گدھوں کے پیٹ میں پہنچ گیا۔ اسے تو یہ خوشی تھی کہ وہ ایشیائی شہنشاہ کی بیوی ہے اور اس کی اولاد یونان اور ایشیا کے ملکوں پر حکومت کرے گی۔

خود سکندر جب بھی روشنک اور برسین کا موازنہ کرتا تو ایسے بھول بھلیوں میں پھنس جاتا۔ وہ انسانی فطرت کے تضادات پر غور کرتا۔ روشنک تو اس کی سمجھ میں آ رہی تھی جو جاہ طلب تھی جسے خوشیاں دے کر اپنا غلام بنایا جا سکتا تھا مگر برسین کو نہ تو کسی طرح خوش کیا جا سکتا تھا اور نہ اس کے اندر جھانکنے کی اجازت مل سکتی تھی۔ اسے دنیا کی کوئی بھی شے خوش نہیں کر سکتی تھی کیوں کہ شاید یہ دنیا اور اس کی ساری چیزیں سراب جیسی تھیں۔

○☆○

سکندر کے حکم سے یونان جانے والوں کو ایک میدان میں جمع کیا گیا اور سکندر بالکل اسی طرح ان سب سے ملاقات کرنے پہنچ گیا جس طرح یونان سے آتے ہوئے ملاقات کرتا رہا تھا۔ اس وقت اس میں اور عام سپاہی میں کوئی فرق نہ تھا۔ اس وقت وہ ایشیا کے شہنشاہ کے بجائے صرف ایک سپہ سالارِ اعظم نظر آ رہا تھا۔ اس موقع پر انٹی گونس، ہیفاسشن اور نیارکس بھی موجود تھے بطلیموس بھی سکندر کے ساتھ تھا۔ ایرانی امرا بھی سکندر کے ساتھ تھے مگر ان کی حیثیت بالکل خدمت گاروں جیسی تھی کیونکہ ان ایرانی امرا کو واپس جانے والے یونانیوں سے نہ تو کوئی ہمدردی تھی اور نہ واقفیت جب کہ یونانی سپاہی ان ایرانی امرا سے نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ انہی ایرانی امرا نے اپنی خوشامدانہ روش سے سکندر کے دل و دماغ کو بدل کے رکھ دیا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے سکندر کو دارا کے تخت پر بٹھایا، تاج پہنایا اور درباری آداب و رسوم سکھائے اور انہیں رائج کرنے پر سکندر کو آمادہ کیا۔ لوگوں سے نذرانے پیش کروائے اور سکندر کے تخت کے آگے سربسجود ہو کر یونانیوں کو بھی سجدے کرنے پر مجبور کیا۔ اگر یہ لوگ پیچھے ہٹ جاتے تو شاید سکندر شہنشاہ بننے کے خواب نہ دیکھتا۔

سکندر نے واپس جانے والوں کو تسلیاں دیں اور کہا "میں تمہیں جبراً نہیں بھیج رہا ہوں۔ تم سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ایران

کے فتح ہو جانے کے بعد تمہیں اپنے عزیزوں اور رشتے داروں سے ملنے کی اجازت دے دی جائے گی چنانچہ مجھے اطمینان ہے کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تم دولت مند ہو کر اپنے وطن واپس جا رہے ہو۔"

ایک دہ صدی سردار نے بے مروتی سے کہا "جناب! ان چکنی چپڑی باتوں سے کچھ حاصل نہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ یہیں رک جائیں گے اور ہمیں اس لئے وطن واپس بھیج دیں گے کہ ہماری جگہ ایرانیوں سے پُر کر سکیں۔ یہ زیادتی ہے۔"

سکندر نے پوچھا "کیا تم رکنا چاہتے ہو؟ میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔"

دہ صدی سردار نے کہا "اگر ہمیں یہ یقین دلا دیا جائے کہ سال دو سال کے بعد آپ بھی ہمارے ساتھ یونان واپس جائیں گے تو ہم رکنے کے لئے تیار ہیں۔"

سکندر نے جواب دیا "شاید یہ ناممکن ہو کیونکہ جب تک میں سائرس اعظم کے مفتوحہ علاقوں کی تسخیر نہ کر لوں، یونان واپس جانے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں گا۔"

دہ صدی سردار نے کہا "یہ بھی ایک خیالِ خام ہے، محض دل کے بہلانے کو کیوں کہ یہاں جس طرح شادیاں کی گئی ہیں اور رسم و رواج رائج کیے جا رہے ہیں، شہر بسائے جا رہے ہیں ان کے پیشِ نظر اب آپ کبھی بھی یونان واپس نہیں جائیں گے۔"

انٹی گونس نے تائید کی "بے شک۔ اب ہماری نسلیں یہیں پھلے پھولیں گی اور ہم ایشیائے کوچک کے نو آباد یونانیوں کی طرح اب یہیں رہیں گے۔"

ہفاسٹن نے سکندر کی طرف دیکھا "کیا یہ درست کہتا ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "کسی حد تک لیکن میں بذاتِ خود اگر یہاں رہنا چاہوں بھی تو میری ماں اولمپیاس کبھی بھی مجھے یہاں نہیں رہنے دے گی۔ اگر میں خود مقدونیہ نہیں پہنچوں گا تو اولمپیاس، میری ماں یہاں آ جائے گی اور مجھے اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

نیارکس نے سکندر سے پوچھا "آپ نے تو استاد ارسطو کو یہیں یعنی ایران آنے کی دعوت دی ہے۔ اگر وہ آپ کی دعوت پر یہاں آ گیا تو یہاں اس کا کام اتنا طویل ہو جائے گا کہ واپسی ناممکن ہو گی۔ یہاں کے بے شمار پودے اور پرندے اقسام اور تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ شب و روز کام جاری رکھا جائے تو اس کے لیے کئی زندگیاں درکار ہوں گی۔"

سکندر نے اس فضول بحث کا خاتمہ کر دیا اور جانے والے سپاہیوں سے پوچھا "کیا تم لوگ واپسی کا ارادہ رکھتے ہو؟"

ان میں سے اکثر نے ایک ہی جواب دیا کہ اب وہ فوجی زندگی سے عاجز آ چکے ہیں اور اب ان کے مشاغل زراعت و کاشتکاری ہوں گے۔ کچھ نے ہنر مندی کا ذکر کیا۔ ان کے خاندانوں میں جو آبائی کام ہوتے رہے ہیں اب وہ وہی اختیار کر لیں گے۔

ان میں سے کوئی لوہار تھا۔ کوئی معمار تھا کوئی کپڑے بننے کا کام کرتا تھا، کسی کا پیشہ دکانداری تھا۔ کسی کے خاندان میں صدیوں سے ملاحی رائج تھی۔ ان میں سے بیشتر وہ تھے جنہیں اپنے وطن سے بڑی محبت تھی لیکن ان کا تعلق شمال کے کوہستانی قبائل سے تھا اور انہیں سپہ گری کے سوا کوئی اور کام نہیں آتا تھا۔ وہ کسی آس پاس کی ریاست میں ملازمت کرنے کی نیت رکھتے تھے۔

سکندر نے ان سب سے بہت قریب سے ملاقاتیں کیں اور یہ اثر زائل کرنے کی کوشش کی کہ ان سے ایشیا کا شہنشاہ باتیں کر رہا ہے۔ کئی گھنٹے بعد نیارکس اور انٹی گونس کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان وطن جانے والوں کو ساحل تک پہنچائیں۔

ان سب سے ان کے گھوڑوں کی قیمتیں معلوم کی گئیں تاکہ انٹی گونس کو ان کی مجموعی قیمت دے دی جائے اور ان سے گھوڑے واپس لے لے جائیں۔

سب کے آخر میں سکندر کو ایرانی امرا نے اپنے حصار میں لے لیا۔ گویا اب وہ پھر ایشیا کا شہنشاہ سکندرِ اعظم تھا۔

سکندر اپنے محل واپس گیا۔

یہ لوگ نہایت افسردہ اور ملول ساحلِ سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ ان کو واپس لے جانے کے لیے سکندر کی طرف سے جہازوں کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ جہاز ان کے منتظر کھڑے تھے شاید انہیں اس کا احساس نہیں تھا کہ ایشیائی شہروں نے ان کے دلوں میں بھی گھر کر لیا ہے کیونکہ ساحلِ سمندر پر جب ان سب سے گھوڑے لے لیے گئے اور ان کی قیمتیں انہیں دے دی گئیں تو جہازوں کی طرف جاتے ہوئے انہیں اپنے دلوں میں گرانی سی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ مڑ مڑ کے ان زمینوں کو دیکھ رہے تھے جہاں انہوں نے کئی سال گزارے تھے۔ جہاں کے پھل کھائے تھے۔ جہاں کی ہواؤں نے انہیں خوشی بخشی تھی اور دکھ بھی پہنچایا تھا جہاں کی عورتوں نے لذت و سرور بخشا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو یہ سوچ رہے تھے کہ اب، وہ یہاں کبھی نہیں آئیں گے۔ اس سرزمین کو دوبارہ کبھی نہیں دیکھیں گے تو انہیں اپنے دلوں میں ایک عجیب سا درد محسوس ہوتا اور کسک سی ہونے لگتی۔

انٹی گونس اور نیارکس بھی ملول ہو گئے۔ انہیں بھی اپنا وطن یاد آیا مگر یہ وطن واپس نہیں جا سکتے تھے اور کچھ پتا نہ تھا کہ انہیں ابھی کتنے سال سکندر کے ساتھ اور رہنا ہے۔ انہیں اپنے وہ ساتھی بھی یاد آئے جو جنگوں میں مارے گئے تھے یا بیمار ہو کر مر گئے تھے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ یہ خیال کر رہے تھے کہ دیکھیے وہ بھی اپنے رفیقانِ رفتگاں کی طرح ایشیا ہی میں کہیں پیوندِ زمین ہو جاتے ہیں یا انہیں یونان واپس جانے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

جب تک یونانی سپاہی جہازوں پر سوار ہوتے رہے، نیارکس اور انٹی گونس انہیں دیکھتے رہے۔ ان دونوں کے سامنے گھوڑوں کا ہجوم تھا جن کے ہنہنانے اور جھرجھری لینے کی آوازیں واضح سنائی دے رہی تھیں۔ نیارکس نے انٹی گونس سے پوچھا "دوست! ان سب کے چلے جانے کے بعد ہمارے یہاں رہنے کا کیا جواز ہے؟ کیا یہ ایرانی ہمارے ساتھ وفاداری سے پیش آئیں گے؟"

انٹی گونس نے کہا "میں پہلا شخص ہوں جس نے سکندر کے سامنے قیامِ ایران کی مخالفت کی تھی لیکن سکندر نوجوان ہونے کے باوجود بہت چالاک ہے۔ اس نے ایرانی عورتوں سے ہماری شادیاں کروا دیں اور یہ امید پیدا ہو گئی کہ مفتوحہ علاقوں اور شہروں کی حکومتیں بھی ہمیں مل جائیں گی تو لالچ نے ہمیں یہاں رہنے پر مجبور کر دیا۔ اب ایرانی عورتوں سے ہماری اولادیں ہو جائیں گی اور ہم ان کے ساتھ ہنسی خوشی رہ کر یونان کو بھولتے چلے جائیں گے۔"

نیارکس نے شکایتاً کہا "ایران میں مشکل یہ ہے کہ یہاں مندر نہیں ملتے اور نہ دیوی دیوتاؤں کا کوئی وجود ہے۔ پتھر کی دیواروں پر کچھ شکلیں کھدی ہوئی نظر آ جاتی ہیں اور جگہ جگہ آتش کدے روشن ہیں۔ مجھے تو یہاں پوسیڈون دیوتا کی کوئی مورتی بھی نہیں ملے گی اور میں اسی دیوتا کے زیرِ اثر زندہ ہوں۔"

انٹی گونس نے مشورہ دیا "آؤ ہم دونوں یہ منصوبہ بنائیں کہ ہم سکندر کے ساتھ دو سال اور رہیں گے اور اس عرصے میں کوئی اور شادی نہیں کریں گے اور سکندر سے کہیں گے کہ اب وہ ہمیں آرام کرنے دے۔ ہم ایشیائے کوچک کے شہروں پر حکومت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ وہاں سے یونان بہت قریب ہے۔ وہاں سے ہم کبھی کبھی اپنے بچوں کو یونان بھی لے جائیں گے اور یونانی عزیزوں اور رشتے داروں کو ایشیائے کوچک لایا کریں گے۔ اس طرح زندگی بہت اچھی گزر جائے گی۔"

دونوں نے گھوڑوں کا 'تاجرانِ اسپ' سے سودا کیا اور انہیں بیچ کر ہمدان پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے چند نئے یونانیوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند ماہ پہلے سکندر نے اپنے استاد ارسطو کو ایران تشریف لانے کی جو دعوت دی تھی تو ارسطو خود تو نہیں آیا لیکن اس نے اپنے بھتیجے کلوس تھنز کو بھیج دیا۔ اس نے افلاطون کی اکیڈمی میں تعلیم حاصل کی تھی اس لیے اس پر ایتھنز کا رنگ غالب تھا لیکن پچھلے کئی سال سے وہ میزا میں ارسطو کے ساتھ رہ رہا تھا اور ارسطو اس سے بے حد محبت کرتا تھا۔

انٹی گونس اور نیارکس نے ارسطو کے بھتیجے سے مقدونیہ کے حالات معلوم کیے۔ تھوڑی دیر کی گفتگو میں دونوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ کلوس تھنز فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ لطیفہ گو بھی ہے۔ اس ہنس مکھ اور خوش مزاج جوان میں علمی سنجیدگی تھی تو ضرور لیکن یہ باتوں میں مزاح کا پہلو بھی تلاش کر لیتا تھا۔ سکندر نے اپنے استاد کے بھتیجے کو بظاہر تو بڑی عزت دی تھی مگر وہ اس یونانی نو وارد جوان سے بھی بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتا تھا جب کہ یہ ایتھنزی جوان سکندر کو اپنے چچا کے شاگرد سے زیادہ کوئی حیثیت دینے کو تیار نہ تھا۔

ادھر کچھ دنوں سے سکندر نے کریٹیلیس نامی ایک فوجی سردار کو بڑی اہمیت دینی شروع کر دی تھی۔ طویل القامت ہونے کی وجہ سے کریٹیلیس دبلا پتلا نظر آتا تھا۔ سکندر کو یہ سردار اس لیے پسند آ گیا تھا کہ یہ سپاہیوں میں بے حد مقبول تھا۔ اسے حکم چلانا نہیں آتا تھا مگر ہر سپاہی اس پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتا تھا کیوں کہ یہ شخص بھی ہر کسی سے دوستانہ روابط رکھتا تھا۔ ایک معمولی سپاہی بھی اس کا دوست تھا اور جب یہ فوجی سردار اپنے کسی معمولی سپاہی سے دوستانہ لب و لہجے میں کوئی کام انجام دینے کو کہتا تو وہ سپاہی اس کی خوش اخلاقی کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا تھا اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کام کر گزرتا۔

سکندر نے اپنے استاد کے بھتیجے سے باتیں شروع کیں تو بہت جلد اس نتیجے پر پہنچا کہ کلوس تھنز سکندر کو ایک فاتح کی حیثیت سے نہیں دیکھ رہا تھا اور نہ ہی وہ اسے شہنشاہ سمجھنے کے لیے تیار تھا۔ سکندر اس سے مقدونیہ اور ایتھنز کے بارے میں سوالات کرتا رہا۔ اس نے ڈیماس تھینز کے بارے میں بھی کئی سوالات کیے اور ارسطو کے بھتیجے نے سکندر کے ہر سوال کا جواب نہایت بے تکلفی سے دیا۔ سکندر اس کی اس بے تکلفی کو کئی دن تک برداشت کرتا رہا۔ آخر کریٹیلیس سے کہا "میں کلوس تھنز نامی گستاخ دہقان کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ تو اسے سمجھا کہ اب میں مقدونیہ کا معمولی بادشاہ نہیں ہوں اور نہ ہی متحدہ یونانی افواج کا سپہ سالارِ اعظم بلکہ اب میں ایشیا کا شہنشاہ ہوں اس لیے کلوس تھنز کو مجھ سے بے تکلف نہیں ہونا چاہیے۔"

کریٹیلیس کو بڑی حیرت ہوئی کہ سکندر اس غیر معمولی پڑھے لکھے فلسفی جوان کو گستاخ دہقان کہہ رہا تھا۔ اس نے دبے لہجے میں پوچھا "کیا کلوس تھنز واقعی دہقان ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "ہو سکتا ہے کلوس تھنز دوسروں کی نظر میں پڑھا لکھا یا فلسفی جوان ہو لیکن جسے مجھ سے باتیں کرنے کے دوران یہ بھی نہ معلوم ہو کہ وہ ایک شہنشاہ سے مخاطب ہے تو میں اسے گستاخ دہقان ہی کہوں گا۔"

سکندر نے کریٹیلیس کو بھی زیادہ سوال جواب کا موقع نہیں دیا اور خود کریٹیلیس کے پاس سے اٹھ کر کہیں غائب ہو گیا۔ کریٹیلیس کلوس تھنز کو ڈھونڈتا ہوا فوجی سرداروں کے اس ہال میں پہنچ گیا جہاں یونانی فوجی سردار بے تکلفی سے بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ یہ ہال ایک قسم کا عظیم الشان چوپال تھا جہاں یہ لوگ یک جا ہو کر خوش گپیاں کرتے تھے۔ شہروں اور قوموں کے عادات و خصائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ یونان، مصر اور ایران کے موسموں کا تقابلی جائزہ لیا جاتا تھا۔ مختلف النوع لباسوں اور کھانوں کا تذکرہ ہوتا تھا۔ کریٹیلیس کو کسی نے بتایا کہ یونانی نو وارد جوان شاہی چوپال میں بیٹھا بحث و مباحثہ کر رہا ہے۔

جب یہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ کلوس تھنز تو سنجیدہ بیٹھا ہوا ہے اور دوسرے لوگ قہقہے لگا رہے ہیں۔ شاید کلوس تھنز نے انہیں کوئی لطیفہ سنا دیا تھا جس پر وہ سب بے حال ہوئے جا رہے تھے۔

کریٹیلیس کو دیکھتے ہی نیارکس کھڑا ہو گیا اور کہا "ذرا اس جوان

کے تبصرے سن۔ یہ ابھی کہہ رہا تھا کہ جب سے یلقوس کا بیٹا گھومنے پھرنے نکلا ہے' مقدونیہ کے لوگ لاوارثوں کی طرح مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یہ شخص سکندر کی سیم جوئی کو گھومنے پھرنے کا نام دے رہا ہے۔"

کریٹیلس نے پوچھا "مگر اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی؟"

انٹی گونس نے کہا "جب میں نے کلوس تھنز سے پوچھا کہ مقدونیہ کے دہقانوں کا کیا حال ہے' وہ سکندر کی فتوحات کا کیا اثر لے رہے ہیں تو کلوس تھنز نے جواب دیا کہ ہر دہقان اپنی جگہ بادشاہ بنا ہوا ہے۔ کلوس تھنز کے اس جواب سے ہم یہ سمجھے کہ شاید مقدونیہ کے دہقان بھی اپنے بادشاہ کی فتوحات کو جذبۂ فخرو انبساط سے محسوس کر رہے ہیں مگر کلوس تھنز نے جب اپنے جواب کی وضاحت کی تو ہم سب اس پر ہنس رہے تھے۔"

کریٹیلس نے کہا "مقدونیہ کے دہقان بھی سکندر کی فتوحات کو فخر اور قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے۔"

کلوس تھنز نے کریٹیلس کے سر کو دیکھا اور پھر اس کی نظریں پھسلتی ہوئی پاؤں تک چلی گئیں "عقل اور ایڑی کے درمیان بڑا طویل فاصلہ ہے۔ میری باتیں کم از کم اس کی سمجھ میں مشکل سے آئیں گی۔"

نیارکس نے کلوس تھنز سے درخواست کی "لاوارث دہقان خود کو بادشاہ کیوں سمجھ رہے ہیں ذرا اس جواب کی وضاحت تو خود کر دے۔"

کلوس تھنز نے نہایت سنجیدگی سے کہا "دیوتا گواہ ہے کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ مقدونیہ کے کسان انٹی پیٹر کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اپنے بادشاہ کی عدم موجودگی اور انٹی پیٹر کی غیر موثر اور رعب اور دبدبے سے عاری حکومت کی موجودگی میں ہر دہقان خود کو بادشاہ سمجھنے لگا ہے۔"

کریٹیلس نے ایک بار پھر حیرت سے پوچھا "پھر وہی سوال کہ آخر اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

نیارکس نے کہا "کیا تو نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اس ذہین جوان نے اپنے چند پُر مزاح فقروں سے مقدونیہ کی ابتری کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔"

کریٹیلس نے ان سب کو منع کیا "لیکن سکندر اس قسم کی باتیں نہیں پسند کرتا اس لیے تم سب مل بیٹھ کر کسی بھی موضوع پر بات کرو مگر اس میں سکندر کا نام نہیں آنا چاہیے کیوں کہ سکندر کو اس قسم کی باتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔"

کلوس تھنز کے علاوہ ہر کسی کو یہ احساس ہوا کہ شاید کریٹیلس سکندر کا مخبر بن کے یہاں آیا ہے۔ وہ سب کے بعد دیگرے شاہی چوپال سے اٹھ گئے۔ اب وہاں صرف کلوس تھنز تھا یا کریٹیلس۔

پھر کلوس تھنز بھی اٹھ کر جانے لگا تو کریٹیلس نے اسے روک لیا۔ "تو کہاں چلا؟ میں تو تجھ سے ہی باتیں کرنے آیا ہوں۔"

کلوس تھنز نے بے پروائی سے کہا "تو نے سب کو ناراض کر دیا۔ اب صرف دو آدمی باتیں کریں گے تو کیا مزہ آئے گا؟"

کریٹیلس نے محبت سے کلوس تھنز کا ہاتھ پکڑ لیا اور ہنستے ہوئے کہا "تو باتیں بہت اچھی کرتا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تو مدتوں زندہ رہے۔"

کلوس تھنز نے پوچھا "کیا تو کاہن ہے اور تیرے پاس زیادہ دنوں تک زندہ رکھنے کا کوئی نسخہ ہے؟"

کریٹیلس نے جواب دیا "ایک شہنشاہ کی قربت' محبت اور بے تکلفی سے زندگی حیرت انگیز طور پر مختصر ہو جاتی ہے۔"

کلوس تھنز نے کہا "کون شہنشاہ' کیسی محبت' کیسی قربت اور کہاں کی موت؟ ہنستے رہو اور ہنساتے رہو۔ افکار اور اندیشوں سے دور رہو' زندگی خود بخود طویل ہو جائے گی بالکل تیرے قد کی طرح۔"

کریٹیلس ہنسنے لگا "تو اپنی ان دلچسپ باتوں کے لیے زندہ رہ اور ہم سب کو یونہی ہنساتا رہ۔"

کلوس تھنز نے کریٹیلس کو داد دی "جو شخص خود پر ہنس سکتا ہے وہ کسی قدر بے شرم اور بے غیرت ضرور ہوتا ہے اور یہ طے ہے کہ بے شرموں اور بے غیرتوں کی زندگی طویل ہوتی ہے۔"

کریٹیلس ایک دم سنجیدہ ہو گیا "تو مجھے بے شرم کہے' بے غیرت کہے' جو چاہے کہے لیکن خبردار سکندر کے سامنے اس طرح بے تکلفی سے باتیں ہرگز نہ کرنا۔"

کلوس تھنز نے جواب دیا "جب میں باتیں کرتا ہوں تو بخل سے بھی کام نہیں لیتا۔ جو مفید بات سب کے سامنے کہی جا سکتی ہے اس کے افادہ سے کسی ایک خاص آدمی کو کیوں محروم رکھا جائے۔"

کریٹیلس نے کلوس تھنز کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ کچھ سمجھنے کے لیے تیار ہی نہ تھا اور جب اس نے یہ محسوس کیا کہ کلوس تھنز اس کی کوئی بات اشاروں کنایوں میں سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں تو اس نے صاف صاف بات کی "تو جس انداز اور لب و لہجے میں سکندر سے باتیں کرتا ہے اس سے تجھے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے کیوں کہ اب سکندر مقدونیہ کے بادشاہ کے علاوہ ایک شہنشاہ بھی ہے۔ اسے نذرانے بھی دیے جاتے ہیں اور درباری اسے سجدے کرتے ہیں۔ اس نے فلوٹس کو قتل کروا دیا اور پارمینیو بھی قتل ہوا۔ سکندر ایک ایسا شعلۂ جوالا بن چکا ہے جس میں زندگی کی حرارت سے زیادہ تباہ کاریاں پائی جاتی ہیں۔ سورج کی دوری پر غور کر کہ اس کی حرارت ہمیں زندگی بخشتی ہے۔ اس سے سمندروں کے ابخرات اٹھ کر بادل کی شکل اختیار کرتے ہیں اور یہ بادل برس کے پودوں اور درختوں کو سیراب کرتے ہیں۔ زمینوں کو زرخیزی ملتی ہے اور پھر ان سے فصلیں تیار ہوتی ہیں لیکن غور کر اگر یہ سورج ہم سے قریب ہو جائے تو ہمیں جلا کر خاک کر دے گا۔ شہنشاہ بننے کے بعد سکندر بھی آفتاب بن چکا ہے اسی لیے لوگ اس سے دور رہتے ہیں۔ اس کو نذرانے دیتے ہیں اور اپالو دیوتا کی طرح اسے سجدہ کرتے ہیں۔ اگر تو نے یہ حقیقت تسلیم نہ کی تو پھر تیری

زندگی کا بھی کوئی بھروسا نہیں۔"

کلوس تھنز نے جواب دیا "تم لوگوں نے سکندر کو آفتاب سمجھ لیا ہے لیکن میں اس مفروضے کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ میری نظر میں سکندر روبی میرا کے پریشان حال بچا ارسطو کا شاگرد ہے اور میں یہاں اسی شاگرد سے ملنے آیا ہوں۔"

کلوس تھنز نے اپنی راہ لی۔ کریٹیلس پریشان تھا کہ یہ کیسا عاقبت نااندیش جوان ہے جس پر خوف اور اندیشوں کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔

کلوس تھنز چلا گیا اور کچھ دیر نیارکس اور انٹی گونس کو تلاش کرتا رہا مگر جب ان دونوں سے ملاقات نہ ہو سکی تو وہ شاہی مہمان خانے میں چلا گیا۔ اسے یہاں سکون اور تنہائی کی ضرورت تھی۔

سکندر کو اس سے بروقت ملنے سے اجتناب تھا۔ اس کے باوجود اس نے سکندر کے پاس درخواست بھیجی کہ وہ فوراً سکندر سے ملنے کا خواہشمند ہے۔ دوسری طرف سے جواب آیا کہ شہنشاہ کو فرصت نہیں ہے بعد میں وہ کلوس تھنز کو بلوائے گا۔

کلوس تھنز کو کھانا بھی تنہا ہی کھانا پڑتا تھا لیکن ایک دن اچانک سکندر نے کلوس تھنز کو بھی کھانے پر بلوا لیا۔ سکندر معلوم نہیں کیوں کھانا کلوس تھنز کے ساتھ کھانا چاہتا تھا۔

رات کا کھانا سکندر نے کلوس تھنز کے ساتھ کھایا۔ اس کھانے میں روشنک شامل تھی لیکن برسین موجود نہیں تھی۔ کھانے کے دوران سکندر نے کلوس تھنز سے شکایت کی "تو یہ کیا میرے بارے میں کہتا پھرتا ہے کہ میں اب بھی میرا کی درسگاہ کے پریشان حال استاد ارسطو کا شاگرد ہوں حالانکہ پورے ایران میں مجھے لوگ دیوتا زادگی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔"

کلوس تھنز نے جواب دیا "میں نے کوئی ایسی بات تیری عدم موجودگی میں نہیں کہی جسے تیرے سامنے نہ دہرا سکوں۔"

سکندر نے کہا "تو اگر یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے استاد ارسطو کا بھتیجا ہونے کی وجہ سے تجھ کو اور تیری ہر گستاخی کو برداشت کر لوں گا تو یہ خوش فہمی دور ہو جانی چاہیے۔ تجھے اپنے مسخرے پن سے پرہیز کرنا چاہیے۔"

کلوس تھنز نے کھانا چھوڑ دیا "میں گھٹی فضا میں رہنے کا عادی نہیں ہوں۔ جو کچھ دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں' فوراً بیان کر دیتا ہوں۔"

سکندر نے دریافت کیا "سنا ہے تیرے پاس استاد ارسطو کی کچھ کتابیں بھی ہیں؟"

کلوس تھنز نے جواب دیا "ہاں! ایک کتاب تو طبیعیات پر ہے دوسری کتاب مابعد الطبیعیات پر۔"

سکندر نے ان دونوں کتابوں کو طلب کیا تو کلوس تھنز نے معذرت کرتے ہوئے کہا "ان کے مضامین تیری سمجھ سے بالاتر ہیں۔"

سکندر نے فوراً اعتراض کر دیا "جن کتابوں کے مضامین پڑھنے والوں کی سمجھ سے بالاتر ہوں' انہیں ہرگز نہیں لکھنا چاہیے۔"

کلوس تھنز نے کہا "میں نے یہ نہیں کہا کہ دونوں کتابوں کے مضامین سب کے لیے ناقابلِ فہم ہیں بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ وہ تیرے لیے ناقابلِ فہم ہیں۔"

سکندر کو یہ باتیں گراں گزر رہی تھیں۔ اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا "مجھے تیری زندگی بہت کم نظر آ رہی ہے۔ یہ مقدونیہ یا ایتھنز نہیں ہے بلکہ اس وقت تو ایک شہنشاہ کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے اس لیے تجھے شاہی آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔"

کلوس تھنز نے جواب دیا "جناب! میں یہاں نذرانے پیش کرنے یا سجدے کرنے نہیں آیا۔"

سکندر نے پوچھا "پھر تو یہاں کیوں آیا ہے؟"

کلوس تھنز نے کہا "تو نے یونانی ریاستوں کو اجاڑ دیا اور خود ایشیا کا شہنشاہ بن بیٹھا۔ میں اپنے ہموطنوں کو واپس لینے آیا ہوں تاکہ لوگ اس آدمی کو سجدہ نہ کریں جو ان کی حفاظت میں زندہ رہنے کا عادی ہے۔"

سکندر نے کہا "بات صاف کر۔ میں تیرا مطلب نہیں سمجھا۔"

کلوس تھنز نے کہا "اگر تیرے محافظ ہٹا دیے جائیں اور تیری فوج تیرا ساتھ چھوڑ دے تو تو کتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے؟ حیرت ہے کہ اتنے کمزور اور بے بس انسان کو لوگ سجدے کرتے ہیں۔ میں یونانیوں کو واپس لے جاؤں گا۔"

سکندر نے غصے میں جواب دیا "جو یونانی واپس جانا چاہتے تھے میں نے انہیں یونان واپس بھیج دیا ہے اور جو یہاں موجود ہیں وہ تیرے بس کے نہیں۔"

کلوس تھنز نے طنز کیا "یہاں بہت سے یونانی بھی رہتے ہیں جنہیں کئی سو سال پہلے سائرس اعظم غلام بنا کے لایا تھا۔ وہ یہاں رہے اور انہی جیسے ہو گئے۔ اگر سائرسِ اعظم کو اس وقت یہ معلوم ہوتا کہ بہت سے یونانی اپنی مرضی سے یہاں آئیں گے اور غلامانہ ذہنیت رکھنے والوں میں بود و باش اختیار کر کے انہی جیسے ہو جائیں گے تو وہ شاید یونانیوں کو غلام بنا کے نہ لاتا۔"

سکندر نے جب یہ محسوس کیا کہ کلوس تھنز اس کے قابو میں نہیں آئے گا تو اس کو تکلیف پہنچانے کے لیے ایتھنز اور ڈیماس تھینز کی مذمت شروع کر دی "دراصل بات یہ ہے کہ ایتھنز کا کوئی معاشرہ نہیں ہے کیونکہ وہاں کا نظم و نسق ڈیماس تھینز جیسے گرگٹ نما انسان کے ہاتھ میں ہے۔"

کلوس تھنز نے کہا "ایتھنز کو برا نہ کہو۔ تنہا ڈیماس تھینز خود بھی سوچتا ہے اور دوسروں کو بھی سوچنے کی تلقین کرتا ہے جب کہ یہاں تو نہ تو سوچتا ہے اور نہ دوسروں کا سوچنا پسند کرتا ہے۔"

روشنک نے دونوں کو خاموش رہنے کی تلقین کی لیکن ذہنی طور پر وہ سکندر کے ساتھ تھی کیوں کہ اس نے باختر کے حکمران کے

محل میں عمر ہی چلتے دیکھا تھا پھر وہ ملکہ بن گئی۔ اب جب اس نے ایک شہنشاہ سے ایک اجنبی کو بے تکلفی سے باتیں کرتے دیکھا تو سکندر سے دریافت کیا "اس کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "یہ میرے استاد ارسطو کا بھتیجا ہے۔ میں نے اسے اس رشتے کے حوالے سے یہ عزت بخش رکھی ہے۔"

کلوس تھنتز نے کہا "بات یہ نہیں ہے بلکہ میں اس کے بلوانے پر یہاں آیا ہوں۔ اگر یہ ناپسند کرے گا تو واپس چلا جاؤں گا اور اگر پسند کرے گا تو یہیں رہ جاؤں گا۔"

دونوں میں اسی طرح کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں اور جب کلوس تھنتز جانے لگا تو سکندر نے بالکل وہی بات کی جو کریٹیلیس کر چکا تھا۔ "میں ایسی ہرگز ہرگز یہ گوارا نہیں کروں گا کہ تو لوگوں میں میرے خلاف نفرتیں پیدا کرے۔"

کلوس تھنتز نے جاتے جاتے کہا "میں پھر ملوں گا اور جو یونانی یہاں رہ گئے ہیں انہیں واپسی پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

کلوس تھنتز کے جانے کے بعد سکندر نے روشنک سے کہا۔ "برسین تو معما تھی ہی یہ تو اس سے زیادہ پیچیدہ انسان ہے۔ میرے آس پاس اس قسم کے لوگ کیوں جمع ہو رہے ہیں؟"

روشنک نے کہا "آس پاس لوگ خود جمع نہیں ہوتے بلکہ انہیں جمع کیا جاتا ہے۔ برسین آپ کے پاس خود سے نہیں آئی تھی اور نہ ہی یہ یونانی نووارد اپنی مرضی سے شاہی دسترخوان پر بیٹھ سکتا تھا۔"

سکندر نے گویا خود سے کہا "نرمی، ہمدردی اور مروّت شہنشاہوں کے لیے خطرناک جذبے ہوتے ہیں۔ مجھے ان سے بچنا ہوگا۔"

بہت جلد کریٹیلیس نے سکندر کے روبرو اعتراف کیا کہ کلوس تھنتز اس کے بس کا نہیں ہے اس لیے سکندر کو خود ہی کچھ کرنا ہوگا۔

کئی سرداروں نے سکندر کو یہ مشورہ بھی دیا کہ کلوس تھنتز کو دربار میں طلب کیا جائے اور اس سے ساری رسوم ادا کروائی جائیں۔ دو چار مہینے میں یہ بھی عادی ہو جائے گا۔ لیکن سکندر کو اس تجویز سے اتفاق نہیں تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس کے دربار میں کسی نے حق گوئی اور راست عملی اختیار کیے رکھی تو دوسروں پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔

سکندر نے درپردہ یہ حکم جاری کر دیا کہ کوئی امیر یا سردار اس سے ملاقات نہیں کرے گا۔ اتفاقیہ ملاقات ہو جائے تو اس سے بات نہیں کی جائے گی۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والا کسی بدترین سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

اب کلوس تھنتز پر عرصۂ حیات تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ ایک تو یوں ہی گھٹن تھی، اس اعلان نے اس گھٹن میں خوفناک حد تک اضافہ کر دیا۔

سکندر افواج جمع کر رہا تھا۔ وہ ایک عرصے سے سائرس اعظم کے مفتوحہ علاقوں کی حد بندی میں مشغول تھا اور جب یہ بات بالکل یقینی طور پر اس کے علم میں آ گئی کہ سائرس اعظم مشرق میں خوفناک پہاڑی سلسلوں کے اس پار پنجاب، مکران اور مہران کو بھی فتح کر چکا ہے اور یہ مشرق کے وہ حصے تھے جہاں اسرار ہی اسرار پائے جاتے تھے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان علاقوں کے بعد بھی اگر کوئی دنیا ہے تو وہ کیسی ہے۔ اب وہ پہلی بار نامعلوم مشرقی حصوں کی معلومات حاصل کرنے جانا چاہتا تھا۔

یونانی افسروں نے سوچا کہ اب انہیں معلوم نہیں کتنے عرصے کے لیے اپنے ملک اور وطن سے دور رہنا پڑے گا۔ اگر یہ سفر پانچ سات سالوں تک جاری رہا تو وہ اپنی ایرانی بیویوں سے بھی محروم ہو جائیں گے اور پھر اگر وہاں شادیاں کرنا پڑیں تو وہ ایک بار پھر ایک نئی تہذیب اور تمدن میں زندہ رہنا سیکھیں گے اور اپنے وطن سے اتنی دور ہو جائیں گے کہ ان کے عزیزوں اور رشتے داروں کے خیال بھی وہاں نہیں پہنچ سکیں گے۔

تھوڑی ہی مدت میں سکندر نے ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تیار کر لیا۔ اس کے یونانی سرداروں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ انٹی گونس نے بھی بیزاری کا اظہار کیا اور نیارکس تو ان ملکوں کی طرف جانے سے ہی بچتا تھا جہاں سمندر نہ ہو کیوں کہ سمندر کا پوسیڈون دیوتا نیارکس کا معاون و مددگار تھا۔

ایرانی رہنما اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ یہ رہنما سکندر کو دریائے آموکے اس پار لے گئے اور مرکنڈ نامی شہر تک پہنچا دیا۔ یہاں اس نے نیا شہر آباد کیا۔ کہتے ہیں کہ غالباً آج اسی نئے شہر کو خجند کہا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ کاشتکار تھے سکندر کو انہیں زیر کرنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔ اِدھر اُدھر کے علاقے فتح کرنے کے بعد وہ کچھ عرصے کے لیے مرکنڈ میں ٹھہر گیا۔ اسے یہ جگہ پسند آئی تھی۔ اگر اسے مشرق میں پہاڑوں کے اس پار نہ جانا ہوتا تو وہ اسی شہر مرکنڈ میں مستقلاً رہ جاتا۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ یہ مرکنڈ صدیوں بعد سمرقند کہلائے گا اور اس شہر کو ایک دوسرے فاتح عالم تیمور کے دارالخلافے کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔

ایرانی رہنما اسے بتاتے جا رہے تھے کہ سائرس اعظم یہاں بھی آیا تھا۔ سکندر کو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی تھی کہ وہ ان تمام میدانی اور پہاڑی نقوشِ پا سے گزر رہا تھا جو کبھی سائرس اعظم کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے جا چکے تھے۔ وہ ایرانی رہنماؤں سے کہہ رہا تھا کہ وہ اسے اس جگہ لے جائیں جہاں سائرس اعظم کا گزر ہو چکا ہو۔ یہ رہنما سکندر کو ایک بار پھر باختر لے گئے اور سکندر سے کہا "کوئی نہیں جانتا کہ سائرس اعظم کا ہخامنشی خاندان کہاں سے مراجعت کر کے ایران پہنچا تھا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ہخامنشی خاندان نے اسی باختر شہر سے ایران پر یلغار کی تھی۔ یہیں پارسیوں کے مذہبی مصلح زرتشت پیدا ہوئے تھے اور یہاں کے آتش کدے بہت مشہور ہیں۔"

سکندر نے بھی وہاں کے شاہی محلات اور آتش کدے دیکھے۔ آتش کدوں کی دیواروں پر مختلف شکلوں کے لوگ نظر آئے۔

ایک مفلوک الحال قبیلے کو ٹوٹی پھوٹی یونانی میں باتیں کرتے دیکھا گیا تو انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ یہ یونانی یہاں کہاں آ گئے۔ یہ لوگ یونانیوں کی طرح پتوں کے ہار اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے سکندر کے لشکر کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر یا تو پوستین کے لباس تھے یا پھر بالکل برہنہ تھے صرف لنگوٹی کی جگہ پتے باندھ لیے گئے تھے۔ یہ لوگ خوشی سے اچھلنے کودنے لگے۔ سکندر کو یہ ساری چیزیں بہت معیوب لگ رہی تھیں۔ اس نے ارسطو کے بھتیجے کلوس تھنتز سے کہا "ذرا تو ان چند یونانیوں کے ساتھ ان کے قبیلوں میں جا اور معلوم کر کہ یہ یہاں کس طرح پہنچے اور انہوں نے یہ وضع قطع کیوں اختیار کر رکھی ہے۔"

کلوس تھنتز ان کی آبادی میں گیا اور ان سے یونانی میں باتیں شروع کر دیں "تم لوگ یہاں تک کس طرح پہنچے۔ تمہیں نہ تو اپنی بولی یاد رہی اور نہ تمہیں اپنا لباس میسر آیا۔"

ایرانی رہنما نے کلوس تھنتز کو بتایا "انہیں بھی سائرس اعظم ہی غلام بنا کے یہاں لایا تھا پھر یہ لوگ کھیتی باڑی بھی بھول گئے اور جنگوں میں بھی حصہ نہ لے سکے۔ رفتہ رفتہ ان سے ان کی زبان بھی چھن گئی اور ان کے کپڑے بھی پھٹ گئے۔ اب یہ جانوروں کے شکار پر زندہ ہیں۔ شکار کی کھال ان کا لباس بن جاتی ہے اور گوشت ان کی غذا۔"

کلوس تھنتز نے جب قبائلی سردار سے بات کی تو وہ صرف یہ بتا سکا کہ صدیوں پہلے ان کے بزرگوں کو یونان سے غلام بنا کے لایا گیا تھا اور پھر وہ یہیں کے ہو رہے۔ کلوس تھنتز نے ان سے پوچھا۔ "تم لوگ اپنے ہم وطن سکندر کی نوکری کرو گے؟"

قبیلے کے سردار نے پوچھا "ضرور کریں گے مگر ہمیں کرنا کیا ہوگا؟"

کلوس تھنتز نے جواب دیا "ابھی تک تم لوگ جانوروں کا شکار کرتے آئے ہو اور اب تم سے انسانوں کا شکار کروایا جائے گا۔"

قبیلے کے سردار نے جواب دیا "ہمیں انسانی جانوں کے شکار کا کوئی تجربہ نہیں۔ کوئی اور کام ہو تو بتائیں۔"

کلوس تھنتز نے دیکھا کہ ننگ دھڑنگ قبائلی نوجوان اچھل کود رہے ہیں۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ ایرانی رہنما نے ان سے معلوم نہیں کیا کہہ دیا تھا کہ وہ ناچنے کودنے لگے تھے۔ کلوس تھنتز نے جب ان سے اس خوشی کی وجہ پوچھی تو قبیلے کے سردار نے بتایا "ابھی تک ہم لوگ بیکار تھے۔ اب تیرے بادشاہ کی ملازمت کر کے خوشحال ہو جائیں گے اسی لیے یہ غریب بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔"

جب کلوس تھنتز واپس جانے لگا تو اسے بھی لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور خوشی میں گانا شروع کر دیا۔ بہ مشکل وہ نکل کر سکندر کے پاس پہنچا اور اس کے روبرو ساری روداد بیان کر دی۔

سکندر کچھ دیر غور کرتا رہا پھر پوچھا "کیا یہ وحشی سپاہی بن سکیں گے؟"

ایک ایرانی حاسد رہنما نے سکندر کو ڈرایا "اگر انہیں فوج میں رکھا گیا تو اپنے ہی آدمیوں کا شکار کرنے لگیں گے۔ جنگ کا انہیں تجربہ نہیں۔ ہتھیاروں کے استعمال سے یہ واقف نہیں پھر کس طرح ہمارے کام آئیں گے؟ ہماری زبان سے بھی واقف نہیں۔ اگر ہم انہیں ہدایات دیں گے تو جب سمجھیں گے ہی نہیں تو اس کی تعمیل کس طرح کریں گے۔"

کلوس تھنتز نے ایرانی رہنما کے حسد کو محسوس کیا اور سکندر سے کہا "ہمارے یہ ہم وطن ہماری ہمدردیوں کے مستحق ہیں۔ اگر یہ فوج میں شامل ہو گئے تو بہت کارآمد ثابت ہوں گے۔"

سکندر نے کہا "یہ کل کتنے ہوں گے؟"

ایرانی رہنما نے جواب دیا "تقریباً تین ہزار۔"

سکندر نے کلوس تھنتز سے کہا "یہ تین چار ہزار وحشی ہمارے لیے مصیبت بن سکتے ہیں اور ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم انہیں اپنی زبان بھی سکھائیں اور ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت دیں۔"

کلوس تھنتز نے کہا "اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو یہ رفتہ رفتہ بالکل ہی جنگلی بن جائیں گے اور یہ بات ہمارے لیے بڑی شرمناک ہوگی جب کہ میرا یہ خیال ہے کہ یہ ہماری ہمدردیوں کے مستحق ہیں۔"

سکندر نے کچھ دیر غور کیا پھر خود ہزار سپاہیوں کو کلوس تھنتز کے ساتھ لے کر وحشی یونانیوں میں پہنچ گیا۔ یہ وحشی ہزار سپاہیوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ پہلے رقص کرنے والے اب درختوں کے پیچھے چھپ کے انہیں دیکھنے لگے۔

سکندر نے قبیلے کے سردار سے پوچھا "تم لوگوں نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

سردار نے جواب دیا "ہمیں کوئی ایسا حکمران یا جنگجو نہیں ملا جو ہمیں فوجی تربیت دیتا اور اپنے ساتھ جنگوں میں لے جاتا۔"

سکندر نے ان سب کو فضول اور ناکارہ قرار دے دیا "یہ یونان کے نام پر دھبا ہیں اس لیے اب انہیں مزید زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

سکندر نے اپنے ایک ہزار سپاہیوں کو حکم دیا "ان سب کو گھیر کر قتل کر دیا جائے۔"

کلوس تھنتز کانپ گیا جب کہ ایرانی رہنما بہت خوش تھا۔ یہ سپاہی ان وحشیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔ ہر طرف چیخ پکار مچ گئی۔ ان کے بھاگنے کے راستے بند ہو چکے تھے۔

جب کلوس تھنتز نے چند بچوں کو جمع ہوتے دیکھا تو وہ وہاں سے ہٹ گیا اور اپنے خیمے میں بیٹھ کر دیر تک روتا رہا "یہ تو بالکل پاگل ہو چکا ہے۔ جنگلی درندہ۔ استاد ارسطو کے نام پر دھبا۔"

بعد میں ایرانی رہنما نے مزے لے لے کر کلوس تھنتز کو بتایا۔

"آخر میں ان وحشیوں نے بھی مقابلہ شروع کر دیا تھا اور انہوں نے کئی سپاہیوں کو زخمی بھی کر دیا۔ سکندر کی پنڈلی پر ایک پتھر لگا جس سے وہ لنگڑا رہا ہے۔"

کلوس تھننزنے غصے میں ایرانی رہنما کو ڈانٹا "میں تجھ کو کیا کہوں؟ تم ہی لوگوں نے سکندر کو پاگل کر دیا ہے۔"

ایرانی رہنما نے کہا "ہمیں بھی تو اسی طرح ذبح کیا گیا تھا۔"

وہ کئی دن تک سکندر سے نہیں ملا اور کئی بار اس نے سکندر کا ساتھ چھوڑ دینے کا ارادہ کیا مگر اسے بھی یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ اگر اس نے تنہا واپس جانے کی کوشش کی تو یہ سازشی ایرانی اسے بھی مروا دیں گے۔ اس جگہ کو چھوڑنے سے پہلے کلوس تھننز مقتول وحشی یونانیوں کی بستی میں گیا۔ وہاں ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ بدبو نے اسے زیادہ دیر رکنے بھی نہیں دیا۔ گھاس پھوس کے کچے مکان جلا دیے گئے تھے۔

سکندر کو ایرانی رہنما نے بتایا "کلوس تھننز کو وحشی مقتولوں سے کچھ زیادہ ہی ہمدردیاں ہو گئی ہیں۔ وہ بار بار وہاں جاتا ہے اور ان پر آنسو بہاتا رہتا ہے۔"

سکندر نے کہا "میں بھی کبھی اسی طرح کتابی کیڑا تھا یہاں تک کہ جب میرا باپ فیلقوس قتل کر دیا گیا تو اس وقت بھی میں بیٹھا کتابیں پڑھ رہا تھا پھر جب انٹی گونس اور سکندر نامی ایک شخص نے مجھے بادشاہ بنانے کے لیے تلاش کیا تو میں اس وقت بھی اپنے کتب خانے میں تھا۔ اگر میں بادشاہ نہ بنتا تو کلوس تھننز کی طرح بزدل اور بیکار انسان ہوتا۔"

اس ایرانی کو ادھر کی اُدھر کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔ اس نے یہ باتیں بھی کلوس تھننز تک پہنچا دیں اور کہا "سکندر تجھے بالکل نکما اور بیکار آدمی سمجھتا ہے۔ سکندر کہتا ہے کہ کلوس تھننز اور کسی عورت میں کوئی فرق نہیں ہے' دونوں ہی مصیبت پڑنے پر آنسو بہاتے ہیں۔"

کلوس تھننز نے جواب دیا "میں نے تو مصیبت کے وقت جانوروں کو بھی ملول اور افسردہ دیکھا ہے' میں تو پھر بھی آدمی ہوں۔"

جب یہ بات سکندر سے کہی گئی تو اس نے عاجز آ کر کریٹیلیس کو حکم دیا "میں نے اس ایرانی رہنما کی بہت بکواس سن لی۔ اب اس سے پیچھا چھڑا دے۔"

کریٹیلیس نے قتل کرنے سے پہلے کلوس تھننز کو مطلع کیا "تو بھی یہ تماشا دیکھ لے۔"

کلوس تھننز نے جب اس حکم کی تفصیل جاننا چاہی تو کریٹیلیس نے بتایا "اس شخص نے پوری کوشش کر لی ہے کہ یہ کسی طرح تجھ کو قتل کروا دے گا مگر ناکام رہا اور اب تیری جگہ یہ خود قتل ہو رہا ہے۔"

کلوس تھننز نے دیکھا کہ ایرانی رہنما کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے ہیں اور اس کو زمین پر اوندھے منہ لٹا دیا گیا ہے۔

کلوس تھننز نے اس کے منہ کے قریب جھک کر پوچھا "اب تجھے کیا محسوس ہو رہا ہے؟"

ایرانی رہنما نے روتے ہوئے کہا "تیرے چچا کا یہ شاگرد تو بالکل ہی رحم اور عقل سے محروم ہو گیا ہے۔ تو خود گواہ ہے کہ میں نے کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا جس کی سزا پا رہا ہوں۔"

کلوس تھننز نے جواب دیا "ہزاروں جلاوطن وحشی یونانیوں کے قتل کے بعد بھی تو خود کو بے قصور سمجھ رہا ہے!"

ایرانی رہنما کو قتل کر دیا گیا۔ کلوس تھننز یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ چچا ارسطو کے بقول کتابوں کا کیڑا سکندر اب کبھی کوئی کتاب پڑھتا ہی نہیں اور شب و روز قتل و غارت گری اور لوٹ مار کے منصوبے بناتا رہتا ہے۔ اس نے سکندر میں جنون کا ایک طوفان چھپا ہوا محسوس کیا۔ وہ جب کوئی شہر یا علاقہ فتح کرتا تو اپنے علاقائی اور مقامی رہنماؤں سے یہ ضرور پوچھتا کہ سائرس اعظم یہاں بھی آیا تھا۔ گویا اس کی نظر میں سائرس اعظم ایک ایسا بے مثال فاتح تھا جس کی تقلید کرتے کرتے سکندر اس سے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔

دریائے آمو کے اس پار وہ دو دشمنوں میں گھر گیا۔ ایک کا تعلق مشرقی حدود سے تھا اور دوسرے کا مغربی حدود سے۔

مشرقی حدود میں سپیٹامانامی جرنیل اس کا راستہ روکے کھڑا تھا اور مغرب میں سرخ ریت کے صحرا کے کنارے آباد ستھی قوم کے لوگ تھے۔ یہ دونوں ہی دشمن بہت چالاک اور بہادر تھے اور آپس میں حلیف بھی تھے۔ یہاں سکندر اس مخمصے کا شکار ہو گیا کہ وہ پہلے کس کو سبق سکھائے اور کس سے بعد میں نمٹے۔

کھانا کھانے کے دوران سکندر نے اپنے فوجی سرداروں سے مشورہ کیا تو انٹی گونس نے رائے دی "پہلے ستھی قوم کو سزا دی جائے تاکہ مشرق کے نامعلوم علاقوں تک جانے کے لیے اپنی پشت محفوظ ہو جائے۔"

لیکن سلیوکس نے اس رائے کی مخالفت کی "ہماری پشت ہمیشہ محفوظ ہی رہے گی' کیونکہ ابھی تک ہم نے ستھی قوم کو نہ تو چھیڑا ہے اور نہ ستھیوں نے ہم سے چھیڑ چھاڑ کی ہے اس لیے ہمیں سپیٹاما کو زیر کرتے ہوئے ہندی پہاڑوں کے اس پار نامعلوم مشرقی علاقوں میں داخل ہو جانا چاہیے جہاں سائرس اعظم کئی سو سال پہلے پہنچ چکا تھا۔"

لیکن سکندر نے بیک وقت دونوں قوتوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سکندر اپنے آس پاس کی ہر قوت کو دہشت زدہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس روش پر قائم رہنے سے یہ فائدہ تھا کہ اس کے دیدہ اور نادیدہ دونوں ہی دشمن اس کی قوت سے خوف زدہ رہیں گے اور اس طرح وہ اپنے کئی دشمنوں کو کسی جنگ و جدل کے بغیر ہی خاموش بیٹھے رہنے پر مجبور کر دے گا۔

ابھی تک کلوس تھننز نے سکندر کے کسی معاملے میں دخل نہیں دیا تھا لیکن معلوم نہیں کس طرح سکندر کو یہ بات معلوم ہو گئی

تھی کہ کلوس تھننز خاموشی سے ایک کتاب لکھنے میں مشغول ہے۔ اس کتاب کا نام "سکندر کی پیش قدمی" ہے۔ کتاب کے نام ہی سے سکندر کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کتاب میں کلوس تھننز کیا لکھ رہا ہو گا؟ سکندر نے کلوس تھننز کا نام لیے بغیر اپنے فوجی سرداروں سے پوچھا "دوستو! ہمیں یہ بتاؤ کہ جس مضمون کا تمہیں عملی تجربہ نہ ہو اس پر نظریاتی طور پر تم کس حد تک سچ لکھ سکتے ہو؟"

انٹی گونس نے کہا "ہمیں ایسی کتاب لکھنی ہی نہیں چاہیے جس پر صرف نظریاتی معلومات کی دسترس ہو کیونکہ دنیا عمل کی ہے۔"

سکندر نے کلوس تھننز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مگر یہ شخص میری پیش قدمی کی تاریخ لکھ رہا ہے۔"

کلوس تھننز نے کہا "یہ پورے یونان میں دیوی دیوتاؤں کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں لکھنے والوں کا عملی تجربہ کس حد تک شامل ہے؟ جب یونانی یہ کہتے ہیں کہ مشرق میں کسی جگہ ہواؤں کے دیوتا رہتے ہیں اور وہی پانی برساتے ہیں تو مشرق کے ان ہوائی دیوتاؤں کے مسکن کو کس نے دیکھا ہے۔ علم کی تدوین عمل اور نظریے کے اشتراک ہی سے ممکن ہے۔"

سکندر کو یہ شخص بالکل پسند نہ تھا کیونکہ اس نے ابھی تک سکندر کی برتری تسلیم نہیں کی تھی اور سکندر کو ہر وقت یہ احساس پریشان رکھتا تھا کہ کلوس تھننز استاد ارسطو کے رشتہ ءمیت کا ناجائز فائدہ حاصل کر رہا ہے۔

کلوس تھننز نے مزید کہا "اگر ہم نامعلوم راستوں پر نامعلوم منزل کی تلاش میں گامزن ہوں تو ہمیں اپنے دائیں بائیں سے ہی چوکنا نہیں رہنا چاہیے بلکہ چونکہ ہم چاروں اطراف کے بیچ میں اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اس لیے ہمیں چاروں اطراف پر نظر رکھنی چاہیے۔ یہ دنیا ہماری معلومات سے کہیں زیادہ بڑی ہے اور... فی الحال ہم اپنے گھوڑوں اور کشتیوں کی مدد سے دنیا کی وسعتوں کو عبور نہیں کر سکتے۔"

سکندر نے کلوس تھننز کی مذمت کی "یہ کم ہمت شخص ہمیں واپسی کی تلقین کر رہا ہے اور ہماری کوششوں کو لاحاصل قرار دے رہا ہے۔" سکندر نے ادھر اُدھر کریٹیلیس کو تلاش کیا "یہ کریٹیلیس کہاں چلا گیا؟ میں تم سب کو ہدایت کرتا ہوں کہ کلوس تھننز کی باتوں میں ہرگز نہ آنا کیونکہ یہ ہمیں پست ہمت بنا دے گا۔ واپسی میں جب میں ذرا اطمینان سے اکبتانہ یا پرسی پولس میں پہنچوں گا تو اس کی کتاب 'سکندر کی پیش قدمی' ضرور پڑھوں گا اور اس کی غلطیوں کی نشاندہی بھی ضرور کروں گا۔"

اس کے بعد سکندر نے اپنے مشرقی دشمن سپیٹاما پر یلغار کر دی۔ یلغار کے دوران سکندر نے اپنے کاہن ارسٹانڈر کو طلب کیا اور پوچھا "اپنے علم سے بتا کہ ہمیں اپنے اس چالاک' بہادر' عقلمند دشمن کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہو گی یا نہیں؟"

کاہن نے ایک بھیڑ ذبح کروائی اور اس کے جگر کو دیکھتا رہا۔ پھر یہ جگر سکندر کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جگر میں ایک سیاہ داغ موجود تھا۔ کاہن نے اس سیاہ داغ پر انگلی رکھ دی اور اعلان کیا۔ "جناب! کامیابی تو ہو گی مگر یہ داغ ہمیں احتیاط کی ہدایت کر رہا ہے۔ آپ کو اپنے لیے خاص احتیاط کرنی ہو گی۔"

سکندر کو کاہن پر غصہ آیا "یہ کیا گول مول کہانت کر رہا ہے مجھے صاف صاف بتا کہ مجھے اپنے اس مشرقی محاذ پر کامیابی حاصل ہو گی یا نہیں؟"

کاہن نے نہایت ناگواری سے ایک دنبہ طلب کیا۔ اسے ذبح کروایا اور اس کا جگر نکال کے سکندر کی طرف بڑھایا "جناب! اس میں بھی وہی دھبا موجود ہے اور میں پھر یہی کہوں گا کہ جنگ کے دوران آپ بہت محتاط رہیں کیونکہ یہ دونوں دھبے یہ اشارہ کرتے ہیں کہ فاتح فوج کو کسی صدمے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

سکندر نے اپنے فوجی سرداروں سے کہا "اب یہ بھی ذرا گول مول باتیں کرنے لگا ہے بالکل کلوس تھننز کی طرح۔ جگر پہ سیاہ دھبے کا نشان ۔۔۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا تعلق مجھ سے ہی ہو یعنی مجھ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔"

کاہن نے جواب دیا "بات یہ ہے کہ دیوی اور دیوتا ہمیں حقائق کا علم دیتے ہیں اور یہ حقائق کسی کے فائدے میں ہوں یا نقصان میں' دیوی دیوتاؤں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔"

اس کے بعد سکندر کاہن کی پیش گوئی کو جھٹلانے کے لیے سپیٹاما پر پوری قوت سے حملہ آور ہو گیا۔ اس کی پوری کوشش یہ تھی کہ وہ اپنے دشمن کی عسکری قوت ریزہ ریزہ کر دے۔ اس کوشش میں اسے کھانے پینے کا بھی ہوش نہ رہا۔ جو کچھ جہاں ملا' کھا لیا اور دریا کا گندہ پانی پی لیا۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ سکندر کے پیٹ میں تکلیف شروع ہو گئی اور وہ گھڑی گھڑی اجابت کے لیے جانے لگا۔ وہ پیچش کے عارضے میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس طرح کاہن کی پیش گوئی پوری ہوتی نظر آ رہی تھی۔ جنگ کے دوران وہ پیچش کی دوا بھی کھاتا رہا اور جنگ بھی جاری رکھی۔ دشمن کو عبرتناک شکست ہوئی مگر راہ فرار اختیار کرنے والی فوج کے کسی سپاہی نے سکندر کو پتھر سے زخمی کر دیا۔ یہ پتھر اس کے سر میں لگا تھا جس سے وہ چکرا کے گر گیا۔ کچھ دیر بے ہوشی طاری رہی۔ کریٹیلیس اس کے قریب تھا۔ اس نے سر کے زخم کو روئی کے پھائے سے بند کیا۔ پٹی باندھی اور گاڑی میں ڈال کر اس کے خیمے میں لے گیا۔

چند سردار دشمن کا پیچھا کرنے میں مشغول تھے لیکن جن کو سکندر کے زخمی ہونے کی خبر مل گئی تھی وہ سکندر کے پاس پہنچ گئے۔

کافی دیر بعد جب سکندر کو ہوش آیا تو اس نے دھندلی روشنی میں دھندلے انسانی چہرے دیکھے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان چہروں کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا مگر دھند چھٹنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ وہ کسی کو بھی نہ پہچان سکا پھر اچانک قریب سے کلوس تھننز کی آواز سنائی دی "صاحبان! آپ کے شہنشاہ کو ہوش آ چکا ہے اور اس دیوتا زادے کو اچھے طبیب اچھی ادویات اور اچھے تیمارداروں کی

ضرورت ہے کیوں کہ اس کی دیوتائی قوتیں اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔"

پھر کاہن کی بھی آواز سنائی دی "میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس جنگ میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ آخر وہی ہوا جس کی نشاندہی جگر کے دھبوں نے پہلے ہی کر دی تھی۔"

سکندر پوچھ رہا تھا "کریٹیلس تو کہاں ہے؟"

کریٹیلس دو زانو سکندر کے پاس بیٹھ گیا "میں آپ کے پاس بالکل قریب ہی موجود ہوں۔ آپ مجھے پہچان کیوں نہیں رہے ہیں؟"

سکندر نے کریٹیلس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ کریٹیلس نے سکندر کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور آہستہ سے پوچھا۔ "آپ کی بینائی کو کیا ہو گیا؟"

سکندر نے پوچھا "اس وقت میرے خیمے میں کون کون موجود ہے؟"

کریٹیلس نے جواب دیا "میں، کاہن ارلیسٹانڈر، اینٹی گونس، سلیوکس اور کلوس تھنتر۔"

سکندر نے حکم دیا "تو اور کاہن خیمے میں موجود رہیں۔ باقی سب باہر چلے جائیں اور میرے طبیب کو میرے پاس لایا جائے۔"

کاہن اور کریٹیلس کے سوا وہ سبھی باہر چلے گئے۔ وہ باہر نکل کے آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

کلوس تھنتر نے کہا "سر کی چوٹ نے بینائی کو نقصان پہنچایا ہے۔ کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ سکندر کو چاروں اطراف سے خبردار رہنا چاہیے۔ پتھر کی چوٹ ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ سکندر کو ایک نئی سمت اوپر سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے تھا۔ یہ پتھر کہیں اوپر سے آیا تھا۔"

اندر سکندر اپنے معالج کو بتا رہا تھا "مجھے کچھ صاف نظر نہیں آ رہا۔ ہر طرف دھند چھائی ہوئی ہے۔ کیا میں اندھا ہو جاؤں گا؟"

طبیب سے پہلے کاہن نے تسلی دی "نہیں، ایسا نہیں ہو گا۔ جگر کے دونوں دھبے اتنے چھوٹے تھے کہ ان سے ہم بڑے نقصان کا تصور نہیں کر سکتے۔"

طبیب نے بھی دلاسا دیا "دیوتاؤں نے چاہا تو چند دنوں میں بینائی واپس آ جائے گی۔"

سکندر نے کریٹیلس کو حکم دیا "تو باہر نکل کے اعلان کر دے کہ چند ساعتوں بعد بینائی واپس آ جائے گی۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اس کے علاوہ کلوس تھنتر پر خاص نظر رکھ کہ وہ فوج میں مایوسی نہ پھیلائے۔"

شام تک یہ خبر آ چکی تھی کہ اس کا شرقی دشمن شکست فاش اٹھا کے کہیں غائب ہو گیا اور اس کے بیشتر علاقے سکندر کے قبضے میں آ چکے ہیں۔

ستھی قوم سکندر کے زخمی ہو جانے سے آگاہ ہو چکی تھی۔ معلوم نہیں کس طرح اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سکندر کی بینائی اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ وہ اپنی عیادت کرنے والوں کو پہچان بھی نہیں سکتا۔

سکندر کی افواج دریائے آموں کے شمالی کنارے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں اور اس کے دوسرے کنارے پر، جنوب میں جنگجو ستھی قوم کے لوگ جمع ہونے لگے۔ ان کے خیال میں اب سکندر جنگ کرنے کے لائق نہیں رہ گیا تھا اس لیے وہ خود سکندر پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ سکندر کو ستھی قوم کے عزائم کا پتا چلا تو اس نے بستر علالت ہی سے اینٹی گونس کو حکم دیا "خبردار! جو ستھی قوم کو اس طرف آنے دیا گیا۔ ہمیں اس طرف پہنچ کے ان پر حملہ کرنا چاہیے۔"

سکندر کو یہ حکم دیتے وقت احساس ہو رہا تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں اس قسم کا حملہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے اور اگر کسی ایک محاذ پر بھی اس قوم نے فتح حاصل کر لی تو اس کے بلند عزائم میں مزید اضافہ ہو گا جبکہ سکندر کی فوج تذبذب اور اندیشوں کا شکار ہو جائے گی۔

دریا کے دونوں کناروں پر دونوں حریف ایک دوسرے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

کئی دن بعد سکندر کی بینائی بحال ہونے لگی۔ دھندلی شکلیں واضح ہونے لگیں اور سورج کی روشنی میں سکندر نے پرندوں کو فضا میں اڑتے ہوئے دیکھا۔

سکندر کو بڑی مایوسی ہوئی کہ اینٹی گونس نے ابھی تک حملے کی کوئی خاص منصوبہ بندی نہیں کی تھی۔ جب تخلیے میں بلا کر باز پرس کی گئی تو اینٹی گونس نے اپنی وضاحت پیش کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! فوج سرتابی کر رہی تھی کیوں کہ انھیں معلوم نہیں کس نے یہ بتایا ہے کہ ایران کا ایک بادشاہ ان سے جنگ کرتے ہوئے مارا جا چکا ہے۔ کچھ فوجی سردار ان جنگوں کو بے مقصد اور فضول سمجھ رہے ہیں۔ اب آپ ہی کی قیادت ہمارے سپاہیوں کو لڑنے پر مجبور کرے گی۔"

سکندر کو لفظ "مجبور" سے چڑ تھی۔ اس نے کہا "جنگیں مجبوری سے نہیں لڑی جاتیں۔ ان میں پوری آمادگی اور فتح کا یقین ضروری عناصر ہیں۔ اب میں خود ان کی قیادت کروں گا۔"

سکندر نے سر کے زخمی حصے کو اپنے فولادی خود میں چھپایا اور بیوسی فالس پر بیٹھ کر دریا کے کنارے کنارے دور تک چلا گیا۔ کریٹیلس، اینٹی گونس اور فوج کے سو محافظ سکندر کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس طرح سکندر اپنی فوج اور دشمن کو یہ بتا رہا تھا کہ اب وہ صحت یاب ہو چکا ہے۔ اپنوں کو اندیشوں سے اور دوسروں کو خوشیوں سے باز آ جانا چاہیے اور اس کا واقعی یہی اثر پڑا۔

دشمن سکندر کو دریا کنارے گھوڑے پر سوار دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن وہ اب بھی یونانیوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ کوئی ہنس رہا تھا، کوئی ڈرا رہا تھا کوئی بڑبڑا رہا تھا، جیسے سکندر کو گالیاں دے رہا ہو۔ یہ لوگ سکندر اور یونانیوں کو یہ تاثر دے رہے تھے کہ انھیں

سکندر کی کوئی پروا نہیں اور وہ سکندر کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

سکندر نے غور و فکر میں مزید دو دن گزار دیے اور ایک عجیب اور نرالی تدبیر کے ساتھ اپنے دشمن کے مقابل نمودار ہوا۔ سکندر نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ جشن منائے۔ یہ جشن کس خوشی میں منایا جائے گا، کسی کو نہیں معلوم تھا۔ کچھ کا خیال تھا یہ سکندر کی صحت یابی کا جشن ہے اور کچھ کا خیال تھا کہ ایک دشمن اپنے دوسرے دشمن کو حقیر سمجھ کر خوشیاں منا رہا ہے۔

زور زور سے ڈھول تاشے بج رہے تھے۔ سپاہی رقص کر رہے تھے اور ستھی قوم کے لوگ دور سے یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ یونانی فوجی پینے پلانے میں مشغول ہیں جب کہ سکندر کی فوج کا دوسرا حصہ کہیں دور دریا عبور کرنے میں مشغول تھا۔

دراصل سکندر نے ستھی قوم کو... گھیرے میں لے لینے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جس قدر زور شور سے جشن منایا جا رہا تھا اسی قدر تیزی سے یونانی فوج دریا عبور کر رہی تھی۔ اینٹی گونس اس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

اس فوج نے ستھیوں پر ان کی پشت سے اپنے حملے کا آغاز کیا۔ یہ حملہ اتنا اچانک اور شدید تھا کہ ستھی بالکل بدحواس ہو گئے۔

اب ستھی نہ تو پیچھے ہٹ سکتے تھے اور نہ آگے بڑھ سکتے تھے۔ وہ سکندر کو دوسری طرف پہنچنے سے روک بھی نہیں سکے اور جب یہ فوج بھی دوسری طرف پہنچ گئی تو ستھی قوم چکی کے دو پاٹوں میں پس کر رہ گئی۔ اب ستھیوں کو راہ فرار بھی نہیں مل رہی تھی۔ انہوں نے بدرجۂ مجبوری جنگ بند کر دی اور سکندر کے پاس صلح کی بات کرنے ایک وفد پہنچ گیا۔

سکندر نے بھی صلح کو ہی غنیمت جانا مگر اس نے ستھیوں پر یہ واضح کر دیا کہ اگر اس نے اپنے شرقی حلیف کی مدد کی تو وہ واپس آ کر ان کے پورے علاقے کو تباہ و برباد کر دے گا۔

ستھی قوم کے وفد میں ان کے کئی سردار بھی شامل تھے تاکہ سکندر کو یہ احساس رہے کہ اس سے بات کرنے والے بے بس اور مجبور نہیں ہیں۔

اس فتح نے کلوس تھنتر کو یہ باور کروا دیا کہ سکندر کی مدد غیبی طاقتیں کر رہی ہیں ورنہ ان خطرناک حالات میں جب کہ وہ زخمی بھی تھا، اسے پیچش کا عارضہ بھی تھا اور اس کی بینائی بھی خاصی متاثر تھی، سکندر نے اپنے دونوں طاقتور دشمنوں پر فتح حاصل کر لی تھی۔

سکندر ایک بار پھر مرکنڈ واپس گیا اور یہاں پرانے قلعے کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ اس کی حفاظت کے لیے کچھ فوج چھوڑی اور آگے بڑھ گیا۔ دراصل وہ یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ مرکنڈ کے آس پاس اور کون کون سے جنگی اور فوجی اہمیت کے حامل شہر موجود ہیں۔ یہاں اسے ایک سنگی شہر پسند آیا۔ سکندر نے اس پر بھی خصوصی توجہ دی۔ اس کی توسیع کی گئی۔ مزید مکانات بنوائے گئے اور آس پاس کی دیہی آبادیوں کو اس شہر میں آباد کر دیا گیا۔ بعد میں یہی شہر تاشقند کہلایا۔ تاشقند کا مطلب ہے سنگی شہر یعنی پتھروں کا شہر۔

یہاں سے سکندر ہندو کش کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب اس کے سامنے وہ کوہستانی سلسلہ تھا جسے عام طور پر لوگ ہندی پہاڑوں کا سلسلہ یعنی کوہستان ہندو کش کہتے تھے۔ سکندر اس دشوار گزار کوہستانی سلسلے کو عبور کر کے جس جگہ ٹھہرا وہاں بھی ایک نیا شہر آباد کیا اور اس نئے شہر کا نام بھی اسکندریہ رکھ دیا۔ اس کے نام کا یہ تیسرا شہر تھا جو بعد میں قندھار کے نام سے مشہور ہوا۔

اب اس تند و تیز یونانی سیلاب کو روکنے والی کوئی ایسی قوت نہیں تھی جو پہاڑی چٹان کی طرح اس کی راہ میں حائل ہو جاتی یا کسی مضبوط پشتے کی طرح اس سیلاب کا منہ پھیر دیتی۔

آگے اسے ایک دریا عبور کرنا پڑا۔ اس دریا کو یونانی کوئی نام نہ دے سکے مگر وہ دریا آج کل دریائے کابل کہلاتا ہے۔ سکندر نے یہاں بھی ایک نیا شہر آباد کیا اور اس نئے شہر کا نام بھی اسکندریہ رکھا۔ یہ چوتھا اسکندریہ تھا جو صدیوں بعد کابل کے نام سے مشہور ہوا۔

راستے کی جنگوں میں سکندر نے کامیابیاں تو حاصل کی تھیں مگر نقصانات بھی بہت زیادہ اٹھائے تھے۔ اس کے بہت سے سپاہی کام آ چکے تھے۔ کچھ بدلتی ہوئی آب و ہوا میں بیماریوں سے چل بسے تھے۔ کچھ معذور ہو گئے تھے۔ جو زندہ بچے تھے وہ مایوس اور دل برداشتہ تھے۔ جب وہ یونان سے چلے تھے تو انھیں یہ معلوم تھا کہ ان کی منزل ٹرائے سے لے کر مصر تک کہیں بھی ہو سکتی ہے پھر جب یہ سارے علاقے فتح ہو گئے اور ایران بھی پوری طرح قبضے میں آ گیا تو ان فوجیوں کو یہ احساس ہوا کہ اب وہ اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں لیکن پھر جلد ہی انھیں معلوم ہوا کہ سکندر چین سے بیٹھنے والا انسان نہیں ہے اور اب اسے وہ تمام شہر اور علاقے درکار ہیں جنھیں صدیوں پہلے سائرس اعظم نے فتح کیا تھا۔ یہ علاقے فی الحال پنجاب، مہران اور مکران تھے مگر کون جانے کہ ان تینوں علاقوں کی تسخیر کے بعد کوئی نیا علاقہ دریافت کر لیا جائے جس پر سائرس اعظم نے قبضہ کیا ہو۔

یونانی بیزار تھے کہ جس مہم کی کوئی خاص منزل نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس نامعلوم منزل کی جستجو میں بلاوجہ مارے مارے پھرنا کوئی عقلمندی نہیں ہے تو شوق اور لگن ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

یہاں سکندر نے خود تو سوات کی راہ لی اور فوج کا ایک حصہ درۂ خیبر کی طرف بڑھا دیا۔ دونوں میں یہ طے پایا کہ وہ ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد کسی ایک جگہ مل جائیں گے۔

اس دوسری فوج کی سرداری کریٹیلس کر رہا تھا۔ وہ دریائے اٹک کے کنارے پہنچ کر رک گیا کیوں کہ اسے ہندی رہنماؤں سے معلوم ہو گیا تھا کہ سکندر سوات کے راستے داخل ہونے کے بعد یہیں پہنچے گا۔

اس نے سکندر کے آنے سے پہلے ہی کشتیوں کا بندوبست کر لیا

شروع کردیا۔ سکندر ٹیکسلا میں داخل ہوا۔ یہاں اسے روکنے کی کوشش کی گئی مگر مقامی فوج ناکام ہوگئی۔ اس شہر میں گوتم بدھ کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس نے گوتم بدھ کے کتنے ہی مجسمے دیکھے۔ یہاں اس کو ہندوستانی بھکشو بھی نظر آئے۔ یہ بھکشو دو قسم کے تھے۔ ان میں سے ایک کا تعلق بودھ مذہب سے تھا اور یہ صحیح معنوں میں بھکشو تھے دوسرے ہندوستانی جوگی اور سنیاسی تھے لیکن ٹیکسلا میں بودھ بھکشوؤں کا زیادہ زور تھا۔ یہاں کے راجا نے سکندر سے جنگ فضول سمجھی اور جنگ کئے بغیر ہی سکندر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھادیا۔

سکندر کو گوتم بدھ کے حالات سن کے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیسا شخص تھا کہ تاج و تخت کو لات ماردی اور بھکشو بن گیا۔

اسے گوتم بدھ میں اپنے دیو جانس کلبی کی مماثلت محسوس ہوئی۔ دیو جانس کلبی کے پاس کوئی حکومت تو نہیں تھی لیکن اس کے مزاج اور طبیعت کے استغنا کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی جاسکتی تھی کہ اگر دیو جانس کلبی کسی موروثی حکمران خاندان سے تعلق رکھتا تو وہ بھی گوتم بدھ کی طرح درویشی کی خاطر تاج و تخت کو لات مار دیتا۔

اس نے بودھ بھکشوؤں سے ملاقات کی اور ان سے ان کے مذہب کے بارے میں بہت سے سوالات کیے۔ سکندر دراصل بودھ مذہب کے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ یہاں بھی یونانی، مصری، بابلی اور ایرانی دیوی دیوتاؤں میں مماثلت تلاش کررہا تھا مگر جب اسے یہ بتایا گیا کہ بودھ مذہب میں دیوی دیوتاؤں کا کوئی تصور نہیں اور وہ کسی نادیدہ خدا کو بھی نہیں مانتے تو سکندر کو بڑی حیرت ہوئی۔ سکندر کو تعجب تھا کہ کیا انسان کسی دیوی دیوتا اور خدا کے تصور کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اسے اپنی بے بسی اور مایوسی کے وہ لمحات بھی یاد آئے جب ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد وہ انہی دیوی دیوتاؤں میں سکون حاصل کیا کرتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا دیوی دیوتاؤں کے بغیر بھی یہ دنیا قائم رہ سکتی ہے۔ کاروبارِ دنیا چل سکتا ہے۔

یہاں اس نے ایک نیا لفظ نروان سنا جس کے معنی مکتی یا نجات کے تھے یعنی انسان دنیا میں مسلسل آتا رہے گا۔ پیدا ہوگا، مرے گا پھر پیدا ہوگا اور پھر مرے گا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک یہ گناہوں سے پاک نہ ہوجائے۔ جب یہ سلسلہ اپنے انجام کو پہنچے گا تو اسے نجات حاصل ہوگی یعنی مرنے جینے کے سلسلے سے نروان حاصل ہو جائے گا۔

سکندر نے ایک بھکشو عالم سے پوچھا "تم لوگ بھکشو کیوں بن جاتے ہو؟"

بھکشو عالم نے جواب دیا "انسان میں سب سے بڑی شے تکبر ہے۔ ہم انسان کی ذاتی انا کو بھکشو بن کے مار دیتے ہیں۔"

سکندر اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ یہ بھکشو عالم جس چیز کو تکبر اور انا کہہ رہا تھا، سکندر اسے عزت نفس اور غیرت سمجھتا تھا۔ وہ یہاں قدم قدم پر جو مورتیاں دیکھ رہا تھا ان کے بارے میں پوچھا "اگر تم لوگ دیوی دیوتاؤں کو نہیں مانتے تو یہ مورتیاں کیا ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے؟"

بھکشو عالم نے بتایا "ان مورتیوں کے ذریعے گوتم بدھ، اس کی زندگی، اس کے خاندان اور اس کے حالات و واقعات کی روداد بیان کی گئی ہے۔ ان مورتیوں میں گوتم بدھ کی زندگی بھر کے سوانح محفوظ ہے۔ ان میں گوتم بدھ کی بیوی، اولاد، شاہی زندگی غرض کہ سبھی کچھ بیان کردیا گیا ہے۔"

سکندر نے ان عجیب و غریب لوگوں کو سکتے کے عالم میں دیکھا اور مسلسل غور کرتا رہا کہ کیا ان جیسی مخلوق دنیا میں کہیں اور بھی ہو سکتی ہے۔ اسے ان بھکشوؤں کو دیکھ دیکھ کر الجھن ہورہی تھی اور ایسا محسوس ہوا کہ اگر وہ ان بھکشوؤں کے پاس کچھ دن رہ جائے تو اس کا سارا جذبۂ فتوحات دم توڑ دے اور وہ دنیا کا نکما انسان بن کر رہ جائے۔

وہ ٹیکسلا میں چند دن رہا پھر اینٹی گونس کے ساتھ دریائے اٹک عبور کیا۔ اب وہ جہلم کی طرف جارہا تھا جہاں کا راجا پورس اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اتر چکا تھا۔

اب یونانیوں کو یہاں کے موسم نے پریشان کرنا شروع کردیا۔ یہاں کی گرمی نے انہیں بیزار کردیا تھا۔ سکندر انہیں یہ بتانے سے قاصر تھا کہ اس عذاب کے بعد وہ اپنی فوج کو کس خوشگوار سبزہ زار میں لے جائے گا۔

ہندی رہنما اس کو بتارہے تھے کہ اگر وہ یونہی آگے بڑھتا چلا جائے تو وہ بہت سے ایسے علاقوں سے گزرے گا جہاں اس سے زیادہ گرمی پڑرہی ہوگی۔ انسان ختم ہوجائے گا مگر یہ زمین نہیں ختم ہوگی۔ اس کا یہ تصور کہ مشرق میں آخرکار ایک ایسی جگہ آجائے گی جہاں یہ دنیا ختم ہوجائے گی غلط ثابت ہورہا تھا۔ ان رہنماؤں نے بتایا کہ یہ ملک بہت بڑا ہے اور یہاں بہت سی قومیں رہتی ہیں۔ بہت سی حکومتیں ہیں۔ وہ سب کچھ جو بہت سے ملکوں میں الگ الگ ملتا ہے یہاں یکجا مل جائے گا۔ یہاں میدانی علاقے بھی ہیں، بنجر کوہستانی سلسلے بھی ہیں۔ یہاں کی زمینیں سونا اگلتی ہیں۔ یہاں ریگستان بھی ملیں گے اور دلدلی علاقے بھی۔ یہاں پہاڑوں میں بھی نمک ملے گا اور نمک کی جھیلیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس ملک کے تین طرف سمندر ہے۔ بے شمار جنگلات، طویل پہاڑی سلسلے ہیں۔ اسی ملک میں دنیا کا بلند ترین پہاڑ پایا جاتا ہے۔ یہاں ایسے کوہستانی سلسلے بھی ہیں جنہیں آج تک کوئی انسان عبور نہیں کرسکا۔

سکندر کے لئے یہ ساری معلومات نہایت دلچسپ اور جستجو خیز تھیں۔ جبکہ اس کے سپاہی یہ سن کر بہت خوف زدہ ہوگئے تھے کہ یہاں کی گرمی میں انسان کھانا پکا سکتا ہے۔ انہوں نے سکندر کے ساتھ آگے بڑھنے سے انکار کردیا۔ اس معاملے میں فوجی سردار اور سپاہی بالکل ہم خیال تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم انسانوں سے لڑ سکتے ہیں، ملک فتح کرسکتے ہیں۔ قلعے سر کرسکتے ہیں لیکن موسم سے جنگ

نہیں کرسکتے۔

سکندر اس دلچسپ ملک کو خوب اچھی طرح دیکھنے اور اسے فتح کرنے کا خواہش مند تھا لیکن اس کی فوج ہمت ہار بیٹھی تھی۔

سکندر کی فوج کے سامنے راجا پورس کی فوج کھڑی ہوئی تو یونانی اور زیادہ پریشان ہوگئے کیونکہ راجا پورس کی فوج میں ایک سو اسی ہاتھی بھی تھے۔ راجا پورس ان ہاتھیوں کو سکندر کی فوج پر چڑھا دیتا تو سکندر کی پوری فوج گھوڑوں سمیت روند کے رکھ دی جاتی۔

سکندر نے بہادر ہیفاسٹن کو دیکھا کہ یہاں وہ بھی خوف زدہ نظر آرہا تھا۔ کریٹیلس کی ہمت بھی جواب دے گئی اور اس نے ان ہاتھیوں کو چلتی پھرتی متحرک چٹانیں قرار دیا۔ ہندوستانی رہنماؤں نے اینٹی گونس کو ڈرایا تھا۔ یہ جتنے ہاتھی اس وقت سامنے نظر آرہے ہیں ان کے دس گنا ابھی لائے نہیں گئے ہیں کیونکہ راجا پورس کا خیال ہے کہ یونانیوں کے لئے اتنے ہی ہاتھی کافی ہیں۔"

اینٹی گونس نے ہندی رہنماؤں سے پوچھا "اگر ہم راجا پورس کو شکست دے دیں تو اس کے بعد ہمیں کس سے جنگ کرنا ہوگی؟"

ہندی رہنما نے نفسیاتی طور پر اینٹی گونس کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی "میں نے کہا تو ہے کہ اس وقت یہ جتنے ہاتھی نظر آرہے ہیں اس سے دس گنا زیادہ راجا کے فیل خانے میں موجود ہیں۔ اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ راجا پورس کو شکست ہوگئی تو راجا کے حلیف اس سے کہیں بڑی فوج اور ہاتھیوں کے لاؤ لشکر کے ساتھ تمہارے مقابلے پہ آجائیں گے اور یہ لوگ تمہیں یہاں سے واپس نہیں جانے دیں گے۔"

اینٹی گونس سوچ رہا تھا کہ یہ ساری معلومات سکندر کو حاصل ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو یہ اینٹی گونس کا فرض ہے کہ ان تمام خطرات سے سکندر کو آگاہ کردے۔ وہ اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا سکندر کے پاس پہنچا اور یہ ساری معلومات اس کے گوش گزار کردیں۔

اینٹی گونس کا خیال تھا کہ ان اطلاعات سے سکندر بھی دہل جائے گا لیکن سکندر پر جوں بھی نہیں رینگی۔ اس نے کہا "اگر میرے پاس اتنے ہاتھی ہوتے جتنے ہندی رہنما بتا رہا ہے تو میں ان سب کو میدان میں لے آتا تاکہ ہاتھیوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر ہی دشمن فرار ہوجائے۔"

اینٹی گونس نے کہا "جناب! ہندی رہنما کہتا ہے کہ یہاں سے آگے اس جیسے اور راجا بھی ہیں اور ہمیں قدم قدم پر ان سے جنگ کرنی ہوگی۔ ہماری فوج کم ہوتی چلی جائے گی اور آخرکار ایک دن ہم ان میں کچھ اس طرح گھر جائیں گے کہ ہماری واپسی بھی ناممکن ہوجائے گی اور یونانی تاریخ میں لکھا جائے گا کہ سکندر ایشیائے کوچک اور شام کے ساحلی شہروں کو فتح کرتا ہوا افریقہ میں لیبیا کے قریب سائرینی، سیوہ اور ممفس کو فتح کرکے بابل آیا اور پھر ایران کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد اس نے دو دریاؤں کے درمیان فتوحات حاصل کیں اور ہندوکش کے کوہستانی سلسلے کو عبور کرکے ہندوستان میں داخل ہوگیا۔ پھر واپس نہیں آیا۔ اتنی زیادہ شہرت اور ناموری کے بعد صحرائے گمنامی میں غائب ہوجانا کہاں کی عقلمندی ہے۔"

اینٹی گونس نے محسوس کیا کہ سکندر کا چہرہ حسب دستور سپاٹ تھا۔ وہ بالکل خوف زدہ نہیں تھا۔ سکندر نے کہا "اے اینٹی گونس! تو میرے باپ فیلقوس کے زمانے سے ہماری فوج میں ہے لیکن تو ابھی تک میرے مزاج کو نہیں سمجھ سکا۔ میں نے آج تک پسپائی نہیں اختیار کی۔ اگر تو گمنامی سے بچنا چاہتا ہے تو واپس چلا جا۔ میں اپنا کام ختم کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

اینٹی گونس نے کہا "ایران کی شہنشاہی کے بعد آپ کو یہاں ہندوستان میں کیا ملے گا۔ یہاں کا نہ تو موسم اچھا ہے اور نہ پھل۔"

سکندر نے غصے میں حکم دیا "تجھے جس حصے کی کمان دی گئی ہے اسے سنبھال اور مجھے اپنا کام کرنے دے۔"

اینٹی گونس نے واپس جاتے ہوئے کہا "لیکن جناب! آپ یہ جنگ اکیلے نہیں لڑ سکتے کیونکہ پوری فوج اس ملک سے بیزار ہے اور وہ دل سے یہاں کوئی مقابلہ نہیں کرے گی۔"

اینٹی گونس چلا گیا۔ سکندر نے اپنے دوسرے کمان داروں کے پاس جاکے ان کے خیالات اور احساسات جاننے کی کوشش کی۔

ہیفاسٹن بہت پریشان تھا اور کہہ رہا تھا "ہمارے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک رہے ہیں اور جب ہمارے گھوڑے ہی پیٹھ موڑلیں گے تو ہم کس طرح جنگ لڑیں گے۔"

کریٹیلس نے بہادری کا مظاہرہ کیا "کچھ بھی ہو، ہمیں یہ جنگ ضرور جیتنی ہے تاکہ ہم یہیں سے صحیح سلامت واپس چلے جائیں۔"

سکندر نے حیرت سے پوچھا "تجھ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ ہم یہ جنگ جیت کر واپس چلے جائیں گے؟"

کریٹیلس نے کہا "تو کیا ہم یہاں کے موسمی آتش کدے میں جل مرنے کے لئے آئے ہیں۔ لوگ تو یہاں کی گرمی میں اپنا کھانا پکا لیتے ہیں۔"

سکندر نے کہا "لوگ اپنا کھانا پکا لیتے ہیں اور خود کھانا کھانے کے لئے زندہ رہتے ہیں۔ کم از کم یہ فضول باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

سلیوکس نے بایاں بازو سنبھال رکھا تھا اس کے بالکل سامنے ہاتھیوں کی قطاریں تھیں۔ سکندر نے پوچھا "ان کالے کالے متحرک پہاڑوں کے سامنے تجھے کیا محسوس ہورہا ہے؟"

سلیوکس نے جواب دیا "مجھے کیا محسوس ہوگا۔ ہمارے گھوڑوں کو دیکھیں کہ وہ کیا محسوس کررہے ہیں۔ اگر یہ جنگ کے دوران ہمیں لے کر بھاگے تو شاید ایران پہنچ کر دم لیں۔"

سکندر نے ابھی تک اس قسم کی جنگ نہیں لڑی تھی۔ راجا پورس اور سکندر کے درمیان کئی میل کا فاصلہ تھا اور جب مقامی

رہنماؤں نے سکندر کو یہ بتایا کہ سکندر کا اصل مقابلہ دریائے جہلم کے اس پار ہوگا جہاں ان سے بھی زیادہ ہاتھی اس کا انتظار کر رہے ہیں تو سکندر کی فوج پر اس کا بہت برا اثر پڑا۔

ان دنوں بارش کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ موسلا دھار بارش کے باعث دریا چڑھا ہوا تھا اور اسے عبور کرنا بہت پریشان کن مرحلہ تھا۔ پورس کی جس فوج نے سکندر کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا وہ مقامی رہنماؤں کے بقول راجا پورس کا ہراول دستہ تھا۔ یونانی سوچ رہے تھے کہ جس راجا کا ہراول دستہ اتنا شاندار ہو، اس کی اصل فوج کتنی عظیم الشان اور بڑی ہوگی۔

بارشوں کی وجہ سے دن میں بھی اندھیرا چھایا رہتا اور راتیں بڑی بھیانک ہو جاتیں۔ مقامی رہنما یہ خبر دے چکے تھے کہ سکندر کو اسی مقام پر آگے بڑھنے سے روک دیا جائے گا اور اگر سکندر کی خوش قسمتی نے اس کو آگے بڑھنے کی راہ دے دی تو پھر اس کے لشکر کو دریائے جہلم عبور کرنا پڑے گا اور اصل معرکہ دریائے جہلم کے شرقی ساحلی میدان میں ہوگا۔

سکندر نے دور دور تک گھوم پھر کے دیکھا تو مقامی رہنماؤں کی باتیں درست نکلیں۔ دریا پار کے چند مقامی لوگوں نے سکندر کو راجا پورس کی جنگی تیاریوں کا حال سنایا تو یونانی فوج پر اس کا اور برا اثر پڑا۔ ان فوجیوں کو اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ ان کی موت ان کو یہاں تک لے آئی ہے۔ وہ اسی کنارے سے واپس چلے جانا چاہتے تھے لیکن اپنی خواہش کا اظہار سکندر سے نہیں کر سکتے تھے۔

بیفاشن بھی ہمت ہار بیٹھا تھا اور کریٹیلس کا بھی برا حال تھا مگر اس چالاک انسان کی اندرونی کیفیت کا اظہار چہرے سے نہیں ہوتا تھا۔ سکندر کی خوش قسمتی تھی کہ اسی جگہ اس کا بھائی بطلیموس بھی مصر سے فوجی مدد لے کر اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس کی محبوبہ تائیس اس کے ساتھ تھی۔

بطلیموس کو بہت بعد میں یہ احساس ہوا کہ اگر وہ سکندر کی فتوحات میں اس کے ساتھ رہے گا تو تاریخ میں اس کا نام بھی انمٹ ہو جائے گا۔

سکندر کو بطلیموس کے پہنچنے کی بڑی خوشی ہوئی۔ کلوس تھنز نے دو ماؤں کے بیٹوں میں یہ اتحاد دیکھا تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔

دریائے جہلم کے کنارے کلائی تس نامی ادھیڑ عمر مقدونوی نے سکندر کا قرب حاصل کر لیا تھا۔ اسی شخص نے ایشیائے کوچک میں دریائے گرینی کس کے کنارے لڑی جانے والی جنگ میں اپنی جان پر کھیل کر سکندر کی جان بچائی تھی اور یہ شخص ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا جہاں وہ سکندر پر کوئی احسان کر سکے۔

کلائی تس کا رنگ سیاہ تھا اور بہت کم لوگ اس راز سے واقف تھے کہ کلائی تس کی بہن نیسیا سکندر کی آیا رہ چکی تھی۔ نیسیا کے اپنے دو بیٹے پچھلی جنگوں میں کام آ چکے تھے۔

اب یہی کلائی تس اپنی بہن نیسیا کا سہارا تھا۔ نیسیا کے رشتے سے کلائی تس خود کو سکندر کا بھائی سمجھتا تھا۔

اسے عام دنوں میں سکندر سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی تھی لیکن جہاں خطرات کا اندیشہ ہوتا وہاں وہ سکندر کے آس پاس موجود رہتا۔ دریائے جہلم کے کنارے بھی وہ سکندر کے ارد گرد موجود رہتا تھا۔

موسلا دھار بارشوں کے دوران راجا پورس سکندر کو تھکا دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے عظیم الشان لشکر کا مسلسل بارشیں بھی ساتھ دے رہی تھیں۔ اس صورتِ حال میں سکندر کی کمر توڑی جا سکتی تھی۔

بارشوں کے رکنے کے انتظار میں سکندر کا خاصا وقت ضائع ہو گیا۔ دور دور تک بارشوں کی وجہ سے زمین دلدل بن گئی تھی یا کیچڑ نے قبضہ جما رکھا تھا۔ اس دلدلی اور کیچڑ زدہ علاقے میں فوج کو حرکت دینا انتہائی خطرناک ہو سکتا تھا۔

لیکن سکندر نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ اب بھی دریا کو عبور کرنے کی فکر میں تھا۔ اس نے اینٹی گونس کو حکم دیا "تو اپنی کمان کی مدد سے پورس کے ہاتھیوں اور سواروں کو روکے رکھ۔ اس دوران میں دریا کو عبور کرنے کی کوشش کروں گا اور جیسے ہی میری فوج سے جے کاروں کی صدائیں بلند ہوں تو کسی بھی طرح دریا کو عبور کر کے میرے پاس پہنچ جائے گا کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی میری کامیابی کی خبر پورس کی اس فوج کو ملے گی، وہ بدحواس ہو جائے گی۔ اس بدحواسی میں وہ دریا کو عبور کرنے کی کوشش کرے گی اور تم پورا پورا فائدہ اٹھا سکو گے۔"

کریٹیلس کو حکم دیا گیا کہ اگر اس دوران اینٹی گونس کو مدد کی ضرورت پڑے تو وہ مدد کرے گا پھر دریا کے دوسرے کنارے پر سکندر کے پاس پہنچ جائے گا۔

سکندر نے دور دور تک ساحل کے کنارے چل کے دریا کے دوسرے کنارے کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ راجا پورس کے سوار اور پیادے اس کا راستہ روکے کھڑے ہیں۔

سکندر نے ایک بار پھر ایک نئی جنگی حکمتِ عملی سے کام لیا۔ اس نے شمالی کناروں پر دباؤ بڑھا دیا۔ یہاں اس کی فوج دریا عبور کرنے کی مسلسل کوششیں کرنے لگی جب کہ جنوبی ساحل نہایت پرسکون ساکت و صامت تھا۔ سکندر نے اسی ساحل کو عبور کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

راجا پورس نے جب یہ دیکھا کہ یونانی فوجیں شمالی حصوں سے دریا کو عبور کرنے کی کوششیں کر رہی ہیں تو اس نے اپنے ان علاقوں میں فوج پھیلا دی۔ سکندر نے راجا پورس کی اس غلط فہمی سے فائدہ اٹھایا اور رات کی تاریکی میں دریا عبور کر گیا۔

دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی یونانی فوج نے اپنی زبان میں نعرے لگانے شروع کر دیے اور دوسری طرف اینٹی گونس نے کریٹیلس کی مدد سے خوفناک آتش باری شروع کر دی۔ ہاتھی آگ سے خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے اپنی ہی فوج کو روند ڈالا۔

اب میدان صاف تھا۔ اینٹی گونس اور کریٹیلس نے اس

جنگجو دی فوج کے پیچھے پیچھے دریا عبور کر لیا۔

دریا کا شرقی کنارہ بہت دلدلی تھا۔ یہاں گھوڑوں کے پاؤں دلدل اور کیچڑ میں پھنس جاتے اور سوار کو آگے بڑھنے میں دشواری پیش آتی لیکن پھر بھی یہ یونانی افواج سکندر سے جا ملی۔

اب راجا پورس کے لئے آخری موقع تھا کہ وہ اپنے دشمن کو مار بھگائے یا خود مغلوب ہو جائے۔ اس نے بے دلی سے اپنی فوج کو سکندر کی فوج کے مقابل لا کھڑا کیا۔

اس وقت بھی یونانیوں کے سامنے ہاتھیوں کا عظیم الشان لشکر تھا۔ اینٹی گونس نے ان مہیب اور دیو نما متحرک پہاڑوں کو میدان سے مار بھگانے کی ترکیب جان لی تھی لیکن سکندر کو جب یہ ترکیب بتائی گئی تو اس نے کہا "تمہارے پاس اتنی وافر مقدار میں آتش گیر مادہ ہے کہاں؟ ان ہاتھیوں کو مار بھگانے کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ انہیں نیزوں پر رکھ لیا جائے اور نیزے پھینک پھینک کر بھی حملے کئے جائیں دوسری طرف آتش گیر مادہ استعمال کیا جائے۔ ہمارے جنگجو راجا پورس کے پیادوں اور سواروں پر حملہ آور ہو جائیں۔ جب ہاتھی راہِ فرار اختیار کریں گے تو اپنی ہی فوج کو روند ڈالیں گے۔"

اس وقت بھی بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے آتش گیر مادے کا استعمال ناممکن ہو گیا تھا۔

اس وقت بھی کلائی تس سکندر کے قریب موجود تھا۔

سکندر نے ایرانی فوج کو بڑی اہمیت دے رکھی تھی۔ ان ایرانیوں میں سُغدی قوم کے لوگ بھی شامل تھے۔ سکندر کو ان نئے لوگوں سے بہت زیادہ ہمدردی ہو گئی تھی۔ وہ مقدونوی فوج کو اس لئے بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا کہ ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی۔

اب سکندر کے لئے کلائی تس کی کوئی خاص حیثیت نہیں تھی۔ جو غیر یونانی فوجی سردار اور پیادے سکندر کو صبح و شام جھک جھک کر سلام کرنے لگے تھے اور دربار میں کورنش بجا لاتے تھے، سکندر کی نظر میں ان کی خاص اہمیت تھی۔ چنانچہ سکندر نے کلائی تس ....کو منع کیا کہ اب وہ اس کے تخلیے میں نہ آیا جایا کرے۔

اس رویّے سے کلائی تس اور یونانیوں کو وحشت سی ہو گئی۔ وہ اس معاملے میں سکندر سے بحث بھی نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ وہ اب ایشیا کا شہنشاہ تھا اور ایشیا میں کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں تھا کہ شہنشاہ سے بحث کرتا تو در کنار اونچی آواز میں بات بھی کرتا۔

سکندر نے راجا پورس کو پیغام بھیجا کہ وہ جنگ سے بچے اور دوستی کا ہاتھ بڑھائے۔ اس طرح وہ اپنے ملک پر حسبِ سابق حکمران رہے گا۔ اگر بدقسمتی سے جنگ ہوئی تو حکومت بھی چھن جائے گی اور راجا پورس قیدی بن کے یونانی گھوڑوں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔

راجا پورس نے جنگ کا انتخاب کیا اور عذر یہ پیش کیا کہ اگر دوستی کی یہ پیشکش حملہ آوری سے پہلے ہوتی تو وہ اس پر غور بھی کرتے۔ جب دونوں ملکوں کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوں تو جن شرائط پر دوستی ممکن ہوگی وہ دفاع کرنے والے کے لئے ہتک آمیز ہوں گی۔

سکندر نے بھی بدرجہ مجبوری جنگ کا فیصلہ کیا۔

اگر راجا پورس تساہل سے کام نہ لیتا اور سکندر پر حملہ کرنے کی پہل کرتا تو شاید اس کا پلڑا بھاری رہتا مگر اس نے زیادہ وقت غور و فکر اور سوچ بچار میں ضائع کر دیا۔

اب سکندر کو بارش رکنے کا انتظار تھا مگر جھڑی تھی کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔

یہ جیسے ہی رکی تو یہ سوچے بغیر ہی کہ بارش کا سلسلہ دوبارہ بھی شروع ہو سکتا ہے، اس نے حملے کا حکم دے دیا۔

ہاتھیوں پر آتش باری کی گئی اور نیزے پھینک پھینک کر وار کئے گئے۔ جو لوگ ہاتھیوں کو بدحواس دیکھ رہے تھے وہ ادھر ادھر بھاگے پھر رہے تھے اور جدھر سے آتش باری ہو رہی تھی ادھر ہاتھی اپنا رخ بھی نہیں کر رہے تھے۔

چند گھنٹوں کی جنگ میں راجا پورس کو شکست ہو گئی کیوں کہ اس کے ہاتھی اپنی ہی فوج کو روندنے میں مشغول تھے۔

اس صورتِ حال نے راجا پورس کو بہت مایوس کیا کیونکہ اس نے اپنی جس قوت پر بہت زیادہ بھروسا کیا تھا وہی اس کی شکست کا باعث بن رہی تھی۔ جب شکست یقینی ہو گئی تو راجا پورس نے اپنے قلعے کا رخ کیا مگر سکندر نے حکم دیا "اس جنگ کو اسی وقت ختم ہو جانا چاہئے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ راجا پورس کو بھاگنے نہ دیا جائے اور اسے گرفتار کر لیا جائے۔"

کلائی تس نے راجا پورس کا پیچھا کیا تو شکست خوردہ بھاگتی ہوئی فوج واپس پلٹی اور دوبارہ جم کے لڑنے لگی۔ اس موقع پر کلائی تس کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

ہندوستانی راجپوت نہایت بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ جس فتح کو سکندر آسان سمجھ رہا تھا وہ بہت دشوار نکلی۔

راجا پورس کے ہاتھیوں نے اپنی فوج کو اتنا نقصان پہنچایا جتنا یونانی فوج نے بھی نہیں پہنچایا تھا۔ اسی میدان میں یونانیوں کو یہ اندازہ ہوا کہ ان کا یہ دشمن سابقہ دشمنوں سے مختلف ہے۔

شام سے پہلے ہی کلائی تس نے راجا پورس کے ہاتھی کو گھیرے میں لے لیا۔ کلائی تس کا ایک ساتھی راجا پورس کے ہاتھی کی طرف بڑھا اور اس رسے کو کاٹ دیا جس سے راجا پورس کا ہودہ بندھا ہوا تھا۔ رسے کے کٹتے ہی ہودہ اپنی جگہ سے ہل گیا اور وہ ہاتھی کی پشت پر جھولنے لگا۔ کلائی تس نے دیکھا کہ ہودے سے کوئی چیز نکل کر زمین پر گر رہی ہے۔ یہ آگے بڑھا اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے زمین پر گری ہوئی اس چیز کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کی۔ یہ خود راجا پورس تھا جو زمین پر گر کر کیچڑ میں لت پت ہو گیا تھا۔

کلائی تس نے جیسے ہی راجا پورس کو گرفتار کرنے کی کوشش کی

رہنماؤں نے سکندر کو یہ بتایا کہ سکندر کا اصل مقابلہ دریائے جہلم کے اس پار ہو گا جہاں ان سے بھی زیادہ ہاتھی اس کا انتظار کر رہے ہیں تو سکندر کی فوج پر اس کا بہت برا اثر پڑا۔

ان دنوں بارش کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ موسلا دھار بارش کے باعث دریا چڑھا ہوا تھا اور اسے عبور کرنا بہت پریشان کن مرحلہ تھا۔ پورس کی جس فوج نے سکندر کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا وہ مقامی رہنماؤں کے بقول راجا پورس کا ہراول دستہ تھا۔ یونانی سوچ رہے تھے کہ جس راجا کا ہراول دستہ اتنا شاندار ہو٘ا اس کی اصل فوج کتنی عظیم الشان اور بڑی ہو گی۔

بارشوں کی وجہ سے دن میں بھی اندھیرا چھایا رہتا اور راتیں بڑی بھیانک ہو جاتیں۔ مقامی رہنما یہ خبر دے چکے تھے کہ سکندر کو اسی مقام پر آگے بڑھنے سے روک دیا جائے گا اور اگر سکندر کی خوش قسمتی نے اس کو آگے بڑھنے کی راہ دے دی تو پھر اس کے لشکر کو دریائے جہلم عبور کرنا پڑے گا اور اصل معرکہ دریائے جہلم کے شرقی ساحلی میدان میں ہو گا۔

سکندر نے دور دور تک گھوم پھر کے دیکھا تو مقامی رہنماؤں کی باتیں درست نکلیں۔ دریا پار کے چند مقامی لوگوں نے سکندر کو راجا پورس کی جنگی تیاریوں کا حال سنایا تو یونانی فوج پر اس کا اور برا اثر پڑا۔ ان فوجیوں کو اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ ان کی موت ان کو یہاں تک لے آئی ہے۔ وہ اسی کنارے سے واپس چلے جانا چاہتے تھے لیکن اپنی خواہش کا اظہار سکندر سے نہیں کر سکتے تھے۔

یماشن بھی ہمت ہار بیٹھا تھا اور کریٹیلس کا بھی برا حال تھا مگر اس چالاک انسان کی اندرونی کیفیت کا اظہار چہرے سے نہیں ہوتا تھا۔ سکندر کی خوش قسمتی تھی کہ اسی جگہ اس کا بھائی بطلیموس بھی مصر سے فوجی مدد لے کر اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس کی محبوبہ تائیس اس کے ساتھ تھی۔

بطلیموس کو بہت بعد میں یہ احساس ہوا کہ اگر وہ سکندر کی فتوحات میں اس کے ساتھ رہے گا تو تاریخ میں اس کا نام بھی انمٹ ہو جائے گا۔

سکندر کو بطلیموس کے پہنچنے کی بڑی خوشی ہوئی۔ کلوس تھنز نے دو ماؤں کے بیٹوں میں یہ اتحاد دیکھا تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔

دریائے جہلم کے کنارے کلائی ٹس نامی ادھیڑ عمر مقدونوی نے سکندر کا قرب حاصل کر لیا تھا۔ اسی شخص نے ایشیائے کوچک میں دریائے گرینی کس کے کنارے لڑی جانے والی جنگ میں اپنی جان پر کھیل کر سکندر کی جان بچائی تھی اور یہ شخص ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا جہاں وہ سکندر پر کوئی احسان کر سکے۔

کلائی ٹس کا رنگ سیاہ تھا اور بہت کم لوگ اس راز سے واقف تھے کہ کلائی ٹس کی بہن نیسیا سکندر کی آیا رہ چکی تھی۔ نیسیا کے اپنے دو بیٹے پچھلی جنگوں میں کام آ چکے تھے۔

اب یہی کلائی ٹس اپنی بہن نیسیا۔ کا سہارا تھا۔ نیسیا کے رشتے سے کلائی ٹس خود کو سکندر کا بھائی سمجھتا تھا۔

اسے عام دنوں میں سکندر سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی تھی لیکن جہاں خطرات کا اندیشہ ہوتا وہاں وہ سکندر کے آس پاس موجود رہتا۔ دریائے جہلم کے کنارے بھی وہ سکندر کے ارد گرد موجود رہتا تھا۔

موسلا دھار بارشوں کے دوران راجا پورس سکندر کو تھکانا چاہتا تھا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے عظیم الشان لشکر کا مسلسل بارشیں بھی ساتھ دے رہی تھیں۔ اس صورتِ حال میں سکندر کی کمر توڑی جا سکتی تھی۔

بارشوں کے رکنے کے انتظار میں سکندر کا خاصا وقت ضائع ہو گیا۔ دور دور تک بارشوں کی وجہ سے زمین دلدل بن گئی تھی یا کیچڑ نے قبضہ جما رکھا تھا۔ اس دلدلی اور کیچڑ زدہ علاقے میں فوج کو حرکت دینا انتہائی خطرناک ہو سکتا تھا۔

لیکن سکندر نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ اب بھی دریا کو عبور کرنے کی فکر میں تھا۔ اس نے اینٹی گونس کو حکم دیا "تم اپنی کمان کی مدد سے پورس کے ہاتھیوں اور سواروں کو روکے رکھو۔ اس دوران میں دریا کو عبور کرنے کی کوشش کروں گا اور جیسے ہی میری فوج سے جے کاروں کی صدائیں بلند ہوں تو کسی بھی طرح دریا کو عبور کر کے میرے پاس پہنچ جائے گا کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی میری کامیابی کی خبر پورس کی اس فوج کو ملے گی، وہ بدحواس ہو جائے گی۔ اس بدحواسی میں وہ دریا کو عبور کرنے کی کوشش کرے گی اور تم پورا پورا فائدہ اٹھا سکو گے۔"

کریٹیلس کو حکم دیا گیا کہ اگر اس دوران اینٹی گونس کو مدد کی ضرورت پڑے تو وہ مدد کرے گا پھر دریا کے دوسرے کنارے پر سکندر کے پاس پہنچ جائے گا۔

سکندر نے دور دور تک ساحل کے کنارے چل کے دریا کے دوسرے کنارے کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ راجا پورس کے سوار اور پیادے اس کا راستہ روکے کھڑے ہیں۔

سکندر نے ایک بار پھر ایک نئی جنگی حکمتِ عملی سے کام لیا۔ اس نے شمالی کناروں پر دباؤ بڑھا دیا۔ یہاں اس کی فوج دریا عبور کرنے کی مسلسل کوششیں کرنے لگی جب کہ جنوبی ساحل نہایت پُرسکون ساکت و صامت تھا۔ سکندر نے اسی ساحل کو عبور کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

راجا پورس نے جب یہ دیکھا کہ یونانی فوجیں شمالی حصوں سے دریا کو عبور کرنے کی کوششیں کر رہی ہیں تو اس نے اپنے ان علاقوں میں فوج پھیلا دی۔ سکندر نے راجا پورس کی اس غلط فہمی سے فائدہ اٹھایا اور رات کی تاریکی میں دریا عبور کر گیا۔

دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی یونانی فوج نے اپنی زبان میں نعرے لگانے شروع کر دیے اور دوسری طرف اینٹی گونس نے کریٹیلس کی مدد سے خوف ناک آتش باری شروع کر دی۔ ہاتھی آگ سے خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے اپنی ہی فوج کو روند ڈالا۔

اب میدان صاف تھا۔ اینٹی گونس اور کریٹیلس نے اس

بھگوڑی فوج کے پیچھے پیچھے دریا عبور کر لیا۔

دریا کا شرقی کنارہ بہت دلدلی تھا۔ یہاں گھوڑوں کے پاؤں دلدل اور کیچڑ میں پھنس جاتے اور سوار کو آگے بڑھنے میں دشواری پیش آتی لیکن پھر بھی یہ یونانی افواج سکندر سے جا ملی۔

اب راجا پورس کے لئے آخری موقع تھا کہ وہ اپنے دشمن کو مار بھگائے یا خود مغلوب ہو جائے۔ اس نے بے دلی سے اپنی فوج کو سکندر کی فوج کے مقابل لا کھڑا کیا۔

اس وقت بھی یونانیوں کے سامنے ہاتھیوں کا عظیم الشان لشکر تھا۔ اینٹی گونس نے ان مہیب اور دیو نما متحرک پہاڑوں کو میدان سے مار بھگانے کی ترکیب جان لی تھی لیکن سکندر کو جب یہ ترکیب بتائی گئی تو اس نے کہا "ہمارے پاس اتنی وافر مقدار میں آتش گیر مادہ ہے کہاں؟ ان ہاتھیوں کو مار بھگانے کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ انہیں نیزوں پر رکھ لیا جائے اور نیزے پھینک پھینک کر بھی حملے کئے جائیں دوسری طرف آتش گیر مادہ استعمال کیا جائے۔ ہمارے جنگجو راجا پورس کے پیادوں اور سواروں پر حملہ آور ہو جائیں۔ جب ہاتھی راہِ فرار اختیار کریں گے تو اپنی ہی فوج کو روند ڈالیں گے۔"

اس وقت بھی بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے آتش گیر مادے کا استعمال ناممکن ہو گیا تھا۔

اس وقت بھی کلائی ٹس سکندر کے قریب موجود تھا۔

سکندر نے ایرانی فوج کو بڑی اہمیت دے رکھی تھی۔ ان ایرانیوں میں سُتھی قوم کے لوگ بھی شامل تھے۔ سکندر کو ان نئے لوگوں سے بہت زیادہ ہمدردی ہو گئی تھی۔ وہ مقدونوی فوج کو اس لئے بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا کہ ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی۔

اب سکندر کے لئے کلائی ٹس کی کوئی خاص حیثیت نہیں تھی۔ جو غیر یونانی فوجی سردار اور پیادے سکندر کو صبح و شام جھک جھک کر سلام کرنے لگے تھے اور دربار میں کورنش بجا لاتے تھے، سکندر کی نظر میں ان کی خاص اہمیت تھی۔ چنانچہ سکندر نے کلائی ٹس کو منع کیا کہ اب وہ اس کے تخلیے میں نہ آیا جایا کرے۔....

اس رویے سے کلائی ٹس اور یونانیوں کو وحشت سی ہو گئی۔ وہ اس معاملے میں سکندر سے بحث بھی نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ وہ اب ایشیا کا شہنشاہ تھا اور ایشیا میں کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں تھا کہ شہنشاہ سے بحث کرنا تو درکنار اونچی آواز میں بات بھی کرتا۔

سکندر نے راجا پورس کو پیغام بھیجا کہ وہ جنگ سے بچے اور دوستی کا ہاتھ بڑھائے۔ اس طرح وہ اپنے ملک پر حسبِ سابق حکمران رہے گا۔ اگر بدقسمتی سے جنگ ہوئی تو حکومت بھی چھن جائے گی اور راجا پورس قیدی بن کے یونانی گھوڑوں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔

راجا پورس نے جنگ کا انتخاب کیا اور عذر یہ پیش کیا کہ اگر دوستی کی یہ پیشکش حملہ آوری سے پہلے ہوتی تو وہ اس پر غور بھی کرتے۔ جب دونوں ملکوں کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوں تو جن شرائط پر دوستی ممکن ہو گی وہ دفاع کرنے والے کے لئے یقیناً ہتک آمیز ہوں گی۔

سکندر نے بھی بدرجہ مجبوری جنگ کا فیصلہ کیا۔

اگر راجا پورس تساہل سے کام نہ لیتا اور سکندر پر حملہ کرنے کی پہل کرتا تو شاید اس کا پلڑا بھاری رہتا مگر اس نے زیادہ وقت غور و فکر اور سوچ بچار میں ضائع کر دیا۔

اب سکندر کو بارش رکنے کا انتظار تھا مگر جھڑی تھی کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔

یہ جیسے ہی رکی تو یہ سوچے بغیر ہی کہ بارش کا سلسلہ دوبارہ بھی شروع ہو سکتا ہے "اس نے حملے کا حکم دے دیا۔

ہاتھیوں پر آتش باری کی گئی اور نیزے پھینک پھینک کر وار کئے گئے۔ جو لوگ ہاتھیوں کو بدحواس دیکھ رہے تھے وہ ادھر ادھر بھاگے پھر رہے تھے اور جدھر سے آتش باری ہو رہی تھی ادھر ہاتھی اپنا رخ بھی نہیں کر رہے تھے۔

چند گھنٹوں کی جنگ میں راجا پورس کو شکست ہو گئی کیوں کہ اس کے ہاتھی اپنی ہی فوج کو روندنے میں مشغول تھے۔

اس صورتِ حال نے راجا پورس کو بہت مایوس کیا کیونکہ اس نے اپنی جس قوت پر بہت زیادہ بھروسا کیا تھا وہی اس کی شکست کا باعث بن رہی تھی۔ جب شکست یقینی ہو گئی تو راجا پورس نے اپنے قلعے کا رخ کیا مگر سکندر نے حکم دیا "اس جنگ کو اسی وقت ختم ہو جانا چاہئے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ راجا پورس کو بھاگنے نہ دیا جائے اور اسے گرفتار کر لیا جائے۔"

کلائی ٹس نے راجا پورس کا پیچھا کیا تو شکست خوردہ بھاگتی ہوئی فوج واپس پلٹی اور دوبارہ جم کے لڑنے لگی۔ اس موقع پر کلائی ٹس کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

ہندوستانی راجپوت نہایت بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ جس فتح کو سکندر آسان سمجھ رہا تھا وہ بہت دشوار نکلی۔

راجا پورس کے ہاتھیوں نے اپنی فوج کو اتنا نقصان پہنچایا جتنا یونانی فوج نے بھی نہیں پہنچایا تھا۔ اسی میدان میں یونانیوں کو یہ اندازہ ہوا کہ ان کا یہ دشمن سابقہ دشمنوں سے مختلف ہے۔

شام سے پہلے ہی کلائی ٹس نے راجا پورس کے ہاتھی کو گھیرے میں لے لیا۔ کلائی ٹس کا ایک ساتھی راجا پورس کے ہاتھی کی طرف بڑھا اور اس رسے کو کاٹ دیا جس سے راجا پورس کا ہودہ بندھا ہوا تھا۔ رسے کے کٹتے ہی ہودہ اپنی جگہ سے ہل گیا اور وہ ہاتھی کی پشت پر جھولنے لگا۔ کلائی ٹس نے دیکھا کہ ہودے سے کوئی چیز نکل کر زمین پر گر رہی ہے۔ یہ آگے بڑھا اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے زمین پر گری ہوئی اس چیز کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کی۔ یہ خود راجا پورس تھا جو زمین پر گر کر کیچڑ میں لت پت ہو گیا تھا۔

کلائی ٹس نے جیسے ہی راجا پورس کو گرفتار کرنے کی کوشش کی

اس نے اپنے کھانڈے سے کلائی ٹس پر وار کیا۔ کلائی ٹس پیچھے ہٹ گیا جس سے وار خالی گیا۔

کلائی ٹس نے دوڑی سے راجا پورس کے اٹھے ہوئے ہاتھ پر رسی کا پھندا پھینکا۔ رسی کا یہ پھندا اس کے ہاتھ میں پھنس گیا اور کھانڈا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اب راجا پورس کلائی ٹس کے قبضے میں تھا۔

ہندوستانیوں نے اپنے راجا کو قیدی ہوتے دیکھا تو حوصلہ ہار گئے اور ادھر ادھر جائے فرار تلاش کرنے لگے۔

راجا پورس کو سکندر کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس کا ایک گال کیچڑ میں لت پت ہو رہا تھا۔

سکندر نے حکم دیا "اس کو میرے خیمے میں پہنچایا جائے۔"

کلائی ٹس نے پورس کا گال صاف کیا اور کپڑے تبدیل کرائے۔ پورس کا یہ لباس اور دوسری کئی چیزیں کلائی ٹس کو راجا کے ہودے سے ملی تھیں۔

راجا پورس کلائی ٹس کی زبان سمجھنے سے قاصر تھا اس لئے چند ترجمین کی خدمات حاصل کی گئیں۔

کچھ دیر بعد سکندر بھی اس خیمے میں پہنچا۔

پورس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں...... سکندر نے ایک ترجمان سے کہا "اس سے پوچھو کہ اس نے جنگ کا نتیجہ دیکھ لیا؟"

پورس نے جواب دیا "فتح اور شکست نصیبوں سے ہوتی ہے۔ میں نے بھی شکست کا منہ دیکھ لیا۔"

سکندر نے پورس کے جنگجوؤں کی تعریف کی "بے شک تیری فوج خوب لڑی۔"

کلائی ٹس نے اپنی کارگزاری کی تعریفیں شروع کر دیں "اگر یہ اپنے قلعے میں داخل ہو جاتا تو میں اس کا پیچھا کرتا ہوا وہاں بھی داخل ہو جاتا۔"

راجا پورس نے کلائی ٹس کا مذاق اڑایا "تو مجھے کیا پکڑتا‘ یہ تو کرم کے پھل تھے جنہوں نے مجھے پکڑوا دیا۔"

سکندر نے عمر رسیدہ راجا پورس کو جنگی مشورہ دیا "تیرے پاس اتنے ہاتھی تھے کہ تو ان کی مدد سے مجھے برباد کر سکتا تھا مگر تو نے ان سے کام نہیں لیا اور ہمیں مرعوب کرنے کے لئے ان ہاتھیوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کیا۔ اگر تو انہیں مشتعل کر کے ہمارے لشکر کی طرف دھکیل دیتا تو یہ ہمارے لئے بہت خطرہ بن جاتے۔"

راجا پورس نے کہا "میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا کہ میری شکست کے پیچھے میرے کرم کے پھل تھے ورنہ کسی کی مجال نہیں کہ وہ مجھے شکست دے۔"

کچھ دیر بعد دھواں دھار بارش شروع ہو گئی اور اسی عالم میں بطلیموس اور کریٹیلس پورس کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ ان کے ساتھ جو فوج تھی اس نے لوٹ مار شروع کر دی اور کئی دن تک راجا پورس کا خزانہ لوٹتے رہے لیکن یہاں سے ان کو ایران جتنی دولت نہیں ملی۔

جب سکندر کو یہ بتایا گیا کہ یہاں سے ایران جتنا خزانہ نہیں ملا تو اسے بھی افسوس ہوا۔ اس نے حکم دیا "تلاش جاری رکھی جائے کیوں کہ یہ خزانہ کسی اور جگہ بھی ہو سکتا ہے۔"

ادھر راجا پورس سے بھی پوچھ گچھ ہوتی رہی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "تو ہمارے خزانے کا ایرانی خزانوں سے مقابلہ نہ کر‘ انہوں نے صدیوں سے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ دور دراز کے ملکوں پر حملہ کرتے ہیں اور ان کا خزانہ ایران پہنچا دیتے ہیں جب کہ ہم امن پسند لوگ فوج صرف اس لئے رکھتے ہیں کہ اپنا دفاع کر سکیں اور ہماری جو دولت ہے وہ ہماری فوج پر خرچ ہو جاتی ہے۔ ہم کسی ملک پر حملہ نہیں کرتے۔"

سکندر کو بڑی حیرت تھی کہ یہ کیسا ملک ہے اور یہ کیسا حکمران ہے کہ اس کی فوج صرف دفاع کرتی ہے اور کسی دوسرے ملک پر حملہ نہیں کرتی۔

راجا پورس نے مزید بتایا "ہم جیوہتیا کو بہت برا سمجھتے ہیں اسی لئے بدرجۂ مجبوری جنگ لڑتے ہیں۔ یہ برہما‘ وشنو اور شیو کا ملک ہے۔ برہما جو تخلیق کرتا ہے۔ وشنو جو پالتا ہے اور شیو جو مارتا ہے بس ہماری ساری زندگیاں انہی تینوں کے قبضے میں رہتی ہیں۔"

سکندر نے راجا پورس کی باتیں کسی قدر حیرت سے سنیں پھر پوچھا "تیری حکومت کی حدود جتنی ہیں‘ کیا کبھی اس میں اضافہ نہیں ہوتا؟"

راجا پورس نے جواب دیا "ہماری اسی میں گزر بسر ہو جاتی ہے۔"

کئی دن تک اس عجیب و غریب راجا سے سکندر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس گفتگو میں سبھی شریک تھے۔ کریٹیلس‘ اینٹی گونس‘ بطلیموس‘ ہیفاسشن یہ سب اپنی اپنی جگہ یہ سوچنے پر مجبور تھے کہ اگر اس ملک میں مزید سفر اختیار کیا گیا اور اسی قسم کے راجا ملتے رہے اور یہاں کا موسم یونہی ستاتا رہا تو انہیں یہاں سے اپنی تباہی اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا۔

یہ باتیں اور یہ افواہیں فوج میں بھی پھیل گئی تھیں جس سے فوجی بہت پریشان تھے۔ اب ان میں سرتابی پیدا ہونے لگی تھی۔ ایک ایسے ملک میں جہاں چھتری قوم آباد ہو‘ جہاں راجپوت ہوں یا برہمن ہوں‘ جہاں بہت بڑے بڑے بیوپاری پائے جاتے ہوں اور جہاں ان لوگوں کے بقول سیاہ فام اچھوت ہوں جنہیں برہما نے اپنے پاؤں سے تینوں طبقوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہو‘ ان صابر و شاکر لوگوں سے لڑنا اور ان کو برباد کرنا نہایت ظلم کی بات تھی۔

اس موقع پر سکندر کو یاد آیا کہ ارسطو نے اس ملک کے دریائے سندھ کے بارے میں یہ انکشاف کیا تھا کہ مصر کا دریائے نیل اور ہند کا دریائے سندھ سمندر میں ایک ہی جگہ گرتے ہیں اب وہ دریائے سندھ کے مدخل تک پہنچنا چاہتا تھا اور وہاں یہ دیکھنا

چاہتا تھا کہ دریائے نیل اگر اسی جگہ سمندر میں گرتا ہے تو ان دونوں دریاؤں کے دہانے سے وہاں کیا صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔

راجا پورس سے سبھی باتیں کرتے تھے۔ کلوس تھنز کو یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ ہندوستان میں بھی سورج کے خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ پائے جاتے ہیں۔ یہ سورج بنسی کہلاتے ہیں۔ یہی لوگ ایران میں ابن خورشید اور دخت خورشید کہے جاتے ہیں۔ خود سکندر زیوس دیوتا کا بیٹا تھا جسے آسمان یا اپالو کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ یہ زیوس اور اپالو بھی سورج تھا۔ سکندر کو اس بات کے جاننے پر ہنسی آئی کہ اس کے ملک یونان میں تو اکا دکا سورج کی اولادیں ملتی تھیں جب کہ ہندوستان میں اس کے پورے پورے خاندانی سلسلے موجود تھے۔

راجا پورس نے سکندر کو بتایا کہ پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے بہت بڑی فوج اور بہت طویل عرصہ درکار ہو گا۔ ہندوستان کے راجپوت مرتے دم تک لڑنے کا فیصلہ کر کے میدان میں اترتے ہیں۔ ان سے جنگ کرنا آسان نہیں ہوتا۔

کلوس تھنز نے اپنے طور پر بڑی معلومات حاصل کیں اور سکندر کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا "یہ سرپھرا اب ایک ایسے ملک میں آ گیا ہے جہاں یہ اپنی خواہش کے مطابق دولت نہیں پا سکے گا اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ شاید یہاں سکندر کی فوج سکندر سمیت باقی نہ رہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر سکندر میری تصنیف "سکندر...... کی پیش قدمی" کے ذریعے لافانی ہو جائے گا۔"

جو لوگ کلوس تھنز کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے وہ اس کی اس تصنیف کو بھی پڑھتے تھے۔ ان میں ایک فوجی انگزارکس بھی تھا۔ یہ کلوس تھنز سے بہت قریب تھا اور اکثر و بیشتر اس سے بحث بھی کیا کرتا تھا۔ جب اس نے یہ عبارت پڑھی تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے اس معاملے میں کلوس تھنز سے بحث کی "اگر سکندر تیری کتاب کی وجہ سے زندہ رہے گا تو اس کے دیوتا یا دیوتا زادہ ہونے کا فائدہ؟"

کلوس تھنز نے انگزارکس کو ڈانٹ دیا "یہ سب بکواس ہے سکندر نہ تو خود دیوتا ہے اور نہ زیوس زادہ۔ وہ اولمپیاس اور فیلقوس کا بیٹا ہے۔"

انگزارکس نے پوچھا "یہ جو کچھ تو کہہ رہا ہے کیا اسے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے؟"

کلوس تھنز نے جواب دیا "ہاں‘ میں نے یہ بات بھی لکھ دی ہے اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ یہ فانی انسان میری کتاب ہی کے ذریعے لافانی ہو جائے گا۔"

انگزارکس نے کہا "تو سکندر کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے سکندر ایک بار بھی شکست سے دوچار نہیں ہوا۔ صرف اس لئے کہ وہ دیوتا زادہ ہے۔ دیوتا قدم قدم پر اس کی مدد کرتے ہیں اور دیوتا ہی کی حیثیت سے وہ لافانی ہو جائے گا۔"

کلوس تھنز نے ماضی کے کئی انسانوں کے نام لئے جو پہلے انسان تھے پھر انہیں دیوتاؤں کی صف میں جگہ مل گئی۔ ان میں شراب اور بخ[illegible]ے دیوتا ڈائیونی سیس‘ اکلیز اور ہرقل شامل تھے۔ کلوس تھنز نے کہا "پہلے یہ سب انسان تھے‘ مرنے کے بعد دیوتا بن گئے۔ سکندر بھی ابھی تک انسان ہے اور جب تک یہ انسان ہے‘ دیوتا نہیں بن سکتا۔ اس کے مرنے کے بعد اگر دیوتاؤں نے اس کو اپنی صف میں جگہ دے دی تو یہ دیوتا بن جائے گا۔"

انگزارکس نے کہا "تیری یہ باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔"

کلوس تھنز نے پوچھا "اچھا انگزارکس! ایک بات تو بتا۔ آج اگر کوئی شخص سکندر کی موجودگی میں اس کے تخت پر بیٹھ جائے تو اس کے ساتھ سکندر کیا سلوک کرے گا؟"

انگزارکس نے جواب دیا "سکندر اس کو قتل کروا دے گا۔"

کلوس تھنز نے کہا "اسی طرح دیوتا کسی انسان کو اس کی زندگی میں دیوتا بنتے نہیں دیکھ سکتے۔ اگر سکندر نے اپنی زندگی میں دیوتا اور دیوتا زادہ کہنا اور کہلوانا شروع کر دیا ہے تو اس کو اس کی سزا ملے گی۔"

انگزارکس نے حیرت سے کہا "گویا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ سکندر کا دیوتا بننا اس کی زندگی میں ممکن نہیں ہے۔ اس کے لئے اسے مرنا پڑے گا اور شاید وہ ہندوستان میں قتل ہونے ہی کے لئے آیا ہے۔"

اور انگزارکس نے بار بار اس کی تصدیق کی کہ کلوس تھنز نے جو کچھ کہا ہے کیا اسے اپنی کتاب میں لکھ بھی دیا ہے؟

کلوس تھنز نے جواب دیا "میرے ہاں سکندر جیسی منافقت نہیں ہے کہ وہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔"

انگزارکس نے کہا "تو انتہائی عاقبت نااندیش انسان ہے شاید تو ابھی تک سکندر کو نہیں سمجھ سکا۔ جس سکندر کی بات تو کر رہا ہے وہ نہ تو ابھی تک یونانی ہے نہ مقدونوی‘ نہ ایرانی اور نہ مصری‘ وہ اپنی دانست میں سبھی کچھ ہے۔ ایک طرف تو وہ زیوس کا بیٹا ہے دوسری طرف آمن رع کی اولاد‘ یونانیوں کی نظر میں وہ ابن الشمس ہے۔ بابلی اس کو مردوخ کا بیٹا سمجھتے ہیں اور ہندوستان میں وہ سوریہ دیوتا کا بیٹا ہو جائے گا۔"

کلوس تھنز نے جواب دیا "میں سکندر کو فی الحال اولمپیاس اور فیلقوس کے بیٹے کے سوا کچھ نہیں سمجھتا۔"

انگزارکس نے جاتے جاتے کہا "اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو سکندر فانی یا لافانی ٹھہرے یا نہ ٹھہرے‘ تیرا انجام فانیوں جیسا ہو گا۔"

کلوس تھنز نے جواب دیا "میں فانی ہوں تو میرا انجام بھی فانی انسانوں جیسا ہو گا اور میں اس کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں۔"

انگزارکس کلوس تھنز کے پاس سے آیا تو سکندر کے خیمے کے

سامنے بھیڑ بھاڑ دیکھی۔ حقیقتِ حال جاننے سے معلوم ہوا کہ اس وقت سکندر کے سامنے راجا پورس کا مقدمہ پیش۔۔۔

سکندر کے خیمے پر ایرانی پہرا دے رہ ۔ انہوں نے انگزارکس کو اندر جانے سے روک دیا حالانکہ وہ بھی صاحبِ حیثیت تھا۔ انگزارکس کے دیکھتے ہی دیکھتے کئی ایرانی سرداروں کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ اس پر انگزارکس نے احتجاج کیا کہ اب مقدونیہ اور یونان کے لوگ ایرانیوں سے بھی بے وقعت ہوگئے حالانکہ ایرانی مفتوح اور شکست خوردہ ہیں۔

اس بدمزگی نے زیادہ طول پکڑا اور یہ آوازیں سکندر کے کانوں تک پہنچیں تو اس نے انگزارکس کو اندر بلوالیا۔ انگزارکس نے سکندر کو دیکھتے ہی فریاد کی "یہ غلامانہ ذہنیت کے ایرانی جو تیرے سفید گرہند کو دیکھ کر احتراماً جھک جاتے ہیں' ان کا ہم مقدونیہ والوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہے۔"

سکندر نے ایرانیوں کی طرف داری کی "یہ اپنی ایرانی درباری رسوم کی ادائیگی کے بارے میں ذرا سخت ہوتے ہیں۔"

انگزارکس نے سکندر پر الزام لگایا "اور تو نے بھی خود کو انہی جیسا بنالیا ہے اور تو ایرانیوں کی بے جا طرفداری کرتا رہتا ہے۔"

انگزارکس نے جو کچھ اور جس لہجے میں کہا تھا' وہ سکندر کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ قیدی راجا پورس سکندر کے سامنے کھڑا تھا۔ اگر انگزارکس نے مقدونوی زبان کے علاوہ کسی ایسی زبان میں بات کی ہوتی جو راجا پورس کی سمجھ میں آجاتی تو سکندر کی کتنی بے عزتی ہوتی۔

سکندر نے غصے میں کہا "تو یہ کس طرح کی باتیں کررہا ہے؟"

انگزارکس نے جواب دیا "جناب! اس وقت میں کسی دیوتا زادے سے مخاطب نہیں ہوں۔ اس وقت میں اولمپیاس اور فیلقوس کے بیٹے سے مخاطب ہوں جو دوسرے انسانوں کی طرح فانی ہے۔"

سکندر نے اپنے محافظ کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر انگزارکس نے اس سے پہلے ہی شور کردیا "یہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں میرا اپنا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ اگر تصدیق کرنی ہے تو کلوس تھنسز کی کتاب "سکندر ...... کی پیش قدمی" پڑھ لے۔"

سکندر نے فی الحال اس موضوع کو ترک کیا اور محافظوں سے کہا "اسے کہیں جانے مت دینا۔ پہلے میں راجا پورس کے مقدمے کا فیصلہ کرلوں اس کے بعد انگزارکس پر مقدمہ چلے گا۔"

اسی وقت کلائی ٹس کو بھی طلب کرلیا گیا کیوں کہ کلائی ٹس نے ہی پورس کو گرفتار کیا تھا اور اب وہ اس مقدمے کا فیصلہ کلائی ٹس کے سامنے ہی سنانا چاہتا تھا۔ کلائی ٹس کے آتے ہی سکندر نے اس سے پہلا سوال کیا "کیوں کلائی ٹس تو اور تیری بہن نیسیا۔ بچپن سے مجھے جانتے ہیں۔ میں کون ہوں کیا ہوں اور کیا ہوگیا ہوں۔ ان باتوں کے جوابات تجھ سے بہتر کون دے سکتا ہے؟"

کلائی ٹس نے جواب دیا "بے شک ہم دونوں بھائی بہن سے زیادہ آپ کو کون جانے گا۔ آپ اولمپیاس اور فیلقوس کے بیٹے ہیں۔"

سکندر نے ناگواری سے کلائی ٹس کو دیکھا "اور زیوس کا بیٹا بھی تو ہوں۔"

کلائی ٹس نے کہا "یہ بات صرف آپ کی ماں اولمپیاس کہہ سکتی ہے کیوں کہ اسی نے آپ کو پیدا کیا ہے۔"

سکندر نے کلائی ٹس کو بھی محافظوں کے سپرد کردیا اور کہا "میں جو بات نہیں سننا چاہتا' تم لوگ وہی دہرائے چلے جارہے ہو ملعونو! میں ذرا راجا پورس کے مقدمے سے فارغ ہولوں اس کے بعد تم دونوں سے نمٹوں گا۔"

راجا پورس سکندر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس جوان فاتح کو حیرت سے اس لئے دیکھ رہا تھا کہ اس نے اپنی فوج کے بڑے بڑے آزمودہ کار' عمر رسیدہ سرداروں کو قابو میں کر رکھا تھا۔ راجا ان کی زبان تو نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن اس خیمے کے دربار میں جس قسم کی باتیں ہورہی تھیں ان کے اثرات چہروں سے ظاہر ہورہے تھے۔

سکندر نے حکم دیا "کلوس تھنسز کو اس کی کتاب کے ساتھ حاضر کیا جائے۔ اس وقت تک میں زخمی راجا پورس سے باتیں کرتا ہوں۔"

اس حکم کی تعمیل کے لئے ایرانی افسر خیمے سے نکل گئے۔

کلائی ٹس نے ایرانی افسروں کی طرف تھوکتے ہوئے کہا "تو اب یہ ایرانی ہمارے شرفا کو گرفتار کریں گے۔"

سکندر نے کلائی ٹس کی یہ باتیں بھی سنیں اور اسے ان باتوں پر بھی غصہ آیا لیکن فی الحال وہ راجا پورس میں دلچسپی لے رہا تھا۔

راجا پورس کی زخمی پیشانی سے خون رس رہا تھا۔ شاید یہ زخم اس وقت آیا تھا جب وہ اپنے ہاتھی سے منہ کے بل زمین پر گر گیا تھا اور اس نازک وقت میں اس زخم کی پروا کئے بغیر وہ گھوڑے پر بیٹھ کر نکل جانے کی فکر میں تھا کہ کلائی ٹس نے اس کو گرفتار کرلیا۔

سکندر نے راجا پورس کی طرف تولیے جیسا ایک کپڑا بڑھا دیا اور کہا "اس سے تو اپنی پیشانی کے زخم کو پونچھ لے۔"

راجا پورس نے اس کپڑے سے پیشانی کا خون پونچھا جو بظاہر خشک ہوچکا تھا۔ راجا پورس نے فخریہ کہا "اس وقت میں بہت خوش ہوں کہ میری پشت پر کوئی زخم نہیں جب کہ میری پیشانی زخمی ہے۔"

سکندر نے کہا "تیری پیشانی کا یہ زخم تیری پیٹھ کے زخم کی طرح ہے کیوں کہ یہ زخم تجھے ہاتھی سے اترتے ہوئے فرار کے وقت آیا تھا۔"

سکندر کو راجا پورس کا ڈیل ڈول اور شاندار قد و قامت بے حد پسند آئے یہ بذاتِ خود ایک چھوٹا ہاتھی لگ رہا تھا۔

سکندر نے راجا پورس کو مخاطب کیا "تو نے مجھ سے جنگ کی

اگر تو امن پسند ہوتا تو میری طرف ... ٹیکسلا کے راجا کی طرح دوستی کا ہاتھ بڑھاتا۔"

راجا پورس نے پوچھا "اگر میں تیرے ملک پر حملہ آور ہوتا تو تو کیا کرتا۔ کیا تیرے ملک میں حملہ آور سے مقابلہ نہیں کیا جاتا؟ اور تم لوگ اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس سے ہاتھ ملاتے ہو۔" یہ کہتے کہتے وہ خاموش ہوگیا پھر کچھ دیر بعد کہا "میں نے جو کچھ کیا' اپنے ملک اور اپنی قوم کے دفاع میں کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔"

سکندر نے کہا "مان لیا کہ تو نے جو کچھ کیا' بہت خوب کیا لیکن اب تو میری قید میں ہے اور تیرے ملک پر میں قابض ہوچکا ہوں۔"

راجا پورس نے حقارت سے کہا "یہ بات تو ہر کوئی جانتا ہے کہ راجا پورس کو شکست ہوئی۔ میری ریاست پر اب تیرا قبضہ ہے اور میری قوم تیری غلام ہوگئی ہے۔ اگر کہنے کے لئے تیرے پاس اس کے سوا کچھ ہے تو اسے بیان کر۔"

جن مفتوحہ لوگوں سے سکندر کا اب تک واسطہ پڑا تھا' راجا پورس ان سے بالکل مختلف تھا۔ سکندر نے جب یہ دیکھا کہ زخم خوردہ راجا اس سے زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتا تو اس نے راجا پورس سے پوچھا "بتا اب مجھے تیرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟"

راجا پورس نے جواب دیا "وہی سلوک جو ایک بادشاہ کو دوسرے بادشاہ سے کرنا چاہئے۔"

سکندر نے کہا "وہ تو میں کروں گا ہی اس کے علاوہ کچھ؟"

راجا پورس نے جواب دیا "میرے جواب میں تیرے ہر سوال کا جواب موجود ہے۔"

سکندر نے راجا پورس کو آزاد کردیا۔ اس سے ہاتھ ملایا اور اسے اپنے پاس بٹھالیا۔ اینٹی گونس اور کریٹیلس سے کہا "یہ عجیب راجا ہے جسے اپنی شکست کا کوئی احساس تک نہیں ہے۔"

تھوڑی دیر بعد دو ایرانی افسر کلوس تھنسز کو شانوں سے پکڑے ہوئے اس کے خیمے کے دربار میں داخل ہوئے۔ ایک عام ایرانی کلوس تھنسز کی تصنیف "سکندر ...... کی پیش قدمی" اٹھائے ہوئے تھا۔

سکندر نے راجا پورس کا ہاتھ پکڑا اور خیمے سے نکلتے ہوئے کہا۔ "اس جنگ میں مجھے ایک ایسا نقصان پہنچا جو زندگی بھر یادگار رہے گا۔"

اس وقت سکندر کے ساتھ اینٹی گونس اور کریٹیلس بھی تھے۔ محافظ دستے کے پچاس سوار سکندر کے چاروں طرف پھیل گئے۔

سکندر نے دو گھوڑے طلب کئے۔ سکندر کا خاص خدمت گار دو گھوڑے لے آیا مگر ان میں سکندر کا خاص گھوڑا بیوسی فالس شامل نہیں تھا۔ کریٹیلس نے شاہی خدمت گار کو ڈانٹا "بیوسی فالس کہاں ہے؟"

خدمت گار نے جواب دیا "جناب والا! جب ایشیا کا یہ شہنشاہ میدانِ جنگ سے واپس آیا تھا تو اس کے زیرِ سواری بیوسی فالس نہیں تھا۔"

سکندر نے ان دونوں کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور کہا۔ "تم لوگ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ اس وقت ہم بیوسی فالس کے پاس جارہے ہیں۔"

کریٹیلس اور اینٹی گونس بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ سکندر اور راجا پورس ایک ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوگئے پھر یہ سب میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوگئے۔ سکندر ان سب کو ایک پہاڑی ٹیلے کے پاس لے گیا۔ وہاں کچھ لوگ پہلے سے موجود تھے۔

سکندر نے ٹیلے کے پاس پہنچ کے بہ آوازِ بلند اعلان کیا "آج کی جنگ کا یہ یادگار ٹیلا مجھے ہمیشہ یاد رہے گا کیوں کہ میں نے اسی ٹیلے کے سائے میں اپنے بیوسی فالس کو اس دنیا سے رخصت ہوتے دیکھا ہے۔ میں یہاں اپنے بیوسی فالس پر سوار جنگ کا نظارہ کررہا تھا کہ بیوسی فالس چکرا کر گرا اور مرگیا۔ میں نے بیوسی فالس کے پورے جسم کا معائنہ کیا۔ اس کے جسم پر کوئی زخم بھی نہیں تھا پھر وہ کس طرح مرگیا؟ یہ سوال جواب طلب تھا اور اچانک مجھے یاد آیا کہ میں تین شبانہ روز سے اس پر سوار تھا۔ میں خود آرام کرتا تھا اور نہ بیوسی فالس کو آرام کرنے دیتا تھا۔ اسی مسلسل اور مستقل تھکان نے بیوسی فالس کی جان لے لی۔ وہ گرا اور چپ چاپ مرگیا۔ اب میں دوسرے گھوڑے پر سوار ہوگیا ہوں۔"

سکندر گھوڑے سے اترا اور اس ٹیلے کے پاس پہنچا جہاں پہلے سے دس آدمی پہرا دے رہے تھے۔

سکندر کے ساتھ راجا پورس' اینٹی گونس اور کریٹیلس بھی اپنے اپنے گھوڑوں سے اترے اور اس کے ساتھ ہولئے۔ بیوسی فالس کی لاش کے پہرے داروں نے انہیں راستہ دیا۔ سکندر کچھ دیر بیوسی فالس کے سوگ میں خاموش کھڑا رہا پھر پیچھے مڑ کر کریٹیلس کو حکم دیا "تو اسے اس ٹیلے کے سائے میں دفن کروادے اور اب یہ میدانِ جنگ بیوسی فالہ کہلائے گا۔ یہاں اس نام کا ایک شہر آباد کیا جائے۔ اس شہر میں مقامی لوگوں کے علاوہ وہ یونانی سپاہی بھی اپنے اپنے گھر بسائیں گے جنہیں یونان واپس جانا پسند نہ ہو۔"

اس کے بعد سکندر نے راجا پورس سے کہا "بادشاہ بادشاہوں کو گرفتار یا قتل نہیں کرتے۔ میں تیرا فتح کیا ہوا ملک تجھے واپس کرتا ہوں اور یہ نیا شہر بیوسی فالہ بھی تیری سلطنت کی حدود میں شامل ہوگا۔"

اس وقت سبھی نے بیوسی فالس کو دیکھا اور آزردہ ہوگئے۔ اس گھوڑے نے مؤرخین کے بقول سولہ سترہ سال سکندر کا ساتھ دیا تھا۔

سکندر نے راجا پورس کو اس کے محل واپس جانے کی اجازت دے دی اور خود اداس اور غمزدہ اپنے خیمے میں چلا گیا۔ اس وقت اسے اپنا درباری خیمہ بھی یاد نہیں آرہا تھا جہاں کلائی ٹس اور کلوس تھنز بیٹھے اپنے اپنے مقدموں کے فیصلوں کے منتظر تھے۔

کچھ دیر بعد سکندر نے حکم دیا "کلائی ٹس کو رہا کیا جائے اور کلوس تھنز کو اس کی تصنیف کے ساتھ کل اسی خیمے میں لایا جائے۔"

وہ اپنے گھوڑے کے غم میں بہت اداس تھا لیکن اب وہ آگے جانے کے منصوبے بھی بنا رہا تھا۔ اسے مقامی لوگوں نے یہ بتا دیا تھا کہ اس سے بھی آگے جو ممالک ہیں وہ بہت سرسبز و شاداب ہیں۔ وہاں گنگا اور جمنا نامی دو بڑے دریا بہتے ہیں۔ ان میں گنگا زیادہ مقدس ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دریائے سندھ اور نیل سے بھی بڑا ہے۔

سکندر نے ایسا محسوس کیا کہ اب لوگ اس کی ان باتوں میں دلچسپی نہیں لے رہے ہیں۔

پہلے بھی اس قسم کے حالات پیش آچکے تھے کہ لوگوں نے پیش قدمیوں سے انکار کر دیا تھا مگر سکندر نے تن تنہا خود کو آگے بڑھا کر یہ اعلان کیا تھا "جو کوئی واپس جانا چاہتا ہے' واپس چلا جائے۔ یہ مہم میں خود سر کروں گا۔"

اس دھمکی کا یہ اثر ہوتا رہا تھا کہ لوگ خوف زدہ ہو کر سکندر کے ساتھ رہنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ سکندر نے سوچا کہ یہ بھی اس مایوسی اور افسردگی کا نتیجہ ہے جس سے وہ کئی بار دوچار ہو چکا تھا۔ اسے یہ یقین تھا کہ اس بار بھی جب وہ تن تنہا آگے بڑھنے کی بات کرے گا تو ناراض لوگ بھی اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔

کئی دن بعد سکندر کو یاد آیا کہ کلوس تھنز کا مقدمہ ہنوز فیصلہ طلب ہے۔ اسے یہ بھی شبہ گزرا کہ کلوس تھنز یونانیوں کو ورغلاتا ہے کیوں کہ جب سے کلوس تھنز فوج میں آیا تھا' یونانیوں میں اپنے وطن واپس جانے کی خواہش شدت سے بیدار ہو گئی تھی۔

چنانچہ کلوس تھنز کو سکندر کے سامنے پیش کیا گیا اور اس سے پوچھا گیا "تو سکندر کی فتوحات اور پیش قدمیوں کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کرتا رہا ہے؟"

"ان کا جواب میری کتاب میں موجود ہے۔" کلوس تھنز نے کہا۔

سکندر نے کلوس تھنز سے پوچھا "سچ سچ بتا کہ میں اور میرے کارنامے زیادہ بڑے ہیں یا تو اور تیری تصنیف؟"

کلوس تھنز نے جواب دیا "تو اور تیرے کارنامے ہمیشہ کسی مصنف یا مؤرخ کے محتاج رہیں گے۔ وہ جس طرح چاہیں گے' لکھ دیں گے۔ تیرا اس میں ایک لفظ بھی نہیں ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جنہیں تو عظیم الشان کارنامے سمجھ رہا ہے انہیں مؤرخ لکھنے کے لائق ہی نہ سمجھے اور تجھے نظرانداز کر دے اس لئے میری یہ کتاب سکندر .... کی پیش قدمی بہت اہم تصنیف ثابت ہو گی۔ میری کتاب زندہ رہے گی اور کتابوں کی عمریں یوں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔"

سکندر نے کلوس تھنز کو دھمکی دی "اگر تو استاد ارسطو کے بھتیجے کی حیثیت سے رعایت چاہتا ہے تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دے۔ تو حاسد ہے اور تیرے ساتھ حاسدوں جیسا سلوک کیا جائے گا۔"

کلوس تھنز نے جواب دیا "اگر میں حاسد ہوتا تو تجھے بالکل نظرانداز کر دیتا۔ تجھ پر کوئی کتاب نہ لکھی جاتی۔"

سکندر نے پوچھا "کیا میں زیوس کا بیٹا نہیں ہوں؟"

کلوس تھنز نے جواب دیا "ہو سکتا ہے کہ تو زیوس دیوتا کا بیٹا ہو لیکن اس کا صحیح علم تیری ماں کو ہو گا یا زیوس دیوتا کو اس لئے جو بات میرے علم و یقین میں نہیں' میں اس کا اظہار یا اقرار نہیں کر سکتا۔"

سکندر نے غصے میں کہا "مگر لوگ کہتے ہیں کہ تو نے اپنی تصنیف میں مجھے فیلقوس اور اولمپیاس کا بیٹا لکھا ہے۔ کیوں نہ میں تجھ کو اس کی سزا دوں؟"

کلوس تھنز نے حقارت سے سکندر کو دیکھا "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیرے دل سے تحقیق اور انکشاف کی قدر و قیمت نکل چکی ہے اور تو کتابوں کی عظمت کا قائل نہیں رہا تو میں یہاں کبھی نہ آتا۔ مجھے تو استاد ارسطو نے بتایا تھا کہ تو کتابوں کا بڑا رسیا ہے بلکہ کتابوں کا کیڑا ہے مگر مجھے یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ تجھے کتابوں سے کوئی علاقہ نہیں۔ تو نام و نمود اور نمائش کا بندہ بن چکا ہے۔"

سکندر نے اپنے ایک یونانی مشیر سے کہا "اس کی کتاب میں کسی جگہ میرا اولمپیاس کے بیٹے اور فیلقوس کا میرے باپ کی حیثیت سے ذکر ہوا ہے' اسے تلاش کر تاکہ میں دیکھوں کہ یہ مجھے کیا سمجھتا ہے۔"

کافی تلاش کے بعد کتاب کا وہ حصہ ڈھونڈ نکالا گیا جہاں لکھا تھا کہ سکندر کچھ بھی کہے مگر وہ اولمپیاس اور فیلقوس کے بیٹے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جو کارنامے وہ انجام دے رہا ہے وہ کوئی دوسرا شخص بھی انجام دے سکتا ہے۔

سکندر نے کلوس تھنز کو حکم دیا کہ وہ یہ عبارت زور زور سے پڑھ کر سنائے۔ سکندر کا خیال تھا کہ کلوس تھنز یہ عبارت پڑھ کر نہیں سنائے گا مگر اس نے فرفر پڑھ کر سنا دیا اور حاضرین سے داد طلب نظروں سے پوچھا "صاحبان! کوئی آدمی اپنی ہی زندگی میں دیوتا کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ ایک بادشاہ کی موجودگی میں دوسرا بادشاہ تاج و تخت نہیں سنبھال سکتا۔ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں پھر کوئی دیوتا کسی انسان کو جیتے جی کس طرح دیوتا مان لے گا۔"

سکندر نے غصے میں کہا "جب ڈیلفی کے مندر میں اس کی

تصدیق ہو گئی کہ میں زیوس زادہ ہوں اور آمن رع نے بھی تصدیق کر دی تو اس کے بعد اس کلوس تھنز کو کسی فانی انسان کی گواہی کیوں درکار ہے؟"

کلوس تھنز نے سکندر کو یاد دلایا "استاد ارسطو نے ہمیشہ تحقیق و تجربے کو اہمیت دی ہے اور وہ روایات اور عقائد کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ انسان ان پر آنکھ بند کر کے چلتا رہے۔ دنیا دریافت اور انکشاف چاہتی ہے۔ جہاں یہ چیزیں نہیں ہوں گی وہاں ترقی اور علمی فضا بھی نہیں ہو گی۔"

سکندر نے اپنے حریف کو خشمناک نگاہوں سے دیکھا "دنیا صرف عمل کی ہے۔ تو یونان میں بیٹھا کتابیں لکھتا رہ۔ ایک دن آئے گا کہ یونان کے ساتھ تیری کتابیں بھی دفن ہو جائیں گی پھر تیری زندگی میں نہ کتابیں رہیں گی اور نہ یونان جب کہ میرا ذکر بعدِ یونان بھی زندہ رہے گا۔ جہاں جہاں میں نے قدم رکھے ہیں اور فتوحات حاصل کی ہیں وہاں کے لوگ میرا ذکر ضرور کریں گے۔"

کلوس تھنز نے غصے میں پوچھا "تو کیا میں اپنی یہ کتاب ضائع کر دوں کیونکہ تجھے اپنا ذکر گوارا نہیں؟"

سکندر نے پوچھا "پہلے تو تو یہ بتا کہ تو یہاں کیوں آیا تھا؟"

کلوس تھنز نے غصے میں جواب دیا "تو مقدونیہ کو اجاڑ آیا تھا میں مقدونیہ والوں کو واپس لینے آیا ہوں۔"

سکندر نے کہا "تسلی رکھ مقدونیہ اور شمالی کوہستانی قبائل کے بیشتر لوگ واپس چلے گئے اس لئے تو بھی میرا پیچھا چھوڑ دے اور مقدونیہ واپس چلا جا۔"

کلوس تھنز نے کہا "وہ بہت تھوڑے لوگ واپس گئے ہیں جب کہ فوج میں بھی بہت کم نظر آرہے ہیں۔ جو نظر نہیں آرہے وہ کہاں ہیں؟"

سکندر نے جواب دیا "جو لوگ اپنے وطن بھی واپس نہیں پہنچے اور فوج میں بھی نہیں ہیں وہ سب زیرِ زمین چلے گئے۔"

کلوس تھنز نے پوچھا "ان زیرِ زمین چلے جانے والوں کو تیری فتوحات میں سے کتنا حصہ ملا؟"

سکندر نے جواب دیا "فتوحات کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس سے فاتح کے ملک اور قوم کو بحیثیت فاتح فتح مندی اور ناموری حاصل ہوتی ہے۔ وہی اس کا دائمی اجر اور سرمایہ ہوتا ہے۔"

کلوس تھنز نے بحث جاری رکھی "کتابوں میں تیرے حوالے سے جو کچھ لکھا جائے گا وہاں صرف تیرا نام ہو گا اور جن کی مدد سے تو نے فتوحات حاصل کی ہیں وہ ہمیشہ کے لئے گمنامی میں چلے جائیں گے۔ ان کی جگہ بھی ان کے ملک اور قوم کا نام ہو گا۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ تجھے اپنے نام کے ساتھ ان سب کے ناموں کو بھی زندہ رکھنا چاہئے تھا۔"

سکندر نے محسوس کیا کہ یہ فلسفی جوان فلسفے میں اپنی برتری ثابت کر کے سکندر پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

کلوس تھنز کو حکم دیا گیا "تو اپنی کتاب میں میرا ذکر جہاں بھی کرے گا' دیوتا زادے کی حیثیت سے کرے گا۔"

کلوس تھنز نے معذرت کر لی "کتاب میں لکھوں اور اس میں احکام کی پابندی تیری کی جائے' ایسا نہیں ہو گا۔"

سکندر نے کہا "تب پھر کتاب لکھنا بند کر دے اور مقدونیہ واپس چلا جا۔"

سکندر کی طبیعت پر بیوسی فالس کی موت' کلوس تھنز کی خود آرائی اور فوج کی سرکشی بہت زیادہ اثرانداز ہو رہی تھی۔ کلائی ٹس ... بھی دل و دماغ میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ سکندر اس وقت صرف ایرانیوں سے خوش تھا جو اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے تھے۔ اس نے انگزارکس کو کلوس تھنز کی مخبری پر لگا دیا کہ وہ اس کی تصنیف کو پڑھتا رہے اور قابلِ اعتراض حصوں کی اطلاع دیتا رہے۔

کئی دن بعد انگزارکس نے سکندر کو اطلاع دی کہ کلوس تھنز اس کا بحیثیت دیوتا زادہ اپنی کتاب میں ذکر تو کر رہا ہے مگر ہر جگہ بقول سکندر لکھ دیتا ہے۔ سکندر نے انگزارکس سے کہا "اس طرح تو وہ میرا مذاق اڑا رہا ہے اور مستقبل کی نسلوں کو یہ باور کرا رہا ہے کہ میں اپنی دانست میں زیوس زادہ ہوں' حقیقتاً نہیں۔"

انگزارکس نے اپنی رائے دی "جناب! کلوس تھنز خود کو عقلِ کل سمجھتا ہے جب کہ ایک فاتح کی حیثیت ایک کتاب لکھنے والے سے زیادہ بلند و ارفع ہے کیوں کہ مصنف یا مؤرخ فاتح پر کتاب لکھتا ہے مگر فاتح مصنف یا مؤرخ کے بارے میں خاموش رہتا ہے۔"

سکندر نے خاموشی سے حکم جاری کیا کہ کلوس تھنز کے لئے ایک شاندار فولادی پنجرہ تیار کیا جائے اور اسے اس پنجرے میں ڈال کر منتقل کر دیا جائے۔

اس حکم کی تعمیل ہوئی اور کلوس تھنز کو پنجرے میں ڈال کر منتقل کر دیا گیا۔

سکندر کے اس سلوک نے پوری فوج میں ایک ہلچل سی پیدا کر دی۔ جو لوگ باغی تھے ان میں اور زیادہ سرکشی آگئی۔ وہ سکندر کو حد درجہ خود غرض اور خود پسند سمجھ رہے تھے۔

کریٹیلس نے ایک نیا شہر آباد کر دیا مگر کلوس تھنز کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا اس سے کریٹیلس بھی بہت متاثر ہوا تھا۔ فوج میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں' پہلے یہ سرگوشیاں محدود تھیں اور اس میں کم لوگ حصہ لے رہے تھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے یہ اتنی بڑھ گئیں کہ اس میں ہر شخص مشغول نظر آنے لگا۔

سکندر کے مخبروں نے خبر دی کہ فوج یہیں سے واپس جانا چاہتی ہے لیکن اس نے مخبروں کی یہ بات ہنسی میں اڑا دی اور کہا "میں جس مشرق کی انتہا معلوم کرنے نکلا ہوں اسے معلوم کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

ایک مجبر نے عرض کیا "ہمیں تو خیر یہ بھی نہیں جانا کہ آپ اپنی فوج کے بغیر آگے جائیں گے یا نہیں مگر پوری فوج میں آگے نہ جانے کی جو خبر گونج رہی ہے اسے آپ کے گوش گزار کردیا ہے۔"

سکندر نے بیوی و فالا شہر کی تعمیل کے بعد افسران' سرداران اور سپاہیوں کو یکجا کیا۔ ان کے سامنے دیوی دیوتاؤں کو قربانیاں پیش کیں اور اپنے کارناموں پر ایک سرسری تقریر کرنے کے بعد سکندر نے کہا "اب ہم چند دنوں کے بعد ہمالیہ کے نیچے نیچے آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ یہاں کے مقامی لوگ بتاتے ہیں کہ آگے کچھ زمینیں نہایت سرسبز اور زرخیز ہیں۔ وہاں کے راجاؤں کے پاس سونے چاندی کے ذخائر ہیں۔ اس طرح میں یہاں کی زمینوں پر قبضہ بھی حاصل کرلوں گا' ہمیں بہت سے خزانے بھی مل جائیں گے اور ہم گنگا کے ڈیلٹا تک بھی پہنچ جائیں گے۔"

لوگ خاموشی سے سکندر کی تقریر سنتے رہے۔ سکندر نے کچھ دیر بعد اپنی سابقہ فتوحات کا ذکر کیا اور ان فتوحات سے جو فائدے حاصل ہوئے تھے' انہیں گنوانا شروع کیا۔ اس کے بعد اس نے مزید لالچ دیے "یہاں کی ساری زمینیں تمہاری ملکیت میں دے دی جائیں گی اور یہاں سے جو کچھ سونا چاندی اور نقدی کی شکل میں ملے گا' اسے تم لوگوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔"

اینٹی گونس نے سکندر سے پوچھ ہی لیا "جناب! ہم کئی سالوں میں سرد و گرم موسم رکھنے والے ملکوں کی سیر بھی کرچکے' بے انتہا دولت بھی کمائی مگر اب مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے ہمیں ایران تک واپس پہنچنا بھی نصیب نہیں ہوگا۔ ہمارے لوگ نئے نئے شہروں میں آباد ہوتے جارہے ہیں۔ بہت سے مرگئے۔ کئی ہزار زخمی یا بیکار ہوچکے ہیں اب آپ اور آگے ہمیں لے جائیں گے اور مزید شہر بسائیں گے تو ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ اب ہم میں سے واپس کتنے آئیں گے اور اپنے وطن کا منہ دیکھنا کتنوں کو نصیب ہوگا؟"

سکندر نے اینٹی گونس کو غور سے دیکھا۔ "تو بھی عام آدمیوں جیسی باتیں کررہا ہے۔ یہ ملک جو میری قیادت میں فتح کئے گئے ان کی تعداد اور حدود سائرس اعظم کی حدود سے کہیں زیادہ ہیں۔"

اینٹی گونس نے کہا "بے شک اور آپ کے استاد کے بھتیجے کے بقول آپ کی یہ ساری فتوحات آپ کے نام سے موسوم ہوں گی اور تاریخ میں سائرس اعظم کے ساتھ آپ کا نام آئے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ اپنی نمائش اور اپنے نام و نمود کے لئے ہمیں کیوں پریشان کرتے ہیں؟"

سکندر کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کلوس تھنز اینٹی گونس کے دماغ میں بھی گھسا ہوا تھا۔ اینٹی گونس کی زبان سے کلوس تھنز بول رہا تھا اور سکندر یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ اس کے زیر اثر رہنے والوں پر کلوس تھنز کے قلم اور تحریر نے کتنی جلدی اپنا اثر جمالیا ہے۔

سکندر نے آواز دی "کلائی ٹس! تو کہاں چلا گیا۔ جلدی سے میرے پاس آ اور ان گمراہ لوگوں کو بتا کہ کسی بڑے کام کو شروع کرنے کے بعد اس کو ادھورا چھوڑ دینے میں کتنی رسوائی ہوتی ہے۔"

اس وقت کلائی ٹس بھیڑ کے دو بچوں کو کسی دیوتا کے قدموں میں قربان کرنے جارہا تھا۔ اسی حالت میں اسے یہ معلوم ہوا کہ سکندر اسے یاد کررہا ہے تو وہ دوڑتا بھاگتا سکندر کے پاس پہنچا۔ راستے میں اس نے انگزار کس سے پوچھا "یہاں کیا باتیں ہورہی ہیں؟"

انگزار کس نے ہنس کر جواب دیا "یہاں زندوں اور مُردوں کی باتیں ہورہی ہیں۔ کوئی مرنے والوں کی تعریفیں کررہا ہے اور کوئی زندہ بچ جانے والوں کی۔"

کلائی ٹس نے نہایت سنجیدگی سے کہا "جو مرچکے ہیں وہ اپنی عزت و آبرو پر جان دے گئے مگر جو زندہ ہیں وہ بے غیرت' بے عزت اور قابلِ نفرت ہیں۔"

انگزار کس ایک دم سنجیدہ ہوگیا "کچھ پتا بھی ہے کہ یہ تو کیا کہہ رہا ہے اور اس ذلت و رسوائی کی فہرست میں کون کون سے بڑے نام شامل ہیں؟"

سکندر کی اچانک کلائی ٹس پر نظر پڑی تو اسے پاس بلالیا۔

لیکن اس سے پہلے انگزار کس سکندر کے پاس پہنچ گیا اور کلائی ٹس نے جو کچھ کہا تھا اسے سکندر تک پہنچادیا۔

کلائی ٹس کے اندر پہنچتے ہی سکندر نے پوچھا "تو نے مرنے والوں کو زندوں پر ترجیح دے دی۔ مُردوں کو عزت دار کہا اور زندوں کو ان کے مقابلے میں ذلیل و خوار کیا۔ کیا یہ درست ہے؟"

کلائی ٹس نے کہا "جناب! جو لوگ مرگئے وہ گویا اپنی عزت و ناموس پر قربان ہوگئے اب ان کے بعد جو زندہ ہیں وہ مُردوں سے کم حیثیت والے لوگ ہیں۔"

کریٹیلس نے کلائی ٹس کے کان میں کہا "بے وقوف انسان' تجھے کچھ پتا ہے کہ تو کیا کہہ رہا ہے؟"

کلائی ٹس نے جواب دیا "میں خوب جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور بار بار یہی کہوں گا کہ مرنے والے زندوں سے زیادہ عزت دار لوگ تھے۔"

سکندر کو ان باتوں سے اتنی تکلیف پہنچی کہ وہ غصے میں اپنے محافظ کی طرف بڑھا اور اس سے نیزہ چھین کے کلائی ٹس کے سینے میں اتار دیا پھر خدمت گاروں کو حکم دیا "کلائی ٹس کو میدان میں پھینک دیا جائے۔"

کلائی ٹس کی لاش میدان میں پھینک دی گئی۔ سکندر نے حاضرین سے کہا "بہرحال میں نے جب یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ مجھے مشرق کی انتہا تک پہنچنا ہے تو میں ضرور پہنچوں گا۔"

سکندر نے دیکھا کہ لوگ آپس میں کھسر پھسر کررہے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ آخر کار آگے بڑھنے پر رضامند ہوجائیں گے

مگر اسے بہت حیرت ہوئی جب ایک غیر معروف سردار کوئینس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "سکندر! اب ہمیں زیادہ پریشان نہ کر۔ تو ہم سے پوچھتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں تو سن ہم چاہتے ہیں کہ جو ہم میں باقی بچ گئے ہیں وہ اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ اپنے بیوی بچوں اور والدین کی شکلیں دیکھیں۔ اب تو ہمیں ہماری مرضی کے خلاف اور آگے نہ لے جا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے دوسرے بہت سے سپاہی مل جائیں گے اور وہ لوٹ کے مال کے لئے تیرا ساتھ دیں گے صرف اس لئے کہ وہ پہلے کبھی جنگ سے دوچار نہیں ہوئے ہوں گے مگر ہم سب ان مراحل سے گزر چکے ہیں اس لئے اب ہمیں معاف کر۔"

سکندر نے چیخ کر پوچھا "یہ تیری اپنی رائے ہے یا پوری فوج کی؟"

اور دوسرے ہی لمحے پوری فوج نے چیخ کر کہا "ہم سب کی۔"

اب سکندر بالکل بے بس ہوچکا تھا۔ وہ کچھ دیر کھڑا ان سب کو دیکھتا رہا پھر غصے میں پاؤں پٹختے ہوئے بولا "بہرحال میں تو جاؤں گا۔ جس کو میرا ساتھ دینا ہو وہ میرے خیمے میں پہنچ جائے۔"

سکندر کا خیال تھا کہ اس کے چند وفادار فوجی سردار اس کے خیمے میں ضرور پہنچیں گے۔ وہ تین دن تک ان کا انتظار کرتا رہا مگر کسی نے اس کے خیمے میں جھانک کر بھی نہیں دیکھا۔

اب اسے باری باری پارمینیو' فلوٹس اور کلائی ٹس یاد آئے۔ وہ وفادار اور جان نثار لوگ جو ہر حال میں سکندر کے حکم کی تعمیل کیا کرتے تھے' آج یہ تینوں قتل ہوچکے تھے۔ کلائی ٹس کی بہن نیسا اب بالکل لاوارث ہوچکی تھی کیوں کہ اس کے کئی بیٹے پہلے ہی مارے جاچکے تھے۔ بھائی کلائی ٹس یہاں مار دیا گیا۔

کلوس تھنز کے بقول اگر وہ دیوتا زادہ ہوتا تو اس کی فوج اس کا حکم مانتی رہتی اور آگے بڑھنے سے انکار نہ کرتی لیکن تمام فوجی افسران اور سپاہی اس کی اطاعت سے روگرداں تھے۔

اب ان حالات میں اسے کون دیوتا زادہ مان سکتا تھا۔

سکندر کی بھوک پیاس اڑ چکی تھی اور اب نیند نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ چوتھے دن صبح ہی صبح اس نے حکم دیا "کلوس تھنز کا پنجرہ میرے خیمے میں لایا جائے۔"

یہ پنجرہ ایک گاڑی پر رکھا ہوا تھا۔ کلوس تھنز اس میں سویا ہوا تھا۔ چند سپاہیوں نے یہ پنجرہ اپنی نگرانی میں سکندر کے خیمے تک پہنچادیا۔

پنجرے کے محافظ نے کلوس تھنز کی ہمت اور حوصلے کی داد دی "جناب! میں نے اس جیسا جری اور صاحبِ حوصلہ آدمی نہیں دیکھا۔ یہ شخص کل اسی وقت سے خاموش پڑا ہوا ہے۔ نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ کچھ پیتا ہے۔"

سکندر نے اپنے خیمے میں بدبو سی محسوس کی پھر نگراں سے پوچھا "تیری قوتِ شامہ صحیح کام کررہی ہے یا نہیں؟ پنجرہ کھول اور دیکھ کہ کلوس تھنز زندہ بھی ہے؟ مجھے تو پنجرے سے انسانی جسم کے سڑنے گلنے کی بو آرہی ہے۔"

نگراں نے سپاہیوں کی مدد سے کلوس تھنز کو باہر نکالا تو معلوم ہوا کہ وہ مرچکا ہے۔

کلوس تھنز کی موت نے سکندر کو اور زیادہ افسردہ کردیا۔ اسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے ڈوری میں پروئے ہوئے موتی ایک ایک کرکے نکلتے جارہے ہیں۔ اس نے فوج کے خلاف جو سخت رویہ اختیار کررکھا تھا اب اس میں کسی قدر نرمی آچکی تھی۔ وہ ولولے اور وہ امنگیں جو ابھی تک مائل بہ عروج رہی تھیں اب ان میں ٹھہراؤ پیدا ہوچکا تھا اور یہ ٹھہراؤ خطرے کی نشانی تھا۔ اس ٹھہراؤ سے ہر چیز ٹھہر سکتی تھی۔ فوج ٹھہر سکتی تھی۔ فوج کے عزائم میں فرق آسکتا تھا اور فتوحات کا سلسلہ رک سکتا تھا۔ سکندر کی ان سرکش امواج کی طرح جو بہت تیزی سے ساحل کی طرف بڑھتی ہوئی چلی جاتی ہیں اور پھر ساحل پر پہنچ کے اپنی سرکشی بھول جاتی ہیں اور یہاں سے آہستہ آہستہ مراجعت اختیار کرتی ہیں۔

جب فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا تو سکندر کے ولولوں کے سامنے ایک روک کھڑی ہوگئی۔ سارا جوش ٹھنڈا پڑگیا۔ جب اس نے یہ کہا تھا کہ کسی کی پروا کئے بغیر تنہا آگے بڑھ جائے گا تو اس کا خیال تھا کہ اس کے حوصلے اور ہمت کو سہارا دینے کے لئے فوج کے کچھ جوان سامنے آئیں گے پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے فوجی بھی آگے بڑھیں گے اس طرح اس کا لشکر ایک بار پھر سکندر کا ساتھ دے گا لیکن وہ تین دن تک اپنے خیالی حوصلہ مندوں کا انتظار کرتا رہا مگر کوئی ایک شخص بھی اس کے پاس نہیں پہنچا۔ اس دوران صرف کھانا کھلانے والے کھانا لے کر اس کے پاس پہنچتے رہے مگر فرطِ غم سے وہ کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھا سکا۔ اسے نہایت افسوس تھا کہ وہ جن فوجی افسروں پر بہت زیادہ بھروسا کرتا تھا اس وقت انہوں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

اس کی ابتدائی مہمات کا ساتھی پرڈکاس رات کی تاریکی میں سکندر کے پاس پہنچا۔ اس نے تھیبز کی مہم میں سکندر کا بہت ساتھ دیا تھا اور اپنے جسم پر زخم بھی کھائے تھے۔ یہ کچھ دنوں سکندر کا منظورِ نظر بھی رہا۔ بعد میں دوسرے لوگ سکندر کے بہت قریب پہنچ گئے تو پرڈکاس سکندر سے دور ہوتا چلا گیا۔

لیکن اب جو سکندر ایک نئی کشمکش سے دوچار ہوا اور سبھی نے آپس میں اتحاد کرکے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تو پرڈکاس پھر آگے بڑھا۔

جب خیمے کے ایک محافظ نے سکندر کو خبر دی کہ پرڈکاس ملاقات کا خواہش مند ہے تو سکندر نے اسے فوراً اندر بلوالیا۔

اس وقت وہ لیٹا ہوا تھا مگر پرڈکاس کو اپنی طرف آتے دیکھ کر بیٹھ گیا۔

پرڈکاس سکندر کے قریب پہنچ کے زمین پر دو زانو بیٹھ کر کورنش

بجا لایا۔ سکندر نے اپنا بایاں ہاتھ پرڈکاس کی طرف بڑھادیا۔ پرڈکاس نے ہتھیلی کی پشت کو اپنی دونوں آنکھوں اور پیشانی سے لگا کر بوسہ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں اعلان کیا "میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

سکندر نے شکایتاً کہا "میں تین دن سے اینٹی گونس، کریٹیلس، نیارکس اور سلیوکس کا انتظار کر رہا ہوں لیکن ایک معمولی درجے کا سردار کوئنیس اچانک ان سب پر غالب آگیا اور ان لوگوں نے مجھ پر کوئنیس کو ترجیح دے دی۔"

پرڈکاس نے سکندر کے ہاتھ کو اپنے دل پر رکھ لیا "آپ بالکل اداس نہ ہوں۔ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

سکندر نے مایوسی سے کہا "افسوس کہ صرف دو آدمی یہ مہم سر نہیں کر سکتے۔"

پرڈکاس نے کسی کا نام لئے بغیر سبھی کی مذمت کی "ان کم ہمتوں کو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ انہوں نے آپ کے طفیل ایک دنیا کی سیر کر ڈالی اور ہم دنیا کے ان خطوں کو دیکھنے میں کامیاب ہو گئے جن کا علم ایتھنز کی اکیڈمی کے استادوں اور شاگردوں کو بھی نہ تھا۔ استاد ارسطو بھی ان خطوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

سکندر نے آہستہ سے کہا "ہاں! پرڈکاس تو سچ کہتا ہے۔ ان کے آگے بڑھنے سے انکار نے میرے حوصلے اور عزائم کو قتل کر دیا۔ میں خود کو بوڑھا محسوس کر رہا ہوں۔ شاید اب میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکوں۔"

پرڈکاس نے سکندر کو تسلی دی "آپ اپنا حوصلہ برقرار رکھیں۔ میں مقامی فوج تیار کروں گا۔ اس وقت ہمارے سپاہیوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور وہ ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "جن افواج نے ساحلِ سمندر پر اپنا پرچم گاڑ دیا ہو انہیں آخرکار مراجعت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ دریائے جہلم کا یہ علاقہ میری سرکشی، ہمت، ولولوں، امنگوں اور حوصلوں کے حق میں سمندری ساحل ثابت ہوا۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اب میں اور زیادہ آگے نہیں جا سکتا۔"

پرڈکاس نے سکندر کے حوصلے کو بیدار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کی مایوسی میں کوئی فرق نہ آیا۔

کچھ دیر کے لئے خیمے میں سناٹا طاری ہو گیا۔ دونوں ہی معلوم نہیں کیا کچھ سوچ رہے تھے اپنی اپنی جگہ۔

آخر سکندر نے پرڈکاس کو حکم دیا "کل صبح آفتاب، سمندر اور جنگ کے دیوتاؤں کو قربانیاں دی جائیں اس کے بعد تو جملہ نامی گرامی سرداروں کے ساتھ میرے خیمے میں آجانا کہ میں ان سب کو اپنا فیصلہ سنادوں۔"

پرڈکاس خاموشی سے خیمے سے باہر نکل آیا۔

سکندر کے خیمے کے چاروں طرف روشنی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ کچھ دور آگے جا کر اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ جب پرڈکاس اندھیرے کی اس سرنگ میں داخل ہوا تو کسی نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا اور پوچھا "اندر کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

پرڈکاس نے آواز ہی سے پہچان لیا۔ یہ اینٹی گونس تھا۔

پرڈکاس نے سکندر کی ترجمانی کی "تم لوگوں نے سکندر کو بہت دکھ پہنچایا ہے۔"

اینٹی گونس نے پرڈکاس سے جواب طلب کیا "جب ہم سب نے سکندر سے نہ ملنے کا فیصلہ کیا تھا تو تُو ادھر کیوں پہنچ گیا؟"

پرڈکاس نے جواب دیا "میں تمہارے اتحاد میں شامل نہیں ہوں۔"

اینٹی گونس اسے کھینچ کر ایک خیمے میں لے گیا۔ اس روشن خیمے میں فوج کے سارے نامی گرامی سردار موجود تھے۔

اینٹی گونس نے پرڈکاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ شخص ابھی ابھی سکندر سے مل کر واپس آیا ہے۔"

کریٹیلس نے کہا "جناب! ہمیں اپنے مؤقف کو منوانے کے لئے اتحاد کا حربہ اختیار کرنا ہے۔"

نیارکس نے کہا "اگر ہمیں یہ یقین ہو کہ اور زیادہ آگے جانے سے ہم مالا مال ہو جائیں گے اور سکندر بھی کچھ حاصل کر لے گا تو ہم تیار ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ آگے کچھ بھی نہیں ہے اور یہ سکندر کی نام و نمود حاصل کرنے کی خواہش ہے جو اسے آگے لئے چلی جا رہی ہے۔"

سلیوکس نے ہنستے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بتایا "دوستو! یہ عجیب سرزمین ہے۔ ابھی کل ہی مجھے یہاں کے ایک مقامی شخص نے بتایا کہ یہاں اگیا بیتال نامی ایک پراسرار روح پائی جاتی ہے جو رات کے اندھیرے میں مسافر کے آگے آگے روشنی کی صورت میں چلتی رہتی ہے۔ مسافر اس روشنی کو کسی آبادی کا نشان سمجھ کے آگے بڑھتا رہتا ہے اور یہ روشنی چند لمحے غائب رہ کر آگے پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ مسافر اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوتے یہ مسافر کو کسی گہرے کھڈ، کھائی یا کنوئیں میں گرا دیتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ سکندر کو بھی یہاں اگیا بیتال نظر آگئی ہے اور یہ اس کے پیچھے پیچھے اپنی تباہی، بربادی اور گمنامی کے گہرے کھڈ کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے۔"

پرڈکاس نے غصے میں کہا "تم لوگ اپنی فضول بکواس بند کرو اور صبح سکندر کے پاس پہنچ جاؤ۔ وہ تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرے گا۔"

اینٹی گونس نے کہا "ہماری مانگ کے جواب میں ایک ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور وہ ہے یہاں سے واپسی کا فیصلہ۔"

ان سب نے وہ رات ہنسی مذاق میں گزار دی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سکندر کا دبدبہ ختم ہو چکا ہے اور ہر کوئی وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہے۔

نیارکس نے اپنے مر جانے والے ساتھیوں کا ذکر کیا "افسوس کہ وہ وطن کو دوبارہ دیکھنے کا ارمان اپنے دلوں میں ہی لئے چلے گئے۔"

اینٹی گونس نے کہا "اب سکندر کا دماغی توازن پہلے جیسا نہیں رہا۔ اس نے کلوٹس اور پارمینیو جیسے وفادار ساتھیوں کو قتل کروا دیا۔ اس کلائی ٹس کی جان لے لی جس نے دریائے گرینی کس کی جنگ میں اس کی جان بچائی تھی اور پھر اس نے اپنے استاد ارسطو کے بھتیجے کلوس تھنز کی عجیب و غریب طریقے سے جان لے لی۔ مجھے یہ یقین ہے کہ سکندر کے پراسرار فرمان کے ساتھ کچھ لوگ مقدونیہ جا رہے ہوں گے جس میں اولمپیاس یا اینٹی پیٹر کو یہ حکم دیا گیا ہوگا کہ ارسطو کا کام تمام کر دیا جائے۔"

پرڈکاس نے ان سب کی اوقات پر تھوکتے ہوئے کہا "تم سب بدمعاش ہو گئے ہو۔ اگر تمہاری بات مان بھی لی جائے تو کوئنیس ابھی تک کیوں زندہ ہے کیونکہ واپسی کی آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے۔"

اینٹی گونس نے کہا "کوئی نہیں جانتا کہ کوئنیس کب تک زندہ ہے لیکن یہ ہم سب جانتے ہیں کہ اس کی زندگی دو چار دن سے زیادہ نہیں ہے۔"

دوسرے دن صبح سورج، سمندر اور جنگ کے دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں دی گئیں۔ خوب شراب لنڈھائی گئی اور یہ سب پرڈکاس کے ساتھ سکندر کے خیمے میں پہنچے۔

پرڈکاس امید کر رہا تھا کہ سکندر ان سب کو حکم دے گا کہ آگے کوچ جاری رکھا جائے لیکن سکندر نے انتہائی مضمحل انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا "اپنا کاہن اریسٹانڈر کہاں مر گیا۔ اسے بھی تو بلاؤ۔"

دربانوں میں سے ایک شخص کاہن کے پاس بھیج دیا گیا۔

کچھ دیر بعد جب کاہن آگیا تو سکندر نے اسے حکم دیا "جا اور شگون نکال کر بتا کہ اگر میں مشرق میں اپنا سفر جاری رکھوں تو کیسا رہے گا؟"

کچھ دیر بعد کاہن کی خدمت میں ایک بھیڑ پیش کر دی گئی۔ اینٹی گونس بھیڑ کو دیکھنے کے بعد کاہن کے پاس پہنچا اور سرگوشی میں کہا "تیری ساری پیش گوئیاں جیسی ہوتی ہیں سب لوگ جانتے ہیں لیکن اب تجھے ایک ایسی پیش گوئی کرنی ہے جس سے ہم سب اپنے وطن واپس جا سکیں۔"

پرڈکاس نے سکندر سے کہا "یہ شخص یقیناً کاہن کو ورغلا رہا ہے۔"

سکندر نے کہا "تب پھر تو بھی وہیں چلا جا تاکہ وہ کاہن کو ورغلا نہ سکے۔"

کاہن نے بھیڑ ذبح کروائی اور اس کے جگر سے خون رستا دیکھ کر اپنا فیصلہ سنایا "اگر ہم اپنا سفر مشرق کی سمت جاری رکھیں گے تو ہمارے سپاہی ہلاک ہوتے چلے جائیں گے۔ آخرکار سکندر تنہا رہ جائے گا اور یہ عظیم الشان مہم اپنی آخری ناکامی کے بعد گمنامی میں چلی جائے گی۔"

اس پیش گوئی نے خوشی کی لہر دوڑا دی۔ اس میں فوج کو سکندر پر غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔

پرڈکاس نے آہستہ سے سکندر کو بتایا "کاہن بھی ان سب سے مل گیا ہے۔"

سکندر نے نیارکس کو قریب بلایا اور حکم دیا "ٹھیک ہے۔ ہم سب یہیں سے واپس جائیں گے لیکن ہمارا یہ سفر خشکی سے بھی ہوگا اور دریا سے بھی۔ تو دریائی سفر کے لئے کشتیاں تیار کر۔"

اس اعلان سے فوج میں سوگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی کیوں کہ وہ سب جانتے تھے کہ کشتیوں کی تیاری میں وقت لگے گا۔

کشتیوں کی تیاری کا کام شروع ہو گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ اس کام میں کوئنیس بہت دلچسپی لے رہا تھا کیوں کہ یہ واپسی کی مہم اسی نے سر کی تھی۔ دوسری طرف دو نئے شہروں کی تعمیرات کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ سکندر نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا "ان شہروں میں کون رہنا پسند کرے گا؟"

کچھ ایرانی اور کچھ یونانی رہنے پر آمادہ ہو گئے۔

سکندر نے بطورِ خاص کوئنیس کو بلایا اور اس سے پوچھا "تیرا وطن میں کون انتظار کر رہا ہے؟"

کوئنیس نے جواب دیا "میرا بہت بڑا خاندان ہے۔ میری بہنیں ہیں، میرے بھائی ہیں جو کھیتی باڑی کر رہے ہیں۔ میرے عمر رسیدہ والدین ہیں اور دوست احباب بھی ہیں۔ یہ سب میرا انتظار کر رہے ہیں۔"

سکندر نے حکم دیا "تو ان سب کو یہیں بلوا لے۔ بیوسی فالہ کے برابر میں جو نیا شہر نکائی تعمیر ہو رہا ہے تم سب اس میں آباد ہو جاؤ۔"

کوئنیس نے افسردگی سے کہا "لیکن اس طرح تو میں اپنے وطن کی شکل پھر کبھی نہیں دیکھ سکوں گا۔"

سکندر نے کہا "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زمین اور پہاڑ یکساں ہوتے ہیں بس رہنے والوں کی شکلوں سے ماحول بدل جاتا ہے۔ تجھے مقدونیہ کا ماحول یہیں فراہم کر دیا جائے گا۔"

کوئنیس سکندر کے سامنے تو خاموش رہا مگر وہاں سے ہٹتے ہی نیارکس سے کہا "میرے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ اگر مجھے تم سب کے ساتھ نہ جانے دیا گیا تو میں تنہا چوری سے فرار ہو جاؤں گا۔"

کوئنیس کی بے قراری سے ہر کوئی متاثر تھا لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر سکندر نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ کوئنیس یہیں رہے گا تو اسے یہیں رہنا پڑے گا۔

تقریباً چھ دن کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ کوئنیس کا بخار کی حالت میں انتقال ہو گیا۔ کچھ کا خیال تھا کہ ہندوستان کے موسی

بخار نے اس کی جان لے لی۔ کچھ کا خیال تھا کہ وہ وطن واپس نہ جانے کے صدمے سے مرگیا لیکن کریٹیلس کا کہنا تھا کہ جب سکندر نے اس کو یہ حکم دے دیا تھا کہ اسے نو آباد شہر نیکائی میں رہنا ہے تو اسے نیکائی میں مستقلاً رہنا پڑ گیا۔ اب اگر اس کے عزیز و رشتے دار واقعی کوئنس کے پاس نیکائی آ بھی جائیں گے تو پتا نہیں کہ وہ یہاں رہنا گوارا بھی کریں گے یا واپس چلے جائیں گے لیکن سچ بات یہی تھی کہ کوئنس مرچکا تھا۔

O☆O

سکندر نے واپسی کا سفر دریا سے شروع کیا۔ خود تو وہ کشتی کے ذریعے جنوبی سمت روانہ ہو گیا اور فوج کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارے اپنا سفر جاری رکھے۔

راستے میں بڑی رکاوٹیں ملیں یہاں تک کہ وہ ایک ملی قوم تک پہنچ گیا۔ اس ملی قوم نے سکندر کا راستہ روک لیا۔ یہ ملی قوم غالباً ملتانی لوگ تھے۔ ملتان کے قلعے کے دروازے بند تھے مگر اس قوم کے لوگوں نے سکندر کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ بات سکندر کی فطرت کے خلاف تھی کہ وہ کسی قلعے کے پاس سے شریر قوم کا استحصال کئے بغیر آگے بڑھ جائے۔ اس نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ کافی دنوں تک جاری رہا۔ یہاں بھی ملتانی فصیلوں سے سکندر کا مذاق اڑا رہے تھے۔

سکندر نے اپنے سرداروں سے کہا "یہ بات کم از کم میرے لئے ناقابلِ برداشت اور شرمناک ہے کہ میں مفسدوں کو سزا دیئے بغیر آگے بڑھ جاؤں۔"

سکندر دن بھر قلعے کے چاروں طرف گھومتا رہتا تھا۔

بڑی بڑی سیڑھیاں تیار کروائی گئیں اور ان سیڑھیوں کو فصیلوں کے پاس لے جانے کی کوشش کی گئی۔ ایک بار وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئے۔

سکندر اپنے ساتھیوں کو مرعوب اور حیرت زدہ کرنے کے لئے ان سیڑھیوں کی طرف خود بڑھا۔ چار دوسرے ساتھی اس کی مدد کے لئے قریب پہنچ گئے۔ سیڑھی فصیل سے لگائی گئی اور سکندر نے سب سے پہلے اوپر پہنچنے کی کوشش کی۔

فصیل پر کھڑے ہوئے سپاہی انہیں روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ملی قوم نے ان یونانی بہادروں کا قصہ پہلے ہی سے سن رکھا تھا۔ وہ ان سے مرعوب تھے مگر ان کی خواہش تھی کہ سکندر کو شکست دے کر آس پاس کے حکمرانوں پر رعب طاری کریں۔ سکندر کو بھی بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ ملی قوم بہت زیادہ دلیر ہے اور اس پر قابو پانا بہت دشوار ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔

انٹی گونس نے سکندر کو سمجھایا "جناب! یہ تنگ دماغ لوگ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری عزت کو خاک میں ملا دیں۔"

سکندر نے آہستہ سے جواب دیا "کیونکہ تم لوگوں نے ہمت ہار دی ہے اور میں خود بھی آگے بڑھنے سے کترا رہا ہوں مگر یہ اور ان جیسے دوسرے قلعے اگر ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے تو ہم انہیں سر کئے بغیر آگے نہیں بڑھیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے سکندر سیڑھی کی طرف بڑھا پھر سیڑھی کے دونوں ڈنڈے پکڑ کر اپنے ایک ساتھی سے کہا "میں اوپر جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم میں سے کوئی ایک ٹرائے کے اکلیز کی ڈھال لے کر میرے پاس پہنچنے کی کوشش کرے۔"

نیارکس نے اپنی خدمات پیش کیں اور اکلیز کی ڈھال لے کر سکندر کے پیچھے پہنچا مگر سکندر کے ایک ساتھی نے ڈھال چھینی اور سکندر کے پیچھے پیچھے سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ سکندر سب سے آگے تھا اور اس کے بقیہ چار ساتھی اس کے پیچھے پیچھے اوپر چڑھ رہے تھے۔

سیڑھی لمبی تھی۔ اس میں پانچ آدمیوں کے بوجھ سے لچک پیدا ہونے لگی۔ چر چراہٹ کی آواز سے سکندر کو اس کے ٹوٹ جانے کا احساس ہوا۔ یہ بہت ہی دشوار مرحلہ تھا۔ اگر سیڑھی ٹوٹتی تو سکندر اپنے چاروں ساتھیوں سمیت نیچے گر جاتا اور اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔ اوپر فصیل پر پہنچ جانے سے بھی اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی کیوں کہ یہ پانچ آدمی فصیل پر موجود سیکڑوں سپاہیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔

سکندر نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا "فوراً اوپر آجاؤ کیونکہ اگر ذرا سی دیر کی تو یہ سیڑھی ٹوٹ جائے گی اور تم لوگ نیچے گر کے اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا بیٹھو گے۔"

یہ کہتے ہوئے سکندر فصیل پر چڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے چاروں ساتھی بھی فصیل پر پہنچ گئے۔ اسی وقت سیڑھی ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔

اب ان پانچوں کے لئے فصیل پر ہر طرف خطرہ ہی خطرہ تھا۔

سکندر کے ذہن میں بچاؤ کی صرف ایک صورت تھی اور وہ یہ کہ وہ فصیل سے نیچے کود جائے۔ چنانچہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہ قلعے میں کود گیا۔ اس کے پیچھے اس کے چاروں ساتھی بھی اندر کود گئے۔

جس کے ہاتھ میں اکلیز کی پرانی ڈھال تھی اس نے وہ ڈھال سکندر کے سامنے کر دی۔

ملتانیوں نے ان کا گھیراؤ کرلیا اور ان پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے۔

کسی نے مشورہ دیا کہ کوئی ایک قلعے کے دروازے کی طرف جائے اور دروازہ کھول دے۔ لیکن قلعے کے اندر کی فوج نے انہیں اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ کوئی قلعے کے دروازے تک پہنچتا۔

ملتانیوں کی بدحواسی نے نیارکس اور انٹی گونس کو اوپر پہنچنے کی راہ دکھادی۔ انہوں نے فصیل پر کم دباؤ دیکھا تو یہ سب سیڑھیوں سے اوپر چڑھنے لگے۔

سکندر پر دباؤ بڑھتا چلا گیا۔ ہر طرف سے سکندر پر حملے جاری

تھے یہاں تک کہ ایک سنسناتا ہوا تیر آیا اور سکندر کے سینے میں پیوست ہو گیا۔

سکندر زمین پر گر گیا۔ اس نے شدتِ کرب میں ایک ہاتھ سے تیر کو پکڑا اور نکالنے کی کوشش کی۔

خون فوارے کی شکل میں پھوٹ نکلا۔

ایک ساتھی نے سکندر کو دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور اس کے سامنے اکلیز کی ڈھال کھڑی کر دی۔

سکندر کے دوسرے ساتھی فصیل پر پہنچ چکے تھے۔ ان میں سے کچھ نے نہایت برق رفتاری سے پھاٹک کھول دیا۔

یونانی فوج کا داخلہ شروع ہو گیا۔ نیارکس اور انٹی گونس سکندر کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے فصیل کی دیوار سے ملحق بھیڑ بھاڑ دیکھی تو وہاں پہنچ گئے۔

ملتانیوں نے یونانیوں کو اپنے سر پر دیکھا تو کچھ دیر ان کا مقابلہ کیا پھر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

سکندر کو یہاں سے اٹھا کر خیمے میں پہنچایا گیا۔ بڑی مشکل سے تیر نکلا تو اس کے ساتھ گوشت کے لوتھڑے بھی باہر آگئے۔ جراح اور معالج علاج معالجے میں مشغول ہو گئے مگر یہ لوگ مایوس تھے۔

یونانی فوج نے قلعے پر قبضہ تو کرلیا تھا مگر انہیں یہ قبضہ جس قیمت پر... ملا اس سے انہیں ندامت بھی تھی اور بے حد افسوس بھی۔ پرڈکاس بے ہوش سکندر کے پاس بیٹھا بڑبڑا رہا تھا "آخر کس نے یہ کہا تھا کہ اکیلے ہی فصیل پر چڑھ جاؤ اور اندر کود کے اپنے سینے پر تیر کا تحفہ سجالو۔"

انٹی گونس نے پرڈکاس کو ڈانٹا "چپ ہو جا۔ کیا تو سکندر سے واقف نہیں کہ اس نے کبھی بھی خطرات کی پروا نہیں کی ہے۔"

نیارکس نے بھی کہا "اب ہمیں سکندر کی صحت یابی کی فکر کرنی چاہئے حالاں کہ جراح اور معالج کچھ زیادہ پُرامید نہیں ہیں۔"

سکندر کی وہ فوج جس نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا اور سکندر کے خلاف متحد ہو گئی تھی، اس وقت وہ بے حد فکرمند تھی بلکہ اکثر فوجی رو رہے تھے۔ وہ سکندر کے بارے میں جو کچھ سن رہے تھے اس پر انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ سکندر کی موت واقع ہو چکی ہے اور اس کے امرا اور سرداران سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہاں نعرے لگ رہے تھے کہ انہیں سکندر کی اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا جائے۔

انٹی گونس نے انہیں یقین دلایا "سکندر ابھی زندہ ہے اور جراح اور معالج اسے بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔"

ایک دم لوگوں نے چیخنا شروع کر دیا "جھوٹ بالکل جھوٹ سکندر مرچکا ہے۔ اب ہم واپس کس طرح جائیں گے؟"

پرڈکاس نے مشورہ دیا "سکندر کو اونچی جگہ پر بٹھا کر فوج کو دور سے دیکھنے کی اجازت دے دی جائے۔"

نیارکس نے منع کیا "یہ غضب بھی نہ کرنا کیوں کہ سکندر ابھی تک بے ہوش ہے اور دیکھنے والے اس کی بند آنکھیں دیکھ کر یقین کرلیں گے کہ سکندر مرگیا۔"

دوسرے دن صبح تک جراح اور معالج علاج میں مشغول رہے اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے سکندر نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے ماحول کا جائزہ لیا اور اپنے آس پاس موجود لوگوں کو دیکھنے کی کوشش کی مگر کمزوری کی وجہ سے وہ اپنی گردن نہیں گھما سکا۔ آہستہ سے پوچھا "میں کہاں ہوں؟"

اس کے طبیب نے جواب دیا "آپ ٹھیک ہیں۔ اگر آپ ذرا سی زادیے نہ ہوتے تو تیر آپ کا کام تمام کر دیتا۔"

ان نازک لمحات میں طبیب نے سکندر کو یہ تازہ ہونے کا جو احساس دلایا تھا اس کا سکندر کی طبیعت پر بہت اچھا اثر پڑا تھا اور وہ واقعی اپنے آپ کو یہ تازہ کچھ کچھ توانائی محسوس کرنے لگا۔

پرڈکاس نے ایک بار پھر بین کرنا شروع کر دیا "جناب! آپ ہمیشہ ہی خطروں میں کود جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو پوری فوج یتیم ہو جائے گی۔"

انٹی گونس نے اسے سختی سے ٹوکا "تو آخر چاہتا کیا ہے؟ تو سکندر کو لومڑی بنانا چاہتا ہے حالاں کہ یہ شیر ہے اور شیر خطرات کے موقعوں پر آگے ہی آگے رہتا ہے۔"

معالج نے دونوں کو سمجھایا "تم دونوں یہاں مت جھگڑو کیوں کہ ابھی تک سکندر کی حالت خطرے سے باہر نہیں ہے۔"

تیسرے پہر سکندر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سکندر نے اپنے سینے کے زخم کو ٹٹولا۔ وہاں کا کافی گوشت غائب تھا۔

نیارکس سامنے نظر آ رہا تھا۔ سکندر نے اسے قریب بلایا اور آہستہ سے کہا "کیا میرا گھوڑا باہر موجود ہے؟"

نیارکس نے حیرت سے پوچھا "آپ گھوڑے کا کیا کریں گے؟"

سکندر نے جواب دیا "بحث نہ کر اور گھوڑے کو خیمے کے در پر لے آ۔"

نیارکس باہر گیا اور انٹی گونس سے کہا "سکندر اپنے ہوش و حواس میں ہے اور گھوڑا طلب کر رہا ہے۔"

انٹی گونس جلدی سے خیمے میں داخل ہوا جب کہ نیارکس گھوڑا لینے چلا گیا۔ سکندر نے انٹی گونس کو دیکھا تو پوچھا "یہ کریٹیلس نظر نہیں آ رہا کہاں چلا گیا؟"

انٹی گونس نے جواب دیا "فوج کو آپ کی طرف سے بڑی فکر ہے۔ کریٹیلس فوج کو سمجھا رہا ہے۔"

سکندر نے آہستہ سے پوچھا "کیا فوج اس کے سمجھانے پر یقین کرلے گی؟"

انٹی گونس نے کہا "امید تو نہیں کیوں کہ ہم سب جھوٹے دلاسے دینے کے لئے مشہور ہیں۔"

سکندر نے انٹی گونس کی طرف پشت کرلی اور آہستہ سے کہا۔ "تم لوگ موقع اور مصلحت کے اعتبار سے جھوٹ اور سچ بولتے ہو جس سے انسان کا اعتبار چھن جاتا ہے۔"

سکندر کو ہلکی کھانسی آنے لگی۔ کچھ دیر بعد انٹی گونس کو سمجھانے لگا "میں نے اس وقت فوج کے شکوک دور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

سلیوکس اندر داخل ہوا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں انٹی گونس سے کہا "سنا ہے' سکندر نے گھوڑا طلب کیا ہے.... ایسا غضب بھی نہ کرنا۔ معالج کہتا ہے کہ ابھی سکندر کو اٹھنے بھی نہ دیا جائے اور تم لوگ اسے حرکت میں لانا چاہتے ہو۔"

سکندر نے ایک بار پھر کروٹ بدلی اور سلیوکس سے کہا "تم دونوں معالج سے مل کے مجھے بستر پر لٹائے رکھنا چاہتے ہو لیکن میں یہ نہیں ہونے دوں گا۔"

اب باہر سے فوجیوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "ہمیں سکندر کے پاس جانے دو۔ ہمیں سکندر کی صحیح صورت حال سے باخبر کرو۔"

سکندر نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا یہ وہی فوجی ہیں جنہوں نے میرے ساتھ آگے جانے سے انکار کردیا تھا؟"

انٹی گونس نے جواب دیا "جی ہاں۔ یہ وہی فوجی ہیں۔"

نیارکس نے کہا "پتا نہیں اس وقت یہ دیوانے کیوں ہوگئے تھے۔ شاید کوئی نس کھسکی تھی جس نے ان سب کو ورغلا رکھا تھا۔"

ایک خدمت گار اندر داخل ہوا اور کہا "جناب! گھوڑا حاضر ہے لیکن معالج یہ کہتا ہے کہ سکندر کو بستر پر ہی رہنے دیا جائے اور فوجیوں کو اجازت دی جائے کہ وہ ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں ایک دروازے سے اندر داخل ہوں دوسری طرف سے سکندر کو دیکھتے ہوئے نکل جائیں۔"

اس تجویز پر دیانت داری سے عمل ہوا اور ان دیکھنے والوں نے دوسروں کو یہ یقین دلایا کہ سکندر زندہ ہے اور انہوں نے سکندر کو ہاتھ ہلاتے اور پلکیں جھپکاتے دیکھا ہے۔

پھر سکندر کو اس کی مرضی سے جہاز نما کشتی میں پہنچا دیا گیا کیونکہ اس نے اپنی پوری فوج کو اپنا دیدار کرانے کے لئے اس چھوٹے سے جہاز میں منتقل ہو جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ اس جہاز کے سب سے اونچے مقام پر بڑے بڑے تکیوں کے سہارے بیٹھ گیا۔ فوج کو حکم دیا گیا کہ وہ سکندر کے سامنے سے اس کو دیکھتی ہوئی گزر جائے۔

اس وقت فوج میں بڑا جوش و خروش پایا جاتا تھا۔ انہوں نے سکندر کے قریب ایک بوڑھی عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو سکندر کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھی تھی۔ اس عورت نے نیلا لباس پہن رکھا تھا۔ سکندر کے سپاہی اسے ہاتھ ہلاتے دیکھتے تو انہیں بڑی خوشی ہوتی۔

عام سپاہیوں نے جب اس بوڑھی عورت کے بارے میں پوچھا۔ "یہ کون ہے؟" تو سامنے کھڑے کاہن ارسٹانڈر نے جواب دیا۔ "یہ سکندر کی ماں ہے۔"

سپاہیوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ اولمپیاس یہاں کب اور کس طرح آگئی کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔

کاہن ارسٹانڈر نے سپاہیوں کی حیرت دور کرنے کے لئے انہیں سمجھایا "یہ بوڑھی عورت دراصل دارا کی ماں ہے مگر دارا کی موت کے بعد یہ سکندر کی ماں بن گئی ہے اور سکندر بھی اس کی ماں جیسی عزت کرتا ہے۔ اس سے مشورے لیتا ہے اور ان مشوروں پر عمل بھی کرتا ہے۔"

ایک سپاہی نے کاہن سے بحث کی "لیکن سکندر کی ماں تو اولمپیاس ہے۔ اس عورت کا کیا نام ہے؟"

"اس کا نام ہے سی سی گیمبس" کاہن نے سی سی گیمبس کے بارے میں مقدونوی سپاہیوں کو کچھ عجیب باتیں بتائیں "عمر رسیدہ ایرانی کہتے ہیں کہ اولمپیاس کی پہلی شادی دارا کے باپ سے ہوئی تھی اور دارا کے باپ نے کسی وجہ سے اولمپیاس کو علیحدہ کردیا۔ بعد میں اسے فیلقوس کے حوالے کردیا۔ یہ سکندر دراصل دارا کے باپ کی بیوی اولمپیاس سے ایرانی شہنشاہ کا نطفہ ہے اسی لئے سی سی گیمبس سکندر کو بھی اپنا ہی بیٹا سمجھتی ہے۔"

اس عجیب و غریب روایت پر مقدونوی سپاہیوں کو ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی۔ ایک یونانی سپاہی بول اٹھا "پہلے سکندر ہمارا رشتے دار تھا لیکن اس روایت سے وہ ایرانیوں کا رشتے دار ہوگیا اور ہم سب اس کے لئے غیر ہوگئے۔"

کاہن نے اس ناقابلِ یقین روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان ناہنجار ایرانیوں کی چالاکی دیکھو کہ انہوں نے ایک بے سروپا روایت گھڑ کے سکندر مقدونوی کو سکندر ایرانی بنالیا۔"

سکندر کاہن کو مقدونوی سپاہیوں سے باتیں کرتے دیکھ رہا تھا۔ اپنے ایک جراح سے کہا "تو کسی طرح کاہن سے پوچھ کہ سپاہی اس سے کیا کہہ رہے تھے اور اس نے سپاہیوں سے کیا کہا۔"

سپاہی اس دیدار سے بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ ان کا اب بھی یہی خیال تھا کہ شاید سکندر اپنے سینے کے خطرناک زخم کی تاب نہ لاسکے گا اور کسی وقت بھی مرجائے گا کیوں کہ فوج میں یہ خبر گرم تھی کہ تیر نے داہنے سینے میں داخل ہوکر پھیپھڑوں کو زخمی کردیا ہے۔ تیر زہر آلود تھا اور یہ زہر آہستہ آہستہ پورے جسم میں پھیل جائے گا۔

فوج میں جو افواہیں گرم تھیں اور یونانی سپاہیوں نے کاہن سے جو باتیں کی تھیں یہ ساری تفصیل سکندر تک پہنچ گئی۔

نقاہت اور کمزوری نے سکندر کو بے بس کر رکھا تھا لیکن وہ اس کا اظہار بھی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ تیسرے دن جہاز نما کشتی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ خود اس کے سر پر تھا اور اس کی گردن بائیں جانب جھکی ہوئی تھی۔

فوجی قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے۔ سکندر کو زحمت تو ہوئی لیکن وہ باری باری ہر قطار کے سامنے سے گزرا۔ وہ بہت قریب سے اپنا ہشاش بشاش چہرہ دکھا کر سپاہیوں کو یہ یقین دلا رہا تھا کہ وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ اپنی فوج کی قیادت کے لئے صحت مند اور توانا بھی ہے۔

کشتی پر واپس جاتے ہوئے سکندر نے کاہن کو بلوالیا۔

جب کچھ دیر بعد کاہن سکندر سے ملا تو اس وقت دارا کی بوڑھی ماں سی سی گیمبس سکندر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

سکندر نے تفصیل میں جائے بغیر کاہن کو ہدایت کی "عمر رسیدہ ایرانی کیا کہتے ہیں؟ میں وہ سب کچھ تیری زبان سے نہیں سننا چاہتا۔ تجھے تو صرف یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میں اپنی ماں سے جدا ہونے کے بعد اپنی دوسری ماں سی سی گیمبس کے ساتھ رہ رہا ہوں۔ دارا میرا بھائی تھا۔ اور اسے میں نے قتل نہیں کیا۔ دارا کے بعد میں ایران کا حقیقی شہنشاہ ہوں اور یہ بوڑھی عورت میری آخری سانسوں تک میری ماں رہے گی۔"

کاہن نے دبے لفظوں میں اپنے یونانی بھائیوں کی حمایت میں احتجاج کیا "آپ یہ باتیں اگر برملا کہیں تو بہتر ہے کیوں کہ ہم میں ان باتوں سے احساسِ محرومی پیدا ہو رہا ہے اور اصل یونانی یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ سکندر نے ہم پر ایرانیوں کو ترجیح دی ہے۔"

سکندر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا "جو لوگ اس قسم کی باتیں کررہے ہیں میں ان کو براہِ راست جواب دے دوں گا لیکن تو اپنی زبان بند رکھ۔"

کاہن چلا گیا۔ اسے دکھ تھا کہ سکندر کے دل میں اس کی پہلے جیسی عزت اور قدروقیمت باقی نہیں رہی تھی۔

سکندر کے پھیپھڑوں میں تکلیف تھی اور سینے سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے اسی عالم میں نیارکس' کریٹیلس اور سلیوکس کو طلب کیا۔

نیارکس کو حکم دیا "تو جلد از جلد اپنی نگرانی میں تیس تیس چپوؤں والے جہاز تیار کروا۔ اتنے جہاز کہ ان پر دس بارہ ہزار سپاہی سفر کرسکیں۔ ابھی تو میں مہران کے سمندری دہانے تک جاؤں گا۔ وہاں سے تو اپنے جہازوں کے ذریعے سفر کا آغاز کرے گا۔ دس بارہ ہزار سپاہی تیرے ساتھ ہوں گے اور تو سمندر کے کنارے کنارے اپنا بحری سفر ایران تک جاری رکھے گا اور میں خشکی پر تیرے ساتھ اپنا سفر جاری رکھوں گا۔ تجھے راستے میں کھانے پینے کی چیزیں درکار ہوں گی۔ میں یہ چیزیں ساحل کے کنارے کنارے رکھتا چلا جاؤں گا اور تو انہیں حاصل کرتا رہے گا۔ سمندری جائزہ لینے والے سمندر کی ایک ایک بات لکھتے چلے جائیں گے۔"

کریٹیلس کو حکم دیا "تو اپنے لئے خود راستے کا انتخاب کر۔ فوج کا ایک حصہ تیرے ساتھ سفر کرے گا۔ سلیوکس ہندوستانی ہاتھیوں کو ایران پہنچائے گا اور یہ بھی اپنے راستے کا خود انتخاب کرے گا۔"

ان ہدایات کے بعد سکندر نے پرڈکاس' ہیفاسشن اور انٹی گونس کو حکم دیا "تم تینوں ہمارے ساتھ رہو گے۔ میں ساحلِ سمندر کے کنارے کنارے سفر کروں گا۔ میرا گزر گدروسیا (مکران) کے صحرا سے ہوگا۔"

نیارکس جہازوں کی تیاری میں مشغول ہوگیا۔ کریٹیلس نے فوج کے کچھ حصے کو الگ کیا اور ہندوستان سے لوٹی ہوئی دولت کے ساتھ ایک دوسرے راستے سے ایران روانہ ہوگیا۔

سلیوکس ہاتھی اکٹھا کرنے لگا۔ اسے یہ جانور بہت پسند آیا تھا۔ سکندر دشوار گزار مکرانی راستے کے رہنماؤں کو جمع کرنے لگا۔ یہ رہنما سکندر کا حکم ماننے پر مجبور تھے ورنہ وہ جانتے تھے کہ سکندر نے واپسی کے لئے جس راستے کا انتخاب کیا ہے وہ انتہائی دشوار گزار ہے اور اس راستے کی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ یہاں نہ تو کوئی سڑک تھی اور نہ پگڈنڈیاں تھیں۔ یہاں سے تجارتی قافلے بھی کبھی نہیں گزرے تھے اور اگر کبھی گزرے ہوں گے تو اب ان کے آثار و نشانات معدوم ہوچکے تھے۔

یہ رہنما انٹی گونس' پرڈکاس اور ہیفاسشن کو ورغلاتے رہتے تھے لیکن یہ تینوں ان رہنماؤں سے ایک ہی بات کہتے تھے "سکندر نے ایک بار جو فیصلہ کرلیا ہے وہ اسے تبدیل نہیں کرے گا اس لئے اس قسم کی کوئی بات کرنا فضول ہے۔"

کئی سال بعد نیارکس اپنے بحری بیڑے کو لے کر خلیج فارس کے لئے روانہ ہوا اور سکندر نے حیدرآباد سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ وہ دشوار گزار راستوں پر چل پڑا۔ اس سفر میں اس کے ہم رکاب ہندوستانی نجم بھی تھے اور کالی ناش نامی ایک سادھو بھی تھا۔ یہ سادھو بہت کم غذا استعمال کرتا تھا جس سے وہ ہڈیوں کا پنجرہ بن گیا تھا۔ یونانیوں کو اس پر ہنسی آتی کہ یہ کیسا انسان ہے جس کی ضروریاتِ زندگی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ گیروے رنگ کا ایک کپڑا تھا جس کا نصف کمر سے نیچے تک لپٹا رہتا اور نصف کاندھے پر پڑا رہتا۔ اس کپڑے کو کالی ناش دھوتی کہتا تھا۔ سکندر نے اسے ہندوستان کی ایک نادر شے سمجھ کر اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔

مکران میں داخل ہوتے ہی سکندر نے ساحلِ سمندر پر اناج اور گوشت کے ٹکڑے رکھوانے شروع کردیئے۔ ان کے ساتھ پانی بھی رکھا جاتا تھا۔ مقامی لوگوں کے مزے آگئے۔

نیارکس اور اس کے ساتھیوں کو سکندر کے رکھے ہوئے اناج' گوشت اور پانی سے کتنا حصہ ملا کسی کو کچھ پتا نہ تھا کیوں کہ سکندر کے آگے بڑھ جانے کے بعد مقامی لوگوں کو ایک عرصے تک کھانے پینے کی طرف سے فراغت ہوگئی تھی۔

فنیقیہ کے کچھ تجارت پیشہ لوگ بھی سکندر کے ہم رکاب تھے۔ انہیں مکران اور بلوچستان کا یہ علاقہ اس لئے بہت پسند آیا کہ یہاں جڑی بوٹیوں کی بہتات تھی۔ وہ ان جڑی بوٹیوں کو جمع کررہے تھے۔

اس دشوار گزار راستے میں سکندر نے سی سی گیمبس کا بہت خیال رکھا۔ یہاں کی گرمی ناقابلِ برداشت تھی۔ دن بے حد گرم ہوتے تھے اور راتیں خنک ہو جاتیں۔ کہیں وہ اونچے نیچے پتھریلے راستوں سے گزرتے' کہیں ان کے سامنے ریگستان آجاتا۔ سکندر دن میں قیام اور راتوں کو سفر کرتا۔ آگے جاکر خوراک اور پانی مسئلہ بن گیا۔ پانی کی تلاش میں کنوئیں کھودے جاتے۔ جو شریکِ سفر

بہت زیادہ بیمار ہو جاتے انہیں چھوڑ دیا جاتا کیوں کہ اس سفر میں ہر شخص کا اپنا وجود بھاری تھا۔ کسی بیمار کو لاد کر چلنا یا اس کی تیمارداری کرنا اس نفسا نفسی میں کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔

جب کسی بیمار یا پیاسے نڈھال شخص کو راستے میں چھوڑ کے سفر اختیار کیا جاتا تو کالی ناش کو بڑا دکھ ہوتا۔ ایک ایسے ہی موقع پر کالی ناش نے سکندر سے پوچھا "یہاں سے تیرا وطن کتنی دور ہے؟"

سکندر نے جواب دیا "ہزاروں میل دور۔ بہت دور۔"

کالی ناش نے کہا "وہاں بھی تو ریاستیں ہوں گی اور ان ریاستوں کے پاس خزانے بھی ہوں گے۔ اگر تو وہیں لوٹ مار کرتا رہتا اور یہاں نہ آتا تو تجھے یہ دشواری پیش نہ آتی۔"

سکندر کو کالی ناش کا لہجہ اور اس کی باتیں بالکل پسند نہ آئیں۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا مگر کاہن کو تخلیے میں بلا کر سمجھایا "تو اس جوگی سے کہہ کہ یہ اپنی زبان بند رکھے۔"

کاہن نے سکندر کو بتایا "یہ شخص کالی ناش بہترین نجومی بھی ہے۔ آپ اس سے اس سفر کے متعلق بات کریں۔ یہ اپنے نجوم کے ذریعے بتادے گا کہ یہ سفر کس حد تک کامیاب رہے گا اور کتنا ناکام؟"

سکندر نے حقارت سے منہ پھیر لیا اور کہا "مجھے تو تیری کہانت پر یقین نہیں رہا تو پھر اس کے علم نجوم پر کس طرح یقین کروں گا؟"

کاہن نے دبے لفظوں میں کہا "یہ ساری پریشانیاں ہماری بداعتقادی کا نتیجہ ہیں۔"

کاہن نے ہندی جوگی سے کہا کہ وہ اس یونانی فاتح سے سوچ سمجھ کر بات کیا کرے تو کالی ناش نے کاہن سے کہا "تو اپنے شہنشاہ سے کہہ کہ وہ کتنے ہی جتن کیوں نہ کرلے اس کی قسمت میں جو چند گز زمین لکھی گئی ہے وہ اسے کسی کوشش کے بغیر ہی مل جائے گی۔ وہ اپنی ہوس کو دل سے نکال دے تو زندگی اچھی گزر جائے گی۔"

کاہن نے معذرت کرتے ہوئے کہا "افسوس کہ میں یہ بات سکندر سے نہیں کہہ سکتا کیوں کہ وہ یہ بات سننا گوارا نہیں کرے گا۔"

لیکن یہی بات کالی ناش نے سکندر سے براہِ راست کہہ دی۔

سکندر کو کالی ناش کی باتیں بہت بری لگیں۔ وہ کہنے لگا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر تجھے یہی باتیں کرنا تھیں تو تو میرے ساتھ کیوں آیا؟"

کالی ناش نے کہا "میری سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ جب تجھے لوٹ مار کرنی تھی تو تو اتنی دور کیوں نکل آیا۔"

سکندر نے دانت پیستے ہوئے کہا "کورنتھ میں بھی تیرے ہی جیسا ایک شخص ملا تھا' دیو جانس کلبی۔ وہ بھی دنیا سے بے نیاز ایک صندوق میں پہیے لگائے ادھر ادھر پھرتا تھا۔ اس کا نہ کوئی گھر تھا نہ در۔ رات ہو جانے پر اسی صندوق میں لیٹ جاتا تھا مگر تیرے پاس تو کوئی صندوق بھی نہیں ہے۔ اگر میں غصے میں تجھ کو کوئی نقصان پہنچانا چاہوں تو بھی ممکن نہیں۔"

کالی ناش نے بے نیازی سے کہا "تو مجھے کیا نقصان پہنچائے گا تو تو خود کو نقصان پہنچا رہا ہے۔"

سکندر انتہائی دل برداشتہ اپنے خیمے میں گیا تو دارا کی ماں نے پوچھا "کیا بات ہے تو پریشان کیوں ہے؟"

سکندر نے تفصیل بیان کی تو اس نے مشورہ دیا "تجھے ان برے لوگوں سے دور رہنا چاہئے کیوں کہ تیری صحبت میں یہ تو بگڑنے سے رہے مگر تو ان کی صحبت میں ضرور بگڑ جائے گا۔ بکری شیر نہیں بن سکتی مگر بکری کی صحبت میں رہنے والا شیر بکری ضرور بن جائے گا۔"

سکندر کو کالی ناش سے خوف محسوس ہونے لگا تھا مگر کالی ناش راستے کی صعوبتیں برداشت نہ کرسکا اور مرگیا۔ مرنے سے پہلے کالی ناش نے وصیت کی تھی کہ اس کی لاش کو دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے۔ سکندر نے اس کی لاش جلوادی۔

اس کے بعد سکندر کے چہرے پر جو طمانیت نظر آئی اس کا صحیح اندازہ پرڈکاس نے لگایا اور سکندر نے یہ اعتراف کیا کہ اگر وہ کالی ناش کی صحبت میں کچھ دن اور رہ جاتا تو دوسرا کالی ناش بن جاتا۔

وہ کئی کئی دن تک پڑاؤ ڈالے رہتا اور نیارکس کا انتظار کرتا مگر نیارکس اس کو کہیں نہیں ملا یہاں تک کہ وہ ایران میں داخل ہوگیا اور یہاں ساحل کے کنارے نیارکس کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ عرصے کے بعد ایرانی حکام چند تباہ حال یونانیوں کو پکڑ کے سکندر کے پاس لے گئے۔ یہ یونانی زبان میں باتیں کرتے تھے جو ایرانیوں کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ سکندر نے ان سے باتیں کیں اور ایک انتہائی تباہ حال دبلے پتلے یونانی سے پوچھا "اگر تم لوگوں کا تعلق نیارکس کے بحری بیڑے سے ہے تو تم نیارکس کو ضرور جانتے ہو گے۔"

پریشان دبلے پتلے یونانی نے جواب دیا "جاننا کیا معنی' میں خود نیارکس ہوں۔"

سکندر غور سے دیکھتا رہا پھر اسے چمٹا لیا۔ دونوں کچھ دیر ایک دوسرے کے سینے سے لگے روتے رہے۔

نیارکس نے سکندر کو بتایا "کھاری پانی پی پی کر میرے بہت سے ساتھی مرچکے ہیں بقیہ کی حالت غیر ہے۔ میں خوش ہوں کہ میں نے یہ سفر بخیر و خوبی طے کیا اور آپ کے سامنے زندہ موجود ہوں۔"

یہاں سے سکندر سوس پہنچا جسے آج کل شوستر کہتے ہیں۔ یہ ایران کے چار میں سے ایک دارالخلافہ تھا۔ دکھ کی گھڑیاں ختم ہو چکی تھیں۔ کھانے پینے کی چیزیں بافراط موجود تھیں۔ کوئی بے تحاشا کھانے میں مشغول تھا اور کوئی شراب کی صراحیاں خالی کیے جارہا تھا۔

سکندر اب بھی خاموش تھا لیکن اس نے یہ حکم جاری کیا کہ لوگ کھانے پینے میں ہوس سے کام نہ لیں ورنہ بہت جلد مرجائیں گے۔

کچھ دنوں کے بعد کریٹیس بھی یہاں پہنچ گیا اور سلیوکس بھی کئی سو ہاتھیوں کے ساتھ سوس میں داخل ہوا۔ بظاہر سکندر کو اب

بے حد خوش ہونا چاہئے تھا مگر وہ اب بھی ملول تھا۔ اس نے حکم دیا۔ "جو یونانی ایرانیوں میں شادی کرنا چاہیں وہ کرلیں۔"

یونانی بہت بے زار تھے کیوں کہ وہ وطن سے نکلنے کے بعد بڑی پریشانیاں اٹھا چکے تھے۔ دریائے جہلم کے کنارے جب انہوں نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا تھا اور سکندر سے بڑی بدمزگی ہوگئی تھی تو یونانیوں کے خیال میں سکندر نے مکران کا تکلیف دہ راستہ یونانی سپاہیوں کو اذیت پہنچانے کے لئے اختیار کیا تھا۔ انہیں اپنے وہ ساتھی بھی یاد آرہے تھے جنہیں بیماری یا پانی کی کمی کی وجہ سے راستے ہی میں بے یارومددگار چھوڑ دیا گیا تھا۔

ستم ظریفی کہ اب سکندر شادی کی بات کر رہا تھا۔ یونانیوں کے نزدیک اب سکندر یونانی نہیں رہا تھا۔

بیشتر نے شادی سے انکار کردیا۔

پرڈکاس' کریٹیس' ہیفاسشن اور نیارکس نے شادیاں کرلیں۔ یہ لوگ سکندر کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑنے کو تیار تھے۔ کچھ یونانی سپاہیوں نے سکندر کو خوش کرنے کے لئے ایرانی لڑکیوں سے شادیاں کرلیں اور بعد میں اپنے دوسرے یونانی بھائیوں کے ساتھ وطن واپس جانے پر بھی آمادہ ہوگئے تو سکندر نے انہیں پابند کیا کہ اب وہ اسی صورت میں یونان واپس جاسکتے ہیں کہ وہ اپنی ایرانی بیویوں اور بچوں کو ایران میں ہی چھوڑ جائیں۔

اس اعلان سے یونانی مشتعل ہوگئے۔ ایک نے غصے میں کہا۔ "آخر سکندر کس قسم کا آدمی ہے؟"

سکندر نے غصے میں حکم دیا "یہ کس قسم کے آدمی کہنے والے الگ کیے جائیں تاکہ میں انہیں بتاؤں' میں کس قسم کا آدمی ہوں۔"

اب انہیں یہ یقین ہوگیا تھا کہ اس بار سکندر ان معترض یونانیوں کو معاف نہیں کرے گا' آخر جس نے سکندر کو کس قسم کا آدمی کہا تھا' آگے بڑھا اور تخلیے میں جاکر رونے لگا "جناب! کیا آپ اس دکھ کا اندازہ کرسکتے ہیں جب آپ ایرانیوں کو اپنا رشتہ دار .... کہیں اور یونانیوں کو غیر سمجھیں۔"

سکندر کو بے حد غصہ بھی تھا اور غم بھی کیوں کہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے جہلم کے کنارے آگے بڑھنے سے انکار کردیا تھا اب یہ منہ در منہ گستاخیوں پر اتر آئے تھے۔

سکندر کو بات کرنی خوب آتی تھی۔ اس نے ان سب کو وہ دن یاد دلائے جب وہ یونان میں گمنامی' عسرت اور تنگ دستی کی زندگی گزار رہے تھے "تمہارے جسموں پر کپڑوں کی جگہ جانوروں کی کھال ہوا کرتی تھی۔ تم بالکل کنگال تھے۔ تم سکوں کا نام تک نہیں جانتے تھے۔ تمہیں ارضی و سماوی آفات نے کہیں کا بھی نہ چھوڑا تھا۔ تمہیں غذائیں تک میسر نہ تھیں پھر میں تمہیں لے کر سمندروں کی سیر کراتا ہوا ایشیا میں داخل ہوا۔ تمہاری مدد سے شہر اور ملک فتح کیے تو تمہیں اچھے اچھے کپڑے پہننے کو میسر آئے۔ نرم اور ملائم بستر سونے کو ملے۔ تم نے اعلیٰ درجے کی شرابیں پیں۔ بہترین کھانے کھائے اور دولت مند ہوگئے۔ تمہیں مفتوحہ قوموں میں فاتح کی عزت ملی۔ تم نے شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں کی سیر کرلی۔ جو کچھ میں نے کھایا وہی تمہیں کھلایا۔ اب تم طعنہ دیتے ہو کہ میں نے ایرانیوں کو اپنا رشتے دار بنالیا ہے۔ حالاں کہ سوچنے کی بات یہ تھی کہ تم سب میرے رشتے دار ہو' تمہیں تو رشتے دار بنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ سچ سچ بتاؤ کہ میں نے کتنی یونانی لڑکیوں کی شادیاں ایرانیوں سے کردیں؟ اب اس کے بعد بھی اگر تمہیں شکایات ہیں تو میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

اس تقریر نے یونانیوں کو رلا دیا اور باہر جن یونانیوں نے یہ تقریر سنی وہ بھی رونے لگے۔ ان سب نے اپنے ہتھیار باہر رکھ دیئے اور سسکیاں بھرتے ہوئے اندر داخل ہوگئے۔ کسی نے سکندر کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگایا اور کسی نے اس کا دامن پکڑ کے چومنا شروع کردیا۔

اس وقت سکندر کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔ کچھ دیر سکوت طاری رہا صرف سسکیوں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

سکندر نے اعلان کیا "تم لوگ اپنے وطن واپس جاسکتے ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کچھ مقروض بھی ہوگئے ہو۔ جس نے جس سے جتنا قرض لیا ہے اسے لکھوا دے۔ تمہاری عدم موجودگی میں یہ قرض حکومت ادا کردے گی۔ اس وقت جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کے علاوہ ایک ایک ٹیلنٹ تمہیں نقد ادا کیا جائے گا۔ اب تم لوگ ہنسی خوشی واپس جاسکتے ہو۔"

ان یونانیوں کو شبہ گزرا کہ کہیں سکندر ان کے قرض میں سے رقم کاٹ کے ادائگی نہ کرے لیکن سکندر نے ایک ایک ٹیلنٹ ان کو دلوادیے اور قرض کی رقم ان سے معلوم کرکے لکھ لی گئی۔

ایک غیر معروف سردار نے اجازت چاہی کہ وہ اپنے ان ساتھیوں کو ساحلِ سمندر تک چھوڑنے جانا چاہتا ہے۔

سکندر نے پوچھا "ساحلِ سمندر تک جاکے چھوڑنے کی کون سی رسم ہے جسے تو ادا کرنا چاہتا ہے؟"

سردار پہلے تو باتیں بناتا رہا مگر جب کسی طرح سکندر کو مطمئن نہ کرسکا تو صاف صاف کہہ دیا "جناب! میں نے کئی سال پہلے اپنی محبوبہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں اسے اپنے پاس بلوالوں گا۔ وہ میرا انتظار کررہی ہوگی اور اسی لئے میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔"

سکندر نے ایک دوسرے سردار کو حکم دیا "تو اس کے ساتھ جا اور یہ دیکھ کر آ کہ یہ کتنا سچ بول رہا ہے اور کیا کئی سال بعد بھی اس کی محبوبہ اس کے انتظار میں بیٹھی ہوگی۔ اگر یہ واقعہ ہو تو اس کی محبوبہ کو عزت و احترام سے میرے پاس لا۔"

شام کو کسی نے خبر دی کہ نیارکس کی حالت بہت خراب ہے۔

دراصل سمندری سفر نے اس کی صحت برباد کردی تھی۔ جب سکندر اس کو دیکھنے پہنچا تو نیارکس انتقال کرچکا تھا۔ بچپن کا ساتھی' ہم مکتب' ہمراز' اتنیس تیس سال ساتھ رہنے والا نیارکس بے سدھ خاموش پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں میں چلی گئی تھیں

اور دونوں گال اندر دھنس گئے تھے۔ گوشت پوست کی کمی سے جبڑوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔

سکندر کچھ دیر کمزور ہیارکس کو دیکھتا رہا اس کے بعد اس کی شاہی انداز میں تدفین کا حکم دیا۔ اس وقت وہ انتہائی غم زدہ تھا اور ایسا لگتا تھا کہ غموں نے اس پر یلغار کردی ہے۔

اسی دوران مقدونیہ سے خبر آئی کہ انٹی پیٹر اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا نہیں کرسکا جس سے بدامنی پھیلنا شروع ہوگئی ہے۔ انٹی پیٹر کی خواہش تھی کہ اس کی جگہ اس کے بیٹے کو مقدونیہ کا نائب حکمران بنادیا جائے۔

لیکن انٹی پیٹر کی درخواست کے ساتھ ہی مقدونیہ والوں کا ایک وفد بھی سکندر سے ملا۔ اس نے انٹی پیٹر کے ظلم و ستم کی داستانیں بیان کیں اور درخواست کی کہ انٹی پیٹر کے بیٹے کو ہرگز اس کا جانشین نہ بنایا جائے۔

سکندر الجھن میں مبتلا ہوگیا کہ انٹی پیٹر بوڑھا ہوگیا ہے اور اس کے بیٹے کو بھی لوگ پسند نہیں کرتے پھر کسے مقدونیہ بھیجا جائے۔

سکندر نے وفد سے کہا "اگر انٹی پیٹر تم پر ظلم کررہا تھا تو میری ماں اولمپیاس تو موجود تھی۔ تم اس سے شکایت کرسکتے تھے۔"

وفد نے کہا "انٹی پیٹر ہمیں شہنشاہ کی ماں کے پاس جانے ہی نہیں دیتا۔"

سکندر نے کہا "اگر تم لوگ اتنے ہی کمزور ہو کہ میری ماں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے تو تمہارے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے وہ بالکل درست ہورہا ہے۔"

سکندر نے وفد سے اپنے استاد ارسطو کے بارے میں دریافت کیا "وہ کیسا ہے۔ کبھی وہ اپنے شاگرد کو یاد بھی کرتا ہے؟"

وفد کے ایک نوجوان نے بتایا "تو نے ارسطو کے بھتیجے کلوس تھنز کو قتل کروادیا۔ استاد ارسطو کو اس کا بے حد دکھ تھا۔ وہ ناراض ہوگیا اور میزا چھوڑ کے کہیں اور چلا گیا۔ جاتے وقت اس نے کہا کہ اب سکندر بزعم خود دیوتا بن چکا ہے اس لئے یہ دیوتا کسی کی کب سنتے ہیں۔"

سکندر کو ارسطو کے میزا چھوڑ جانے کا اتنا دکھ نہیں ہوا جتنا ہونا چاہئے تھا۔

اب سکندر کاسوس سے دل بھر چکا تھا۔ اس نے بابل جانے کا اعلان کردیا۔ وہ بابل کو اپنا مستقل مستقر بنانا چاہتا تھا۔ یہ خبر کاہن ارلسٹانڈر نے بھی سنی۔ وہ انتظار کرتا رہا کہ سکندر اس سے شگون نکلوانے تو آئے گا مگر سکندر شگون کے بغیر ہی بابل روانہ ہوگیا۔

کاہن نے اپنے طور پر ایک بھیڑ ذبح کی اور حواس باختہ بھاگتا ہوا سکندر کے پاس پہنچا، عرض کیا "جناب! شہر بابل کے کسی بھی دروازے سے اندر نہ جایئے کیونکہ یہ آپ کی زندگی کے خطرناک دن ہیں اور دیوتائے علم بابل کی سرزمین آپ کو راس نہیں آنے دے گی۔"

سکندر نے منہ بنایا اور ذلت آمیز لہجے میں جواب دیا "میں نے تیری بہت سی پیش گوئیاں سنی اور دیکھی ہیں۔ اس پیش گوئی کو بھی دیکھ لوں گا۔"

وہ ابھی بابل پہنچا بھی نہیں تھا کہ ہیفاسشن بھی چل بسا۔ اس کے پرانے ساتھی اس کا ساتھ چھوڑتے جارہے تھے۔ ہیفاسشن کی موت نے سکندر پر گہرا اثر ڈالا۔ اس کی تجہیز و تدفین نہایت شاہانہ انداز میں ہوئی اور اس کے نام پر دیوی دیوتاؤں کو بڑی قربانیاں دی گئیں۔ اب سکندر کو کچھ کچھ ڈر محسوس ہونے لگا اور یہی ڈر اسے کاہن ارلسٹانڈر کے پاس لے گیا۔

کاہن نے غمزدہ سکندر کو مرجھائی نظروں سے دیکھا اور کہا "جب تو بابل میں داخل ہوگا اور مردوخ کے نیچے سے گزر کر محل میں جائے گا تو یہیں سے بدبختی کا آغاز ہوگا اس لئے میں تجھ کو منع کرتا ہوں کہ تو بابل نہ جا۔"

سکندر چاروناچار اپنے خیمے میں واپس چلا گیا۔ کئی دن بعد کاہن سے یہ دریافت کرنے گیا کہ اس کے لئے بابل میں داخلے کا کون سا زمانہ مفید رہے گا؟ لیکن کاہن کے خیمے کے سامنے اس کے چند معتقد کہیں جانے کی تیاریاں کررہے تھے۔ وہ سکندر کو دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھے اور روتے ہوئے کہا "ہم سب کو اچھی بری خبریں دینے والا ہمیں کچھ بتائے بغیر ہی چلا گیا۔"

سکندر کاہن کے خیمے میں داخل ہوا۔ وہ خاموش آنکھیں کھولے پڑا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ خیمے کی چھت کے اس پار آسمان کو دیکھنے کی کوشش کررہا ہو۔

کاہن مرچکا تھا۔ لوگوں کی چہ میگوئیوں سے سکندر کو یہ اندازہ ہوا کہ مکران کے دشوار گزار سفر نے سبھی کو ادھ موا کردیا ہے۔ جو مرگئے، وہ تو مرگئے باقی معلوم نہیں اور کتنے ہیں جو مرنے والے ہیں۔

اب سکندر کے پاس انٹی گونس، پرڈکاس اور سلیوکس رہ گئے تھے۔ ان تینوں نے سکندر کو دلاسے دیے مگر ان تینوں کو بہت جلد یہ محسوس ہوگیا کہ سکندر صدمات کے کئی پہاڑوں کے اٹھانے کی سکت رکھتا ہے۔

ابھی وہ بابل کے لئے روانہ ہی ہوا تھا کہ راستے میں اسے اپنی ماں اولمپیاس کا ایک شکایتی خط موصول ہوا۔ اپنے اس خط میں اولمپیاس نے انٹی پیٹر کی شکایتیں لکھی تھیں اور سکندر کو یہ بتایا تھا کہ انٹی پیٹر نے اسے بالکل بے بس کرکے رکھ دیا ہے اور اس نے انتظامیہ اور فوج کو اپنا حامی بنا کے اولمپیاس کے خلاف ایک جماعت تیار کرلی ہے۔ لوگوں کو اس کے پاس آنے جانے سے روک دیا گیا ہے وہ اولمپیاس کے مقابلے میں اپنے بیٹے کیسنڈر کو آگے بڑھا رہا ہے۔

سکندر نے راستے میں قیام کیا کیوں کہ اسے بتایا گیا تھا کہ قرب و جوار سے سفارتیں آنا شروع ہوگئی ہیں۔ اسی جگہ یونانی ریاستوں کے کئی وفد اس سے ملے۔ ان وفود نے سکندر کو خوش خبری سنائی کہ

ان کی ریاستیں سکندر کو دیوتا تسلیم کرچکی ہیں۔ مندروں میں سکندر کے بت رکھوائے جارہے ہیں جہاں سکندر کی پرستش بھی کی جائے گی اور قربانیاں بھی پیش کی جائیں گی۔

ایتھنز کے ڈیماس تھینز نے لکھا تھا "سکندر کی دیوتا بننے کی خواہش پوری ہوئی لیکن یہ یہیں ختم ہوجانی چاہئے ایتھنز یہ سمجھتا ہے کہ یونانی ریاستوں نے سکندر کو اپنا سپہ سالار اعظم بنا کر ایشیا بھیجا تھا اس لئے سکندر کو دیوتا بنانے یا نہ بنانے کا اختیار بھی یونانی ریاستوں ہی کے پاس ہونا چاہئے تھا۔ یہ ایک قانونی مسئلہ تھا لیکن خیر سکندر دیوتا بن گیا تو کوئی بات نہیں مگر اسے ایتھنز کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔"

اسپارٹا والوں نے اپنے مخصوص انداز میں سکندر کو دیوتا بننے کی اجازت دی تھی۔ ان کا انداز تحکمانہ تھا جیسے کوئی بڑا اپنے سے چھوٹے کو بدرجہ مجبوری یہ اجازت دے رہا ہو "اگر سکندر چاہتا ہے کہ لوگ اسے اپنا دیوتا بنالیں تو ہم اسے اجازت دیتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ سکندر اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اس فعل شنیعہ کو کیوں ضروری سمجھتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ دیوتا بن جانے کے بعد وہ اعلیٰ ترین انسان کی حیثیت سے گر کر ارذل ترین معبود بن جائے گا اور اس قسم کی معبودیت صرف اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک اس کی اپنی قوت و سطوت قائم ہے۔"

سکندر نے اسپارٹا کے وفد کو خبردار کیا "تم لوگ اپنی حکومت کو بتلا دو کہ اس کا جس ایرانی سلطنت سے مخالفہ تھا اسے میں نے ختم کردیا۔ ایران کی ہخامنشی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم کردی گئی اب اسپارٹا کی حیثیت ایران کے حلیف جیسی نہیں رہی۔ میں نے اسپارٹا سے دیوتا بننے کی اجازت نہیں مانگی تھی بلکہ اپنی موجودہ حیثیت سے اس کو مطلع کیا تھا۔ اب اسپارٹا جیسی حقیر ریاست کو ایشیا کے نئے شہنشاہ سے جو دیوتا بھی ہے ادب اور قرینے سے بات کرنی چاہئے۔"

اسی موقع پر سکندر کو خبر دی گئی کہ انٹی پیٹر کا بیٹا کیسنڈر مقدونیہ سے آچکا ہے۔ وہ ملکہ اولمپیاس کے خلاف اور اپنے باپ کے حق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

سکندر نے برہمی کی حالت میں کیسنڈر کو طلب کرلیا اور پوچھا "کیا یہ غلط ہے کہ انٹی پیٹر نے میری ماں کے خلاف انتظامیہ اور فوج میں ایک محاذ قائم کرلیا ہے اور تیرا باپ فریادیوں اور ملاقات کے خواہش مند سرکاری کارندوں کو میری ماں کے پاس نہیں پہنچنے دیتا۔ تو انٹی پیٹر کا بیٹا ہے اس لئے تم دونوں باپ بیٹے کو معلوم ہونا چاہئے کہ میری ماں کی آنکھ سے نکلا ہوا ایک آنسو تم دونوں کو سیلاب کی طرح بہالے جائے گا۔"

کیسنڈر نے بڑی کوشش کی کہ سکندر سے آنکھ ملا کر بات کرے مگر اس پر کپکپی طاری ہوگئی اور خوف زدہ لہجے میں اس کی زبان سے نکل گیا "جناب! میں مقدونیہ اور پیلا کے حالات سے ان لوگوں سے زیادہ واقف ہوں جو ہزاروں میل دور بیٹھے جھوٹ پر مبنی شکایتیں سنتے ہیں اور من مانے فیصلے کردیتے ہیں۔"

سکندر کا غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا۔ پرڈکاس نے اٹھ کے کیسنڈر کا گریبان پکڑلیا "کیا تو نہیں جانتا کہ اس وقت تو ایشیا اور یونان کے شہنشاہ سکندر سے مخاطب ہے جو تیرا دیوتا بھی ہے۔"

سکندر نے بہت ضبط سے کام لیا "جب تو یہاں سے پلٹ کر واپس جائے گا تو اس وقت تک کریٹیرس انٹی پیٹر سے اقتدار لے چکا ہوگا۔ اس کے بعد وہ میری ماں کی مدد سے تیرے باپ کے خلاف تحقیقات کرے گا اور اگر جرائم ثابت ہوگئے تو تم دونوں کو بدترین سزائیں دی جائیں گی۔"

اس وقت کیسنڈر پر اتنا خوف غالب تھا کہ وہ کانپتا تھرتھراتا سامنے سے ہٹ گیا۔

سکندر کے سر پر پتوں کا تاج تھا جو سر کے ترچھا ہونے کی وجہ سے کچھ ڈھیلا پڑگیا تھا۔

اس نے یہاں سے کوچ کے بعد بابل کے سامنے پہنچ کر دم لیا۔ یہاں اس کی خدمت میں بابل کے پجاری، پروہت اور منجم حاضر ہوئے اور سکندر سے درخواست کی "تمہارے علم کے مطابق شہر میں داخل ہونے کا یہ مناسب وقت نہیں ہے اس لئے آپ بابل شہر کے باہر ہی ٹھہریں۔"

سکندر نے ان کی پیش گوئی کا مذاق اڑایا "تم لوگ جس چیز کو پیش گوئی کہتے ہو اسے میں قیاس آرائی کہتا ہوں۔"

ایک منجم نے روتے ہوئے درخواست کی "اگر دیوتا بھی یہ چاہیں کہ دیوتاؤں کے فیصلے بدل دیں تو یہ ناممکن ہے۔ اگر آپ کو ہماری پیش گوئی کی صداقت پر شبہ ہے تو مشرق کے بجائے بابل کے مغربی دروازے سے داخل ہوں۔"

سکندر نہیں مانا اور مشرقی دروازے سے شہر میں داخل ہوگیا۔ سکندر کو اندر داخل ہونے کے بعد یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ سڑک کے دونوں کناروں پر لوگ پھولوں کے ہار لئے کھڑے تھے اور چھتوں سے بھی اس پر گل باری ہورہی تھی۔

ان کے علاوہ بہت سے غیر ملکی سفرا اور نمائندے بھی سکندر کے استقبال کے لئے سرِراہ کھڑے تھے۔

سکندر ان کے پاس سے گزرتا ہوا بخت نصر کے محل میں داخل ہوگیا اس کے بعد ہی سی سی گیمبس اور روشنک بھی محل میں پہنچادی گئیں۔

سکندر کو جستجو تھی کہ پجاریوں، پروہتوں اور منجموں نے اسے شہر کے باہر روکنے کی کوشش کیوں کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے پچھلی بار بابل سے جاتے ہوئے پجاریوں اور پروہتوں کو جو یہ حکم دیا تھا کہ مردوخ کی عبادت گاہ کو تعمیر کیا جائے شاید اس کے اس حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تھی اور اسی لئے یہ لوگ سکندر کو شہر سے باہر ہی روک دینا چاہتے تھے۔

لیکن ایک بابلی چغل خور نے سکندر کو بتایا کہ مردوخ کا مندر تعمیر ہوچکا ہے۔ اس مندر سے پروہتوں کو آمدنی بھی بہت زیادہ

ہو رہی ہے اور یہ لوگ مندر کی آمدنی کو اس سے چھپانے کے لئے شہر سے باہر روک دینے کی فکر میں تھے۔

سکندر نے اس مندر کو دیکھا۔ اس کی آمدنی پر نظر کی، پروہتوں سے اس کی آمدنی کے بارے میں سرسری باتیں کیں مگر کسی کو تنگ نہیں کیا۔ اس نے ان مذہبی لوگوں کو نہایت نرم لہجے میں سمجھایا کہ وہ اپنا کام نیک نیتی اور خلوص سے کرتے رہیں وہ ان کے کسی معاملے میں دخل نہیں دے گا۔

اور اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ یہ شہر اس کا دارالخلافہ رہے گا اور وہ اسی شہر سے اپنے ممالک محروسہ پر حکومت کرتا رہے گا۔

اس نے سلیوکس کو حکم دیا کہ آئندہ چند دنوں میں اس کی یونانی اور ایرانی فوج کو شاہی محل کے باہر صف آرا کیا جائے۔ یہ صف آرائی اس طرح ہو کہ اگلی تین صفوں میں مقدونوی کھڑے کئے جائیں جن کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے ہوں پشت پر ترکش اور شانوں سے کمانیں لٹک رہی ہوں۔

ان کے پیچھے ایرانی فوج ہو، چھوٹے چھوٹے نیزے اور تیر کمانوں سے آراستہ اور آخری صف میں پھر مقدونوی سپاہی ہونے چاہئیں، اپنے لمبے لمبے نیزوں اور تیر کمانوں کے ساتھ۔

مندر سے نکل کر وہ دریائے دجلہ کی طرف چل دیا۔ اس کے ساتھ پرڈکاس، سلیوکس اور انٹی گونس تھے۔

ملاح ایک نئی کشتی ساحل پر لے آیا۔ جب وہ کشتی پر سوار ہو رہا تھا تو محل کی طرف سے ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ بھگاتا ہوا آیا اور سکندر کو سرگوشی میں یہ خوش خبری سنائی کہ شاہی دایہ نے یہ خبر دی ہے کہ شہزادی روشنک سے ولی عہد پیدا ہونے والا ہے۔

سکندر نے اپنے سر پر رکھے ہوئے پتوں اور پھولوں کے تاج کو ٹٹولا اور اس کو دونوں ہاتھوں سے درست کیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ اس خوشی کے موقع پر کس کس کو انعام و اکرام سے نوازے گا لیکن وہ خوش خبری سنانے والوں کی اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتا تھا کہ شہزادی کے بطن سے پیدا ہونے والا ولی عہد ہی ہو گا، لڑکی بھی پیدا ہو سکتی تھی۔

سکندر کے پاؤں ڈگمگائے کیوں کہ کشتی ایک جھٹکے سے آگے روانہ ہوئی تھی۔ لڑکھڑاتے ہوئے اس نے کشتی کے مستول کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس کا تاج دجلہ میں گر گیا۔

سلیوکس نے فوراً چھلانگ لگا دی اور تاج کو پانی کی سطح سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ کشتی خاصی آگے بڑھ چکی تھی۔ سلیوکس ہاتھ پاؤں مارتا ہوا کشتی کی طرف بڑھا تو انٹی گونس نے بہت برا منایا "جناب! سلیوکس تو انتہائی بے وقوف اور عاقبت نااندیش نکلا۔"

سکندر بھی یہ سمجھ چکا تھا کہ انٹی گونس سلیوکس کو برا کیوں کہہ رہا ہے۔

سکندر نے سلیوکس کی طرف سے صفائی پیش کی "اگر وہ میرا تاج اپنے سر پر نہ رکھتا تو پانی میں تیرتا کس طرح؟"

پرڈکاس نے کہا "لیکن بدشگونی تو ہو گئی، آپ کا تاج اور سلیوکس کا سر۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اسی بابل میں کسی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ آخر ایک بڑا تاجدار رخصت ہو گا اور اس کا تاج دوسرے فاتح کے سر پر چلا جائے گا۔"

سکندر کو بھی احساس ہو رہا تھا کہ یہ بدشگونی ہے۔

سلیوکس نے کشتی میں چڑھ کے تاج سکندر کے حوالے کر دیا اور معذرت کی "تاج کی حفاظت کا یہی بہترین طریقہ تھا۔"

پرڈکاس نے کہا "کچھ بھی سہی مگر اس تاج کو تیرے سر پر نہیں ہونا چاہئے تھا۔"

سکندر نے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا "میں پیش گوئیوں پر اس لئے یقین نہیں کرتا کہ یہ انسانی دل و دماغ کے تخمینے ہوتے ہیں۔ تم لوگوں نے دیکھا کاہن ارسٹانڈر نے منع کیا تھا کہ میں بابل نہ جاؤں۔ اس کے بعد بابل کے نجومیوں نے بھی مجھے شہر میں داخلے سے روکا لیکن میں مشرقی دروازے سے شہر میں داخل ہو گیا یہاں مجھے پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور گل باری کی گئی۔ اس کے بعد غیر ملکی نمائندوں اور سفیروں نے میرا استقبال کیا اور اب اس وقت ولی عہد کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ نجومی کی نحوست کہاں چلی گئی؟"

سکندر پانی میں ہاتھ ڈالتا رہا اور کسی بچے کی طرح پانی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

کافی دیر بعد سکندر محل واپس گیا تو اس کے پیچھے پرڈکاس اور سلیوکس میں کچھ دیر تُو تُو میں میں ہوتی رہی اور دونوں نے ایک دوسرے کو دھمکیاں دیں۔

سکندر نے کئی دن بعد انٹی پیٹر کے بیٹے کیسنڈر کے بارے میں پوچھا "وہ کہاں چلا گیا؟"

انٹی گونس نے جواب دیا "وہ آپ سے اتنا خوف زدہ تھا کہ لوگوں کے بقول وہ کئی بار سوتے میں پلنگ سے نیچے گر گیا۔ وہ رو رو کے آپ سے معافی مانگ رہا تھا۔"

سکندر کے حسب منشا یونانی اور ایرانی افواج میدان میں کھڑی کر دی گئیں۔

سکندر نے اگلی تین صفوں کے مقدونوی سپاہیوں کو پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا اور کہا "تمہارے کچھ ساتھی مقدونیہ واپس چلے گئے، تم یہیں رہ گئے۔ اب میں دوبارہ ہندوستان جاؤں گا تو دریائے گنگا کے مدخل تک پہنچ کر ہی دم لوں گا۔"

اسی قسم کی باتیں ایرانی سپاہیوں سے بھی کیں اور ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے سی سی گیمبس کا ذکر کیا "تمہارے مقتول بادشاہ دارا کی ماں نے مجھے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا ہے اس طرح میں تمہارا رشتے دار ہوں۔"

ایرانی فوج سکندر سے بہت خوش تھی کیوں کہ اس نے ان سب کو اپنا عزیز کہہ دیا تھا۔

وہ کافی دیر بعد تھکا ہوا محل واپس گیا۔

رات کو محل کی چھت سے شہر کا نظارہ کرتا رہا۔ مکانوں اور مندروں کی روشنیاں دلفریب لگ رہی تھیں۔ روشنک اس کے ساتھ تھی۔ اسے آنے والے کی فکر تھی۔

سکندر نے روشنک کو ہدایت کی "میں خود تو مقدونیہ جانے سے رہا مگر تجھ کو میری ماں اولمپیاس کے پاس جانا پڑے گا۔"

مچھروں کی بڑی بہتات تھی۔ وہ مستقل کانوں کے پاس بھن بھن کئے جا رہے تھے۔

سکندر کو اچانک برسین یاد آ گئی، پوچھا "یہ برسین کہاں چلی گئی؟"

روشنک نے جواب دیا "وہ ناشکری تھی، یہیں کہیں مر کھپ گئی ہو گی۔"

دونوں دیر تک اپنی ہونے والی اولاد کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

کئی دن بعد سکندر دوبارہ دریا کے کنارے پہنچا۔ اس بار اسے کشتی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ساحل پر کھڑا نہاتا رہا۔ اس کے محافظوں نے اس علاقے کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔

سکندر نے دریا میں کئی غوطے لگائے اور جب باہر نکلا تو اس کی طبیعت بھاری تھی۔ اس کی بائیں پسلی میں بھی درد تھا۔ یہ وہی پسلی تھی جو ملتان میں تیر سے زخمی ہو گئی تھی۔

رات تک اسے بخار بھی چڑھ گیا۔ اس کے معالجوں نے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ اس کا علاج جاری تھا مگر بخار کی شدت میں کوئی کمی نہیں آ رہی تھی۔ پرڈکاس ہر وقت اس کے پاس رہتا تھا۔

تیسرے دن سکندر نے پرڈکاس کا ہاتھ پکڑ لیا اور نہایت کمزور آواز میں کہا "میری تجہیز و تکفین کے وقت بڑے جھگڑے ہوں گے۔"

پرڈکاس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے "یہ آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں؟"

سکندر نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں "افسوس کہ میں گنگا کے مدخل تک نہیں پہنچ سکا۔ ابھی کچھ دیر پہلے کالی ناش مجھ سے کہہ رہا تھا کہ سکندر تیرے حصے کی زمین تیرا انتظار کر رہی ہے۔"

پرڈکاس نے پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ وہ بہت جل رہی تھی۔ وہ طبیبوں کو آوازیں دیئے جا رہا تھا۔

سکندر نے آنکھیں کھول لیں اور پرڈکاس سے پوچھا "کیا ڈیماس تھینز آیا تھا؟"

پرڈکاس نے طبیب سے کہا "سکندر بہک رہا ہے۔"

طبیبوں نے خوب اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد فکر مند لہجے میں کہا "بخار بہت تیز ہے۔"

سکندر نے بہکی بہکی نظروں سے پرڈکاس کو دیکھا اور پوچھا "یہ پارمینیز، فلوٹس اور کلائی ٹس باہر کیوں بیٹھے ہیں؟ انہیں اندر بلاؤ۔"

ایک طبیب بہت پریشان تھا۔ شاید تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

دارا کی ماں روتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور طبیبوں سے پوچھا "تم لوگ خاموش کیوں کھڑے ہو۔ اس کا علاج کیوں نہیں کرتے؟"

سکندر وحشت زدہ کیفیت میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنی شاہی انگشتری انگلی سے نکال کر پرڈکاس کو پہنا دی اور کہا "میں جانتا ہوں کہ میری تجہیز و تکفین کے وقت لوگ بہت جھگڑا کریں گے۔"

سکندر دوبارہ لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں اور پوچھا "پرڈکاس تجھے یاد ہے کہ یہ ہی فالس دریائے جہلم کے کنارے کام آ گیا تھا پھر اب یہ کہاں سے آ گیا؟"

طبیبوں نے مایوسی سے کہا "اب وقت نہیں رہا۔ جن لوگوں کو سکندر سے کچھ پوچھنا ہو یا دیکھنا ہو تو آ جائیں اور دیو تازادے سے ملاقات کر لیں۔"

ناامیدی کے ان کلمات نے ایک حشر برپا کر دیا۔ روشنک بھی آ گئی اور شاہی محل کی وہ خواتین بھی جو شہنشاہ ایران کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

اب سکندر بالکل خاموش تھا۔ دارا کی ماں نے سکندر کے دل والے حصے پر اپنا کان رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھی اور روتی ہوئی اندر چلی گئی۔ جب واپس آئی تو اس کے جسم پر سیاہ لباس تھا اور ہاتھ میں سیاہ چادر۔ اس نے یہ سیاہ چادر سکندر کے چہرے پر ڈال دی اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا "آج میں نے اپنا آخری بیٹا بھی کھو دیا۔"

پرڈکاس بھی رونے لگا۔ پھر ہر طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہونی شروع ہو گئیں۔

آنے والوں نے سکندر کے پاس پھول رکھنے شروع کر دیے۔ کسی نے اس کی ڈھال، تلوار، کمان، تیر و ترکش لا کر رکھ دیے اور سب کے آخر میں پرڈکاس نے اپنی انگلی سے سکندر کی انگشتری اتاری اور اس کے سرہانے رکھ کر الٹے قدموں اس کونے میں جا کھڑا ہوا جہاں دارا کی ماں اکڑوں بیٹھی دونوں گھٹنوں میں سر چھپائے آنسو بہا رہی تھی۔

تاریخی کہانی کے پس منظر کے ماخذ

تاریخِ یونان	ڈیماس تھینز	یونانی شہنشاہیت	تاریخ ایران	عصرِ قدیم	سکندرِ اعظم
ترجمہ: پروفیسر ہارون خان	ترجمہ: قاضی تجمل حسین	ولیم اسکاٹ فرگوسن	مقبول بیگ بدخشانی	مولانا عبدالحلیم شرر	ہیرالڈ لیمب